جملہ حقوق محفوظ ہیں

س - 86

ثم انتم هؤلاء تدعون لتنفقوا في سبيل الله فمنكم من يبخل ومن يبخل فإنما يبخل عن نفسه والله الغني وأنتم الفقراء وإن تتولوا يستبدل قوما غيركم ثم لا يكونوا أمثالكم

سلسلۂ دارالمصنفین

نمبر ۳۳

سیر الصحابہؓ کے حصۂ مہاجرینؓ کی دوسری جلد

3900

مہاجرینؓ

حصۂ اوّل

جس مین

بقیہ حضرات عشرہ مبشرہؓ، واکابر بنی ہاشم، وقریش، اور اُن حضراتِ صحابہؓ کے حالات، سوانح، اخلاق وفضائل، اور اُن کے مذہبی، علمی، سیاسی مجاہدات اور کارنامے ہین، جو فتحِ مکہ سے پہلے اسلام لائے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین قریش کی تاریخ اور قبائلِ مہاجرینؓ کی تفصیل ہے

از

مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم سابق رفیق دارالمصنفین

باہتمام مولانا مسعود علی ندوی

مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ میں چھپی

طبع ثانی

سنہ ۱۹۵۱ء

ذخیرہ
حبیب احمد شرفپوری نقشبندی مجددی
لاہور پاکستان

Marfat.com

89055

87155

Marfat.com

3900

فہرست مضامین

مہاجرین حصّۂ اوّل

مضمون	صفحہ
دیباچہ	ا
مقدمہ	
اسلام سے پہلے مہاجرینؓ کے خانوادے	۱
دورِ اوّل	۲
۲ - ۵	
دورِ دوم	
قبائلِ عدنان ۵ - ۱۵	۶
عدنان کی حکومتیں	۱۰
عدنان کی تجارت	۱۱
آلِ عدنان کا مذہب	۱۲
ایامِ عدنان	۱۳
آلِ عدنان کی لڑائیاں دوسری نسل والوں کے ساتھ	،،
عدنانیوں کی خانہ جنگیاں	۱۴
ایامِ بکر و تغلب	،،
ایامِ عبس و ذبیان	،،
ایامِ ربیعہ و مضر	۱۵
ایامِ بنو عامر	،،
دیگر ایام مشہورہ	،،
دورِ سوم	
قریش	۱۵
قبائلِ قریش اور ان کے مشاہیر	،،

مضمون	صفحہ
ایامِ قریش	۱۷
یوم فجار اول،	۱۸
یوم فجار ثانی،	،،
واقعۂ فیل	۱۹
ایک جنگ	۲۰
یوم ذات انکیف	،،
نائلہ کعبہ کی عرسنا	۲۱
قریش کی سیاسی خود مختاری	،،
قصی کا ظہور اور قریش کا اجتماع	۲۲
قریش کا تمدن	۲۳
نظامِ عسکری،	۲۴
عدالتی نظام	،،
نظامِ مذہبی	،،
ندوہ	۲۵
مشورہ	،،
حلف فضول	۲۶
قریش کا مذہب	،،

Marfat.com

مضمون	صفحہ
لوازمِ تمدّن	۳۱
تجارت	۳۱
علوم وفنون	۳۴
رفاہِ عام کے کام	،،
اسلام کا ظہور	۳۵
پہلی ہجرت یا مہاجرین کی پہلی جماعت ۴۱ - ۴۵	
حبشہ کی پہلی ہجرت	۴۱
حبشہ سے مسلمانون کے اخراج کی کوشش	۴۲
نجاشی کا جواب	۴۳
حضرت جعفرؓ کی تقریر،	،،
نجاشی کا آیاتِ قرآنی سے متاثر ہونا اور اسلام کی حقانیت کا اعتراف،	۴۴
وفد مشرکین کی ایک چال، اور اس مین ناکامی،	،،
مہاجرینؓ حبش کی واپسی	۴۵
دوسری ہجرت ۴۵ - ۵۸	
حبشہ کی دوسری ہجرت	۴۵

مضمون	صفحہ
حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال	۴۸
قریش کی ایذا رسانی	،،
تبلیغِ اسلام اور طائف کا سفر	۴۹
مکہ کی واپسی اور مطعم بن عدی کی امان	،،
مطعم بن عدی کا گھر اور تبلیغِ اسلام،	۵۰
تبلیغ کا اثر قبائل پر	،،
قبیلۂ دوس کی خواہش	۵۷
اہلِ مدینہ کا قبولِ اسلام،	،،
انصار کی پہلی بیعت	۵۸
انصار کی دوسری بیعت	،،
عام ہجرت	،،
ہجرت کا سلسلہ فتحِ مکہ تک قائم رہا اور اس کے اسباب،	۶۰
مہاجرین کے فضائل ومناقب ۶۱ - ۷۳	
کلام اللہ اور مہاجرین	۶۱
احادیث نبویؐ	۶۷
مہاجرین منافق نہ تھے،	۷۱

Marfat.com

3900

اسمائے مہاجرین

(بہ ترتیب کتاب)

شمار	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	حضرت زبیر بن العوامؓ	۷۴
۲	حضرت طلحہؓ	۹۳
۳	حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۱۰۷
۴	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	۱۲۲
۵	حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ	۱۴۷
۶	حضرت سعید بن زیدؓ	۱۶۳
۷	سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ	۱۶۹
۸	حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ	۱۷۷
۹	حضرت بلال بن رباحؓ	۱۸۶
۱۰	حضرت جعفر طیارؓ	۱۹۵
۱۱	حضرت زید بن حارثہؓ	۲۰۱
۱۲	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۲۱۲
۱۳	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۲۵۳
۱۴	حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ	۲۹۰
۱۵	حضرت عمار بن یاسرؓ	۳۲۲
۱۶	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۳۳۶
۱۷	حضرت صہیب بن سنانؓ	۳۴۴
۱۸	حضرت مصعب بن عمیرؓ	۳۴۵
۱۹	حضرت عثمان بن مظعونؓ	۳۵۸
۲۰	حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ	۳۶۴
۲۱	حضرت مقداد بن عمروؓ	۳۶۷
۲۲	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ	۳۷۳
۲۳	حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ	۳۷۶
۲۴	حضرت عبداللہ بن سہیلؓ	۳۸۲
۲۵	حضرت عتبہ بن غزوانؓ	۳۸۴
۲۶	حضرت عامر بن فہیرہؓ	۳۸۸

Marfat.com

شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	شمار	اسمائے گرامی	صفحہ
۲۷	حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ	۳۹۱	۳۳	حضرت شماس بن عثمانؓ	۴۰۹
۲۸	حضرت عبداللہ بن جحشؓ	۳۹۴	۳۴	حضرت شجاع بن وہبؓ	۴۱۱
۲۹	حضرت عکاشہ بن محصنؓ	۳۹۸	۳۵	حضرت محرز بن نضلہؓ	۴۱۳
۳۰	حضرت ابوحذیفہؓ	۴۰۰	۳۶	حضرت شقران صالحؓ	۴۱۵
۳۱	حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ	۴۰۳	۳۷	حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ	۴۱۶
۳۲	حضرت بعیدہ بن الحارثؓ	۴۰۷	۳۸	حضرت عامر بن ربیعہؓ	۴۱۸

Marfat.com

اسمائے مہاجرین

(بہ ترتیب حروف تہجی)

شمار	اسمائے گرامی	صفحہ
	الف	
۱	حضرت ابو حذیفہ رضؓ	۴۰
۲	حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ	۳۹۱
۳	حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ	۳۶۴
۴	حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ	۱۴۷
۵	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ	۲۹۰
	ب	
۶	حضرت بلال بن رباحؓ	۱۸۶
	ج	
۷	حضرت جعفر طیارؓ	۱۹۵
	ح	
۸	حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ	۳۷۶
	حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ	۱۶۹
	ز	
۱۰	حضرت زبیر بن العوام رضؓ	۷۴
۱۱	حضرت زید بن حارثہ رضؓ	۲۰۱
	س	
۱۲	حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ	۴۰۳
۱۳	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	۱۲۲
۱۴	حضرت سعید بن زید رضؓ	۱۶۳
	ش	
۱۵	حضرت شجاع بن وہب اسدیؓ	۴۱۱
۱۶	حضرت شقران صالح رضؓ	۴۱۵
۱۷	حضرت شماس بن عثمانؓ	۴۰۹
	ص	
۱۸	حضرت صہیب بن سنانؓ	۳۴۴

شمار	اسمائے گرامی	صفحہ
	ط	
۱۹	حضرت طلحہ رضؓ	۹۳
	ع	
۲۰	حضرت عامر بن ربیعہ رضؓ	۴۱۸
۲۱	حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ	۳۸۸
۲۲	حضرت عباس بن عبد المطلبؓ	۱۷۷
۲۳	حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ	۳۷۳
۲۴	حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ	۱۰۷
۲۵	حضرت عبد اللہ بن جحش رضؓ	۳۹۴
۲۶	حضرت عبد اللہ بن سہیل رضؓ	۳۸۲
۲۷	حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ	۲۱۲
۲۸	حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ	۳۳۶
۲۹	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ	۲۵۳
۳۰	حضرت عبیدہ بن الحارثؓ	۴۰۶
۳۱	حضرت عتبہ بن غزوان رضؓ	۳۸۴
۳۲	حضرت عثمان بن مظعون رضؓ	۳۵۸
۳۳	حضرت عکاشہ بن محصنؓ	۳۹۸
۳۴	حضرت عمار بن یاسر رضؓ	۳۲۲
۳۵	حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ	۴۱۶
	م	
۳۶	حضرت مخرز بن نضلہ رضؓ	۴۱۳
۳۷	حضرت مصعب بن عمیر رضؓ	۳۴۹
۳۸	حضرت مقداد بن عمرو رضؓ	۳۶۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ جلد ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات مین ہے، جو فتح مکہ کے پہلے اسلام لائے، چونکہ اسلام مین ان بزرگون کی حیثیت بہت بڑی ہے، اس لیے ان کو سب سے اوّل جگہ دیگئی، اور ان مین بھی چارون خلفاے راشدینؓ کے بعد جنکے حالات مین ایک مستقل جلد چھپ چکی ہے، عشرہ مبشرہؓ مین سے باقی چھ بزرگوار اس جلد مین مذکور ہین، اور ان کو تمام مہاجرینؓ مین سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے،

یہ جلد بھی ہمارے رفیق عزیز مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی کی تالیف ہے، مقدمہ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے فضل و کمال و اخلاق کا حصہ ان کے ہمنام اور ہم مدرسہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین نے لکھا ہے، آیندہ حصہ تمام و کمال ان ہی کا ہوگا،

کتاب مین دو فہرستین لگائی گئی ہین، ایک مین کتاب کی ترتیب کے مطابق ناموں کی فہرست ہے اور دوسری مین حروفِ تہجی کے اعتبار سے نام لکھے گئے ہین، تاکہ تلاش و مراجعت مین لوگون کو آسانی ہو،

سید سلیمان ندوی، ناظم دار المصنفین

۲۳ اکتوبر ۱۹۲۸ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اسلام سے پہلے مہاجرین کے خانوادے

مورخینِ اسلام اور علماے انساب نے عرب کی تین قسمین قرار دی ہین، بائدہ، عاربہ اور مستعربہ، بعض صرف دو پر اکتفا کرتے ہین، عاربہ اور مستعربہ،

عرب بائدہ عرب کے وہ قبائل ہین جن کا زمانہ اس قدر قدیم ہے کہ تاریخون مین ان کے تفصیلی حالات نہین ملتے، البتہ عرب کے اشعار مین جا بجا ان کا ذکر آجاتا ہے یا الہامی کتابون مین کہین کہین حالات مل جاتے ہین، یہ قبائل عاد، ثمود، طسم، جدیس وغیرہ ہین، عرب عاربہ وہ قحطانی قبائل ہین، جو یمن اور اس کے قرب وجوار مین آباد ہوئے، ان مین سے حمیر کہلان، بنی عمرو وغیرہ مشہور ہین، ان کے حالات کثرت سے ملتے ہین، اور ان کی عظیم الشان یادگارین ابھی تک سرزمینِ عرب مین موجود ہین،

تیسرا طبقہ عرب مستعربہ کا ہے، اور یہی ہمارا موضوعِ بحث ہے کہ اسی سے سلسلۂ اسمٰعیلی کی ابتدا ہوئی، جس مین مہاجرین کے اکثر خاندان داخل ہین، حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے بیٹے اسمٰعیل اور اپنی بیوی ہاجرہ کو "وادیِ غیر ذی زرع" مین بسایا، تو وہان اس وقت جرہمی قبائل آباد تھے، ان مین حضرت اسمٰعیلؑ نے شادی

Marfat.com

کی اور ان سے جو نسل چلی وہ "عرب مستعربہ" کے نام سے موسوم ہوئی حضرت اسمٰعیلؑ کے گیارہ اولادین ہوئین، جن مین ایک کا نام قیدار تھا، قیدار کی نسل مین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مشہور عدنان گذرا ہے، قریش کے تمام قبائل، اور مہاجرین کے اکثر قبیلون کا سلسلۂ نسب عدنان ہی تک آکر منتہی ہو جاتا ہے، اس طرح یہ سلسلہ تاریخ کے تین دورون پر منقسم ہو جاتا ہے، ایک حضرت اسمٰعیلؑ سے عدنان تک، دوسرا عدنان سے فہر تک، اور تیسرا فہر سے آخر تک مہاجرین کے حالات مین اگرچہ پہلے اور دوسرے دورون کا تذکرہ کرنا ضروری نہین ہے، اور صرف قریش کے حالات کا لکھ دینا کافی ہے، مگر اس خیال سے کہ اس سلسلہ کی تمام کڑیان سامنے آجائین، پہلے دور کا اجمالی اور دوسرے دور کا کسی قدر تفصیلی اور تیسرے دور کا نہایت مفصل طور پر تذکرہ کرتے ہین،

دور اوّل

حضرت اسمٰعیلؑ کی گیارہ اولادون مین نابت اور قیدار نے نہایت جاہ و جلال اور دنیاوی اعزاز حاصل کیا، مورخین اس بارہ مین مختلف الرائے ہین کہ عدنان آل نابت سے تھا یا آل قیدار سے، بعض عدنان کو نابت کی اولاد بتلاتے ہین، اور بعض قیدار کی، مگر اکثریت اسی طرف ہے کہ عدنان کا سلسلۂ نسب قیدار سے ملتا ہے، چنانچہ مورخ ابو الفداء نے اس اختلاف کو لکھ کر اسی قول کو ترجیح دی ہے[1]، قیدار اپنے تمام بھائیون مین زیادہ ممتاز اور نام آور تھا، اور اسی کی نسل سے مشہور قبائل اور اشخاص پیدا ہوئے حتی کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی نسل مین پیدا ہوئے، الہامی صحائف مین قیدار کا نام ایک صاحب سطوت شخص اور اس کی اولاد کا تذکرہ ایک جری و بہادر قوم کی حیثیت سے آیا ہے، چنانچہ یسعیاہ نبی فرماتے ہین کہ قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی، اور تیر اندازون کے جو باقی رہے، قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائین گے کہ خداوند

[1] ابو الفداء، جلد ۱ ص ۱۰۶

Marfat.com

اسرائیل کے خدا نے یون فرمایا،، (یسعیاہ باب ۲۱ آیۃ ۱۶، ۱۷)

اس عظمت و شجاعت کے علاوہ تعداد کی کثرت کے اعتبار سے بھی ان کی بستیان کی بستیان آباد تھین، چنانچہ یسعیاہ نبی فرماتے ہین "قیدار کی آباد بستیان اپنی آواز بلند کرین گی،، (یسعیاہ باب ۴۲ آیۃ ۱۱) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام بدویون کی طرح ان کے قبائل منتشر نہ تھے، بلکہ ان کی بستیان منظم اور ان کی معاشرت اجتماعی تھی، اجتماعی زندگی کے لئے ایک نظام اور ناظم کی سخت ضرورت ہے، جو لوگون کو منظم اور منضبط رکھ سکے ورنہ اجتماعی زندگی نہین پیدا ہو سکتی، چنانچہ آل اسمٰعیل مین بھی اگرچہ باقاعدہ حکومت نہ تھی، تاہم وہ ایک سردار کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے، اور بنو اسمٰعیل کے علاوہ ان کے پڑوسی قبائل بھی اس سردار کی اطاعت ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ نبوجرہم ہمیشہ آل اسمٰعیل کے اطاعت گذار رہے[1]، آل قیدار کی زندگی اگرچہ بدویانہ تھی، اور ان کا تمدن سادہ تھا، تاہم بالکل بدوی نہ تھے، بلکہ تمدن کے کچھ آثار بھی ان مین پائے جاتے تھے، اور تنہا بھیڑ بکریون کی کھال اور دودھ پر ان کی زندگی کا دارومدار نہ تھا، اس سے ترقی کرکے وہ تجارت بھی کرتے تھے، چنانچہ حزقیال نبی فرماتے ہین "عرب اور قیدار کے سب امیر تجارت کی راہ مین تیرے علاقہ مند تھے، وہ برّے اور مینڈھے اور بکری لے کے تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے (حزقیال باب ۲۷ آیۃ ۲۱) اسمٰعیلی قبائل نے تجارت کو اسقدر فروغ دیا کہ وہ تجارتی اشیاء لے کر ملکون ملکون پھرتے تھے، چنانچہ وہ مشہور قافلہ جس نے حضرت یوسفؑ کو کنوئین سے نکالا تھا اسمٰعیلی تھا اور بغرض تجارت مصر جارہا تھا، چنانچہ توراۃ مین ہے کہ "جب حضرت یوسفؑ نے آنکھ اٹھائی تو دیکھا کہ اسمٰعیلیون کا ایک قافلہ جلعاد سے گرم مصالحہ اور روغن بلسان اور مر اونٹون پر لادے ہوے ہے کہ انھین مصر کو لیجائے (پیدائش باب ۳۷ آیۃ ۲۵) اس تجارتی ترقی کا نتیجہ تمول اور تمول کا نتیجہ تن آسانی تھا، چنانچہ ان کی عورتین سونے کے زیورات استعمال کرتی تھین، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمول کے ساتھ ان مین تمدن بھی آچلا تھا، توراۃ مین ایک موقع پر ان زیورات کا ذکر آیا ہے "جدعون نے انھین

[1] یعقوبی جلد ۱ ص ۲۵۴

Marfat.com

کہا کہ مین تم سے ایک سوال کرتا ہون، اور وہ یہ ہے کہ تم مین سے ہر ایک شخص اپنے لوٹ کے کرن پھول مجھے دے،
کہ ان کے کرن پھول سونے کے تھے اس لئے کہ وہ اسمٰعیلی تھے" (قضاۃ باب ۸ آیہ ۲۴)

ان مذکورۂ بالا شہادتون سے معلوم ہوا کہ اسمٰعیلی قبائل بدایت کے ابتدائی دورمین نہ تھے بلکہ اس سے بکل کر تمدنی شاہراہ اختیار کرلی تھی یعنی ان مین دنیاوی شان وشوکت کے ساتھ ساتھ تجارت بھی پھیلی ہوئی تھی، معاشرت بھی اجتماعی اور منتظم تھی، ان کی عورتین سونے کے زیورات استعمال کرتی تھین،

یہ تو بنی اسرائیل کے صحیفون کی شہادتین ہین، ہماری تاریخون مین بھی کثرت سے ان کے حالات ملتے ہین، اور ان سے بھی ان کی عزت واحترام کا پتہ چلتا ہے، بنو اسمٰعیل کی ابتدائی تاریخ خانۂ کعبہ سے وابستہ ہے اس لئے ہم بھی خانۂ کعبہ ہی کی روشنی مین ان کے حالات تلاش کرتے ہین، خانۂ کعبہ کی تولیت آل اسمٰعیل مین بڑی عزت کی چیز تھی، کعبہ کا متولی ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت رکھتا تھا، تمام قبائل اس کا احترام کرتے تھے، دوسرے لفظون مین کعبہ کی تولیت عرب کی بادشاہی کے مرادف تھی، حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد اس تولیت کا شرف قیدار کو حاصل ہوا، مگر حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے یہ سلسلہ دو ہی پشتون کے بعد منقطع ہوگیا، کیونکہ جب حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد مین نفوس کی کثرت ہوئی، اور ارض حرم مین اتنی گنجایش باقی نہ رہی، کہ وہ ان سب کو اپنے دامن مین سمیٹ سکے، تو وہ لوگ حرم سے نکل کر اس کے اطراف وجوانب مین پھیل گئے، اور صرف چند اشخاص حرم کی پاسبانی کے لئے رہ گئے، مگر یہ سب صغیر السن تھے، اور اس صغر سنی کی وجہ سے تولیت کعبہ کے فرائض نہین ادا کرسکتے تھے، حضرت اسمٰعیلؑ کے سسرالی قبیلہ جرہم مین یہ عہدہ منتقل ہوگیا، اور مضاض جرہمی اس پر فائز ہوا، چنانچہ حارث جرہمی کہتا ہے[1]،

وکنا ولاۃ البیت من بعد نابت ۔۔۔ نطوف بذاک البیت والامر ظاہر

بنو جرہم مین اس اعزاز کو دیکھ کر سمیدع بن ہوبر عمالقی کو رشک ہوا، اور مضاض جرہمی سے آمادۂ جنگ

[1] ابوالفداء جلد ۱ صفحہ ۱۰۵،

Marfat.com

ہوگیا، مگر شکست کھائی اور جرہم مین کئی پشتون تک یہ منصب قائم رہا، مگر انھون نے اپنی حکومت کے زعم مین ظلم وستم اور فسق وفجور کا ایک ہنگامہ برپا کردیا، اور سب سے زیادہ نفرت انگیز اور قابلِ مذمت حرکت یہ کی کہ حرمت کعبہ کا بھی خیال نہ رکھا، اور حجاج پر زیادتیان کرنے لگے، حرم کا چڑھاوا کھا جاتے، لوگون کو طرح طرح سے ستاتے، غرضکہ ہر طرح خلق اللہ کو پریشان کرنا شروع کردیا، آلِ اسمٰعیل ان کی ناروا حرکتون کو دیکھتے تھے، مگر اوّل تو عزیزداری کے پاس سے کچھ نہین بولتے تھے، دوسرے حرم مین کشت وخون کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کے اخراج مین خونریزی کا ہونا یقینی تھا، آخر کار حرم کی توہین اور خلق اللہ کے مصائب کو دیکھکر نبو بکر اور عیشان نے سختی سے اس کا تدارک کیا، یہان تک کہ جنگ کی نوبت آئی اور ایک خونریز جنگ کے بعد بنو جرہم کو یمن کی طرف بھگاکر حرم کو ہمیشہ کے لئے ان کی نجاستون سے پاک کردیا، یہ شکست خوردہ تو تھے ہی، انھون نے چلتے چلتے حجر اسود کو اکھاڑکر اس کو حرم کے دیگر تبرکات کے ساتھ چاہِ زمزم مین پھینک کر کو یمن کو پاٹ دیا،[1]

اس تاریخ سے حرم کی تولیت اور مکہ کی سیادت پھر آلِ اسمٰعیل مین لوٹ آئی اور چند پشتون کے بعد عدنان تک پہنچی، ابھی عدنان کا دور تھا کہ بخت نصر کا ملک عرب پر زبردست حملہ ہوا، جس سے عربون کی قوتین ٹوٹ گئین، سارا عرب ویران ہوگیا، اور تمام ملک مین خاک اڑنے لگی، عدنان اسی حملہ مین مارا گیا، مگر اس کے لڑکے معد کو ارمیا نبی نے بچالیا، جس سے آیندہ نسل پھیلی،[2]

دور دوم

پہلے دور مین حضرت اسمٰعیلؑ سے لیکر عدنان تک کے مختصر حالات لکھے گئے ہین، دوسرے دور مین عدنان سے فہر تک کسی قدر تفصیل ہوگی، کیونکہ مہاجرین کا سلسلۂ نسب اسی تک منتہی ہوتا ہے، عدنان کا سلسلۂ نسب

[1] سیرۃ بن ہشام صفحہ ۶۴، ۶۵ [2] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۳۹، ۲۹۹،

Marfat.com

باتفاق نسابین حضرت اسمٰعیلؑ تک پہونچتا ہے لیکن درمیانی پشتون کی تعداد اور ان کے ناموں مین اختلاف ہے، اس اختلاف کی وجہ تو یہ ہے، کہ وہ عبری سے عربی مین منتقل ہوئے ہین، اور جب ایک زبان کے نام دوسری زبان مین جاتے ہین تو لامحالہ کچھ لب ولہجہ کے اختلاف اور کچھ حروف کے تغیرات سے ان کی اصل صورت باقی نہین رہتی، اس لئے یہ اختلاف قابل توجہ نہین ہے، البتہ درمیانی کڑیون کی تعداد کا اختلاف ضرور قابل لحاظ ہے، بعض عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک صرف آٹھ دس پشتین بتلاتے ہین، اور بعضون کے نزدیک ان کی تعداد چالیس تک پہونچ جاتی ہے، اور یہی آخری قول صحیح ہے کیونکہ اگر صرف نو دس پشتین مانی جائین تو عدنان اور حضرت اسمٰعیلؑ کے درمیان زمانہ بہت کم رہ جاتا ہے، جو تاریخی مسلمات کے بالکل منافی ہے، چنانچہ علامہ سہیلی روض الانف مین لکھتے ہین کہ "عادۃً محال ہے کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیلؑ کے درمیان چار یا سات پشتین یا دس بیس پشتین ہون، کیونکہ ان دونون کے درمیان اس سے بہت زیادہ زمانہ ہے"[1]

یہ تو قیاس عقلی ہے، اس کے علاوہ بہت سے علماء عرب مین ایسے تھے جن کو چالیسون پشتین بزبان یاد تھین، چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہین کہ مجھ سے بعض عرب نسابون نے کہا کہ وہ بہت سے ایسے علماء عرب کو جانتے ہین جن کو معد بن عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک چالیس پشتین نام بنام حفظ تھین، اور وہ اس پر اشعار عرب سے استدلال کرتے تھے، اور ان نسابون نے علماء کے محفوظ نامون کا اہل کتاب کے بتائے ہوئے نامون سے مقابلہ کیا تو تعداد بالکل صحیح نکلی، البتہ لہجہ وزبان کے تغیر سے نامون مین اختلاف ہو گیا تھا"[2]

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عربون کے نزدیک چونکہ عدنان کا حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہونا یقینی تھا، اس لئے انھون نے صرف مشہور لوگون کے نام یاد رکھے، اور پورا سلسلہ محفوظ نہین رکھا،

---

[1] روض الانف صفحہ ۸ جلد ۱ مطبوعہ مصر [2] طبری صفحہ ۱۱۱۸،

Marfat.com

لیکن بہرحال تاریخی شہادت اور عقلی قیاس کا فیصلہ یہی ہے کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیلؑ کے درمیان چالیس پشتین تھین،

قبائلِ عدنان[1] عدنان کی اولاد اس کثرت سے پھیلی کہ اس کا استقصاء اس دیباچہ مین مشکل ہے اور ہمارے موضوع سخن کے لئے زیادہ کارآمد بھی نہین ہے، اس لئے ہم ان کے مشہور قبائل اور ان مین سے بھی خاص کر اُن ہی کا تذکرہ کرین گے جس سے ہماری کتاب کو کچھ تعلق ہوگا، اس سے قبائلِ عدنان کا اجمالی خاکہ ذہن مین آجائے گا، اور آیندہ جہان جہان قبائل یا اشخاص کے نام آئین گے، وہان اس کے سمجھنے مین دقت نہ ہوگی،

عدنان کے دو لڑکے تھے، معک اور معد، مگر آیندہ نسل صرف معد کے لڑکے نزار سے پھیلی، اس سے پانچ مشہور قبیلے نکلے جن کو تاریخ عرب مین بہت اہمیت حاصل ہوئی، انمار، ایاد، ربیعہ، قضاعہ اور مضر، ان مین سے انمار اور ایاد بہت کم پھیلے، البتہ ربیعہ، قضاعہ اور مضر نے کثرتِ تعداد و دنیاوی اعزاز اور تاریخی اہمیت وغیرہ کے لحاظ سے بہت شہرت حاصل کی،

ربیعہ بن نزار کے متعدد اولاد ہوئین جن سے بڑے بڑے قبائل نکلے اور نہایت دنیاوی اعزاز حاصل کیا، اور حکومتین قائم کین، اُن کے مشہور قبائل و بطون یہ ہین، بنو جدیلہ، عنب بن افصے (خاندان حضرت صہیبؓ)، بنو وائل، بکر بن وائل، بنو عجل، بنو عبد قیس، بنو تغلب وغیرہ، پھر ان سے بھی بہت سے بطون شاخ در شاخ ہو کر نکلے ہین،

قضاعہ کو عام مورخین اگرچہ قحطانی النسل خیال کرتے ہین، مگر از روے تحقیق وہ عدنانی ہین، بنو قضاعہ نے بھی دنیاوی حکومت اور قبائل کی کثرت کے اعتبار سے بہت شان و شوکت حاصل کی، عانی بن قضاعہ کے تین لڑکے تھے، عمرو، عمران اور اسلم، انہی تینون سے تمام بطون و شعوب پھیلے،

[1] قبائل کی تفصیل ابن خلدون جلد ۲ سے ماخوذ ہے،

Marfat.com

بنو عمرو کے مشہور بطون عبدان، بنی (حضرت کعب بن عجرہ، حذیج بن سلامہ، سہل بن رافع، ابو بردہ رضوان اللہ علیہم کا خاندان) بہرا (حضرت مقداد بن اسود رضؓ کا خاندان)

بنو اسلم کے مشہور بطون ہذیم، جہینہ اور نہد ہین،

بنو عمران کے مشہور قبائل بنو یہلیم، بنو ضجعم، بنو جرم، بنو اسد، بنو تمر، بنو کلب وغیرہ ہین، پھر ان مین بھی شاخ در شاخ ہو کر سینکڑون بطون نکلے،

مضر بن نزار بطون وقبائل کی وسعت اور تاریخی اہمیت مین قضاعہ اور ربیعہ سے زیادہ ممتاز ہے،

مضر کے دو لڑکے تھے، الیاس اور قیس عیلان ان ہی دونون کی نسل سے تمام مضری قبائل کا سلسلہ پھیلا،

بطون خندف بن الیاس بن مضر

الیاس کے تین لڑکے تھے، مدرکہ، طابخہ، قمعہ، یہ تینون قبیلہ قضاعہ کی ایک عورت خندف قضاعیہ کے بطن سے تھے، اس لئے یہ اسی کی طرف منسوب ہوئے، اور ان کے تمام بطون خندف کہلائے،

قمعہ کے مشہور قبائل بنو خزاعہ اور بنو آفصے ہین، بنو خزاعہ سے بنو مصطلق، بنو کعب (حضرت عمران بن حصین رضؓ کا خاندان) بنو عدی (ام المومنین حضرت جویریہ رضؓ کا خاندان) بنو جہینہ وغیرہ نکلے ہین، اور بنو آفصے سے بنو مالک اور بنو اسلم (حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ کا خاندان) پیدا ہوئے، یہ قبائل مرظہران اور اس کے قریب وجوار مین آباد ہوئے،

طابخہ کے مشہور بطون وقبائل ضبہ، رباب، تمیم اور مزینہ (بحیر و کعب رضؓ مداح رسول اکرم و معقل ابن یسار رضؓ کا خاندان) ہین، چھوٹے بطون مین صوفہ اور محارب وغیرہ کا شمار ہے، پھر تمیم کی شاخین بنو حارث، بنو اسید (حضرت ہند بن زرارہ صحابی رضؓ اور حنظلہ بن ربیع رضؓ کاتب نبوی کا خاندان) بنو مالک اور بنو سعد وغیرہ ہین، یہ سب عراق اور نجد مین آباد تھے،

مدرکہ کے مشہور قبائل ہذیل، قارہ، اسد، اور کنانہ ہین، پھر بنو اسد سے بنو کاہل، بنو غنم (ام المومنین حضرت

Marfat.com

زینبؓ اور عکاشہ بن محصن کا خاندان) بنو ثعلبہ وغیرہ نکلے یہ بھی اضلاعِ نجد مین آباد تھے، کنانہ سے بنو عبد، مناۃ، بنو مالک اور بنو نضر تھے، بنو عبد مناۃ سے بنو بکر، بنو مرہ، بنو حارث اور بنو عامر تھے، بنو بکر سے بنو لیث (ابو واقد اور قیس بن شداخ کا خاندان) بنو سعد (عبدہ بن سعد کا خاندان) بنو جزع وغیرہ پیدا ہوئے،

بطون قیس عیلان | بنو خندف کی طرح بنو قیس سے بھی بطون و شعوب کا وسیع سلسلہ پھیلا، قیس عیلان کے تین لڑکے تھے، عمرو، کعب اور خفصہ، ان تینون سے الگ سلسلے چلے،

بنو عمرو کے بطون بنو فہم، بنو عدوان وغیرہ ہین، ان دونون کی اولادین طائف اور نجد مین بستی تھین،

بنو سعد کے مشہور قبائل غنی، باہلہ، غطفان، مرہ، پھر غطفان کے بنو قیس، بنو ذبیان، بنو اشجع، (خاندان حضرت معقل بن سنانؓ) پھر بنو عبس سے بنو حارث، (خاندانِ حضرت حذیفہ بن بمانؓ) اور ذبیان سے بنو ثعلبہ، بنو فزارہ، بنو مرہ (خاندانِ حضرت سمرہ بن جندبؓ)

بنو خفصہ بن قیس کے دو بڑے بطن بنو سلیم اور بنو ہوازن مستقل صدہا بطون کا منبع تھے، بنو ہوازن (خاندانِ عتبہ بن غزوان) بھی بنو خفصہ کا ایک بطن تھا، مگر اس کی مستقل ہستی نہ تھی بلکہ سلیم اور ہوازن کے تحت مین تھا،

بنو سلیم کے بطون بنو ذکوان، بنو عبس (خاندان حضرت عباس بن مرداسؓ) بنو ثعلبہ، بنو ظفر (خاندان حضرت حجاج بن علاطؓ) بنو رعبہ، بنو عوف، بنو سلیم ان مین سے کچھ نجد کے بالائی حصہ مین آباد تھے کچھ خیبر کے اطراف مین، اس کے علاوہ افریقیہ مین ان کی بڑی تعداد تھی،

بنو ہوازن کے مشہور قبائل بنو معاویہ، بنو نبہ، بنو سعد (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی تعلق اس خاندان سے تھا) پھر بنو نبہ سے بنو ثقیف، بنو جشم، بنو سعد وغیرہ ہین، یہ سب کے سب طائف مین آباد تھے اور بنو معاویہ سے بنو نضر، بنو جشم، بنو سلول، بنو مرہ، بنو عامر وغیرہ تھے، ان مین بھی شاخ در شاخ ہو کر صدہا بطون نکلے،

Marfat.com

قبائل کی تقسیم مین بعض خانوادون کی کسی قدر تفصیل کردی گئی ہے، اور بعض مین صرف مورث اعلیٰ کی طرف تمام شاخون کو منسوب کردیا گیا ہے، اور شاخ در شاخ کی تفصیل نہین کی گئی ہے، اور نہ درمیانی واسطون کا ذکر کیا گیا ہے،

عدنان کی حکومتین بنی عدنان نجد، حجاز، اور تہامہ مین آباد تھے، اور ابتداً سب بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، جہان شاداب مرغزار اور پانی کے چشمے ملتے، وہین خیمہ زن ہوجاتے، اونٹ اور بکریون کے گلے اُن کا ذریعۂ معاش تھے، ایک عرصہ تک اسی حالت مین رہے، مگر عدنان کی چوتھی پشت کے بعد اس کی اولاد مین اس قدر کثرت ہوئی، کہ قدیم اقامت گاہین ان کے لئے کافی نہ ہوسکین، چنانچہ عدنان کی پانچون شاخین اپنے اپنے مستقر سے نکل کر تمام اطراف مین پھیل گئین، ان مین سے ربیعہ، قضاعہ اور مضر نے بڑا دنیاوی اعزاز حاصل کیا، متعدد بڑی بڑی حکومتین اور چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم کین، جو صدیون تک بڑی شان و شوکت سے چلتی رہین، چنانچہ بنو قضاعہ کی حکومتین حجاز سے لیکر شام اور عراق تک پھیلی ہوئی تھین[1]، اور ان کے حکمران قبائل مین تنوخ اور سلیم نے بڑا جاہ و جلال حاصل کیا، اور دونون کے بعد دیگرے شام کے تختِ حکومت پر بیٹھے[2]، شام کی سلطنت کے علاوہ تبوک اور دومۃ الجندل مین بھی ان کی ریاستین تھین[3]، بنو قضاعہ کی طرح اگرچہ ربیعہ کی کوئی باقاعدہ سلطنت نہ تھی، تاہم ان کی سیادت اور ان کا اقتدار تمام قبائل مین مسلّم تھا، چنانچہ یہ اظہارِ سیادت اور تفوق کے لئے اپنا ایک شعار مخصوص کرلیتے تھے، جو تمام قبائل کے لئے واجب التسلیم ہوتا تھا، اور کوئی قبیلہ اس کی مخالفت کی جرأت نہین کرسکتا تھا، حتی کہ اس کی ادنیٰ مخالفت بھی اعلانِ جنگ تصور کی جاتی تھی[4]، آل مضر مین بکر و تغلب کی ریاستین حجاز مین تھین، اور بنو عامر کی حکومت عراق مین تھی[5]، ان کے علاوہ نجد مین کندہ نے بڑی شاندار حکومت قائم کی، اگرچہ علمائے انساب کندہ کو حمیر کی شاخ بتاتے ہین، مگر قیاسات و قرائن کی رو سے زیادہ عدنانی ہین، اس کی بڑی دلیل

---

[1] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۳۸۴ [5] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳۰۰،

Marfat.com

یہ ہے کہ مشہور شاعر امراء القیس کندہ کا آخری شہزادہ فصیح عدنانی زبان مین شاعری کرتا تھا، اور اس کے کلام مین حمیری زبان کی جھلک تک نہ تھی، اس لسانی استدلال کے علاوہ وہ خود عدنانی ہونے کا مدعی تھا چنانچہ اپنے باپ کے مرثیہ مین کہتا ہے،[1]

حمیر معدّ حسبا ونائلا　　وجرهم قد علموشمائلا

دوسرے موقعہ پر اپنی مدح مین کہتا ہے،

وانا الذی عرفت معدّ فضله

اس کے برخلاف حمیر کا بھی متعدد اشعار مین ذکر کیا ہے، مگر کہین ہم نسبی کا دعویٰ نہین کیا،

عدنان کی تجارت اگرچہ قریش کے علاوہ تمام عدنانی بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم عام عربون کی طرح ان کا مخصوص پیشہ تجارت تھا، مقامی خرید و فروخت کے علاوہ ملکون ملکون پھر کر بھی بیوپار کرتے تھے چنانچہ نصر کے مشہور حملہ کے وقت جس مین عدنان کام آیا، عدنانی کاروان تجارت اس کے حدود سلطنت مین موجود تھے اور بخت نصر نے پہلے ان ہی کو گرفتار کرایا تھا،[2]

آل عدنان کا مذہب دنیا کے سب سے بڑے موحد خلیل بت شکن نے دنیا کے سامنے ایک ایسا دین حنیف پیش کیا تھا، جو شرک و بدعات کی آمیزش سے یکسر پاک تھا، اور خانۂ کعبہ کی بنیاد توحید خالص پر رکھی تھی، تاکہ آستانون پر جھکنے والی گردنین صرف ایک خدائے قدوس کی عتبۂ توحید پر ناصیہ سائی کرین،

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ، وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ

اور جب ہم نے خانۂ کعبہ کے مقام مین ابراہیم کو ٹھکانا دیا، تو کہا کہ میرا شریک نہ ٹھہرانا، اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والون، نماز مین کھڑے ہونیوالون، رکوع کرنے والون، اور سجدہ کرنے والون کے لئے پاک

[1] ارض القرآن ج ۲ ص ۱۰۸، [2] ابن خلدون ج ۲ ص ۲۳۷،

Marfat.com

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، (حج ۲۴)

وصاف کرنا، اور لوگون مین حج کا اعلان کردے، وہ تیرے پاس پیادہ اور سفر سے دبلی ہوجانے والی سواریون پر دور دراز راستہ سے آئین گے،

مگر چند ہی پشتون کے بعد دینِ ابراہیم کے شفاف آئینہ مین شرک و بدعات کا زنگ لگ گیا، اور اس نسل مین عمرو بن لحی ایک شخص پیدا ہوا جس نے مکہ مین بت پرستی رائج کی، اور خانۂ کعبہ مین متعدد بت لاکر نصب کئے[1] چونکہ خانۂ کعبہ تمام عرب کا مذہبی مرکز تھا، اور تمام اکنافِ عرب کے لوگ یہان موسمِ حج مین جمع ہوتے تھے، اور عمرو بن لحی نے بت بھی اسی قلبِ توحید مین نصب کئے تھے، اس لئے بہت جلد آلِ عدنان نے بت پرستی قبول کرلی، اور چند ہی دنون مین یہ وبا تمام عرب مین پھیل گئی، اس کی تفصیل آیندہ قریش کے حالات مین آئے گی، بت پرستی کے علاوہ عدنانیون مین یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کا اثر بھی جابجا موجود تھا، چنانچہ قضاعہ اور ربیعہ مین نصرانیت کا اثر غالب تھا، بنی کنانہ مین یہودیت کے اثرات موجود تھے، تمیم مین مجوسیت کی جھلک پائی جاتی تھی، تمیم اور کنانہ دونون مین کچھ لوگ ستارہ پرستی کی طرف مائل تھے[2] کچھ لوگ عقلی بلند پروازی کی آخری حدِ الحاد تک پرواز کرچکے تھے، اُن ہی کے متعلق قرآن مین آیا ہے،

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ	اور یہ لوگ کہتے ہین کہ جو کچھ ہے، بس یہی ہماری دنیاوی زندگی ہے، اور ہم مرتے ہین اور جیتے ہین، اور ہم کو صرف زمانہ ہی مارتا ہے،
(جاثیہ ع ۳)	

اگرچہ ان تمام مذکورہ مذاہب کا اثر آلِ عدنان مین پایا جاتا تھا، مگر خال خال، ورنہ انکا عام مذہب بگڑا ہوا دینِ ابراہیمی تھا،

[1] سیرۃ بن ہشام ج ۱ ص ۷۴ [2] طبقات الامم اندلسی ص ۳۴ [3] یعقوبی ج ۱ ص ۲۹،

Marfat.com

ایام عدنان آل عدنان مین صدہا خونریز جنگین ہوئین، اور ادنیٰ ادنیٰ سی باتون پر صدیون تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا، اگر اسلام نے آکر ان مین اخوۃ اور مساوات کی بنیاد نہ رکھی ہوتی، تو عجب نہین کہ یہ قوم صفحۂ ہستی سے نابود ہو جاتی، یہ لڑائیان ایام عرب کے نام سے مشہور ہین، اور دو قسم کی ہین، ایک وہ لڑائیان ہین، جو آل عدنان اور دوسری نسل سے ہوئین، اور دوسری خود عدنانیون کی خانہ جنگیان ہین،

آلِ عدنان کی لڑائیان دوسری نسل والون کے ساتھ عدنانیون مین خانہ جنگیون کے علاوہ دوسری متعدد جنگین بھی ہوئین، جن مین، یوم بیضاء، یوم خزاز، یوم صفقہ، یا یوم مشقر، یوم کلاب ثانی، یوم ذی قار، زیادہ مشہور ہین، یوم بیضاء بنو مدرج یمنی اور بنو معد عدنانی کے درمیان ہوئی تھی جس مین یمن والون نے سخت ہزیمت اٹھائی تھی، جنگ خزاز بھی بنو معد عدنانی اور یمنیون کے درمیان ہوئی، اس مین بھی عدنانی غالب رہے جنگ صفقہ یا مشقر فارس اور تمیم عدنانی مین ہوئی، اس مین اہل فارس نے تمیم کے بہت آدمی دعوے سے قتل کر ڈالے جنگ کلاب ثانی بنو مدرج اور تمیم کے درمیان ہوئی، اس مین تمیم غالب رہے، یوم ذی قار عرب اور عجم کی عظیم الشان جنگ تھی، اس مین عجمیون نے بہت بری طرح شکست کھائی، اسی جنگ کے متعلق عربون مین یہ مثل مشہور ہے کہ ھذا اول یوم انتصرت العرب علی العجم، یعنی پہلا دن تھا، جسمین عرب عجم پر غالب ہوئے[1]،

عدنانیون کی خانہ جنگیان عدنانی قبائل مین بے شمار خانہ جنگیان ہوئین، جن کا استقصا مشکل اور بے سود بھی ہے، اس لئے ہم صرف چند مشہور مشہور لڑائیون کے مختصر تذکرہ پر اکتفا کرتے ہین،

ایام بکر و تغلب ایام عرب مین بکر و تغلب کی لڑائیان بہت شہرت رکھتی ہین، اس کی ابتدا ایک معمولی واقعہ سے ہوئی، اور چالیس سال تک اس کا سلسلہ برابر قائم رہا، یہ لڑائیان حرب بسوس کے نام سے بھی مشہور ہین، اس مین پانچ لڑائیان بہت زیادہ شہرت رکھتی ہین یوم عنیزہ، یوم ذات الاثل، یوم

[1] ابن اثیر ایام عرب،

خود، یوم قصیبات، یوم قضہ پہلی مین طرفین برابر رہے، دوسری مین تغلب پر بنو بکر غالب رہے، تیسری مین بکر تغلب پر فیحاب ہوئے، چوتھی مین بکر نے بڑی زبردست ہزیمت اٹھائی، اس کے علاوہ جنگ نقیع، جنگ فصیل متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیان ہوئین[1]،

یوم عبس وذبیان | عبس وذبیان کی لڑائیان داحس وغبراء کے نام سے مشہور ہین، داحس اور غبراء دو گھوڑے تھے ان ہی کا مقابلہ بنائے فساد ہوا، اور اس سلسلہ مین متعدد لڑائیان ہوئین، جن مین یوم عزاعز، یوم ہباء، یوم بوار، یوم جراجر، یوم عزاق، وغیرہ زیادہ مشہور ہین[2]،

ایام ربیعہ ومضر | بنو تمیم مضری اور بنو بکر ربیعی مین بہت لڑائیان ہوئین، مشہور لڑائیون کے نام یہ ہین، یوم نباج، یوم ثیتل، یوم ذی طلوح، یوم جدود، یوم آباد، یوم غبیط، یوم شقیقہ، ان لڑائیون مین بنو بکر بنو تمیم پر غالب رہے، یوم قلیح، یوم وقیط، یوم زویرین، یوم نعف قتادہ، یوم ہبائض، یوم شیطین، ان مین بنو بکر نے شکست کھائی، اور بنو تمیم فیحاب ہوئے، ان لڑائیون کے علاوہ متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیان، یوم ذی قار، یوم ساہوق، یوم اہباد، یوم لقیعہ وغیرہ ہوئین[3]،

ایام بنو عامر | بنو عامر قیس عیلان کی شاخ ہوازن سے مشہور قبیلہ تھا، اور قبائل عرب مین ممتاز درجہ رکھتا تھا، مضری قبائل سے اس کی متعدد لڑائیان ہوئین، جن مین مشہور لڑائیون کے نام یہ ہین، یوم شعب جبلہ، یوم ذی نجب، یوم نسار، یوم جفار، یوم مرداۃ، یوم رقم، یوم شعب جبلہ، اور ذی نجب، بنو عامر اور بنو تمیم مین ہوئی، پہلی مین عامر غالب رہے، دوسری مین تمیم، یوم نسار اور جفار کا معرکہ بھی ان ہی دونون مین ہوا، اس مین بنو عامر اگرچہ ثابت قدم رہے، تاہم ان کا بہت نقصان ہوا[4]، یوم مرداۃ معمولی جھڑپ تھی، جنگ رقم بنو عامر اور غطفان مین ہوئی، اور غطفان غالب رہے[5]،

---

[1] ابن اثیر ص ۳۸۴ تا ۳۹۷ [2] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ص ۴۲۰ تا ۴۳۴ [3] ایام عرب ابن اثیر ج ۱، [4] ابن اثیر ج ۱ ص ۴۳۵
[5] ایضاً ص ۴۶۳ [6] ایضاً ص ۴۸۲،

Marfat.com

دیگر ایام مشہورہ یوم آباغ منذرین ماء السماء تغلبی اور حارث غسانی کے درمیان ہوئی[1]، یوم کلاب اول ایام عرب مین بہت مشہور ہے یہ باہم حارث کندی کی اولاد مین ہوئی جس مین معد کے بھی متعدد قبائل شریک تھے[2]، یوم رحرحان اس جنگ مین بنو تمیم بنو عامر بنو عبس اور بنو ہوازن وغیرہ سب شریک تھے[3]، یوم اوارہ الاول بنو منذر بن امرو القیس اور بنو بکر بن وائل مین ہوئی[4]،

دور سوم

قریش

مہاجرین کی اصل تاریخ فہر و قریش سے شروع ہوتی ہے کیونکہ ان کی بڑی تعداد اسی کی نسل سے تھی، اس خاندان کا بانی فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے، "قریش" فہر کے مورث اعلیٰ نضر کا خطاب تھا، مگر چونکہ اس کی نسل مین صرف فہر ہی سے سلسلہ پھیلا، اس لئے یہ خطاب بھی فہر کی طرف منتقل ہو گیا، اور بنو فہر سب کے سب قریش کہلانے لگے، بنو نضر تجارت پیشہ تھے، اور "تقرش" تجارت کے معنون مین آتا ہے، اس لئے بنو فہر کا نام قریش پڑ گیا، اس کے علاوہ قریش ایک بڑی قسم کی مچھلی ہے جو تمام دریائی جانورون کو کھا جاتی ہے، لہذا قوت و غلبہ کے اظہار کے لئے اپنے کو قریش کہنے لگے،

قبائل قریش اور انکے مشاہیر قریش کے عام حالات معلوم کرنے کے قبل ان کے قبائل کی تقسیم سمجھ لینی چاہئے، قریش ایک خاندان کا نام نہین ہے، بلکہ چھوٹے چھوٹے دس خانوادون پر مشتمل ہے جو سب کے سب فہر کی

---

[1] ابن اثیر جلد ۱ ص ۳۹۸ [2] ایضاً ص ۳۰۶، [3] ایضاً ص ۳۰۹ [4] ایضاً ص ۴۰۸ [5] ابن خلدون جلد ۲ ص ۳۲۴، و روض الالف جلد ۱ ص ۷۰، [6] قبائل قریش کی تقسیم ابن خلدون جلد ۲ از ص ۳۲۴ تا ۳۳۰ سے ماخوذ ہے،

Marfat.com

نسل سے نکلے، فہر کے تین لڑکے تھے، محارب، حارث غالب، محارب اور حارث کی نسل زیادہ نہ پھیلی، تاہم بعض اکابر صحابہؓ اور نامورانِ اسلام اس سے تعلق رکھتے تھے، چنانچہ ضحاک بن قیس، فرار بن خطاب کرزبن جابر وغیرہ بنو محارب تھے،

عشرہ مبشرہ مین ابوعبیدہ بن جراحؓ، ان کے علاوہ عقبہ بن نافع، فاتح افریقہ بانیِ شہر قیروان اور عبدالملک بن قطبی والیِ اندلس وغیرہ بنو حارث سے تھے،

البتہ غالب کی اولاد بہت پھلی پھولی، قریش کے دسون خانوادے اس کی نسل سے تھے، بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو نوفل، بنو عبدالدار، بنو اسد، بنو تیم، بنو مخزوم، بنو عدی، بنو جمح، بنو سہم،

مشاہیرِ قریش | بنو امیہ خاندانِ سلاطین بنو امیہ دمشق و اندلس، ابوسفیانؓ، امیر معاویہؓ، حضرت عثمانؓ، ام المومنین ام حبیبہؓ،

بنو عدی:- خاندان حضرت عمر بن خطابؓ، سعید بن زیدؓ، جو عشرہ مبشرہ مین سے ایک تھے،

بنو تیم خاندان حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت طلحہؓ، عمر بن عبداللہ، عبداللہ بن جدعان وغیرہم،

بنی عبدالدار حضرت عثمان بن طلحہؓ، مصعب بن عمیرؓ،

بنی اسد زبیر بن عوامؓ، ورقہ بن نوفل، ام المومنین حضرت خدیجہؓ وغیرہ،

بنو مخزوم خالد بن ولیدؓ، عیاش بن ربیعہ، ابوجہل، ابوسلمہ، ام المومنین ام سلمہؓ،

بنو جمح صفوان بن امیہ، ابومحذورہ، موذن نبی صلی اللہ علیہ وسلم، عثمان بن مظعونؓ،

بنو سہم - عمرو بن العاصؓ فاتح مصر،

بنو ہاشم خاندانِ رسالت، عباسؓ، حمزہؓ، مطلب، حضرت علیؓ وغیرہ،

قریش کے ان چند مشہور خانوادون کے علاوہ کچھ اور چھوٹے گھرانے تھے، جن کو ان ہی کی شاخ

Marfat.com

سمجھنا چاہیئے

بنو زہرہ خاندان حضرت آمنہ، وعبدالرحمن بن عوف رضہ، وسعد بن وقاص رضہ،

بنو عبدالعزی خاندان ابوالعاص داماد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم،

بنو حبب خاندان عبداللہ بن عامر والیِ عراق،

بنو امیہ اصغر،

قریش کے مذکورہ خانوادے طرز زندگی کے اعتبار سے دو قسم کے تھے، قریش الظواہر اور قریش البطائح، قریش ظواہر، قریش کے وہ قبائل کہلاتے تھے، جو عام بدویوں کی طرح خانہ بدوش زندگی بسر کرتے تھے،

قریش البطائح وہ کہلاتے تھے جو مکہ مین آباد تھے، اور متمدن زندگی بسر کرتے تھے، تفصیل یہ ہے،

بطائح	ظواہر
بنو محارب	بنو قصی بن کلاب
بنو تیم الادرم	بنو کعب بن لوی
بنو خزیمہ بن لوی	
بنو سعد	
بنو حارث	

ایامِ قریش

عام عربوں کی طرح قریش بھی سخت جنگجو تھے، بات بات پر تلواریں نکل آتی تھیں، ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قتل و غارت کا ہنگامہ برپا ہو جاتا تھا، ان کی مشہور لڑائیوں مین سے بعض یہ ہین،

Marfat.com

یوم فجار اول یہ لڑائی قریش کنانہ اور قیس عیلان کے درمیان ہوئی، اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک کنانی بنو نضر (قیس عیلان) کے قبیلہ کے ایک شخص کا قرض دار تھا، مگر تنگدستی کی وجہ سے اس کو ادا نہ کر سکتا تھا، نضری قرضخواہ ایک بندر کو بازار عکاظ مین لیکر آیا، اور کنانی کو ذلیل کرنیکے خیال سے کہا کہ اس بندر کو کنانی قرض دار کی رقم کے مساوی قیمت پر کون خریدتا ہے، اتفاق سے ایک کنانی ادھر سے گذر رہا تھا، اُس نے سن لیا، اور غصہ مین بندر پر ایسی تلوار لگائی کہ وہین ٹھنڈا ہو کر رہ گیا، نضری شخص نے بنو قیس سے فریاد کی، اور کنانی نے اپنے قبیلہ سے مدد مانگی، طرفین کے آدمی جمع ہوئے، مگر جنگ کی نوبت نہین آئی، اور آپس مین صلح ہو گئی، یہ واقعہ متعدد صورتون سے بیان کیا جاتا ہے، مگر نتیجہ سب کا صلح ہے[1]،

یوم فجار ثانی حرب فجار عرب کی سب سے بڑی اور مشہور جنگ ہے، جو عام فیل کے بیس سال بعد ہوئی، اس کا واقعہ یہ ہے، کہ براض قبیلۂ کنانہ کا ایک شخص تھا، اس کے قبیلہ والون نے اس کو نکال دیا، یہ اپنے قبیلہ سے نکل کر نعمان بن منذر کے یہان آیا، نعمان بن منذر تجارت پیشہ تھا، اور ہر سال کچھ نہ کچھ مال بازار عکاظ وغیرہ مین بغرض فروخت بھیجا کرتا تھا، عکاظ کے میلہ کا زمانہ آیا، تو براض نعمان کے یہان موجود تھا، اتفاق سے عروہ رحال بھی وہین موجود تھا، یہ شخص سلاطین اور امراء کے درباروں مین بہت آیا جایا کرتا تھا، نعمان نے کہا، مین کچھ سامان عکاظ بھیجنا چاہتا ہون، تم مین سے کون شخص ذمہ داری لیتا ہے، عروہ اور براض دونون نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا، اور اس مسابقت مین سخت کلامی کی نوبت آگئی، مگر چونکہ عروہ زیادہ تجربہ کار تھا، اس لئے نعمان نے یہ خدمت اسی کے سپرد کی، جب عروہ مال لیکر نکلا، تو براض بھی بدلہ لینے کیلئے اس کے پیچھے ہو لیا، اور موقعہ پاکر اس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کر لیا، جب عروہ کے قتل کی خبر مشہور ہوئی، تو قبیلۂ قیس کے کچھ لوگ براض سے بدلہ لینے کو نکلے، مگر براض نے ان کو بھی دھوکے سے قتل کر دیا، اور مکہ کی طرف روانہ ہو گیا، اور امیہ بن حرب سے کہلا دیا کہ مین نے عروہ کو قتل کیا ہے تا بنو قیس

[1] ابن اثیر ج ۱ ص ۳۹۴،

Marfat.com

اس کا بدلہ ضرور لین گے، اس لئے پہلے سے تیار رہنا چاہیئے، امیہ کو یہ پیام عکاظ مین ملا، اس نے تمام رؤسائے قریش کو خبر کردی، اور پھر باہمی مشورہ سے عامر بن مالک سردار بنو قیس کے پاس ایک وفد مصالحت بھیجا، ابھی طرفین مین صلح کی گفت شنید ہو ہی رہی تھی کہ قریش کے کچھ لوگون کو یہ غلط خبر ملی کہ قریش اور بنو قیس مین جنگ ہوا چاہتی ہے، قریش یہ سنکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، عامر بن مالک کو جب قریش کی روانگی کی خبر ہوئی تو سمجھا کہ قریش نے دھوکا دیا، اس لئے ایک جمعیت لیکر قریش کا تعاقب کیا، مکہ کے قریب مقابلہ ہوا، قریش کے پانون اکھڑنے ہی کو تھے، کہ بڑھ کر حرم مین داخل ہوگئے، اور بنو قیس واپس ہوگئے، مگر یہ کہتے ہوئے گئے کہ آیندہ سال عکاظ مین ہمارا تمھارا مقابلہ ہوگا، چنانچہ سال بھر مین دونون نے پھر تیاری کی اور حسب وعدہ عکاظ مین سخت مقابلہ ہوا، ابتداً قریش پس پا ہو رہے تھے، لیکن ان کے عزم و ثبات نے جنگ کا رُخ بدل دیا، اور بنو قیس نے سخت ہزیمت اٹھائی، آخر مین اس شرط پر صلح ہوگئی کہ طرفین کے مقتولین شمار کئے جائین، جس کے زیادہ ہون، بقدر زیادتی دوسرا اس کی دیت ادا کرے، اس جنگ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے، اور آپ کا سن مبارک بیس[۲] سال کا تھا[۱]،

واقعۂ فیل اصحابِ فیل کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدایش کے چالیس سال قبل ہوا، اس موقعہ پر بھی بڑی ہولناک جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ یمن کے عیسائی حبشی بادشاہ ابرہہ اشرم نے یمن مین ایک عظیم الشان کنیسہ تیار کرایا، اور نجاشی اور قیصر روم کو لکھا کہ مین نے ایک بےمثل کنیسہ تعمیر کرایا ہے، اور مین چاہتا ہون کہ خانۂ کعبہ کے حجاج کو اس طرف پھیر لون، عربون نے سنا تو بہت برافروختہ ہوئے، اور اسی حالتِ غضب مین ایک کنانی نے کنیسہ مین نجاست ڈال دی، ابرہہ کو اس حرکت کی خبر ہوئی، تو اس کے بدلہ مین خانۂ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے چلا، مکہ کے پاس پہونچکر لوٹ مار شروع کردی، قریش اور کنانہ کو معلوم ہوا تو مقابلہ کا ارادہ کیا، مگر پھر مشورہ سے طے ہوا کہ چند قریش ابرہہ کی ٹڈی دل

---

[۱] ابن اثیر جلد ۱، ص ۴۴۰، ۴۴۴ [۲] سیرۃ بن ہشام، ص ۳۰، ۳۵،

Marfat.com

فوج کا مقابلہ نہین کر سکتے، اس لئے خاموش ہو رہے، مکہ کے سردار اس وقت عبدالمطلب تھے، اس لئے ابرہہ نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم صرف خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے ارادہ سے آئے ہین، اگر تم اس مین کسی قسم کا تعرض نہ کرو، تو خواہ مخواہ ہم کو تم سے لڑنے کی ضرورت نہین ہے، عبدالمطلب خود گئے اور جا کر کہا کہ ہم مین اتنی طاقت نہین ہے کہ تمھارا مقابلہ کر سکین، خدا خود اپنے گھر کا محافظ ہے، اگر اس کو اپنی حرمت کا پاس ہوگا، تو خود ہی بچا لے گا، چنانچہ اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب واپس آئے، اور قریش کو محفوظ مقامات مین بھیجدیا، اور خود مع چند قریش کے خانہ کعبہ کی زنجیر پکڑ کر نہایت رقت انگیز دعائین مانگین، اور چلے گئے، جب ابرہہ نے حملہ کیا، تو خدا نے اپنے گھر کو اس کے شر سے بچا لیا[1]، اور اس کی فوج پر آفت آئی، سپاہیون مین چیچک کی بیماری پھیلی، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندون کا جھنڈ بھیجا،

ایک جنگ قریش، کنانہ، خزاعہ اور قضاعہ مین تولیتِ حرم کے بارہ مین دو لڑائیان ہوئین، تفصیل یہ ہے کہ قصی جب مکہ مین آیا، تو حرم کے متولی بنو صوفہ تھے، قصی چند کنانی اور قضاعی اشخاص کے ساتھ عقبہ گیا، اور بنو صوفہ سے کہا کہ تولیتِ حرم کے ہم تم سے زیادہ حقدار ہین، مگر انھون نے انکار کر دیا، جس پر طرفین مین جنگ ہوئی، اور بنو صوفہ نے شکست کھائی، بنو خزاعہ نے جب یہ دیکھا، تو ان کو یقین ہو گیا کہ قصی عنقریب صوفہ کی طرح ان کے اختیارات بھی سلب کر کے ان کو حرم سے الگ کر دے گا، اس لئے بنو بکر کو لے کر قصی سے علیحدہ ہو گئے، اور چاہا کہ لڑ کر قصی کو الگ کر دین، قریش کے معاون قضاعہ اور کنانہ تھے، غرضکہ دونون مین سخت جنگ ہوئی، فریقین کے ہزارون آدمی کام آئے، جب دونون خوب لڑ کر تھک گئے، تو سمر بن عوف کنانی کو حکم بنایا، اس نے فیصلہ کیا کہ متولی قصی کو تسلیم کیا جائے، اور وہ اپنے مقتولین کا معاوضہ نہ لے، اور بنو بکر و خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کرے، اس پر طرفین راضی ہو گئے[2]،

یوم ذات نکیف چونکہ قصی بنو بکر کو خانۂ کعبہ کی تولیت سے بیدخل کر کے خود متولی ہو گیا تھا، اس لئے قبیلۂ

[1] سیرۃ ابن ہشام، ص ۳۰ تا ۳۵ [2] طبری ص ۱۰۹۶ تا ۱۰۹۷،

Marfat.com

بنو بکر بن قریش کے خلاف ہمیشہ رشک و رقابت کی آگ سلگتی رہی، مگر کوئی موقعہ نہ ملا، آخر کار عبد المطلب کے زمانہ مین دفعتہً یہ آگ بھڑک گئی، چنانچہ انھون نے ارادہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح لڑ بھڑ کر قریش کو حرم سے نکال دین اور جنگ کی تیاریان شروع کر دین، ادھر قریش بھی مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے، عبد المطلب نے بنو ہون بنو حارث، اور بنو مصطلق کو جمع کر لیا، اور ذات نکیف مین دونون کا مقابلہ ہوا، بنو بکر بری طرح مغلوب ہوئے اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے[1]،

خانۂ کعبہ کی مرمت خانۂ کعبہ کی مرمت کے موقعہ پر بھی ایک خونریز جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کی عمارت امتدادِ زمانہ سے بہت کمزور ہو گئی تھی، دیوارین پست تھین، چھت گر گئی تھی، اس لئے قریش نے اس کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، اور اس قدر اہتمام کیا تھا کہ ناجائز مال سے ایک حبہ بھی نہین لگایا، جب دیوارین اس قدر بلند ہو گئین کہ حجر اسود نصب کیا جائے تو قبائل قریش مین سخت اختلاف ہوا کہ اس کا شرف کس کو حاصل ہو، یہ اختلاف اس حد تک بڑھ گیا کہ بنو عبد دار اور بنو عدی نے موت کا حلف لے لیا، چار دن اسی کشمکش مین گذرے، آخر مین یہ طے پایا کہ صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے مسجد مین داخل ہو، وہ حکم مانا جائے، حسن اتفاق سے دوسرے دن سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، سب نے باتفاق آپ کو حکم مان لیا، ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے خبر تھے، آپکو اطلاع دی گئی، تو آپنے رفعِ شر کی بہترین صورت یہ نکالی کہ ایک چادر پھیلا کر حجر اسود کو اس مین رکھ دیا، اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اٹھائے، غرضکہ اس عاقلانہ تدبیر سے یہ فتنۂ عظیم رک گیا[2]،

قریش کی سیاسی خود مختاری

مکہ چونکہ حجاز مین تھا، اس لئے وہ عرب کے دوسرے صوبون کی بہ نسبت زیادہ سیاسی اہمیت رکھتا

[1] ابن اثیر جلد ۱ ص ۴۳۸ [2] سیرۃ ابن ہشام

Marfat.com

تھا اور اسی اہمیت کی وجہ سے قدرتہً آس پاس کے حکمرانون کی نظرین اس طرف اٹھتی تھین، چنانچہ عجمی سلطنتون مین روم اور ایران نے، اور عربون مین حمیری اور حبشی حکومتون نے بارہا حجاز کو لینا چاہا، مگر ہمیشہ ناکام رہین، یہان تک کہ بعض محققین نے مکہ کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ مکہ "تمکک" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہین نخوت اور غرور توڑنا، اور سرکشون کی گردن جھکانا چونکہ مکہ کی تسخیر مین بڑے بڑے جبابرہ کی گردنین جھک جاتی تھین اس لئے اس کو بکہ کہنے لگے[1]، بہرحال مکہ اغیار کی دست برد سے ہمیشہ بچتا رہا حتی کہ وہان خود عربون کی حکومت بھی نہ قائم ہوسکی، اسی آزادی کا یہ نتیجہ تھا، کہ مکہ کے آس پاس بسنے والے قبائل مین کوئی باقاعدہ نظام حکومت قائم نہ تھا، بلکہ عام غیر متمدن اقوام کی طرح ایک سردار کی ماتحتی مین زندگی بسر کرتے تھے، خاص مکہ مین جہان بہت کچھ تمدن موجود تھا، کوئی نظام اجتماعی نہ تھا، البتہ ان کا ایک مشترک مرکز خانہ کعبہ تھا، جس کے گرد قبائل جمع ہوسکتے تھے، چنانچہ آیندہ چلکر ان منتشر قبائل نے جو کچھ بھی حکومت کی شکل اختیار کی، اس کا دار و مدار اسی خانہ کعبہ پر تھا، قبائل کے آزاد پسند طبائع اگرچہ کسی کے تابع فرمان ہونا عار سمجھتے تھے، تاہم متولی کعبہ کا وقار ان کی نگاہون مین بحیثیت مذہبی پیشوا کے ضرور تھا،

قصی کا ظہور اور قریش کا اجتماع

وحشت اور تمدن کی بھی طبعی عمر ہوتی ہے، جس کو ختم کر کے تمدن تباہ ہوتا ہے، اور وحشت تمدن کی شکل اختیار کرتی ہے، چنانچہ قریش کی بدوت کا دور ختم ہوا، اور تمدن کی بنیاد پڑی، اگرچہ شہر مکہ کے قریش ضرور کچھ نہ کچھ متمدن تھے، لیکن عام طور پر ان مین بدویت ہی کا دور تھا، لیکن فہر کی پانچوین پشت مین کلاب بن مرہ کی پشت مین قصی نامی ایک مدبر پیدا ہوا، جس نے قریش کی کایا پلٹ دی، قصی ابھی بچہ ہی تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ماں نے قبیلہ بنی عذرہ مین دوسری شادی کرلی، قصی کی بھی نشو و نما وہین ہوئی، جوان ہوا، تو غیور طبیعت نے اجنبیون مین رہنا گوارا نہ کیا، ماں کی زبانی اپنی خاندانی وجاہت و عظمت کا حال معلوم کر کے فوراً مکہ کا رخ کیا، داد ہیال والون نے ہاتھون ہاتھ لیا، اس وقت حرم کی ولایت حلیل بن

[1] معجم البلدان جلد ۸ ص ۱۳۴

87155

Marfat.com

جیسیہ خزاعی کے ہاتھ مین تھی قصی نے حلیل کی لڑکی سے شادی کرلی جب حلیل مرگیا، تو قصی کو خیال ہوا کہ قریش کے ہوتے بنو خزاعہ کو ولایتِ حرم کا کیا حق ہے، چنانچہ اس نے قریش و کنانہ کو آمادہ کرکے بنو خزاعہ کو لڑکر حرم سے نکال دیا، چونکہ قصی سے زیادہ خدمتِ حرم کا اہل و مستحق کوئی دوسرا نہ تھا، اس لئے یہ معزز عہدہ اسی کے سپرد ہوا، اس سے فراغت کے بعد قصی نے دیکھا کہ قریش کے تمام قبائل منتشر ہین، کوئی پہاڑون پر بسا ہے، کوئی خانہ بدوش ہے، نہ ان مین کوئی نظام ہے، اور نہ اصول جس سے ان کی قوت بالکل ٹوٹی ہوئی ہے، چنانچہ اس نے سب کو پہاڑون اور صحراؤن سے اکٹھا کرکے، ایک جگہ آباد کیا، اسی لئے اس کو مجمع بھی کہتے ہین، اب اس اجتماعی زندگی کے لئے ایک ایسی طاقت کی ضرورت تھی، جو اس کو منظم صورت مین قائم رکھ سکے، اس لئے قصی نے ایک چھوٹی سی جمہوری حکومت قائم کی، جو باہمی مشورہ سے چلتی تھی، اس دن سے قریش کی تاریخ کا نیا دور شروع ہوا، اور یہ پہلا دن تھا، جب کہ قریش کو حجاز مین سیاسی اہمیت حاصل ہوئی، تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ قصی پہلا شخص ہے، جس کی اطاعت تمام قبائلِ قریش نے قبول کی، اور وہ خود اس سرزمین کا بادشاہ ہوا[1]،

قریش کا تمدن

حکومت کی بنیاد ڈالنے کے بعد سب سے پہلا اور اہم کام یہ تھا کہ فوجی اور عدالتی نظام کو علیحدہ علیحدہ منظم صورت مین قائم کیا جائے، چنانچہ فوجی، عدالتی، اور مذہبی نظام علیحدہ علیحدہ قائم کئے گئے، اور جمہوریت کے اصول کو ہر شعبۂ حکومت مین ملحوظ رکھا گیا، چنانچہ تمام شعبون مین ہر قبیلہ کے اشخاص لئے گئے، ان مین بعض بعض عہدے بہت قدیم تھے، لیکن قصی نے تمام صیغون کو ترقی دے کر بہت سے نئے عہدے بھی اضافہ کئے، ان صیغون اور عہدون کی تقسیم حسب ذیل تھی[2]،

---

[1] طبری ص ۱۰۹۰، سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۷۹، [2] عقد الفرید جلد ثانی ص ۳۱ مین یہ مناصب بلا ترتیب بیان کئے گئے ہین،

Marfat.com

نظام عسکری | قریش نے چار فوجی عہدے قائم کئے تھے، عقاب، قبہ، اعنہ، سقارہ،

نام عہدہ	توضیح	نام قبیلہ
عقاب	نشانِ قومی کی علمداری	بنو امیہ
قبہ	فوجی کیمپ کا انتظام اور اس کی دیکھ بھال	بنو مخزوم
اعنہ	فوج کی سپہ سالاری	،،
سقارت	قبائل اور حکومت کے درمیان مراسلت کرنا	بنو عدی

عدالتی نظام | اس کے دو شعبے تھے، حکومت و اشناق،

نام عہدہ	توضیح	قبیلہ
حکومت	مقدمات کی سماعت اور ان کا فیصلہ	بنو سہم
اشناق	جرمانۂ خونبہا اور مالی تاوان کی نگرانی	بنو تیم

نظام مذہبی | قریش چونکہ خانۂ کعبہ کے متولی تھے، جہاں حج کے موقعہ پر ہزارون لاکھون آدمیون کا اجتماع ہوتا تھا، اس پر بڑی بڑی جائدادین وقف تھین، لاکھون روپیہ نقد اور جنس کی صورت مین جمع ہوتا تھا، اس بنا پر اس کے لئے نہایت وسیع انتظام کی ضرورت تھی، چنانچہ قریش نے اس کا انتظام بہت وسیع پیمانہ پر کیا تھا، اور اس سے زیادہ مکمل ان کا کوئی انتظام نہ تھا، اس لئے چھ عہدے تھے، سقایہ، عمارہ، رفادہ، سدانہ، ایسار، اموال محجرہ، سقایہ اور رفادہ حجاج کے متعلق تھے، اور باقی خاص خانۂ کعبہ کے متعلق،

سقایہ یعنی حج کے موسم مین لاکھون انسانون کو پانی پلانا، یہ اہم ذمہ داری بنو ہاشم کے سپرد تھی،

رفادہ یعنی حجاج کے خورد و نوش کا انتظام، نادار حجاج کی مالی امداد اور ان کے کھانے پینے کی خبر گیری، اس کار خیر کی بنیاد قصی نے ڈالی تھی، ایک دن اس نے تمام قریش کو جمع کر کے تقریر کی کہ برادران قریش حجاج بیت اللہ معلوم نہین کتنی مصیبتین اٹھا کر بڑی بڑی مسافتین طے کر کے محض زیارتِ بیت اللہ

Marfat.com

کے خاطر آتے ہین، اور خدا کے مہمان ہوتے ہین، اور تم اپنے آپ کو "جیران اللہ" خدا کے پڑوسی کہتے ہو، کیا تمھارا اس قدر بھی فرض نہین کہ تم ان کی خاطر و مدارات کرو، مفلسون کو کھانا کھلاؤ، ناداروں کی مالی امداد کرو، اور ہر طرح ان کی آسایش کا سامان بہم پہنچاؤ[1]، اس تقریر کا قریش پر بہت اثر ہوا، اور ہر شخص نے ایک سالانہ رقم مقرر کر دی جو حجاج پر صرف ہوتی تھی[2]، اس کا انتظام بنو نوفل کے سپرد تھا،

عمارہ۔ چونکہ قریش کی ساری عظمت خانۂ کعبہ سے تھی، اس لئے ان کو اس کی نگرانی اور دیکھ بھال مین خاص اہتمام تھا، اور اس کے لئے علیحدہ عہدہ عمارہ قائم کیا تھا، جس کے منتظم بنو ہاشم تھے،

سدانہ۔ خانۂ کعبہ کی کلیدبرداری یا دربانی، چونکہ خانۂ کعبہ ایک حجرے کی شکل کا تھا، اور اس مین بیش قیمت سامان بھی رہتا تھا، اس لئے عموماً بند رہا کرتا تھا، صرف ضرورت کے اوقات مین کھولا جاتا تھا، اس دربانی کا شرف بنو عذار کو حاصل تھا،

الیسار۔ خانۂ کعبہ مین کچھ تیر رکھے ہوئے تھے، جن سے ضرورت کے وقت استخارہ کیا جاتا تھا، اس استخارہ کی خدمت بنو جمح کے سپرد تھی،

اموال محجرہ۔ حجاج و زائرین کعبہ جنون پر بڑے بڑے چڑھاوے چڑھایا کرتے، اور جائداد مین وقف کرتے تھے، اس لئے اوقاف و محاصل کے انتظام کے لئے مخصوص ایک عہدہ قائم تھا، جس کو اموال محجرہ کہتے تھے، اس کی نگرانی بنو سہم کے متعلق تھی،

ندوہ | دارالندوہ ایک عمارت تھی، جسکو قصی نے خانۂ کعبہ کے بالمقابل تعمیر کیا تھا، اس مین اہم کامون کے وقت قریش جمع ہو کر مشورہ وغیرہ کرتے تھے، بلکہ بہت سی تقریبات بھی یہین انجام پذیر ہوتی تھین،

مشورہ | اگرچہ قریش کے تمام کام پبلک کے مشورہ سے انجام پاتا تھا، تاہم بنو اسد کا قبیلہ مشورہ کیلئے مخصوص تھا بغیر ان سے مشورہ کئے ہوئے کوئی کام نہین انجام پاتا تھا،

[1] طبری ص ۱۰۹۶ ج ۲ ایضاً،

Marfat.com

حلف فضول عام نظامِ عدالت کے علاوہ قریش نے انسدادِ مظالم کے لئے ایک خاص انجمن قائم کر رکھی تھی، جس کا تحرک ایک واقعہ تھا، وہ یہ کہ نبو زبید کا ایک شخص مکہ مین کچھ مال بغرض فروخت لایا، جس کو عاص ابن وائل نے خرید لیا، مگر اس کی قیمت نہین ادا کی، وہ بیچارہ قبائلِ قریش مین فریاد لے کر گیا، مگر عاص ابن وائل کی وجاہت سے اس کی فریاد رسی کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی، ایک صبح کو جب قریش خانۂ کعبہ کے گرد جمع تھے، تو اس تاجر نے چند دردناک اشعار پڑھ کر اپنی بیکسی ظاہر کی، زبیر بن عبد المطلب پر اس کا بہت اثر ہوا، اور اس نے بنو ہاشم، بنو زہرہ، بنو تیم بن مرہ کو عبد اللہ بن جدعان کے گھر مین جمع کیا، اور سبھون نے حلف لے کر عہد کیا، کہ جب تک بحر صوفہ مین پانی روان رہے گا، اور جب تک حرا، اور ثبیر[1] اپنی جگہ پر قائم رہین گے، اس وقت تک ہم سب مظلوم کی اعانت کرنا اپنا فرض سمجھین گے، جب تک کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہ لے لین،

اس حلف کی بنیاد ایسے پاکیزہ مقاصد کیلئے رکھی گئی تھی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

شهدت في دار عبد الله بن جدعان حلفا ... یعنی عبد اللہ بن جدعان کے گھر مین، مین ایسے حلف مین

لو دعيت به في الاسلام لاجبت ، ... شریک ہوا کہ اگر اس کی شرکت کی دعوت مجھکو زمانہ اسلام مین بھی دی جائے تو قبول کرلون،

قریش کا مذہب قریش کا مذہب اگرچہ مذہب ابراہیمی تھا، لیکن اصنام پرستی ان مین اس قدر چھا گئی تھی کہ دین کے تمام خط و خال بالکل دھندلے ہو کر رہ گئے تھے، اور ان کا پہچاننا مشکل تھا، مکہ کی پاک اور مقدس سرزمین مین بت پرستی کا سب سے پہلا بانی عمرو بن لحی ہے، یہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے شام گیا، وہان ایک شہر مین لوگونکو بہت پوجتے دیکھا، تو پوچھا کہ ان کو کیون پوجتے ہو، انھون نے کہا یہ ہمارے معبود ہین، ہم ان کی پرستش کرتے ہین، اس کے صلہ مین یہ پانی برساتے ہین، اور ہر قسم کی امداد کرتے ہین، عمرو بن لحی نے کہا، لاؤ ہم کو بھی دو، ہم اپنے

[1] حرا، و ثبیر پہاڑ کے نام ہین ۱۲ روض الانف جلد ۱ ص ۹،

Marfat.com

یہان لیجاکران کی پرستش کرتے گئے، لوگون نے ہبل نامی بت اس کو دیدیا، جس کو لاکر اس نے مکہ مین نصب کیا، اور لوگون کو اس کی پرستش کی ترغیب دینا شروع کردی[1]، اس بڑے بت کے علاوہ عمرو بن لحی نے چند چھوٹے چھوٹے بت بھی خانۂ کعبہ کے گرد نصب کردیئے، اور منات کو مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام قدید پر لب ساحل نصب کیا تھا[2]، غرضکہ یہ وبا عمرو بن لحی نے عام عرب مین پھیلائی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے، "رایت قصبہ فی النار"[3] یعنی اس کی آنتین آگ مین گھسیٹی جاتی ہین، قریش بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، اور ان کا بھی عام مذہب یہی بت پرستی تھا، وہ متعدد بتون کی پوجا کرتے تھے، جن مین بعض تو قریش کے مخصوص بت تھے، اور بعض قریش اور دیگر قبائل مین مشترک تھے، چنانچہ اساف و نائلہ چاہ زمزم کے پاس نصب تھے، اور قریش کے مخصوص بت تھے، اور وہ ان کے پاس قربانی کیا کرتے تھے، ان دونون بتون کے متعلق قریش کا یہ اعتقاد تھا، کہ یہ قبیلۂ بنو جرہم کے مرد و عورت تھے، لیکن بعض گناہون کے باعث پتھر کے ہوگئے،

لات:- بنو ثقیف کا بت تھا، مگر قریش اور کنانہ بھی اس کی پوجا کرتے تھے[4]، اس کی تاریخ یہ ہے کہ لات مکہ مین ایک پتھر تھا، جس پر حجاج کے لئے ستو گوندھا جاتا تھا، اور اسی نام کا ایک شخص بھی بنی ثقیف مین تھا، وہ مرگیا، تو لوگون نے کہا کہ وہ مرا نہین، بلکہ اپنے ہنام پتھر مین گھس گیا ہے، اس وہم سے اس کی پرستش بھی شروع ہوگئی،

عزی:- بنو غطفان کا بت تھا، مگر قریش بھی اس کی پرستش کرتے تھے، اور تبرکاً اسی کے نام پر نام رکھتے تھے، چنانچہ عبد العزی قریش کا مشہور نام ہے، یہ بت بنی غطفان کے ایک باغ مین نصب تھا، قریش برابر وہان تحائف لیجاتے تھے، اور قربانیان کرتے تھے[5]،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام، جلد ۱ ص ۷۹ مطبوعۂ مصر [2] معجم البلدان جلد ۸ ص ۱۶۷، [3] روض الانف جلد ۱ ص ۱۰۱ مطبوعۂ مصر [4] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۷۹ مطبوعۂ مصر [5] معجم البلدان جلد ۸ ص ۲۴۲، [6] معجم البلدان جلد ۱ ص ۳۱۰،

Marfat.com

مناۃ:- نبو خزاعہ اور ہذیل کا بت تھا، مگر قریش لات اور عزی کی طرح اس کی بھی پرستش کرتے تھے، چنانچہ طواف کرتے وقت کہا کرتے تھے، واللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری فانھن الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترجی، ان تینون بتون کو قریش خدا کی بیٹیان کہتے تھے، اور ان کا اعتقاد تھا کہ قیامت کے دن یہ ان کی سفارش کرین گے[1]، اس اعتقاد کی تردید قرآن پاک مین ان الفاظ مین آئی ہے،

أَفَرَءَيْتُمُ اللَّتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ، (سورۂ نجم رکوع ۱)	کیا تم نے لات اور عزی اور تیسرے بت مناۃ پر نظر کی کیا تمھارے لئے بیٹے اور خدا کے لئے بیٹیان ہین، اگر ایسا ہے تو بڑی غیر منصفانہ تقسیم ہے، یہ تو نام ہی نام ہین، جن کو تم نے اور تمھارے باپ دادا ؤن نے رکھ لیا ہے، خدا نے ان کے معبود ہونے کی کوئی سند نہین اتاری،

ہبل:- قریش کا یہ بت خانہ کعبہ کے عین وسط مین نصب تھا، اور قریش کے تمام بتون مین سب سے زیادہ معزز زمانہ تھا، یہ سب سنگ، سرخ کا انسانی مجسمہ تھا، اس پر انسانی قربانیان بھی چڑھائی جاتی تھین، چنانچہ عبد المطلب نے منت مانی تھی، کہ وہ جسوقت اپنے دس بیٹون کو جوان دیکھین گے، تو ایک کو ہبل پر نذر چڑھائینگے[2]، لڑائیون مین ہبل کی جے پکارتے تھے، جنگ احد کے موقعہ پر جب مسلمانون کو پسپائی ہوئی، اور دشمنون نے مشہور کر دیا کہ خدانخواستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، تو ابو سفیان نے خوشی و مسرت مین اس کی جے کا نعرہ لگایا[3]، خانہ کعبہ کے بتون کی تعداد تین سو ساٹھ تھی، جن مین حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی مورتین بھی شامل تھین[4]، ہبل کے سامنے سات تیر رکھے ہوئے تھے جن سے شادی اور غمی وغیرہ کے موقعہ پر قریش استخارہ کیا کرتے تھے، اگر راست آتا تو وہ کام کرتے ورنہ نہ کرتے[5]،

---

[1] معجم البلدان جلد ۶ ص ۱۶۱. [2] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱. [3] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب غزوۂ احد [4] بخاری جلد ۱ ص ۲۱۸. [5] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۸۳

Marfat.com

بدعاتِ حج اگرچہ قریش مذہب ابراہیمی کے پیرو تھے، مگر امتداد زمانہ سے اس مین اس قدر تغیر و تبدل ہوگیا تھا کہ مذہب کی اصل صورت مسخ ہوکر رہ گئی تھی، چونکہ حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کے بانی تھے، اس لئے حج ان کی تعلیمات مین راس العبادات تھا، قریش بلکہ پورا عرب اس فریضہ کو ادا کرتا تھا، مگر اس کے ارکان اور طریقۂ ادا مین طرح طرح کی بدعات رائج کردی تھین، شہر حرام یعنی رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، اور محرم کو ضرورت کے وقت بدل دیتے تھے، یعنی محرم کا نام بدل کر صفر رکھ دیتے، اور اس مین تمام وہ باتین جائز سمجھتے، جو غیر شہر حرام مین جائز ہین، حج کے مہینے مین عمرہ کرنا گناہ سمجھتے[1] تھے، خاموش حج کرتے، یعنی دورانِ حج مین منہ سے نہ بولتے، ایک شخص دوسرے شخص کو لگام لگاکر گھسیٹتا ہوا طواف کراتا[2]، قریش اپنے کو عام حجاج سے ممتاز رکھنے کیلئے بجائے عرفات کے مزدلفہ مین ٹھہرتے[3]، اسی پر یہ آیۃ نازل ہوئی، "ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ" (سورۂ بقرہ)

آفتاب نکلنے کے بعد افاضہ کرتے تھے[4]، حجاج بغیر متولی کی اجازت اور اس کی ابتدا کے رمی جمار نہین کرسکتے تھے، رمی جمار کے بعد بغیر متولی کے واپس ہوے لوٹ نہین سکتے تھے[5]، طواف کے وقت وَاللَّاتَ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى فَاِنَّهُنَّ الْغَرَانِيقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى پڑھتے تھے[6]، تلبیہ مین خدا کے نام کے ساتھ ساتھ بتون کو بھی داخل کرلیتے تھے[7]، قرآن مجید کی اس آیت مین اسی کی طرف اشارہ ہے، "مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ" یعنی ان کے اکثر لوگ خدا پر ایمان بھی لاتے ہین تو اس مین دوسرون کو بھی شریک کرلیتے ہین،

قریش مین تنہا اصنام پرستی یا بدعاتِ حج ہی نہین رائج تھین، بلکہ تمام وہ اخلاق ذمیمہ جن مین سارا عرب مبتلا تھا، مثلاً شراب خواری، قمار بازی، دختر کشی، عیاشی، اوہام پرستی وغیرہ وغیرہ ان سے قریش

---

[1] بخاری جلد ۱ باب تبیان الکعبہ باب ایام جاہلیت ص ۱۴۱ [2] بخاری جلد ۱ کتاب المناسک ص ۲۲۳ [3] بخاری جلد ۱ ص ۲۲۶،
[4] ایضاً ص ۲۲۸ [5] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۷۰، [6] معجم البلدان جلد ۹ ص ۱۶۶ [7] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۷۴،

Marfat.com

بھی مستثنی نہ تھے بلکہ علی الاعلان نہایت فخر و مباہات سے یہ کام کرتے تھے، سوتیلی ماں لڑکے کو بطور وراثت ملتی تھی، غرض کہ اس قبیل کی صدہا لعنتین ان مین رائج تھین، تاہم ان برائیون کے ساتھ ساتھ ان مین بہت سی خوبیان بھی تھین، مظلومون کی دادرسی ان کا خاص شعار تھا، حلف الفضول کا ذکر اوپر آچکا ہے، جس سے قریش کے اس شریفانہ جذبہ کا بخوبی اندازہ ہوا ہوگا، مہمان نوازی تو ان کی ضرب المثل تھی، موسم حج مین ہزارون حجاج کی ضیافت کرتے تھے، نادارون کے ساتھ نقدی سلوک بھی کرتے تھے، اور اس سعادت مین قریش کا ہر فرد و بشر کا حصہ لیتا تھا[1]، حجاج کے پاس کپڑا نہ ہوتا، تو کپڑا دیتے[2]، یہ خاطر تواضع کچھ حجاج کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ عام مہمانون کے لئے بھی قریش کا دستر خوان اسی طرح وسیع تھا، ایفاے عہد مین خواہ کتنا ہی شدید جانی و مالی نقصان کیون نہ ہو مگر عہد سے نہ پھرتے تھے،

مورخ یعقوبی نے قریش کی اجمالی حالت کا یہ نقشہ کھینچا ہے کہ مہمانون کی مہمان نوازی کرتے تھے، شہر حرام کی عظمت کرتے تھے، خواہش، مظالم اور قطع رحم کو برا سمجھتے تھے، جرائم کا تدارک کرتے تھے، حرم کے احترام کا اس سے اندازہ ہوگا کہ قصی جو قریش کا سب سے بڑا محسن تھا، اور قریش پر اس کا اثر بھی کافی تھا، جب اس نے صفائی کے خیال سے حرم کے درختون کو کاٹنا چاہا، تو تمام قریش نے انکار کر دیا،

کفر و شرک کی اس عام تیرگی مین کہین کہین خدا پرستی کا نور بھی پرتو فگن تھا، چنانچہ قریش مین خدا پرستون کی خاصی تعداد موجود تھی، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جاہلیت مین موحد تھے، دین حنیف کی پیاس مین موسوی اور عیسوی چشمون کی طرف لپکے، مگر کہین پیاس نہ بجھی، آخر مین خانہ کعبہ مین کھڑے ہو کر خدا کو شاہد بنایا کہ خدایا مین تجھے گواہ بناتا ہون کہ مین دین ابراہیم پر ہون، وہ اس نعمت توحید کو تنہا اپنی ذات تک محدود نہ رکھنا چاہتے تھے، بلکہ قریش مین اپنے عقائد کی اشاعت بھی کرتے تھے، بت کی قربانیون پر قریش کو ملامت کرتے تھے، دختر کشی کی ممانعت کرتے تھے، حتی کہ لڑکیون کو لیکر خود پرورش کرتے تھے[3]، اس کے علاوہ قریش کے

[1] روض الانف [2] بخاری جلد ۱ ص ۵۴۰ [3] یعقوبی جلد ۱ ص ۲۹۴، [4] بخاری جلد ۱ ص ۵۴۰،

Marfat.com

اور متعدد اشخاص بھی بت پرستی سے نفرت کرتے تھے چنانچہ ورقہ بن نوفل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، زید کے ساتھ ایک مرتبہ بت خانہ مین گئے، تو ان کو خیال ہوا کہ یہ بھی کیا حماقت ہے کہ ہم پتھر کو پوجتے ہین، جو نہ سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے، اور نہ کسی کو فائدہ نقصان پہنچا سکتا ہے[1]، خود صحابۂ کرام رضؓ مین متعدد مثالین ایسی ملتی ہین، جو زمانۂ جاہلیت مین فطرتِ سلیمہ رکھتے تھے، مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضؓ،

لوازمِ تمدن

تجارت قریش کا پیشہ تجارت تھا، زراعت کو وہ عار سمجھتے تھے، حتی کہ ابوجہل مرتے وقت بھی زراعت پیشہ لوگون کے ہاتھ سے قتل کے عار کو نہ برداشت کر سکا[2]، قریش کی تجارت کا سلسلہ بہت وسیع تھا، ان کے تجارتی قافلے ملکون ملکون پھر کر بیوپار کرتے تھے، عموماً ان کے کاروانِ تجارت سال مین دو مرتبہ جاتے تھے، سورۂ قریش مین اسی کی طرف اشارہ ہے،

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۔
فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ
مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ، (قریش)

تعجب ہے کہ قریش کو اپنے جاڑے اور گرمی کے سفر (تجارت) سے کسقدر الفت ہے، ان کو چاہیئے کہ اس گھر کے رب کو پوجین، جس نے ان کو بھوک سے بچانے کیلئے کھانا کھلایا، اور خوف سے امن بخشا،

قریش کی تجارت کو قصی نے بہت با اصول اور منظم کر دیا تھا، نجاشی شاہ حبش اور قیصر شاہِ روم سے اجازت نامے حاصل کئے تھے تاکہ قریش آسانی اور امن سے ان کے حدودِ حکومت مین اپنا تجارتی کاروبار پھیلا سکین، اس زمانہ مین اگرچہ راستے پر امن نہ تھے، رہزنی اور لوٹ مار عام تھی، تاہم قریش کے کاروان تجارت سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا، اور وہ بے خوف و خطر گھوم پھر کر اپنا بیوپار کرتے تھے، اس کی وجہ

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۶۷، [2] بخاری جلد ۲ ص ۵۶۵،

Marfat.com

یہ تھی کہ قریش حرم کے متولی ہونے کی وجہ سے "جیرانُ اللہ" خدا کے پڑوسی کہلاتے تھے، اور خانۂ کعبہ کی عظمت تمام عرب کرتے تھے اس نسبت سے وہ لوگ قریش کا بھی بہت احترام کرتے تھے، اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہین کرتے تھے، قریش مین اس درجہ تجارت کا چرچا تھا کہ اس مین مرد عورت، بوڑھے جوان بچے سب اپنا مال تجارت لگاتے تھے، چنانچہ حضرت خدیجہ بیوگی کے زمانہ مین بڑے پیمانہ پر تجارت کرتی تھین، بروایت ابن سعد تنہا حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت کل قریش کے سامانِ تجارت کے برابر ہوتا تھا، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کا مال لیکر بصرے تشریف لے گئے ہین[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس بھی تجارت فرماتے تھے اور آپ کی تجارت کے واقعات کتبِ احادیث مین مذکور ہین، چنانچہ سائب نامی ایک شخص کی اور آپ کی تجارت مشترک تھی، اور بعد اسلام انھون نے آپ کی خوش معاملگی کی شہادت بھی دی[2]، آپ یمن کے بازار جرش مین دو دبار تشریف لے گئے، بحرین مین بھی آپ کا جانا ثابت ہے، ابو طالب بھی تاجر تھے، اکابر قریش مین ابو سہل اور ابو سفیان وغیرہ تجارت کرتے تھے[3]، حضرت ابو بکرؓ کا بھی شغل تجارت تھا، مدینہ مین مقام سنح پر آپ کا ایک پرچہ بانی کا کارخانہ تھا[4]، کبھی کبھی خود مال لیکر باہر تشریف لیجاتے تھے، چنانچہ اسلام کے بعد بصریٰ مالِ تجارت لیکر جاتے تھے[5]،

حضرت عمرؓ بھی تاجر تھے[6]، ان کی تجارت کا سلسلہ ایران تک پھیلا ہوا تھا[7]، اور بذات خود تجارت کے سلسلہ مین بہت آیا جایا کرتے تھے، چنانچہ خود کہتے ہین کہ بہت سے ارشاداتِ نبویؐ مین تجارت کی دوڑ دھوپ کی وجہ سے نہ سن سکا[8]، حضرت عثمانؓ عرب کے بہت بڑے تاجر تھے، اسی بنا پر ان کو غنی کہا جاتا ہے، بنو قینقاع کے بازارون مین آپ کا کھجورون کا کاروبار تھا[9]، زمانۂ جاہلیت مین ربیعہ بن حارث کی شرکت مین تجارت کرتے تھے[10]، حضرت علیؓ نے بھی اذخر کی تجارت کی ہے[11]، ابان بن سعید قرشی بھی تاجر تھے،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۰۰ [2] ابو داؤد جلد ۲ ص ۱۷۰ [3] ارض القرآن ص ۱۳۸ جلد ۱ [4] ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳۰ [5] ابن ماجہ باب المزارع، مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۲۲ [6] ایضاً جلد ۳ ص ۳۴۴ [7] بخاری جلد ۱ ص ۳۰ [8] مسند احمد بن حنبل [9] اصابہ جلد ۲ ص ۱۹ [10] بخاری جلد ۱ ص ۲۸۰

Marfat.com

اور شام وغیرہ جاکر تجارت کرتے تھے،[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو ان مین ایک خط قیصرِ روم کے نام بھی تھا جب قاصد خط لیکر پہنچا، تو اس وقت قریش کے تاجر وہان موجود تھے، چنانچہ قیصر نے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوالات کئے،[2] غرضکہ تمام قریش تجارت پیشہ تھے، چنانچہ ابن اسحاق کے الفاظ یہ ہین، کانت قریش قوما تجارا،[3] چنانچہ قریش نے جب مسلمانون کو حج سے روکا تو انھون نے یہ دھمکی دی کہ ہم تمھاری شام کی تجارت روک دین گے، عرب عموماً ان چیزون کی تجارت کرتے تھے (۱) کھانے کا مسالہ اور خوشبودار جڑین (۲) سونا لوہا جواہرات (۳) خام کھالین، بنا ہوا چمڑا، زین پوش اور بھیڑ بکری وغیرہ،

توراۃ مین جا بجا ان چیزون کا ذکر آیا ہے، قریش بھی غالباً ان ہی چیزون کی تجارت کرتے ہون گے، بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چمڑا اور چاندی کی تجارت زیادہ کرتے تھے، قریش نے مہاجرین کے خلاف جو وفد نجاشی کے پاس تحفہ لیکر بھیجا، وہ تحفہ بھی یہی چمڑا تھا،[4] طبری نے لکھا ہے کہ "وبعثہ فضۃ کثیرۃ وہی عظم تجارتھم"[5]

عرب کی دس تجارتی منڈیان تھین، ان مین قریش زیادہ تر بازار ذوالمجاز اور عکاظ مین شریک ہوتے تھے،[6] زمانہ اسلام مین لوگون نے اس غرض سے حج کی شرکت کو برا جانا جس پر یہ آیت نازل ہوئی،[7]

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ (بقرہ ۲۵)

تمھارے لئے اس مین کوئی حرج نہین (کہ زمانہ حج مین) اپنے رب کا فضل تلاش کرو،

زمانۂ اسلام مین تجارت اور زیادہ چمکی، چنانچہ مہاجرین کا زیادہ وقت بازارون مین کاروبار تجارت

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۳۶ [2] بخاری جلد ۱ ص ۴ [3] سیرۃ ابن ہشام، ص ۱۰۰ [4] مسند حنبل مسند اہل بیت
[5] طبری ص ۱۲۷، ۴ [6] یعقوبی جلد ۱ ص ۱۴۳ [7] کتاب البیوع باب ملجاء فی قول اللہ تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض،

Marfat.com

مین گذرتا تھا[1]، اور زمانہ جہالت کی منڈیون مین بھی وہی چہل پہل باقی رہی، اور زمانہ اسلام مین تقریباً سوا سو برس تک یہ بازار گرم رہے، سب سے پہلے ۱۲۹ھ مین بازار عکاظ خارجیون کی لوٹ مار کے خوف سے بند ہوا[2]۔

علوم وفنون

یون تو شاعری اور زبان آوری کا مذاق تمام عرب مین تھا تاہم بعض مخصوص قبائل ایسے تھے، جن کی زبان معتبر اور قابلِ اسناد سمجھی جاتی تھی، ازآنجملہ قبیلۂ مضر کی زبان زیادہ معتبر تھی، ان مین بھی قریش زیادہ فصیح اللسان مانے جاتے تھے، ان کی فصاحت کی سند اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم جو فصاحت وبلاغت کا سرچشمہ ہے، قریش کی زبان مین اترا[3]، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے فصیح اللسان ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے کہ "مین تم سب مین فصیح تر ہون، اس لئے کہ مین قریش کے خاندان سے ہون، اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے"[4]، قریش مین بڑے بڑے باکمال شعراء پیدا ہوئے، بلکہ خاص بنو ہاشم مین متعدد شعراء تھے خلفاے اربعہ کو بھی شاعری کا ذوق تھا، چنانچہ ابن رشیق نے کتاب العمدہ مین ان کے اشعار بھی نقل کئے ہین[5]، قریش مین ذوق شاعری کے ساتھ ساتھ تعلیم کا بھی کچھ نہ کچھ رواج تھا، اگرچہ ان مین تعلیم عام نہ تھی تاہم ظہور اسلام کے وقت پڑھے لکھے اشخاص کی خاصی تعداد موجود تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، ابوعبیدہؓ، طلحہؓ، یزید بن ابی سفیانؓ، ابوحذیفہ بن عتبہ، حاطب بن عمرو، ابوسلمہ بن عبد الاسد، آبان ابن سعید، خالد بن سعید، عبد اللہ بن سعد، ابوسفیان بن حرب، امیر معاویہؓ وغیرہم اچھی طرح پڑھنا لکھنا جانتے تھے، یہ تعلیم صرف مردون تک محدود نہ تھی، بلکہ مشہور عورتین ام المومنین حضرت حفصہؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھین، اور حضرت ام سلمہؓ صرف پڑھ سکتی تھین، لکھ نہین سکتی تھین، ان کے علاوہ قریش کی غیر معروف عورتین مثلاً ام کلثوم بنت عقبہ، کریمہ بنت مقداد لکھنا جانتی تھین، عائشہ بنت سعد نے تعلیم حاصل کی تھی[6]،

رفاہ عام کے کام

قریش کی مذہبی سیادت کے علاوہ ان کے دوسرے اعمال بھی عام حجازیون سے ان کو ممتاز

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۴۸، ۲۷ [2] فتح الباری جلد ۳ ص ۳، ۴ [3] بخاری جلد ۱ ص ۴۹، ۴۹ [4] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱، [5] کتاب العمدہ ص ۱۳، ۱۴ [6] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹،

Marfat.com

کرتے تھے جس سے ان کے معاصر قبائل مین ان کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی تھی چنانچہ اہل مکہ اور اس کے قرب و جوار کے قبائل کی آسایش کے خیال سے قریش کے خاندان نے متعدد کنوئین مختلف مقامات پر کھدوائے تھے، اہل مکہ کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی کہ اس بے آب و گیاہ زمین مین ان کے لئے آبِ شیرین مہیا کیا جائے ان کے کنوؤن اور ان کے مالکون کے نام کی تفصیل یہ ہے،[1]

شہر مکہ کے اندرونی کنوئین

نام شخص	نام کنوان	جگہ
عبد شمس	۔	مکہ کے بالائی حصہ مین
ہاشم بن عبد مناف	بذر	ابوطالب کی گھاٹی پر
مطعم بن عدی	سجلہ	
بنو اسد ابن عبد العزیٰ	سقیہ	
بنو عبد دار	ام احراد	
بنو جمح	سبلہ	
بنو سہم	غمر	

مکہ کے بیرونی کنوئین

مرہ بن کعب	احرم	
بنی کلاب بن مرہ	خم خم	

اسلام کا ظہور | قریش بلکہ پورے عرب پر جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی کہ دفعۃً افقِ مکہ پر برقِ تجلی چمکی اور نورِ حق کا اجالا تمام عرب مین پھیل گیا، ابھی آفتاب رسالت کی کرنین پھوٹی ہی تھین کہ خیرہ چشمونکی آنکھین تابِ نظارہ نہ لاسکین اور ہر چہار جانب سے ظلم و تعدی کے بادل امنڈنے لگے کہ نورِ حق کی روشنی کو تاریکی

[1] بخاری جلد ۲ ص ۹۰۹ [2] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۸۹

Marfat.com

مین چھپا دین، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کی ابتدا ہی کی تھی کہ ہر طرف سے مخالفت کے طوفان اٹھنے لگے، مگر سیلِ صداقت برابر پھیلتا گیا، یہان تک کہ ریگستانِ عرب کو رشکِ گلزار بنا دیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوتِ اسلام شروع کی، تو ابتداً مشرکین نے آپ کی تعلیم کو زیادہ اہمیت نہ دی، مگر رفتہ رفتہ جب اس کا حلقہ وسیع ہونے لگا، اور لوگ برابر دائرۂ اسلام مین داخل ہونا شروع ہوئے، تو ان کو سخت تشویش پیدا ہوئی، اور اس کے استیصال کی تمام امکانی کوششین شروع کر دین، وہ اشاعتِ اسلام سے زیادہ پیچ و تاب اپنے مذہب اور اپنے معبودون کی مذمت پر کھاتے تھے، پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سمجھاتے بجھاتے رہے، مگر جب آپ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور آپ کی تبلیغی سرگرمی برابر جاری رہی، تو مجبوراً ان لوگون کو ابوطالب کی طرف رجوع کرنا پڑا کہ وہ آپ کے کفیل تھے چنانچہ عمائدِ قریش کا ایک وفد ان کے پاس گیا، اور اپنے ارادہ سے آگاہ کیا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے معبودون کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے مذہب کی مذمت کرتا ہے، ہمارے سمجھدار اشخاص کو بے شعور کہتا ہے، اور ہمارے آباو اجداد کو گمراہ بتاتا ہے، اس لئے یا تو تم اس کو روکو ورنہ ہمارے حوالہ کر دو، اس وقت ابوطالب نے خوش اسلوبی سے معاملہ کو رفع دفع کر دیا، مگر پھر مشرکین نے دیکھا کہ اس شکایت کا بھی کوئی اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ پڑا، اور آپ کے سابق طرزِ عمل مین کوئی تبدیلی نہین ہوئی تو دوبارہ ابوطالب کے پاس آئے، اس مرتبہ ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سمجھایا کہ بیٹا! چچا پر ناقابلِ برداشت بوجھ نہ ڈالو، اور اپنی قوم کی مخالفت چھوڑ دو، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال پیدا ہوا کہ اب چچا ہماری طرف سے مدافعت نہین کر سکتے، اور ان کی شفقت بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیگی، اس سے آپ بہت متاثر ہوئے، مگر اس بے بسی کے عالم مین بھی آبدیدہ ہو کر جواب دیا کہ چچا خدا کی قسم اگر کفار میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائین پر ماہتاب رکھدین کہ مین اس فریضہ کو چھوڑ دون، تو بھی نہین چھوڑ سکتا، تا آنکہ اس مین مین ہلاک ہو جاؤن، یا کامیاب ہون، اس جواب سے ابوطالب بہت متاثر ہوئے، اور کہا کہ بیٹا! جاؤ جو جی مین آئے کرو، مین تم کو کسی حالت مین نہین چھوڑون گا، جب قریش کو ابوطالب کے

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۳۹، ۱۴۰

Marfat.com

اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی، تو تیسری مرتبہ پھر آئے، مگر اس مرتبہ انھوں نے صاف جواب دیدیا، جب وہ لوگ اس طرف سے بالکل مایوس ہوگئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہ و ثروت کا لالچ دلانا شروع کیا کہ شاید اس سے وہ باز آجائیں، چنانچہ ابوالولید نے رؤساے قریش کے مشورہ سے متعدد دنیاوی دلفریبیاں آپ کے سامنے پیش کیں، کہ اگر تم اپنے مذہب کی اشاعت سے مال جمع کرنا چاہتے ہو، تو ہم تمھارے لئے اس قدر مال جمع کردیں کہ تم ہم سب سے زیادہ دولت مند بن جاؤ، اور اگر سرداری کی خواہش ہے، تو تم کو اپنا سردار بنالیں، اور اگر بادشاہی کی تمنا ہے، تو بادشاہ بنانے پر بھی تیار ہیں،

جب تمام ترغیبات ابوالولید دے چکا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری بھی کچھ سنو! یہ کہکر آپ نے سورہ حم سجدہ کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں، عتبہ نہایت خاموشی اور تاثر سے سنتا رہا، جب سن چکا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرا جواب ہے،

عتبہ جب یہاں سے اپنے ساتھیوں میں گیا تو وہ لوگ اس کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر سرگوشیاں کرنے لگے کہ یہ تو وہ عتبہ نہیں معلوم ہوتے، جو یہاں سے بھیجے گئے تھے، سبھوں نے ماجرا پوچھا، انھوں نے کہا، میں نے عجیب و غریب کلام سنا ہے، خدا کی قسم اس سے بہتر کلام آج تک میرے کانوں نے نہیں سنا، واللہ نہ وہ جادو ہے، نہ وہ شعر ہے، اور نہ وہ کہانت ہے، میری رائے ہے، کہ تم اس شخص کو اس کی حالت پر چھوڑ دو، عجب نہیں، کہ اس کا کلام غیبی آواز ہو، بالفرض اگر وہ کامیاب بھی ہوگیا، تو اس کی بادشاہت تمھاری بادشاہت ہے، اور اس کی عزت تمھاری عزت ہے، اور اگر وہ ناکام رہا، تو عربوں کی کامیابی بھی تمھاری کامیابی ہے، عتبہ کے یہ خیالات سنکر لوگوں نے کہا کہ تم اس کی زبان سے مسحور ہوگئے ہو، عتبہ نے جواب دیا کہ جو کچھ بھی ہو، مگر یہ میری رائے ہے، آئندہ تم لوگ جو چاہو کرو،[1]

غرض جب ترغیب و ترہیب کوئی چیز کارگر نہ ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح اپنے فریضہ

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۵۴ تا ۱۵۵،

Marfat.com

سے دست کش نہ ہوئے، بلکہ انہماک اور سرگرمی پہلے سے بھی زیادہ بڑھتی گئی، اور قبائلِ قریش مین مسلمانون کا روز افزون اضافہ ہوتا گیا، اکابرِ قریش مین حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ مشرف باسلام ہو چکے تو مشرکین کا جنون اور تیز ہو گیا، اور شانِ نبوت مین طرح طرح کی گستاخیان شروع کر دین، کوئی آپ پر خاک ڈالتا، کوئی آپ کے دروازہ پر غلاظت ڈال جاتا، کوئی آپکے برتنون مین گندی چیزین ڈال دیتا، امیہ بن خلف آپ کے چہرۂ مبارک پر غلاظت پھینک دیتا، ایک مرتبہ آپ سجدہ مین تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آپ کی گردن پر سوار ہو گیا، اور اس زور سے دبایا کہ آنکھین نکل پڑین، بعض مرتبہ یہ سنگ دل اس طرح سے گلا گھونٹتے کہ دم گھٹتے گھٹتے رہ جاتا، ایک مرتبہ قریش کچھ مشورہ کر رہے تھے، اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گذرے، سبھون نے دوڑ کر گھیر لیا، اور پوچھا کہ کیا تم ہی ہمارے معبودون کو برا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا، ہان مین ہی ہون، اس پر ایک شخص نے مجمع سے نکلکر آپ کی چادر سے آپ کا گلا بڑی زور سے گھوٹنا شروع کیا، حضرت ابو بکرؓ موجود تھے، یہ دردناک منظر نہ دیکھ سکے، اور رو کر فرمانے لگے کہ کیا تم ایسے آدمی کی جان صرف اس بات پر لینے کو آمادہ ہو کہ وہ خدا کو ایک کہتا ہے[1]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان قریش مین بہت معزز تھا، اس لئے ان مخالفتون کے باوجود آپکے بہت سے حامی موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے اکابر قریش جو مشرف باسلام ہو چکے تھے، ان کو بھی خاندانی عظمت اور وجاہت سے زیادہ نہ ستا سکتے تھے، اس لئے سارا غصہ ان غریب مسلمانون پر ٹوٹتا تھا، جن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا، اور کفار کے بس مین جو کچھ بھی تھا، بھوک پیاس، مار پیٹ ہر طرح سے ان غریب و خستہ حال مسلمانون پر مظالم ڈھاتے، ان کی درندگی کی داستان صرف مار پیٹ پر ختم نہین ہوتی، بلکہ مار پیٹ کے علاوہ نئے نئے اندازِ ستم ایجاد کرتے تھے،

امیہ بن خلف حضرت بلالؓ کو چلچلاتی ہوئی دھوپ مین جب کہ مکہ کی زمین توے کی طرح تپتی ہوتی،

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۵۲، بخاری باب بنیان الکعبہ باب مبعث النبی مین یہی واقعہ تھوڑے تغیر کیساتھ مذکور ہے،

Marfat.com

گرم ریت پر لٹاتا، اور سینہ پر بھاری پتھر رکھدیتا، کہ جنبش نہ کرسکین، اور کہتا، کہ محمد سے توبہ کرکے لات وعزی کی پرستش کا اقرار کرو، ورنہ یون ہی سِسک سِسک کر مرجاؤ گے، مگر اس وقت بھی اس شیدائے رسالت کی زبان سے احد احد کی صدا بلند ہوتی،[1]

حضرت عمار بن یاسرؓ بھی بے یار و مددگار تھے، اس لئے قریش کا دستِ ستم ان پر بھی دراز ہوتا اور ان کو دوپہر کے وقت انگارون پر لٹاتے، پانی مین غوطہ دیتے، مگر زبان کلمۂ حق سے نہ پھرتی، ایک مرتبہ مشرکین ان کو انگاردن پر لٹا رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گذرے، اور آپ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ، اچھے ہونے کے بعد بھی ان کی پیٹھ پر زخم کے نشانات باقی تھے،[2]

حضرت خباب بن ارتؓ بھی مشرکین کے ظلم وستم کے شکار تھے، وہ خود حضرت عمرؓ کو اپنی مظلومی کی داستان سناتے تھے کہ مشرکین انگارے دھکاتے اور مجھکو پیٹھ کے بل لٹاتے، اور ایک شخص چھاتی پر پتھر رکھ کر جنبش نہ کرنے دیتا، اور اس عذاب مین اس وقت تک مبتلا رہتا، جب تک کہ خود میرے زخمون کی رطوبت آگ کو نہ بجھادیتی،[3]

حضرت صہیبؓ بھی ان ہی بیکس لوگون مین تھے، جن کو ستا کر مشرکین دل ٹھنڈا کرتے تھے، جب انھون نے ہجرت کا ارادہ کیا، تو مشرکین نے کہا کہ تو ہمارے یہان افلاس وفقر کی حالت مین آیا تھا، یہان رہ کر دولت مند ہوا، اب چاہتا ہے کہ جان مال لیکر نکل جائے، ایسا ہرگز نہین ہوسکتا، انھون نے فرمایا، اگر مین سب مال متاع تم کو دیدون تو مجھے جانے دوگے، انھون نے کہا ہان، انھون نے سارا مال حوالہ کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قربانی کی خبر سنی تو فرمایا "رَبِحَ صُهَیْبٌ رَبِحَ صُهَیْبٌ" "صہیب نفع مند رہے، صہیب نفع مند رہے"[4]

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۰۶، [2] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۶، [3] طبقات ابن سعد جزو ثالث قسم اول ص ۱۷۷، ۱۷۸، [4] ایضاً ص ۱۱۷ ۱۶۲

Marfat.com

یہ تو مردون کی مثالین تھین، ان اشقیا کے دستِ ستم سے عورتین بھی نہ بچ سکین،

حضرت سمیہؓ حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ سابقاتِ اسلام مین تھین، ان کو ابوجہل بہت ستاتا تھا حتی کہ نیزے سے زخمی کرکے شہید کر ڈالا[1]،

حضرت زنیرہؓ دائرۂ اسلام مین ابتدا ہی مین داخل ہوئین، ابوجہل ان کو بہت اذیتین دیتا تھا، حضرت عمرؓ بھی قبل از اسلام ان کو بہت مارا کرتے تھے[2]، ان ہی مین ایک خاتون لبینہؓ تھین، منجملہ دیگر ضعفاے اسلام کے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا[3]،

یہ تمام مہاجرین ضعفاے اسلام مین تھے، جن کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا، اس لئے ان پر جو ستم ڈھاتے کم تھے جب کہ ان کی زد سے ذی وجاہت اور صاحب حیثیت لوگ نہ بچ سکے، حضرت ابوبکرؓ زمانہ جاہلیت مین خاصی عمر کے تھے، اور اپنے قبیلہ مین معزز تھے، تاہم کسی مشرک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت پر ان کی ڈاڑھی نوچ لی[4]،

حضرت عثمانؓ جب مشرف باسلام ہوئے، تو ان کے چچا حکم بن ابوالعاص رسی سے باندھتے، اور کہتے کہ اب بھی اس نئے دین کو نہ چھوڑوگے؟[5]

حضرت عمرؓ نے قبل از اسلام اپنے بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعید بن زیدؓ کو اسلام پر اس قدر مارا کہ ان کے چہرے سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے[6]، یہ مذکورۂ بالا چند واقعات مثال کے طور پر لکھ دیئے گئے، ورنہ انکی فہرست اس سے کہین زیادہ طویل ہے،

---

[1] اصابہ جلد ۸ ص ۱۱۴

[2] ایضاً جلد ۸ ص ۹۱ [3] ایضاً ص ۱۷۹،

[4] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۵۳

[5] طبقات جزو اول قسم ثالث ص ۳۸،

Marfat.com

پہلی ہجرت

مہاجرین کی پہلی جماعت

حبشہ کی پہلی ہجرت

مظلوم مسلمان کفار کی سختیاں سہتے سہتے عاجز آ گئے تھے، نہ وہ کفار کے خوف سے کہیں چل پھر سکتے تھے، اور نہ عبادت کر سکتے تھے، اس لئے ان کو ایسی جائے پناہ کی تلاش تھی، جہاں وہ کچھ اطمینان وسکون حاصل کر سکیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دیا کہ تم لوگ فی الحال حبشہ کو ہجرت کر جاؤ، وہاں کا بادشاہ رحم دل اور منصف مزاج ہے، وہ تم کو آرام سے رکھے گا، اس قسم کے حکم کے لوگ منتظر ہی تھے، حکم پاتے ہی بڑی تعداد ہجرت کے لئے آمادہ ہو گئی، اور مسلمانوں کا یہ پہلا مصیبت زدہ قافلہ راہ خدا میں غریب الوطن ہوا، یہ جماعت ذیل کے اشخاص پر مشتمل تھی، حضرت عثمان بن مظعونؓ رئیس قافلہ تھے،

مرد	عورتیں
حضرت عثمانؓ	حضرت رقیہؓ
حضرت ابو حذیفہؓ	حضرت سہلہ بنت سہیلؓ
حضرت زبیر بن عوامؓ	
حضرت مصعب بن عمیرؓ	
حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ	
حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ	حضرت ام سلمہؓ
حضرت عثمان بن مظعونؓ	
حضرت عامر بن ربیعہؓ	حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ

Marfat.com

مرد	عورتین
حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم رضؓ حضرت سہیل بن بیضاء رضؓ حضرت حاطب بن عمرو رضؓ	

اس قافلہ کی روانگی کے بعد لوگ برابر ہجرت کرتے رہے، یہان تک کہ حبشہ مین مسلمانون کی کافی تعداد ہوگئی، اور بہت آرام وآسایش کی زندگی بسر کرنے لگے، مگر قریش مسلمانون کا آرام وآسایش کب گوارا کر سکتے تھے،

حبشہ سے مسلمانون کے اخراج کی کوشش

اس لئے نجاشی کے پاس ایک وفد ہدایا وتحائف کے ساتھ بھیجا کہ وہ کسی نہ کسی طرح پناہ گزین مسلمانون کو وہان سے نکال دے، اس وفد کے ارکان مین عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص تھے، یہ دونون حبش پہنچے، اور نجاشی کے دربار مین حاضری کے قبل پہلے درباری بطریقون سے ملے، اور فرداً فرداً ہر ایک کو تحفہ دیکر کہا کہ ہماری قوم کے چند سادہ لوح لونڈون نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے، جو ہمارے اور تمہارے دونون کے مذہب سے مختلف ہے، اور وہ اپنے وطن سے بھاگ کر نجاشی کی حکومت مین پناہ گزین ہوئے ہین، ہم ان کو پکڑنے آئے ہین، اس لئے آپ لوگون کی خدمت مین ہماری درخواست ہے کہ جس وقت ہم بادشاہ سلامت کے حضور مین عرض گذار ہون، تو براے مہربانی آپ لوگ ہماری تائید فرمائین، اور ان کو مشورہ دین کہ ہمارے مفرورین ہمارے حوالہ کر دیئے جائین، اس کے بعد نجاشی کی خدمت مین باریاب ہوکر ہدایا پیش کئے اور عرض کیا کہ ہمارے چند سادہ لوح لڑکون نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے، جو ہمارے اور آپ دونون کے مذہب سے مختلف ہے، اس لئے ہم عرض گذار ہین کہ ان کو ہمارے حوالہ کر دینے کا حکم صادر فرمایا جائے، بطارقہ کو پہلے ہی ہموار کر لیا تھا، اس لئے انھون نے پرزور طریقہ سے تائید کی کہ بیشک

Marfat.com

یہ لوگ ان لڑکون کی بہ نسبت زیادہ تجربہ کار اور ان کے واقف کار ہین، اس لئے ان کا حوالہ کردینا ہی مناسب ہے،

نجاشی کا جواب

نجاشی یہ درخواست سنکر بہت برہم ہوا، اور کہا کہ جب تک مین ان لوگون کو بلاکر خود تحقیقات نہ کرون گا، اس وقت تک مین اپنے مہمان اور پناہ گزینون کو ہرگز حوالہ نہین کرسکتا، البتہ اگر وہ تمھارے بیان کے مطابق ہین، تو مجھے حوالہ کرنے مین کوئی عذر نہ ہوگا، اور اگر ایسا نہین ہے، تو تم لوگ کسی طرح ان کو نہین لیجا سکتے، اور وہ جب تک ہماری پناہ مین رہین گے، آزادی سے رہسکین گے،

نجاشی کا مسلمانون کو تحقیقِ حال کے لئے طلب کرنا

چنانچہ نجاشی نے مسلمانون کو بلایا، چونکہ یہ واقعہ ان لوگون کے لئے بالکل نیا تھا، اس لئے بہت گھبرائے، اور سوچنے لگے، کہ کیا جواب دینا چاہئے، مگر آخر مین یہ فیصلہ کیا، کہ جو کچھ واقعہ ہے، صحیح صحیح بیان کردین گے، خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو،

جب یہ لوگ حاضر ہوئے، تو نجاشی نے پوچھا، کہ تمھارا کون سا دین ہے جس کے باعث تم نے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا، اور وہ تمھارا جدید مذہب ہم سب لوگون کے مذہب سے نرالا ہے، اس کا جواب حضرت جعفرؓ نے ایک مختصر تقریر مین دیا،

حضرت جعفرؓ کی تقریر

ایہا الملک، ہم ایک جاہل قوم تھے، بتون کو پوجتے تھے، مردار خوار تھے، فواحش مین مبتلا تھے، قطع رحم کرتے تھے، پڑوسیون کے ساتھ برا برتاؤ رکھتے تھے، ہمارا زبردست زیردست کو کھا جاتا تھا، ہماری یہ حالت تھی، کہ ہم مین خدا نے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کیا، جس کے صدق، عفاف، امانت اور نسب کو ہم جانتے ہین، اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف بلایا کہ ہم صرف اسی کی پرستش کرین، اور اپنے اور اپنے آبا کے اصنام کی پرستش چھوڑ دین، اس نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسیون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے، محرم باتون اور خونریزی سے محترز رہنے کا حکم دیا، اور فواحش سے، جھوٹ بولنے سے، یتیم کا مال کھانے سے، عفیفہ عورتون پر تہمت لگانے سے منع کیا، اور خدائے واحد کی تنہا عبادت کا حکم دیا کہ اس مین کسی کو شریک نہ کرین، اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا، ہم نے

Marfat.com

اس کو مانا، اور اس پر ایمان لائے، اب جب کہ ہم نے شرک چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی، اور حلال کو حلال، اور حرام کو حرام جانا، اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی، اور ہم کو طرح طرح کی تکلیفین پہنچانے لگی، کہ پھر ہم خدا پرستی کو چھوڑ کر اصنام پرستی شروع کر دین[1]،

نجاشی کا آیات قرآنی سے متاثر ہونا اور اسلام کی حقانیت کا اعتراف

نجاشی نے کہا، خدا کا کلام تم کو کچھ یاد ہے، حضرت جعفرؓ نے کہا ہان! نجاشی نے سننے کی خواہش کی، حضرت جعفرؓ نے کھیعٓص کا تھوڑا سا ابتدائی حصہ سنایا، جس کو سُن کر نجاشی اور اس کے درباری اسقف اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے ڈاڑھیان تر ہو گئین، نجاشی نے کہا، کہ یہ اور عیسٰی کا لایا ہوا مذہب ایک ہی چراغ کے دو پرتو ہین،

وفد مشرکین کی ایک چال

اور عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے کہا کہ تم دونون چلے جاؤ، یہ لوگ کسی طرح تمھارے حوالہ نہین کئے جا سکتے، جب یہ دونون اس طرح ناکام ہوئے، تو ایک دوسری تدبیر سوچی، وہ یہ کہ نجاشی کے سامنے مسلمانون سے حضرت عیسٰیؑ کے متعلق ان کا عقیدہ دریافت کیا جائے، عیسائی ان کو ابن اللہ کہتے ہین، اور مسلمان عبد اللہ بتائین گے، ان کے اس عقیدہ کا اثر نجاشی پر برا پڑے گا، غرض دوسرے دن عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسٰیؑ کے متعلق بہت غلط عقیدہ رکھتے ہین، اور ان کی شان مین ناروا الفاظ استعمال کرتے ہین، ہمارے اس قول کی تصدیق آپ ان کو بلا کر کر سکتے ہین، یہ آزمایش پہلے سے بھی زیادہ سخت تھی، تاہم ان لوگون نے یہی فیصلہ کیا کہ قرآن مین جو کچھ حضرت عیسٰیؑ کے متعلق مذکور ہے، وہی نجاشی کے سامنے بیان کرین گے، خواہ اس کا نتیجہ خراب ہی کیون نہ نکلے،

مسلمانون کی دوبارہ طلبی اور وفد کی ناکامی

غرض کہ یہ لوگ دربار مین بلائے گئے، نجاشی نے سوال کیا کہ عیسٰی کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو، حضرت جعفرؓ نے جواب دیا کہ ہماری کتاب کے رو سے وہ خدا کے بندے اور

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۸۱ و ۱۸۲،

Marfat.com

اس کے رسول اور اس کی روح تھے، نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اٹھایا، اور کہا، کہ جو تم کہتے ہو حضرت عیسیٰؑ اس تنکے سے ذرہ برابر بھی ۔۔۔۔ زیادہ نہین تھے، اس پر بطارقہ بہت زیادہ چین بجبین ہوئے، اور قریش کی سفارت ناکام رہی[1]،

مہاجرین حبش کی واپسی

ابھی مہاجرین حبش مین کچھ ہی دن رہے تھے، کہ ان کو اہلِ مکہ کے اسلام کی غلط خبر ملی، اس خبر سے فطرۃً ان کو وطن لوٹنے کا شوق پیدا ہوا کہ اب وہان بھی امن و امان نصیب ہوگا، اس خیال سے یہ لوگ مکہ روانہ ہوگئے، مگر مکہ کے قریب پہنچکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی، اب یہ لوگ بڑی کشمکش مین پڑے، نہ پاے رفتن نہ جاے ماندن، لیکن بالآخر یہ سب کسی نہ کسی کی امان مین داخل ہوگئے، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دو ایک دن ٹھہر کر واپس چلے گئے،

دوسری ہجرت

حبشہ کی دوسری ہجرت

مہاجرین مکہ مین تمام پذیر تو ہوگئے، مگر مشرکین مکہ ان کو کب چین لینے دیتے، بالخصوص اس وجہ سے اور جلے ہوئے تھے کہ قریش کی سفارت مہاجرین کے مقابلہ مین دربارِ حبش سے ناکام واپس ہوئی تھی، اور مہاجرین وہان آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے، اس لئے پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ایذا رسانی شروع کردی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ہجرتِ حبشہ کی اجازت دیدی، مگر اس مرتبہ پہلی ہجرت کی طرح آسانی سے قافلہ چلا جانا دشوار تھا، کفار نے سخت مزاحمت کی، طرح طرح رکاوٹین ڈالنا شروع کین، تاہم ۸۳ مرد اور ۱۹ عورتون کا قافلہ کسی نہ کسی طرح حبش روانہ ہوگیا[2]، اکثر کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہین،

---

[1] یہ واقعات سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۳ مین مفصل مذکور ہین، [2] طبقات ابن سعد جزو اول قسم اول ص ۱۳۸،

Marfat.com

۱	حضرت عثمان بن عفان رضؓ	۲۰	حضرت حاطب بن عمرو رضؓ
۲	" ابوحذیفہ رضؓ	۲۱	" عبداللہ بن سہل رضؓ
۳	" عبداللہ بن جحش رضؓ	۲۲	" سعد بن خولہ رضؓ
۴	" شجاع بن وہب رضؓ	۲۳	" ابوعبیدہ بن جراح رضؓ
۵	" عتبہ بن غزوان رضؓ	۲۴	" سہیل بن بیضاء رضؓ
۶	" طلیب بن عمیر رضؓ	۲۵	" معمر بن ابی سرح رضؓ
۷	" عبدالرحمن بن عوف رضؓ	۲۶	" عیاض بن زہیر رضؓ
۸	" عبداللہ بن مسعود رضؓ	۲۷	" جعفر بن ابی طالب رضؓ
۹	" مقداد بن عمرو رضؓ	۲۸	" خالد بن سعید رضؓ
۱۰	" ابوسلمہ بن عبدالاسد رضؓ	۲۹	" معیقیب بن ابی فاطمہ رضؓ
۱۱	" معتب بن عوف رضؓ	۳۰	" خالد بن حزام رضؓ
۱۲	" عامر بن ربیعہ رضؓ	۳۱	" اسود بن نوفل رضؓ
۱۳	" خنیس بن حذافہ رضؓ	۳۲	" عمرو بن امیہ رضؓ
۱۴	" عثمان بن مظعون رضؓ	۳۳	" یزید بن زمعہ رضؓ
۱۵	" عبداللہ بن مظعون رضؓ	۳۴	" ابوالروم بن عمیر رضؓ
۱۶	" قدامہ بن مظعون رضؓ	۳۵	" خراس بن نضر رضؓ
۱۷	" سائب بن عثمان رضؓ	۳۶	" ہبہم بن قیس رضؓ
۱۸	" ابوسبرہ بن ابی رہم رضؓ	۳۷	" ابوفکیہہ رضؓ
۱۹	" عبداللہ بن مخرمہ رضؓ	۳۸	" مطلب بن ازہر رضؓ

Marfat.com

۳۹	حضرت عتبہ بن مسعود رضؓ	۵۴	حضرت تمیم بن حارث رضؓ
۴۰	" شرجیل بن حسنہ رضؓ	۵۵	" سعید بن حارث رضؓ
۴۱	" حارث بن خالد رضؓ	۵۶	" سعید بن عمرو رضؓ
۴۲	" عمرو بن عثمان رضؓ	۵۷	" مجمیہ بن جزء رضؓ
۴۳	" عباس بن ابی ربیعہ رضؓ	۵۸	" حاطب بن حارث رضؓ
۴۴	" ہاشم بن ابو حذیفہ رضؓ	۵۹	" خطاب بن حارث رضؓ
۴۵	" ہبار بن سفیان رضؓ	۶۰	" سفیان بن معمر رضؓ
۴۶	" عبداللہ بن سفیان رضؓ	۶۱	" خالد بن سفیان رضؓ
۴۷	" معمر بن عبداللہ رضؓ	۶۲	" جنادہ بن سفیان رضؓ
۴۸	" عبداللہ بن حذافہ رضؓ	۶۳	" نبیہ بن عثمان رضؓ
۴۹	" قیس بن حذافہ رضؓ	۶۴	" سلیط بن عمرو رضؓ
۵۰	" ہشام بن عاص رضؓ	۶۵	" سکران بن عمرو رضؓ
۵۱	" ابو قیس بن حارث رضؓ	۶۶	" مالک بن زمعہ رضؓ
۵۲	" سائب بن حارث رضؓ	۶۷	" عمرو بن حارث رضؓ
۵۳	" حجاج بن حارث رضؓ	۶۸	" عثمان بن عبد غنم رضؓ

۱	حضرت سودہ بنت زمعہ رضؓ	۵	حضرت حبیبہ بنت ابو سفیان رضؓ
۲	" فاطمہ بنت علقمہ رضؓ	۶	" ام سلمہ بنت ابی امیہ رضؓ
۳	" عمیرہ بنت سعدی رضؓ	۷	" ربطہ بنت حارث رضؓ
۴	" حفصہ ام شرجیل رضؓ	۸	" رملہ بنت ابی عوف رضؓ

Marfat.com

۹	حضرت لیلی بنت ابی حثمہ رضؓ	۵۱	حضرت ام حرملہ رضؓ
۱۰	" سہلہ بنت سہیل رضؓ	۶۱	" فاطمہ بنت مجلل رضؓ
۱۱	" ام کلثوم اسماء بنت عمیس رضؓ	۷۱	" فکیہہ بنت یسار رضؓ
۱۲	" فاطمہ بنت صفوان رضؓ	۸۱	" برکہ بنت یسار رضؓ
۱۳	" امینہ بنت خلف رضؓ	۹۱	" اسماء بنت عمیس رضؓ
۱۴	" خزیمہ بنت جہم رضؓ		

غریب مسلمانون کو خانمان برباد کرنے کے بعد بھی قریش کی آتشِ غضب نہ ٹھنڈی ہوئی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی حمایت کے جرم مین بنو ہاشم کا مقاطعہ کر دیا، اور ایک معاہدہ مرتب کیا، جس کی رو سے بنو ہاشم کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات جرم قرار دیئے گئے، اس ظالمانہ معاہدہ کے بعد بنو ہاشم شعب ابی طالب مین پناہ گزین ہو گئے، اور تین سال تک قید و بند مین گذارے، بالآخر قریش کے ایک نرم دل آدمی ہشام بن عمرو کو بنو ہاشم کی بیکسی پر رحم آیا، اور انھون نے چند معززین کی تائید سے اس معاہدہ کو منسوخ کر کے چاک کر ڈالا، اور ہاشمیون کو قید تنہائی سے نجات ملی[1]،

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال

اس معاہدہ کی تنسیخ کو تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی اور چہیتے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا، اس سانحہ کے تقریباً سوا مہینہ بعد ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے بھی داغ مفارقت دیا، اور دو ڈھائی مہینہ کے اندر اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون محافظ اٹھ گئے،

قریش کی ایذا رسانی

اب قریش کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی، ابو طالب کی حمایت اور حضرت خدیجہؓ کا تمول اور ان کی وجاہت سب ختم ہو چکے تھے، اس لئے ان کو دل کھول کر بھڑاس نکالنے کا موقعہ ملا، اور انھون نے کسی ممکن ایذا رسانی سے دریغ نہ کیا، ان مین اکثر واقعات اوپر گذر چکے ہین، ایک مرتبہ

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۰۳، ۲۰۵،

Marfat.com

ایک گستاخ نے مٹی لاکر فرقِ مبارک پر جھونک دی، آپ اسی حالت مین گھر تشریف لائے ایک صاحبزادی نے اس حالت مین دیکھا، تو زار و قطار رونے لگین، سر سے مٹی دھوتی جاتی تھین، اور آنسو بہتے جاتے تھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشفی دیتے تھے کہ جانِ پدر رو مت، خدا تمھارے باپ کو کفار کی دراز دستیون سے روکنے والا ہے اس موقع پر آپنے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ابو طالب کی زندگی تک قریش میرے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہ کر سکے[1]

تبلیغ اسلام بطائف کا سفر ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد مشرکینِ مکہ کے جور و ستم نے سرزمین حرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تنگ کر دی، اس لئے آپنے زید بن حارثہؓ کی معیت مین طائف کا رخ کیا، کہ شاید وہان کچھ بندگانِ خدا توحید کی صدا پر لبیک کہین، چنانچہ طائف پہنچکر سردارانِ ثقیف کے سامنے اسلام پیش کیا، لیکن جواب کیا ملتا ہے؟ کیا خدا نے تم کو بھیجا ہے!؟ کیا خدا کو تمھارے علاوہ دوسرا پیغمبر نہین ملا؟ خدا کی قسم ہم تم سے بات نہین کر سکتے، کیونکہ اگر تم پیغمبر ہو جیسا کہ تمھارا خیال ہے، تو تم سے گفتگو کرنے مین بڑا خطرہ ہے، اور اگر جھوٹے ہو، تو قابلِ التفات نہین[2]، آپ یہ جواب سن کر ایک گونہ مایوس ہو گئے، تاہم دس دن ٹھہر کر قبیلۂ ثقیف کے ایک ایک سربرآوردہ شخص سے ملے، لیکن سب نے جواب دیا کہ محمد ہمارے یہان سے نکل جاؤ، اور جہان تمھاری آواز سننے والے ہون وہان جاؤ، صرف اس جواب پر اکتفا نہین کیا، بلکہ کچھ اوباشون کو لگا دیا، جنھون نے ذات اقدسؐ پر سنگ باری شروع کر دی، اور اس قدر پتھر برسائے کہ آپکے دونون پاؤن زخمون سے چور ہو گئے، زید بن حارثہؓ آپ کو بچانے تھے اس مدافعت مین وہ بھی زخمی ہوئے[3]،

مکہ کی واپسی اور مطعم بن عدی کی امان غرض اس طرح آپ وہان سے مغموم و ناکام واپس ہوئے، راستہ مین زید ابن حارثہؓ نے گذارش کی کہ مکہ مین ہم کس طرح رہ سکتے ہین جب کہ قریش ہمارے نکالنے پر تلے ہوئے ہین،

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۲۰ [2] ایضاً ص ۲۲۹ [3] زید بن حارثہؓ کا نام طبقات مین ہے ۱۲ ابن سعد حصۂ سیرۃ ص ۱۴۲،

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ خدا اپنے مذہب کا حافظ و ناصر ہے، وہ خود ہماری حفاظت کا سامان کریگا، چنانچہ خدا نے آپ کی حفاظت کا سامان کیا، اور مطعم بن عدی نے اپنی پناہ مین لیکر عام اعلان کر دیا کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی، اس لئے کوئی آپ کے ستانے کا ارادہ نہ کرے، اور آپ اطمینان سے ان کے گھر مین رہنے لگے،[1]

مطعم بن عدی کا گھر اور تبلیغ اسلام

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غیظ و غضب کا جو طوفان اٹھا تھا وہ طائف سے واپسی کے بعد پہلے سے بھی زیادہ تند ہو گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مطلق خوف زدہ اور مایوس نہ ہوئے، بلکہ مطعم بن عدی کے گھر مین بیٹھ کر اور قبائل کا دورہ کر کے بدستور اشاعتِ اسلام فرماتے رہے اور اجتماع کا کوئی موقع ایسا نہ چھوڑا جس مین خدا کا پیغام نہ پہنچایا ہو، حج کے موسم مین حجاج کے فرود گاہون پر، بالخصوص عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کی بازارون مین، غرض جہان کہین خدا کے کچھ بندے بکجا ہوتے وہان آپ ان کے کانون تک اس کا پیغام پہنچا دیتے، پورے دس سال تک آپ اس فرض نبوت کو نہایت جانفشانی اور تندہی کے ساتھ ادا کرتے تھے، جن قبائل مین آپ نے گشت لگا کر پیغام خداوندی پہونچایا، ان کی فہرست حسب ذیل[2] ہے،

بنو عامر، بنو محارب، بنو فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نضر، بکاء، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ، لیکن اس دعوت کا مشترک جواب یہ ملتا کہ آدمی کا قبیلہ اس آدمی کے حالات زیادہ جانتا ہے، یعنی جب قریش نے تمہاری دعوت کو مسترد کر دیا، تو دوسرے کیون قبول کرین گے،

تبلیغ کا اثر قبائل پر

اگرچہ عرب کے تمام قبائل مین اسلام کے خلاف یکسان فضا تھی، تاہم انفرادی طور پر ان مین ایسے نفوسِ صالحہ موجود تھے جن کی فطرت سلیمہ دعوتِ حق سننے پر مستعد تھی، اور ان کے قلب سلیم کا عارضی زنگ تھوڑی کوشش سے دور ہو سکتا تھا، چنانچہ کفر و ضلالت کے بیابان مین توحید کی آواز بالکل بے اثر نہ رہی، بلکہ بہتیرے قبائل مین اسلام کا خاصا پرتو پڑا، ان قبائل اور ان کے ان مقدس نفوس کا اجمالی خاکہ ذیل

---

[1] ابن سعد حصہ سیرۃ ص ۱۴۲، [2] زرقانی جلد ۱ ص ۳۵۹،

Marfat.com

ین درج کیا جاتا ہے اس سے اندازہ ہوگا، کہ ہجرت کے قبل مکہ کی زندگی ین اسلام نے کن کن قبائل کو متاثر کیا،

نام قبیلہ یا بطن	اسمائے گرامی
بنو ہاشم	حضرت حمزہ بن عبد المطلب رض
	" جعفر بن ابو طالب رض
	" علی بن ابو طالب رض
موالیِ بنو ہاشم	حضرت آنسہ مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
	" ابو کبشہ رض "
	" زید بن حارثہ رض "
بنو مطلب	حضرت عبیدہ بن حارث رض
	" طفیل بن حارث رض
بنو مطلب کے حلیف	حضرت ابو مرثد غنوی رض
	" مرثد بن ابی مرثد رض
بنو عبد شمس	حضرت عثمان بن عفان رض
	" خالد بن سعید رض
بنو شمس کے حلیف	حضرت عبد اللہ بن جحش رض
	" ابو احمد بن جحش رض
	" عکاشہ بن محصن رض
	" شجاع بن وہب رض

Marfat.com

بنو شمس کے حلیف	حضرت عقبہ بن وہب رضؓ
بنو نوفل کے حلیف	حضرت عتبہ بن غزوان رضؓ
بنو اسد بن عبد العزیٰ	حضرت زبیر بن عوام رضؓ
بنو اسد کے حلیف	حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ
بنو عبد دار	حضرت مصعب بن عمیر رضؓ
بنو عبد بن قصی	حضرت طلیب بن عمیر رضؓ
بنی زہرہ بن کلاب	حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ " سعد بن ابی وقاص رضؓ " طلیب بن ازہر رضؓ " عبد اللہ الاصغر رضؓ " عبد اللہ بن شہاب رضؓ " عامر بن ابی وقاص رضؓ " مطلب بن ازہر رضؓ
بنی زہرہ کے حلیف	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ " مقداد بن عمرو رضؓ " جناب بن ارت رضؓ " مسعود بن ربیع رضؓ " عتبہ بن مسعود رضؓ " شرجیل بن حسنہ رضؓ

Marfat.com

بنو تیم بن مرہ	حضرت ابو بکر صدیق رضہ
	" طلحہ بن عبید اللہ رضہ
	" عامر بن فہیرہ خادمِ صدیق اکبر رضہ
	" حارث بن خالد رضہ
	" عمرو بن عثمان رضہ
بنو مخزوم بن یقظہ	حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضہ
	" ارقم بن ارقم رضہ
	" شماس بن عثمان رضہ
	" عیاش بن ابی ربیعہ رضہ
	" سلمہ بن ہشام رضہ
	" ہاشم بن ابو حذیفہ رضہ
	" ہبار بن سفیان رضہ
	" عبد اللہ بن سفیان رضہ
بنو مخزوم کے حلیف	حضرت عمار بن یاسر رضہ
	رضہ معتب بن عوف رضہ
بنو عدی	حضرت عمر بن الخطاب رضہ
	" زید بن خطاب رضہ
	" سعید بن زید رضہ
	" عبد اللہ بن عمر رضہ

Marfat.com

بنو عدی	حضرت عمر بن سراقہ رضہ
	" نعم النجام بن عبد اللہ رضہ
	" معمر بن عبد اللہ رضہ
	" عدی بن نضلہ رضہ
	" عروہ بن ابی اثاثہ رضہ
	" مسعود بن سوید رضہ
	" عبد اللہ بن سراقہ رضہ
حلیف بنو عدی	حضرت عامر بن ربیعہ رضہ
	" عاقل بن ربیعہ رضہ
	" خالد بن ربیعہ رضہ
	" ایاس بن ربیعہ رضہ
	" عامر بن ربیعہ رضہ
	" خولی بن ابی خولی رضہ
	" مبشر بن صالح غلام عمر بن خطاب رضہ
بنو سہم	حضرت خنیس بن حذافہ رضہ
	" عبد اللہ بن حذافہ رضہ
	" ہشام بن عاص رضہ
	" ابو قیس بن حارث رضہ
	" عبد اللہ بن حارث رضہ

Marfat.com

بنو سہم	حضرت سائب بن حارث رضہ
	حجاج بن حارث رضہ
	" تمیم بن حارث رضہ
	" سعید بن حارث رضہ
	" سعید بن عمرو رضہ
بنی جمح بن عمرو	حضرت عثمان بن مظعون رضہ
	" عبداللہ بن مظعون رضہ
	" قدامہ بن مظعون رضہ
	" سائب بن عثمان رضہ
	" معمر بن حارث رضہ
	" خطاب بن حارث رضہ
	" سفیان بن معمر رضہ
	" خالد بن سفیان رضہ
	" جنادہ بن سفیان رضہ
	" نبیہہ بن عثمان رضہ
بنو عامر بن لوئی	حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم رضہ
	" عبداللہ بن مخرمہ رضہ
	" حاطب بن عمرو رضہ
	" عبداللہ بن سہیل رضہ

Marfat.com

بنو عامر بن لوئی	حضرت عمیر بن عوف رضہ
	" وہب بن سعد رضہ
	" سلیط بن عمرو رضہ
	" سکران بن عمرو رضہ
	" مالک بن زمعہ رضہ
بنو فہر بن مالک	حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضہ
	" سہیل بن بیضاء رضہ
	" معمر بن ابی سرح رضہ
	" عیاض بن زہیر رضہ
	" عمرو بن حارث رضہ
	" عثمان بن عبد غنم رضہ
بنو اسد بن عبد العزی	حضرت سعید بن عبد قیس رضہ
	" خالد بن خرام رضہ
	" اسود بن نوفل رضہ
	" عمرو بن امیہ رضہ
	" یزید بن زمعہ رضہ
بنو عبد دار بن قصی	حضرت ابو الروم بن عمیر رضہ
	" فراس بن نضر رضہ
	" جہم بن قیس رضہ

Marfat.com

بنوعدی بن قصی کے حلیف	حضرت ابوفکیہہ رضہ
بنی سعد کے حلیف	حضرت محمیہہ بن جزء رضہ
قبیلۂ دوس	حضرت مسیقب بن ابی فاطمہ دوسی رضہ " طفیل بن عمرو دوسی رئیس قبیلہ رضہ

قبیلۂ دوس کی خواہش جب کہ مکہ مین چارون طرف مشرکین کی یورش اور دشمنانِ اسلام کا نرغہ تھا، اس وقت بھی اطرافِ مکہ کے وہ قبائل جن پہ اسلام کا پرتو پڑچکا تھا ذاتِ نبوی کی حمایت اور امداد پر آمادہ تھے، چنانچہ قبیلۂ دوس جو مستحکم قلعہ کا مالک تھا، اس کے سردار طفیل بن عمرو رضہ نے خواہش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہان ہجرت کر آئین، لیکن آپ نے انکار کردیا[1]، اسی طریقہ سے ایک ہمدانی نے آپ کی حفاظت پر آمادگی ظاہر کی[2]، لیکن آپ بغیر حکم الٰہی کے مجبور تھے،

مدینہ کا خواب بالآخر جس چیز کا انتظار تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم رویا مین اس کا مشاہدہ کرادیا گیا، اور آپ نے خواب دیکھا کہ مکہ سے کھجورون والی زمین مین ہجرت کر رہے ہین، اس سے آپ یمامہ یا ہجر سمجھے لیکن درحقیقت یہ یثرب کی بابرکت زمین تھی[3]،

اہل مدینہ کا قبولِ اسلام اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موسم مین حجاج مین تبلیغ اسلام فرماتے تھے، اس سلسلہ مین آپ کو چند خزرجی اشخاص ملے، آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، ان کا آئینۂ قلب اس کے پہلے ہی عکس مین توحید کے پرتو سے چمک اٹھا، البتہ ان کی تعداد اور اولیت مین اختلاف ہے کہ پہلی مرتبہ کتنے لوگ مشرف باسلام ہوئے اور وہ کون کون لوگ تھے، ان کی تعداد باختلاف روایت ۲، ۶، اور ۸ ہے، لیکن ۶ کی روایت مرجح ہے، اور اس صورت مین واقعہ کی صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موسم حج مین نبو نجار کے کچھ آدمی ملے، آپ نے دریافت فرمایا کہ تم یہود کے حلیف ہو، انھون نے اثبات مین

---

[1] مسلم جلد ۱ باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لایکفر [2] مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۱۳ [3] بخاری جلد ۱ ص ۵۵۱،

Marfat.com

جواب دیا، آپنے اسلام پیش کیا، اور قرآن کی چند آیتین تلاوت فرمائین، اور وہ لوگ مشرف باسلام ہو گئے، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہین[1]،

حضرت اسعد بن زرارہ رضؓ — حضرت عوف بن حارث رضؓ

حضرت رافع بن مالک رضؓ — حضرت قطبہ بن عامر رضؓ

حضرت عقبہ بن عامر رضؓ — حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ

انصارؓ کی پہلی بیعت دوسرے سال موسم حج مین خزرج کے بارہ آدمی آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی، یہ بیعتِ جہاد نہ تھی، بلکہ چند اخلاقی باتون کا عہد تھا، یعنی شرک، چوری، زنا، قتلِ اولاد اور بہتان سے احتراز، اور امر بالمعروف مین اطاعت، یہ لوگ جب بیعت کر کے واپس جانے لگے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو تعلیمِ قرآن کے لئے ساتھ کر دیا، یہ وہان امامت بھی کرتے تھے[2]،

انصارؓ کی دوسری بیعت تیسری مرتبہ خزرجی مسلمان بہتر اشخاص اپنے ساتھ لائے، اور ان سبھون نے بیعت کی مگر یہ بیعت آسان نہ تھی، اس مین جان کی بازی تھی کہ وہ ہزارون دشمنانِ اسلام کے درمیان آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت اپنے اہل وعیال کی طرح کرین گے[3]،

عام ہجرت انصارؓ کی بیعت اور اذنِ ہجرت کے بعد ستم رسیدہ مسلمانون کے لئے بہت الامن مدینہ کی شاہراہ کھل گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانون کو مژدہ سنا دیا، اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا، سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ اور عامر بن ربیعہؓ نے ابتدا کی[4]، اس کے بعد مسلمان ہر طرف سے جوق در جوق اس جاے پناہ مین آنے لگے، ان کی فہرست بہت طویل ہے، اکثرون کے اسماے گرامی یہ ہین[5]،

---

[1] ابن سعد حصہ سیرۃ ص ۱۴، [2] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۴۳۰، [3] ایضاً ص ۴۴۳، [4] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۴۵۶ سے ۴۵۹ تک کی تفصیل سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۴۵۳ تا ۴۶۳ سے لی گئی ہے،

Marfat.com

عبداللہ بن جحش رضہ	محمد بن عبداللہ بن جحش رضہ	زید بن حارثہ رضہ
ابو احمد بن جحش رضہ	عمر بن خطاب رضہ	کنانہ بن حصین رضہ
عکاشہ بن محصن رضہ	عیاش بن ابی ربیعہ رضہ	آنہ رضہ
شجاع بن وہب رضہ	زید بن خطاب رضہ	ابو کبشہ رضہ
عقبہ بن وہب رضہ	عمرو بن سراقہ رضہ	عبیدہ بن حارث رضہ
اربد بن حمیرہ رضہ	عبداللہ بن سراقہ رضہ	طفیل بن حارث رضہ
منقذ بن نباتہ رضہ	خنیس بن حذافہ رضہ	حصین بن حارث رضہ
یزید بن رقیش رضہ	سعید بن زید رضہ	مسطح بن اثاثہ رضہ
سعید بن رقیش رضہ	عمرو بن نفیل رضہ	سویبط بن سعد رضہ
محرز بن نضلہ رضہ	واقد بن عبداللہ رضہ	طلیب بن عمیر رضہ
قیس بن جابر رضہ	خولی بن ابی خولی رضہ	خباب مولیٰ عتبہ بن
عمرو بن محصن رضہ	مالک بن ابی خولی رضہ	غزوان رضہ
مالک بن عمرو رضہ	ایاس بن بکیر رضہ	زبیر بن عوام رضہ
صفوان بن عمرو رضہ	عامر بن بکیر رضہ	ابو سبرہ رضہ
ثقیف بن عمرو رضہ	عاقل بن بکیر رضہ	مصعب بن عمیر رضہ
ربیعہ بن اکثم رضہ	خالد بن بکیر رضہ	ابو حذیفہ رضہ
زبیر بن عبیدہ رضہ	طلحہ بن عبیداللہ رضہ	سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضہ
تمام بن عبیدہ رضہ	صہیب بن سنان رضہ	عتبہ بن غزوان رضہ
سنجرہ بن عبید رضہ	حمزہ بن مطلب رضہ	عثمان بن عفان رضہ

Marfat.com

مستورات		
زینب بنت جحش رضؓ	جذامہ بنت جندل رضؓ	سنجرہ بنت تمیم رضؓ
ام حبیب بنت جحش رضؓ	ام قیس بنت محصن رضؓ	حمنہ بنت جحش رضؓ
	ام حبیب بنتِ ثمامہ رضؓ	ام سلمہ رضؓ
	آمنہ بنت رقیش رضؓ	

ہجرت کا سلسلہ فتح مکہ تک قائم رہا اور اس کے اسباب۔

مدینہ آنیکے بعد مسلمانون کی زندگی بڑی حد تک محفوظ و مطمئن ہوگئی تھی، تاہم ہجرت عظمیٰ کے بعد اس کا سلسلہ منقطع نہین کیا گیا، اور کچھ نہ کچھ لوگ برابر ہجرت کرتے رہے، اس کے متعدد وجوہ و اسباب تھے، اوّل یہ کہ ابھی بہت سے ستم رسیدہ مسلمان مشرکین کے پنجۂ ظلم مین اسیر تھے جب جب ان کی گلوخلاصی ہوتی گئی، مدینہ آتے گئے، دوسرے یہ کہ ان مسلمانون کے لئے جو مکہ سے دور دراز مقامات پر رہتے تھے، اتنا وقت درکار تھا کہ ہجرت کے لئے ضروری انتظامات کرسکین تیسرا اور سب سے اہم سبب یہ تھا کہ ہجرت کے بعد بھی اسلام مین اتنی قوت پیدا نہ ہوئی تھی کہ وہ اپنے ان پرستارون کے جان و مال کی پوری حفاظت کرسکے جو مدینہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر رہتے تھے اور یہ اس وقت تک ناممکن تھا جب تک کہ مشرکین کی قوت نہ ٹوٹ جائے، اور ان کا سب سے بڑا قلعہ اور مرکز مکہ مکرمہ مسلمانون کے قبضہ مین نہ آجائے، اس لئے ہجرت کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہا، جب تک خانۂ کعبہ پر توحید کا علم نصب نہ ہوگیا، اور ہجرت عظمیٰ کے بعد سے فتح مکہ تک برابر مسلمان آتے رہے، چنانچہ غزوۂ خیبر کے قبل تک جو فتح مکہ کے کچھ ہی دن پیشتر ہوا، قابلِ ذکر اشخاص مین حضرت سعد بن عامر رضؓ بن خدیم، حجاج بن علاط اور عوف بن مالک اشجعی رضؓ آئے، پھر عین غزوۂ خیبر کے موقعہ پر مہاجرین حبش کا پورا قافلہ مدینہ آگیا، ان سب کے نام اوپر لکھے جاچکے ہین، پھر فتح مکہ کے کچھ دن پہلے مسلمانون کی کافی تعداد آئی جن مین ذیل کے اشخاص قابلِ ذکر ہین، حضرت عمرو بن عاص رضؓ، خالد بن ولید رضؓ، مغیرہ بن شعبہ رضؓ، سلمہ بن اکوع رضؓ ابو ہریرہ دوسی رضؓ، عبداللہ بن ابی اوفی رضؓ، ربیعہ بن کعب اسلمی رضؓ، سلیمان بن صرد رضؓ، اور یہ سلسلہ فتح مکہ تک قائم

Marfat.com

رہا، فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ

لاھجرۃ بعد الفتح الاجھاد ونیۃ[1]

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہین، اب صرف جہاد اور نیت کا ثواب ہے،

کیونکہ اب اسلام کو کل عرب مین امن وامان حاصل ہوگیا تھا اور مسلمانون کی حفاظت کے لئے کسی خاص دارالامان کی ضرورت نہین تھی،

مہاجرین رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب

کلام اللہ اور مہاجرین

انسان کے لئے تھوڑی عرصہ تک مصائب برداشت کرلینا زیادہ دشوار نہین ہے، کچھ دنون کے لئے وہ مالی نقصان بھی اٹھا سکتا ہے، جسمانی اذیتین بھی برداشت کرسکتا ہے، بلکہ اس سے بڑھکر ایک مرتبہ جان بھی دے سکتا ہے، مگر جیتے جی ہمیشہ کے لئے خویش واقارب، اہل وعیال اور مال ودولت سب چھوڑکر جلاوطنی کی مصیبت نہین سہہ سکتا، مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سب سے بڑا ایثار سب سے بڑی قربانی اور سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ وہ صرف خدا اور رسول کی خوشنودی کیلئے اپنے وطن، اپنے اہل وعیال، اور اپنے مال وجائداد سب کو چھوڑکر بے خانمان ہوئے، یہ وہ جذبۂ فدویت ہے جس کی مثال مذاہب عالم کے تاریخی صفحون مین نہین مل سکتی، جب وہ گھر سے بے گھر ہوئے، تو ان کے جیب ودامن مال ودولت کے زخارف سے خالی تھے، کھانے پینے تک کا سہارا نہ تھا، نہ کپڑا تھا، نہ غلہ تھا، غرض وہ ہر قسم کی مادی دولت سے تہی دامن تھے، لیکن ان کے دل ایمان، خدا اور رسول کی محبت، اور ولولۂ مذہب کی دولت سے معمور تھے، اور اس نے ان کو تمام مرغوبات دنیوی سے بے نیاز کردیا تھا،

[1] بخاری کتاب الجہاد، باب وجوب النفیر وما یجب من الجہاد،

Marfat.com

خدا نے ان کے یہ تمام صفات قرآن پاک مین خود بیان فرمائے ہین، چنانچہ سورۂ حشر مین مہاجرین رض کی یہ خصوصیات شمار کرائی گئی ہین،

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الصّٰدِقُوْنَ (حشر ع ۱)

(مالِ غنیمت مین) ان محتاج مہاجرین کا بھی حق ہوتا ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنی جائداد و دولت سے محروم کردیئے گیے اور خدا کے فضل اور اس کی رضامندی کے متلاشی ہین، اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہین، یہ ہین راست باز لوگ،

ان کے اقوال و افعال یہ تھے،

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ
اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ
صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا
وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ
عَزِيْزٌ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ
الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ
(حج ع ۶)

وہ لوگ اپنے گھرون سے ناحق اس جرم مین نکالے گئے کہ وہ کہتے ہین کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگون کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا رہتا تو کلیسے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدین جنمین کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے گرادیئے جاچکے ہوتے، اور جو اللہ کی مدد کریگا، اللہ ضرور اسکی مدد کریگا، بیشک اللہ قوت والا اور غالب ہے، یہ لوگ (مہاجرین) اگر ہم انکو حکومت دیکر زمین پر قادر کردین تو یہ نماز پڑھین گے، زکوٰۃ دین گے اور لوگونکو اچھے کام کیلئے کہین گے اور برے کامون سے منع کرین گے اور انجام خدا ہی کیلئے ہے،

ان کی قربانیون کے صلہ مین دنیا اور آخرت کی سب سے گرانبہا نعمت ان کو حاصل تھی، یعنی رضائے الٰہی اور اس کی رحمت، درجات اور مراتب کے اعتبار سے بھی وہ خدا کے نزدیک سب سے بلند تر تھے،

Marfat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی، اور جان و مال سے اللہ کے راستہ مین جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہین، اور یہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہین، ان کا رب ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت اور ایسے باغون کی خوشخبری دیتا ہے جن مین ان کو دائمی آسایش ہے اور یہ لوگ ان مین ہمیشہ ہمیشہ رہین گے،

(توبہ ع ۲)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت کے علاوہ ان کی شان یہ بھی ہے کہ وہ اپنی جان اور اپنا مال خدا کی راہ مین لٹاتے ہین،

ایک دوسری آیت مین نہ صرف مہاجرین کے لئے بلکہ مہاجرین کے نقش قدم پر چلنے والون کے لئے بھی اس خوشنودی کا مژدہ سنایا گیا ہے،

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور مہاجرین و انصار مین سے جن لوگون نے اسلام مین سبقت کی اور وہ لوگ جنھون نے خلوص قلب سے ان کا اتباع کیا، خدا ان سے راضی ہے اور وہ لوگ خدا سے راضی ہین، اور ان کے لئے ایسے باغ تیار کرائے گئے ہین، جن کے نیچے نہرین رواں ہین، ان مین وہ ہمیشہ ہمیشہ رہین گے، یہ بڑی کامیابی ہے،

(توبہ ع ۱۴)

ایمان والون کی شان یہ ہے، کہ وہ رحمت الٰہی سے ناامید نہین ہوتے، اس لئے مہاجرین ہمیشہ اسکی رحمت کے امیدوار رہتے تھے،

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی، اور راہ خدا مین

Marfat.com

أُولٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(بقرع ۲۷)

جہاد کیا یہی لوگ خدا کی رحمت کے امیدوار ہین، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

خدا ان کی اس امید رحمت کو اس طرح پورا کرے گا کہ ان کے تمام گناہون سے درگذر کرے گا، اور ان کی خطائین ان کے نامۂ اعمال سے مٹادے گا،

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(آل عمران ع ۲۰)

پس جن لوگون نے ہجرت کی اور اپنے وطن سے نکالے گئے، اور میرے راستے مین تکلیفین پہنچائے گئے، اور لڑے اور مارے گئے، ہم ان کی برائیون کو مٹادین گے اور ان کو ایسے باغون مین داخل کرین گے جن کے نیچے نہرین روان ہون گی،

خدا ان کی اس خانہ بربادی کے صلہ مین ان کو دنیا مین بھی بلند مرتبہ کرے گا، اور آخرت مین بھی سرفراز فرمائے گا،

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ

(نحل ع ۱۶)

اور جن مسلمانون نے اپنی مظلومیت کی وجہ سے ہجرت کی ان کو ہم دنیا مین ضرور اچھی جگہ بٹھائین گے، اور آخرت کا اجر اس سے بہت بڑا ہے، کاش وہ لوگ جانتے،

مہاجرین نے راہ خدا مین تمام شدائد اٹھائے، جلاوطن ہوئے، ہر طرح کی جسمانی اور روحانی تکلیفین برداشت کین مگر ابرو پر شکن تک نہ آئی، اور نہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹا، خدا نے ان کو اس استقامت اور صبر کا صلہ دیا،

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ

پھر خدا ان لوگون کے لئے جنھون نے مصیبت مین مبتلا ہونے کے بعد گھر بار چھوڑا، اور جہاد کیا، اور ان کی

Marfat.com

مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(نحل ع ۱۴)

تکلیفون پر) صبر کیا، بیشک تمہارا خدا (ان امتحانون کے بعد) بخشنے والا مہربان ہے،

سورۂ حج مین ایک موقع پر اپنے انعام و اکرام کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے،

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ

(حج ع ۸)

جن لوگون نے خدا کی راہ مین ہجرت کی، پھر شہید ہو گئے یا مر گئے، ان کو ضرور خدا اچھا رزق دے گا، بیشک خدا ہی روزی دینے والون مین بہتر روزی دینے والا ہے، وہ ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جس سے وہ لوگ خوش ہو جائین گے،

تنگدستی و عسرت کے وقت جب کہ تمام رشتہ اربان منقطع ہو جاتی ہین اور احباب کنارہ کش ہو جاتے ہین، مہاجرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، خدا نے اس کے عوض مین ان پر اپنا یہ فضل کیا،

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

(توبہ ع ۱۴)

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مہاجرین و انصار پر اپنا فضل و کرم کیا جنھون نے عسرت کی گھڑیون مین نبی کا ساتھ دیا،

خدا نے صرف اپنے فضل و کرم پر اکتفا نہ کیا، بلکہ صاحبِ مقدور مسلمانون کو ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی خطاؤن سے درگذر کرنے کی ہدایت فرمائی، اور اس کو موجبِ مغفرت قرار دیا،

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۡ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

تمہارے صاحب فضل اور صاحبِ مقدور لوگ قرابت والون اور محتاجون اور مہاجرین فی سبیل اللہ کی (مالی) مدد نہ کرنے کی قسم نہ کھالین، بلکہ چاہیئے کہ ان کی خطائین معاف کردین، اور ان سے درگذر کرین، کیا تم نہین

Marfat.com

رَّحِيْمٌ — چاہتے کہ خدا تمھاری مغفرت کرے، اور اللہ بخشنے

(نور ع ۳) — والا مہربان ہے،

ہجرت اخلاص فی الاسلام کی علامت اور ایمان کی کسوٹی ہے، اس سے مومنین اور منافقین مین امتیاز ہوتا ہے بغیر ہجرت ان پر اعتماد کی اجازت نہین،

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (نساء ع ۱۱)

جب تک یہ لوگ (منافقین) خدا کی راہ مین ہجرت نہ کرجائین، اسوقت تک ان مین سے کسی کو دوست نہ بناؤ،

مسلمانون مین صرف وہی ایک دوسرے کے دوست ہین، جنھون نے راہ خدا مین گھر چھوڑے، اور اس کے راستہ مین جانی و مالی جہاد کیا، یا جنھون نے مہاجرین کی امداد کی،

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (انفال ع ۱۰)

جو لوگ ایمان لائے، اور انھون نے ہجرت کی، اور راہ خدا مین اپنے جان و مال سے جہاد کیا، اور جن لوگون نے ان (مہاجرین) کو جگہ دی، اور ان کی مدد کی، یہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہین،

وراثت کے لئے تنہا ایمان کافی نہین، بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ ہجرت بھی نہایت ضروری ہے، ورنہ وارث مورث کی وراثت نہین پاسکتا،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا، (انفال ع ۱۰)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے مگر ہجرت نہین کی، تو تم کو ان کی وراثت سے کوئی تعلق نہین، جب تک وہ ہجرت نہ کرجائین،

ایمان کی پختگی کا دارومدار ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ پر ہے،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ

اور جو لوگ ایمان لائے، اور انھون نے ہجرت کی،

Marfat.com

فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولئک
ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ ورزق
کریم (انفال ع ۱۰)

اور خدا کے راستہ مین جہاد کیا اور جن لوگون نے ان کو جگہ
دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ پکے ایمان والے ہین اور
ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے،

احادیث نبوی

قرآن کے علاوہ احادیث مین بھی ہجرت کی اہمیت اور مہاجرین کے فضائل کا کافی ذخیرہ موجود ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقعہ پر مہاجرین کی فضیلت اس پیرایہ مین ظاہر کرتے ہین

ولا الھجرۃ لکنت امرأ من الانصار[1]

اگر ہجرت نہ ہوتی تو مین بھی انصار کا ایک فرد ہوتا،

ہجرت حفاظتِ دین کی خاطر کی جاتی تھی،

فقالت لا ھجرۃ الیوم کان المومنون یفر
احدھم بدینہ الی اللہ ورسولہ[2]

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ اب ہجرت کا حکم منسوخ ہو گیا،
یہ مومنین کے لئے اس وقت تھی جب وہ اپنے دین کو
بچانے کے لئے خدا اور اس کے رسول کی طرف فتنہ کے خوف
سے بھاگ کر پناہ گزین ہوتے تھے،

ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے، اور وہی لوگ اس کو کر سکتے ہین، جو اپنے ایمان و اعتقاد مین
نہایت سخت ہون،

جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ
عن الھجرۃ فقال ویحک ان الھجرۃ
شانھا شدید[3]

ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ہجرت
کے بارہ مین سوال کیا، آپ نے فرمایا، تجھ پر افسوس ہے ہجرت
بہت ہی سخت ہے،

ہجرت کا ثمرہ نیت پر ہے،

عن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

[1] بخاری باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی [2] ایضاً [3] بخاری جلد ۱ ص ۵۵۳

Marfat.com

یقول الاعمال بالنیۃ فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ ومن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ[1]

ہوے سنا کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے پس جس کی نیت ہجرت دنیا کے لئے یا کسی عورت سے شادی کی نیت سے ہوگی، تو یہ ان ہی چیزون کے لئے ہوگی، اور جو ہجرت اللہ و رسول کے لئے ہوگی، اس کا اللہ و رسول کی خوشنودی مین شمار ہوگا،

اور صحابۂ کرامؓ کی ہجرت جاہ و دولت کے لئے نہ تھی، بلکہ جس چیز کے لئے تھی، اس کو خود حضرت خبابؓ بیان کرتے ہین،

کنا ھاجرنا مع رسول اللہ صلعم نبتغی وجہ اللہ فوجب اجرنا علی اللہ[2]

ہم لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خالصۃً لوجہ اللہ ہجرت کی تھی، اس لئے ہم اجر کے مستحق ہوگئے،

چونکہ مہاجرینؓ اپنے وطن کو خالصۃً لوجہ اللہ چھوڑتے تھے، اس لئے دوبارہ اس زمین مین رہنا اور مرنا تک گوارا نہ کرتے تھے، چنانچہ حضرت سعدؓ ہجرت کے بعد کسی ضرورت سے مکہ آئے اور وہان آکر بیمار پڑگئے، حالت نازک ہوئی، تو محض اس خیال سے زیادہ پریشان تھے کہ مکہ ہی مین انتقال نہ ہوجائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ خود بیان کرتے ہین،

عن سعد بن ابی وقاص قال جاءنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وانا بمکۃ وھو یکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر منھا[3]

حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو مکہ تشریف لائے، اور آپ اس مقام پر موت کو ناپسند فرماتے تھے، جہان سے ہجرت کی گئی ہو،

اسی حدیث مین اس موقع پر ایک روایت مین ہے کہ خود حضرت سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بخاری جلد ۱، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ [2] ایضاً، [3] بخاری جلد اول ص ۳۸۴،

Marfat.com

سے دعاے صحت کی درخواست کی تاکہ ان کی ہجرت ناکام نہ رہ جائے،

قال مرضت فعادنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ ادع اللہ ان لا یردی علی عقبی[1]

حضرت سعدؓ فرماتے ہین کہ مین بیمار ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے مین نے درخواست کی کہ حضورؐ میرے لئے دعا فرمائین کہ خدا مجھ کو الٹے پاؤن نہ لوٹائے،

اس درخواست پر آپنے یہ دعا فرمائی،

اللھم امض اصحابی ھجرتھم ولا یردھم علی اعقابھم[2]

خدایا میرے اصحاب کی ہجرت پوری کردے، اور ان کو الٹے پاؤن نہ لوٹا،

اکابر اصحابؓ ہجرت کو اپنے لئے سرمایۂ فخر سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عثمانؓ فخریہ فرماتے تھے، کہ "ھاجرت الھجرتین واللیتن"[3]

مہاجرین قیامت کے دن عام مسلمانون سے ممتاز اور آفتاب کی طرح تابان ہون گے،

عن ابن عمر قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما حین طلعت الشمس فقال سیاتی ناس من امتی یوم القیمۃ نورھم کضوء الشمس قلنا من اولئک یا رسول اللہ، فقال فقراء المھاجرین تتقی بھم المکارہ یموت احدھم وحاجتہ فی صدرہ یحشرون من قطار الارض[4]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین، کہ ایک دن ہم لوگ طلوعِ آفتاب کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپنے فرمایا کہ عنقریب قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ ایسے اٹھین گے کہ جن کا نور ضیاے شمس کے مماثل ہوگا، ہم لوگون نے کہا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہون گے، فرمایا فقراء مہاجرین جن کے ذریعہ سے مصیبتون کا تحفظ کیا جاتا ہے اور اپنی حسرتین اور تمنائین سینون مین لئے ہوئے دنیا سے اٹھتے ہین، یہ لوگ تحلف اقطارِ عالم سے اٹھائے جائین گے،

---

[1] بخاری جلد اول ص ۳۸۳ [2] بخاری باب ہجرۃ الحبشہ [3] ایضاً [4] کنز العمال جلد ۶ ص ۱۴۳

Marfat.com

مہاجرین کے لئے عام مسلمانون سے مدتون پہلے جنت کے دروازے کھل جائین گے،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما تعلم اول
فریق تدخل الجنۃ من امتی فقراء المہاجرین
یاتون یوم القیمۃ الی باب الجنۃ ومستفتحون
فتقول لھم خزنۃ وقد حوسبتم فالوبای
شئی تفاسب وانما کانت اسیافنا علی عواتقنا
فی سبیل اللہ حتی مدتنا علی ذالک فیفتح
لھم فیقیلون فیھا اربعین عاما قبل ان
یدخلھا الناس[1] (مسند ابن عمرؓ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میری امت کے اس زمرہ کے لوگون کو جانتے ہو، جو سب سے پہلے جنت مین داخل ہوگا، وہ فقراء مہاجرین ہون گے، قیامت کے روز وہ جنت کے دروازہ پر آکر باب جنت کھلوانا چاہین گے، دربان سوال کرین گے کہ کیا تمہارا حساب ختم ہوچکا، وہ لوگ جواب دین گے کہ ہمارا کس چیز کا حساب ہوگا، خدا کے راستہ مین ہماری تلوارین ہمارے زیب دوش رہین، اور اسی آن کے ساتھ جان دی، اس کے بعد جنت کے دروازے کھولدیئے جائین گے، اور عام لوگون کے داخلہ سے چالیس سال قبل وہ لوگ اس مین آرام کرین گے،

مہاجرین کسی حالت اور کسی وقت مین بھی اسلام کی خدمت سے پہلوتہی نہ کرتے تھے، فاقہ پر فاقہ ہوتے، مگر ان کی جانفروشیون مین فرق نہ آتا، غزوۂ خندق کے موقعہ پر علی الصباح کڑکڑاتے جاڑون مین خالی پیٹ خندق کھودتے تھے، چنانچہ اسی موقعہ پر ایک دن صبح سویرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، تو یہ منظر دیکھا،

قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی الخندق فاذا المہاجرون والانصار
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف گئے، تو آپ نے دیکھا، کہ مہاجرین اور انصار سردی کی صبح مین خندق کھود رہے

[1] کنز العمال جلد ۶، ص ۳۰۱،

Marfat.com

یحزنون فی غدا تہ بارد ۃ فلم یکن لھم عبید یعملون ذالک فلما رأی ابا بھم من النصب والجوع

ابن اور ان کے پاس کوئی نوکر چاکر نہین کہ اس کام کو کرے، اور ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھ کر،

یہ دعا فرمائی،

اللھم ان العیش عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ[1]

خدایا اصل عیش آخرت کا عیش ہے، مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما،

ان فضائل کے علاوہ مہاجرین رضؓ کی ایک نمایان فضیلت یہ تھی کہ ان کا دامن نفاق کے داغ سے پاک وصاف تھا، اس لئے منافق وہ لوگ تھے جو در پردہ تو اسلام کے دشمن تھے مگر خوف سے اس کا اظہار نہ کر سکتے تھے، یا وہ تھے جو مال و دولت کی طمع مین مسلمان ہوئے تھے یا وہ تھے جو خوف سے اسلام لائے تھے، اور مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسلام ان تینون چیزون کی آمیزش سے پاک تھا، اس لئے کہ جب یہ لوگ مشرف باسلام ہوئے، اس وقت اسلام بالکل ابتدائی حالت مین تھا، نہ اس کے پاس مال و زر تھا، نہ قوت و حکومت تھی بلکہ اس زمانہ مین جو لوگ مسلمان ہوتے ان کی جان اور ان کا مال تو خطرہ مین پڑ گیا تھا، اس لئے ان کا اسلام خالصۃً للہ تھا، ایک سبب یہ بھی تھا کہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی مین مسلمان تعداد اور قوت دونون حیثیتون سے کفار کے مقابلہ مین ضعیف تھے، اس لئے وہ مسلمانون کا مقابلہ اپنی قوت کے بل پر کرتے تھے، اس لئے ان کی دوستی اور دشمنی دونون کھلی ہوئی تھین،

اس کے برعکس مدینہ مین انصارؓ کے علاوہ کچھ لوگ تو خوف سے اسلام کے دائرہ مین داخل ہوئے اور کچھ لوگون نے مال و زر کی طمع مین اسلام قبول کیا، اس کے علاوہ جن لوگون کے اقتدار کو اسلام نے صدمہ پہنچایا تھا وہ در پردہ تو ان کے مخالف تھے، مگر علی الاعلان اس کا اظہار نہین کر سکتے تھے کہ مسلمانون

[1] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب غزوۂ خندق،

Marfat.com

مین کافی طاقت آچکی تھی، خود انصار ان کے پشت پناہ تھے چنانچہ عبداللہ بن ابی وغیرہ اسی قسم کے لوگون مین تھے اس لئے مکی سورتون مین کہین نفاق ومنافقت کا تذکرہ نہین ہے اور مدنی سورتون مین اس کا بکثرت ذکر آتا ہے، نساء، توبہ، انفال، احزاب، حدید اور فتح مدنی سورتین ہین اور ان سب مین ندمت کے ساتھ نفاق کا ذکر ہے، سورہ منافقون مخصوص طور پر ان کی پردہ دری مین نازل ہوئی ہے سورۂ توبہ مین بھی نہایت تفصیل کے ساتھ ان کی نفاق آمیز دوستی کا راز فاش کیا گیا ہے،

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ — دیہاتی بدو کفر اور نفاق مین بہت سخت ہین، اور یہ اسی

اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ، — لائق ہین کہ خدا نے اپنے رسول پر جو اتارا ہے، اس کے احکام

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ — کو نہ جانین اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، دیہاتیون

مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ — مین کچھ ایسے بھی ہین کہ جو کچھ خدا کی راہ مین صرف کرتے

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ، — ہین اسکو تاوان سمجھتے ہین اور تم مسلمانون پر گردشِ زمانہ کے منتظر ہین

(توبہ ع ۱۲) — سو ان ہی پر بری گردش ہو گی اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے،

خداوند تعالیٰ نے دوسری موقع پر مدینہ کی بھی صراحت کر دی ہے،

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ — اور مسلمانو! تمھارے آس پاس کے دیہاتیون مین منافق

اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ — ہین اور خود مدینہ والون مین جو نفاق پہ اڑے ہوئے ہین

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ — ان کو تم نہین جانتے ہم ان کو جانتے ہین عنقریب ہم انکو

اِلٰى عَذَابٍ اَلِيْمٍ، — دہرا عذاب دین گے پھر بڑے عذاب کیطرف لوٹائے جائین گے

(توبہ ع ۱۳)

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ مین مہاجرینؓ کی اس فضیلت کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے کہ

"احمد بن حنبل اور دوسرے علماء کہتے ہین کہ مہاجرینؓ مین کوئی منافق نہ تھا، بلکہ نفاق انصار کے

Marfat.com

قبیلون مین ظاہر ہوا جب مدینہ مین اسلام کا غلبہ ہوا اور اس مین اوس و خزرج کے قبیلے داخل ہوئے اور مسلمانون کو ایک ایسا محفوظ گھر مل گیا جس کے ذریعہ سے وہ اپنی حفاظت کرنے اور لڑنے پر قادر ہو گئے تو مدینہ کے باشندے اسلام مین داخل ہو گئے اور اس کے قرب و جوار کے اعراب خوف اور جان بچانے کیلئے اسلام لائے، یہ لوگ منافق تھے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ، اسی لئے نفاق کا ذکر مدنی سورتون مین ہے، مکی سورتون مین نہین ہے، کیونکہ جو لوگ ہجرت کے قبل مکہ مین اسلام لائے تھے، ان مین کوئی منافق نہ تھا اور جن لوگون نے ہجرت کی ان مین بھی کوئی منافق نہ تھا بلکہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے، اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والے تھے اور اللہ اور اس کا رسول ان کو ان کے اہل و عیال اور ان کے مال و دولت سے زیادہ محبوب تھا،

شاہ معین الدین احمد ندوی ۱۰ر جولائی ۲۸ء
دار المصنفین اعظم گڈھ

لہ منہاج السنہ جلد ۴ ص ۱۲۸،

Marfat.com

حضرت زبیرؓ بن العوامؓ

نام، نسب، خاندان	زبیر نام، ابو عبداللہ کنیت، حواری رسولِ اللہ لقب، والد کا نام عوام اور والدہ کا

نام صفیہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب ابن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الاسدی، حضرت زبیرؓ کا سلسلۂ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، اور چونکہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ سرورِ کائناتؐ کی پھوپھی تھیں، اس لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھی حقیقی بھتیجے تھے، اور حضرت صدیقؓ کے داماد ہونے کے سبب سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساڑھو بھی تھے، اور اس طرح ذاتِ نبویؐ کے ساتھ ان کو متعدد نسبتیں حاصل تھیں،

حضرت زبیرؓ ہجرت نبوی سے اٹھائیس سال قبل پیدا ہوئے، بچپن کے حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے ابتدا ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہو کر ایک عالی حوصلہ، بہادر، اولوالعزم مرد ثابت ہوں، چنانچہ وہ بچپن میں عموماً انھیں مار پیٹا کرتیں، اور سخت سے سخت محنت و مشقت کے کام کا عادی بناتی تھیں، ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے مرنے کے بعد ان کے ولی تھے، حضرت صفیہؓ پر نہایت خفا ہوئے کہ کیا تم اس بچے کو اس طرح مار مار کے ڈالو گی، اور بنو ہاشم سے کہا کہ تم لوگ صفیہ کو سمجھاتے کیوں نہیں، حضرت صفیہؓ نے حسب ذیل رجز میں اس خفگی کا جواب دیا،[1]

من قال انی ابغضته فقد کذب انما اضربه لکی یلب

[1] ابن سعد اصابہ تذکرۂ زبیرؓ،

Marfat.com

جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہون، اس نے جھوٹ کہا، مین اس کو اس لئے مارتی ہون کہ عقل مند ہو،

ویہزم الجیش ویاتی باسلب الخ

اور فوج کو شکست دے اور مالِ غنیمت حاصل کرے،

اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ وہ بچپن ہی مین بڑے بڑے مردون کا مقابلہ کرنے لگے تھے، ایک دفعہ مکہ مین ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا، انھون نے ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ اسے لاد کر شکایتہً حضرت صفیہؓ کے پاس لائے، تو انھون نے معذرت و عفو خواہی کے بجائے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے زبیر کو کیسا پایا، بہادر یا بزدل،[1]

اسلام | حضرت زبیرؓ صرف سولہ برس کے تھے کہ نورِ ایمان نے ان کے خانۂ دل کو منور کر دیا،[2] بعض روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پانچوین یا چھٹے مسلمان تھے لیکن یہ صحیح نہین معلوم ہوتا، تاہم سابقینِ اسلام مین وہ ممتاز اور نمایان تقدم کا شرف رکھتے ہین،

حضرت زبیرؓ اگرچہ کمسن تھے لیکن استقامت اور جان نثاری مین کسی سے پیچھے نہ تھے، قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ کسی نے مشہور کر دیا، کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر لیا ہے، یہ سنکر جذبۂ جان نثاری سے اس قدر بیخود ہوئے کہ اسی وقت ننگی تلوار کھینچکر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانۂ اقدس پر حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا زبیر! یہ کیا ہے؟ عرض کی "مجھے معلوم ہوا تھا کہ (خدانخواستہ) حضور گرفتار کر لئے گئے ہین" سرورِ کائناتؐ نہایت خوش ہوئے، اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی، اہلِ سیر کا بیان ہے کہ یہ پہلی تلوار تھی، جو راہ نمودیت و جان نثاری مین ایک بچے کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی،[3]

ہجرت | عام بلاکشانِ اسلام کی طرح حضرت زبیرؓ مشرکینِ مکہ کے پنجۂ ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے، ان کے چچا نے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا، جو اتر جاتا، بالآخر اس نے برہم

[1] اصابہ جلد ۱ تذکرہ زبیرؓ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۹ [3] اسد الغابہ تذکرہ زبیر بن عوامؓ

Marfat.com

ہو کر اور بھی سختی شروع کی، یہان تک کہ چٹائی مین لپیٹ کر باندھ دیتا، اور اس قدر دھونی دیتا، کہ دم گھٹنے لگتا، لیکن وہ ہمیشہ یہی کہے جاتے، "کچھ کرو! اب مین کافر نہین ہو سکتا"[1]

غرض مظالم و شدائد سے اس قدر تنگ آئے کہ وطن چھوڑ کر حبش کی راہ لی، پھر کچھ دنون کے بعد وہان سے واپس آئے، تو خود سرور کائنات نے مدینہ کا قصد کیا، اس لئے انھون نے بھی یثرب کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا،

مواخات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مین حضرت طلحہؓ کو حضرت زبیرؓ کا اسلامی بھائی قرار دیا تھا، لیکن جب مدینہ پہونچنے کے بعد انصار و مہاجرین مین تعلقات پیدا کرنے کے لئے ایک دوسری مواخات منعقد ہوئی، تو اس دفعہ حضرت سلمہ بن سلامہ انصاریؓ سے رشتۂ اخوت قائم کیا گیا، جو مدینہ کے ایک معزز بزرگ اور بیعت عقبہ مین شریک تھے،

غزوات غزوات مین ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ مین نہایت جانبازی و دلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفین تہ و بالا کر دیتے تھے، ایک مشرک نے ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر مبارزت چاہی، حضرت زبیرؓ بڑھ کر اس سے لپٹ گئے، اور دونون قلابازیان کھاتے ہوئے نیچے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونون مین جو سب سے پہلے زمین پر رکے گا، وہ مقتول ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک پہلے زمین پر گر کر حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا، اسی طرح عبیدہ بن سعید سے مقابلہ پیش آیا، جو سر سے پاؤن تک زرہ پہنے ہوئے تھا، صرف دونون آنکھین کھلی ہوئی تھین، حضرت زبیرؓ نے تاک کر اس زور سے آنکھ مین نیزہ مارا، کہ اس پار نکل گیا، اس کی لاش پر بیٹھ کر بمشکل نیزہ کو نکالا، پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور یادگار حضرت زبیرؓ سے اس نیزہ کو لے لیا، اس کے بعد پھر خلفاء مین تبرکاً منتقل ہوتا رہا، یہان تک خلیفہ ثالث کے بعد حضرت

[1] اصابہ جلد ۱ تذکرہ زبیرؓ ۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۶۴،

Marfat.com

زبیرؓ کے وارث حضرت عبداللہؓ کے پاس پہنچا، اور ان کی شہادت تک ان کے پاس موجود تھا،

وہ جس بے جگری کے ساتھ بدر مین لڑے اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی تلوار مین دندانے پڑ گئے تھے، تمام جسم زخمون سے چھلنی ہو گیا تھا، خصوصاً ایک زخم اس قدر کاری تھا کہ وہان پر ہمیشہ کے لئے گڑھا پڑ گیا تھا، حضرت عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ ہم ان مین انگلیان ڈال کر کھیلا کرتے تھے،[1]

معرکۂ بدر مین حضرت زبیرؓ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ملائکہ بھی اسی وضع مین آئے ہین،[2] غرض مسلمانون کی شجاعت و ثابت قدمی نے میدان مار لیا، حق غالب رہا، اور باطل کو شکست ہوئی،

غزوۂ اُحد ۳ھ مین معرکۂ اُحد کا واقعہ ہوا، اثنائے جنگ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار کھینچکر فرمایا، کون اس کا حق ادا کریگا؟ تمام جان نثارون نے بیتابی کے ساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے، حضرت زبیرؓ نے تین دفعہ اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن یہ فخر حضرت ابو دجانہ انصاریؓ کے لئے مقدر ہو چکا تھا،[3]

جنگ اُحد مین جب تیر اندازون کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے مبدل ہو گئی، اور مشرکین کے اچانک حملے سے غازیانِ دین کے پاؤن متزلزل ہو گئے، یہان تک کہ شمعِ نبوت کے گرد صرف چودہ صحابہؓ پروانہ وار ثابت قدم رہ گئے تھے، تو اس وقت بھی یہ جان نثار حواری جان نثاری کا فرض ادا کر رہا تھا،[4]

غزوۂ خندق ۵ھ مین یہودیون کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانون کے خلاف امنڈ آیا، سرور کائناتؐ نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت زبیرؓ اس حصہ پر مامور تھے جہان عورتین تھین،[5]

بنو قریظہ اور مسلمانون مین باہم معاہدہ تھا، لیکن اسی عام سیلاب مین وہ بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کے لئے کسی کو بھیجنا چاہا اور تین بار فرمایا، کون اس قوم کی خبر لائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کی کہ "مین" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا "ہر نبی کے لئے حواری

---

[1] بخاری باب غزوۂ بدر [2] کنز العمال جلد ۶ ص ۱۶۴ [3] زرقانی جلد ۲ ص ۳۲ [4] ایضاً [5] مسند جلد ۱ ص ۱۶۴،

Marfat.com

ہوتے ہین، میرا حواری زبیر ہے[1]، اس نازک وقت مین حضرت زبیرؓ کی اس طرح بے خطر تنہا آمد و رفت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس جانبازی سے اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا فداک ابی و امی[2] یعنی میرے باپ ماں تم پر فدا ہون،

کفار بہت دنون تک خندق کا محاصرہ کئے رہے لیکن پھر کچھ تو ارضی و سماوی مصائب اور کچھ مسلمانون کے غیر معمولی ثبات و استقلال سے پریشان ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے،

غزوۂ خیبر | غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریظہ اور بیعتِ رضوان مین شریک ہوئے، پھر خیبر کی مہم مین غیر معمولی شجاعت دکھائی، مرحب یہودی خیبر کا رئیس تھا وہ مقتول ہوا تو اس کا بھائی یاسر غضبناک ہوکر ھل من مبارز کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان مین آیا، حضرت زبیرؓ نے بڑھکر اس کا مقابلہ کیا وہ اسقدر تنومند اور قوی ہیکل تھا کہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا یا رسول اللہ! میرا لختِ جگر آج شہید ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہین! زبیر اس کو مارے گا، چنانچہ درحقیقت تھوڑی دیر رد و بدل کے بعد وہ واصلِ جہنم ہوا[3]،

غرض خیبر فتح ہوا اور اس کے بعد فتح مکہ کی تیاریان شروع ہوئین، مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے تمام کیفیت لکھکر ایک عورت کے ہاتھ قریشِ مکہ کے پاس روانہ کی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوگئی اور ایک جماعت اس عورت کی گرفتاری پر مامور ہوئی، حضرت زبیرؓ بھی اس مین شریک تھے، وہ گرفتار ہوکر آئی اور خط پڑھا گیا تو ابن ابی بلتعہؓ کا سر ندامت سے جھک گیا، رحمۃ للعالمین نے ان کی عفو خواہی پر جرم معاف فرمادیا، اور یہ آیت نازل ہوئی، یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ، الآیہ[4] (ممتحنہ ع ۱)

فتحِ مکہ | رمضان ۸ھ مین دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد کیا اور شاہانہ جاہ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خندق [2] مسند جلد ۱ ص ۱۶۶ و بخاری کتاب المناقب باب مناقبِ زبیرؓ [3] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۸۲ [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح،

Marfat.com

و جلال کے ساتھ اس سرزمین مین داخل ہوئے جہان سے آٹھ سال قبل طرح طرح کے مصائب و شدائد برداشت کرنے کے بعد بے بسی کی حالت مین نکلنے پر مجبور ہوے تھے، اس عظیم الشان فوج کے متعدد دستے بنائے گئے تھے، سب سے چھوٹا اور آخری دستہ وہ تھا جس مین خود سرور دو عالم موجود تھے، حضرت زبیرؓ اس کے علمبردار تھے[1]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مین داخل ہوئے اور ہر طرف سکون و اطمینان ہوگیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ اپنے گھوڑون پر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان کے چہرون سے گرد و غبار صاف کیا اور فرمایا مین نے گھوڑے کیلئے دو حصے اور سوار کیلئے ایک حصہ مقرر کیا ہے جو ان حصون مین کمی کریگا خدا اس کو نقصان پہنچائے گا[2]،

مختلف غزوات فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوۂ حنین پیش آیا، کفار کمین گاہون مین چھپے ہوئے مسلمانون کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے، حضرت زبیرؓ اس گھاٹی کے قریب پہونچے تو ایک شخص نے اپنے ساتھیون سے پکار کر کہا "لات و عزیٰ کی قسم یہ طویل القامت سوار یقیناً زبیر ہے تیار ہوجاؤ، اس کا حملہ نہایت خطرناک ہوتا ہے" یہ جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک حملہ کردیا حضرت زبیرؓ نے نہایت پھرتی اور تیزدستی کے ساتھ اس آفت ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ یہ گھاٹی کفار سے بالکل صاف ہوگئی،

اس کے بعد جنگ طائف اور تبوک کی فوج کشی مین شریک ہوے، پھر سنہ ۱۰ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد کیا، حضرت زبیرؓ اس سفر مین بھی ہمرکاب تھے،

حج سے واپس آنے کے بعد سرور کائناتؐ نے وفات پائی، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، بعض روایات کے مطابق حضرت زبیرؓ کو بھی خلیفہ اول کی بیعت مین پس و پیش تھا، تاہم وہ زیادہ دنون تک اس پر قائم نہین رہے،

---

[1] بخاری باب غزوۃ الفتح [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۷۳،

Marfat.com

جنگِ یرموک کا حیرت انگیز کارنامہ

سوا دو برس کی خلافت کے بعد خلیفہ اوّل بھی رہ گزینِ عالمِ جاودانی ہوئے، اور فاروق اعظمؓ مسندِ حکومت پر قدم رکھا، خلیفۂ اوّل کے عہد مین فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا حضرت عمرؓ نے تمام عرب مین جوش پھیلا کر اس کو اور بھی زیادہ وسیع کر دیا، حضرت زبیرؓ کا دل گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے افسردہ ہو چکا تھا، تاہم ایک مردِ میدان و جانباز بہادر کے لئے اس جوش و ولولہ کے وقت غزلت نشین رہنا سخت ننگ تھا، خلیفۂ وقت سے اجازت لیکر شامی رزم گاہ مین شریک ہوئے، اس وقت یرموک کے میدان مین ملکِ شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو رہا تھا، اثنائے جنگ مین لوگون نے کہا اگر آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب مین گھس جائین تو ہم بھی آپ کا ساتھ دین حضرت زبیرؓ نے کہا تم لوگ میرا ساتھ نہین دے سکتے، لوگون نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اُس پار سے اس پار نکل گئے، اور کوئی رفاقت نہ کر سکا، پھر واپس لوٹے تو رومیون نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی، اور نرغہ کر کے سخت زخمی کیا، گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے، عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرا زخم کا گڈھا تھا جس مین بچپن مین ہم ..... انگلیان ڈال کر کھیلا کرتے تھے،[1]

غرض ان ہی حیرت انگیز جانبازیون کا نتیجہ تھا کہ رومیون کی ٹڈی دل فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور فرزندانِ توحید تمام ملک شام کے وارث بنگئے،

فسطاط کی فتح

فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرکردگی مین مصر پر حملہ ہوا، انھون نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کی مضبوطی نیز فوج کی قلت دیکھ کر دربارِ خلافت سے اعانت طلب کی، امیر المومنین حضرت عمرؓ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط مین لکھا کہ ان افسرون مین ایک ایک ہزار ہزار سوار کے برابر ہے، افسرون مین حضرت زبیرؓ بھی تھے، ان کا جو رتبہ تھا اس کے لحاظ سے عمرؓ نے ان کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے ہاتھ مین دیئے، انھون نے گھوڑے

[1] بخاری کتاب المغازی،

Marfat.com

پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کئے، اس کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کئے، اس پر پورے سات مہینے گذر گئے اور فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، حضرت زبیرؓ نے ایک دن تنگ آکر کہا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں، یہ کہکر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند اور صحابہؓ نے ان کا ساتھ دیا، فصیل پر پہنچکر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے، ساتھ ہی تمام فوج نے نعرہ مارا کہ قلعہ کی زمین دہل اٹھی، عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے، بدحواس ہو کر بھاگے، ادھر حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس آئی، مقوقس حاکم مصر نے یہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دیدی گئی[1]،

اسکندریہ کی تسخیر فسطاط فتح کر کے اسلامی فوج نے اسکندریہ کا رخ کیا اور مدتوں قلعہ کا محاصرہ کئے پڑی رہی، لیکن جس قدر زیادہ دن گذرتے جاتے تھے، اسی قدر دربارِ خلافت سے اس کے جلد فتح کر لینے کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا، غرض ایک روز عمرو بن العاصؓ نے آخری اور قطعی حملہ کا ارادہ کر لیا اور حضرت زبیرؓ اور مسلمہ بن مخلدؓ کو فوج کا ہراول بنا کر اس زور سے یورش کی کہ ایک ہی حملہ میں شہر فتح ہو گیا،

مفتوحہ ممالک کی تقسیم کا مطالبہ مصر کامل طور پر مسخر ہو گیا تو حضرت زبیرؓ نے عمرو بن العاصؓ سپہ سالارِ فوج سے آراضیِ مفتوحہ کی تقسیم کا مطالبہ کیا اور فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا، اسی طرح تمام ممالک مفتوحہ کو تقسیم کر دینا چاہئے، عمرو بن العاصؓ نے کہا خدا کی قسم میں امیر المومنینؓ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا، حضرت عمرؓ کو لکھا گیا تو انھوں نے لکھا کہ اس کو اسی طرح رہنے دینا چاہیئے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس سے مستفید ہوتی رہیں، حضرت زبیرؓ کے ذہن میں بھی اس کی مصلحت آ گئی اور خاموش ہو رہے[2]،

---

[1] فتوح البلدان ص ۲۲۰ [2] مسند ابن حنبلؒ جلد ۱ ص ۱۶۶

Marfat.com

سنہ ۲۳ھ مین خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے ایک مجوسی کے ہاتھ ناگہانی طور پر زخمی ہو کر سفرِ آخرت کی تیاری کی تو عہدۂ خلافت کے لئے چھ آدمیون کے نام پیش کئے اور فرمایا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت تک ان سے راضی رہے تھے، ان چھ بزرگون مین ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے لیکن تین دن کی مسلسل گفت و شنید اور بحث و مباحثہ کے بعد مجلسِ شوریٰ نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو اس مسندِ گرامی پر بٹھا دیا، حضرت زبیرؓ نے بھی بے چون وچرا اس انتخاب کو تسلیم کر کے بیعت کر لی[1]،

خلیفۂ ثالثؓ کے عہد مین حضرت زبیرؓ نے نہایت سکون و خاموشی کی زندگی بسر کی اور کسی قسم کے ملکی مہم مین شریک نہین ہوئے، درحقیقت عمر بھی اس حد سے متجاوز ہو چکی تھی لیکن سنہ ۳۵ھ مین مصری مفسدون نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کیا تو انھون نے اپنے بڑے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ کو امیر المومنین کی مساعدت وحفاظت پر مامور کر دیا،

غرض اٹھارہوین ذی الحجہ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ مفسدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے، حضرت زبیرؓ نے حسبِ وصیت پوشیدہ طریقہ پر رات کے وقت نمازِ جنازہ ادا کی اور مضافاتِ مدینہ مین حشِ کوکب نامی ایک مقام مین سپردِ خاک کیا،

خلیفۂ وقت کے قتل سے تمام مدینہ مین مفسدین کا رعب طاری ہو گیا، ہر شخص دم بخود تھا، حضرت عثمانؓ کے طرفدار اور تمام بنو امیہ مکہ اور دوسرے مقامات کی طرف بھاگ گئے، چونکہ مصری حضرت علیؓ کے طرفدار تھے، اس لئے انھون نے ان کو خلافت کا بارِ گران اٹھانے پر مجبور کیا اور مسجدِ نبوی مین لوگون کو بیعت کے لئے جمع کیا، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ گو برابر کے دعویدار تھے، تاہم مصریون کے خوف سے زبان نہ ہلا سکے اور کسی طرح بیعت کر لی[2]،

حضرت علیؓ کی مسند نشینی کے بعد بھی مدینہ مین امن و امان قائم نہ ہو سکا، سبائی فرقہ جو اس انقلاب کا بانی

[1] بخاری کتاب المناقب، باب قصۃ البیعۃ [2] تاریخ طبری ص ۳۰۷

Marfat.com

تھا، اور فتنہ وفساد کے نئے نئے کرشمے دکھاتا رہتا تھا، جاہل بدوی جو ہمیشہ ایسے لوٹ مار کے موقعون پر شریک ہو جاتے ہین، سبائیون کے ساتھ ہو گئے، حضرت علیؓ نے کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹ جائین اور بدویون کو بھی شہر سے نکال دیا جائے، لیکن سبائیون کے ضد اور انکار سے کامیابی نہ ہوئی[1]،

حضرت زبیرؓ جو اساطینِ اُمت مین تھے کب تک خاموشی کے ساتھ اس شورش وہنگامہ آرائی کا تماشا دیکھتے، اصلاحِ حال اور رفعِ فساد کا انتظار کرتے کرتے کامل چار ماہ گذر گئے لیکن امن وسکون کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، آخر تھک کر حضرت طلحہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آئے، اور اصلاح و اقامتِ حدود کا مطالبہ کیا، انھون نے جواب دیا "بھائی! مین اس سے غافل نہین لیکن ایک ایسی قوم کے ساتھ کیا کر سکتا ہون جس پر میرا کچھ اختیار نہین، بلکہ وہ خود مجھ پر حکمران ہے"[2] غرض جب اس طرف سے بھی مایوسی ہوئی تو یہ دونون خود عملاً اس شورش کو رفع کرنے کیلئے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے،

ام المومنین حضرت عائشہؓ حج کے خیال سے مکہ آئی تھین اور اب تک مدینہ کی شورشون کا حال سنکر یہین مقیم تھین، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سب سے پہلے ام المومنینؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ان لفظون مین مدینہ کی بدامنی کا نقشہ کھینچا،

انا تحملنا بقتینا هرابا من المدینة من غوغاء	ہم اعراب کے شور وشر کے خوف سے مدینہ سے بھاگ آئے
اعراب وفارقنا قوماً لا یعرفون	ہین اور ہم نے وہان ایسی حیران قوم کو چھوڑا ہے جو نہ حق کو
حقاً ولا ینکرون باطلاً ولا یمنعون	پہچانتی ہے اور نہ باطل سے احتراز کرتی ہے، اور نہ اپنی
انفسهم[3]،	جانون کی حفاظت کرتی ہے،

ام المومنینؓ نے فرمایا "تو پھر کوئی رائے قائم کر کے اس شورش کو فرو کرنا چاہیئے" غرض تھوڑی دیر کی بحث ومباحثہ کے بعد علم اصلاح بلند کرنے پر سب کا اتفاق ہوا، بنو امیہ بھی جو مدینہ سے بھاگ کر یہان مجتمع

[1] تاریخ طبری ص ۳۰۸۱ [2] ایضاً ص ۳۰۸۰، ۳۰۸۳ [3] ایضاً ص ۳۰۹۹، ۳۰۰

Marfat.com

ہو گئے تھے جوشِ انتقام مین ساتھ ہو گئے اور اس طرح داعیانِ اصلاح کی ایک ہزار جماعت بصرہ کی طرف روانہ ہوئی تاکہ وہان سے اپنی قوت مضبوط کر کے مدینہ کا رخ کرے، راہ مین امویون نے خلافت و امامت کی بحث چھیڑ کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو لڑانا چاہا لیکن ام المومنینؓ کی مداخلت سے معاملہ رفت و گذشت ہو گیا البصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان بن حنیف والیِ بصرہ نے مزاحمت کی لیکن وہان داعیانِ اصلاح کے حامیون کی ایک بڑی جماعت بھی موجود تھی، وہ خود عثمانؓ کے ساتھیون سے دست و گریبان ہو گئی، یہان تک کہ کشت و خون کی نوبت پہنچ گئی، عثمان بن حنیف کا یہ بیان تھا کہ جب طلحہؓ و زبیرؓ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو پھر انھین علمِ مخالفت بلند کرنے کا کیا استحقاق ہے؟ ان دونون کا یہ جواب تھا کہ ہم قہراً و جبراً شریکِ بیعت ہوئے اور اگر فرض کر لو کہ یہ بیعت صحیح تھی تب بھی اس سے مطالبۂ اصلاح کی نفی نہین ہوتی، غرض معاملہ زیادہ طول کھینچا تو مصالحت کی یہ صورت قرار پائی کہ ایک شخص تحقیقات کے لئے مدینہ روانہ کیا جائے، اگر ثابت ہو کہ طلحہؓ و زبیرؓ بیعت پر مجبور کئے گئے تھے تو عثمان بن حنیف مزاحمت سے باز آئین گے ورنہ ان دونون کو اس جماعت سے کنارہ کش ہونا پڑے گا، چنانچہ کعبؓ اس تحقیقات پر مامور ہوئے، انھون نے جمعہ کے روز مسجد نبویؐ مین داخل ہو کر حاضرین سے بانگ بلند سوال کیا،

یا اھل المدینۃ انی رسول اھلِ البصرۃ الیکم اکرہ ھؤلاء القوم ھذین الرجلین علی بیعتھم علی امرایتاھا طائعین،	اے اہل مدینہ! مین اہلِ بصرہ کا قاصد بنکر آیا ہون کیا واقعی اس قوم نے ان دونون کو علی کی بیعت پر مجبور کیا تھا یا وہ خوشی سے اس پر تیار ہوئے تھے؟

مجمع مین تھوڑی دیر تک سناٹا رہا لیکن اسامہ بن زیدؓ سے نہ رہا گیا بولی اٹھے خدا کی قسم ان دونون نے سخت ناپسندیدگی کے ساتھ بیعت کی تھی، اس سے ایک ہلچل پڑ گئی، تمامؓ اور سہل بن حنیف اسامہؓ سے الجھ پڑے صہیب بن سنانؓ، ابو ایوبؓ اور محمد بن مسلمہؓ وغیرہ کبار صحابہ نے دیکھا کہ لوگ اسامہؓ کو مار ڈالین گے تو سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہان خدا کی قسم اسامہؓ نے سچ کہا، غرض اس طرح اسامہؓ کی جان بچ گئی، اور کعبؓ بصرہ

Marfat.com

واپس آئے، دوسری طرف حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع مل چکی تھی، انھون نے عثمان بن حنیف کو لکھا کہ اولاً تو یہی صحیح نہین کہ وہ مجبور کئے گئے اور اگر مان بھی لو تو قوم و ملک کی بہتری کے لئے ایسا ہونا ضروری تھا، اور اگر وہ مجھے معزول کرنا چاہتے ہین تو ان کے پاس کوئی معقول عذر نہین اور اگر کچھ اور مقصد ہے تو اس پر غور ہو سکتا ہے" اس خط کے بعد عثمانؓ نے اپنی راے بدل دی، اور کعبؓ کی تحقیقات کے باوجود اعیانِ اصلاح کی مزاحمت پر اڑے رہے،

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے دیکھا کہ اب سہولت کے ساتھ یہ معاملہ طے نہ ہوگا تو ایک روز عشاء کے وقت اپنے ساتھیون کے ساتھ مسجد پہنچے اور عبد الرحمن بن عتابؓ کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کر دیا، عثمان بن حنیف نے اس کو اپنے حق مین مداخلت تصور کر کے ایرانی "رط" اور "سیابجہ" سپاہیون کو حملہ کا حکم دیدیا، لیکن حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے پامردی کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کو بھگا دیا، دوسری طرف چند آدمی دار الامارت مین گھس گئے اور عثمان ابن حنیف کو پکڑ کر سامنے لائے، ان لوگون نے اس بے رحمی کے ساتھ ان کو مارا تھا اور ڈاڑھی مونچھ نوچی تھین کہ چہرہ پر ایک بال بھی باقی نہ تھا، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو یہ سخت ناگوار گذرا اور حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا، انھون نے حکم دیا کہ عثمان کو چھوڑ دو، جہان جی چاہے جائے، غرض اس طرح بصرہ پر قبضہ ہو گیا[1]، اور ایک بڑی جماعت اس فہم مین ساتھ دینے پر تیار ہو گئی،

جنگ جمل اور حضرت زبیرؓ کی حق پسندی

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اہل کوفہ کو بھی خطوط لکھ کر شرکت کی ترغیب دی لیکن وہان حضرت امام حسنؓ نے پہنچ کر پہلے ہی ان کو اپنا طرف دار بنا لیا اور تقریباً نو ہزار کی عظیم الشان جمعیت مقام ذی قار مین حضرت علیؓ کی فوج سے مل کر بصرہ کی طرف بڑھی، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو معلوم ہوا تو انھون نے بھی اپنی فوج کو مرتب و منظم کر کے آگے بڑھایا، دسوین جمادی الآخر ۳۶ھ جمعرات کے دن دونون فوجون مین مٹ بھیڑ ہوئی، کیسا عبرت انگیز نظارہ تھا، چند دن پیشتر جو لوگ بھائی بھائی تھے آج

[1] ابن اثیر جلد ۳ ص ۹۴،

Marfat.com

باہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوکر نگاہِ غیظ و غضب سے اپنے مقابل کو گھور رہے ہین لیکن ذاتی مخاصمت و عداوت سے نہین بلکہ حق و صداقت کے جوش مین، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے کچھ آدمی اس طرف ہین تو کچھ اس طرف، چونکہ دونون جماعتون کے سربراہ کارون کو اصلاح مدّ نظر تھی اس لئے پہلے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، حضرت علیؓ تنہا گھوڑا آگے بڑھا کر بیچ میدان مین آئے اور حضرت زبیرؓ کو بلا کر کہا "ابو عبداللہ! تمھین وہ دن یاد ہے جب کہ ہم اور تم دونون ہاتھ مین ہاتھ دیئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گذرے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے عرض کی تھی ہان! یا رسول اللہؐ، یاد کرو اس وقت تم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اسی سے ناحق لڑوگے"[1]۔ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا ہان! اب مجھے بھی یاد آیا،

حضرت علیؓ تو صرف ایک بات یاد دلا کر پھر اپنی جگہ پر چلے گئے لیکن حضرت زبیرؓ کے قلب حق پرست مین ایک سخت تلاطم برپا ہوگیا، تمام عزائم اور ارادے فسخ ہوگئے، ام المومنینؓ کے پاس آکر کہنے لگے "مین برسر غلط تھا، علیؓ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ یاد دلا دیا، حضرت عائشہؓ نے پوچھا پھر اب کیا ارادہ ہے؟ بولے "اب مین اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوتا ہون"، حضرت زبیرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ نے کہا "آپ ہم لوگون کو دو گروہون کے درمیان پھنسا کر خود علیؓ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہین"، حضرت زبیرؓ نے کہا مین قسم کھا چکا ہون کہ علیؓ سے نہین لڑون گا"، عبداللہؓ نے کہا قسم کا کفارہ ممکن ہے، اور اپنے غلام مکحول کو بلا کر آزاد کر دیا، لیکن حواریِ رسولؐ کا دل اچاٹ ہوچکا تھا کہنے لگے "جانِ پدر! علیؓ نے ایسی بات یاد دلائی کہ تمام جوش فرد ہوگیا، بے شک ہم حق پر نہین ہین آؤ تم بھی میرا ساتھ دو" حضرت عبداللہؓ نے انکار کر دیا تو تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے تاکہ وہان سے اپنا اسباب و سامان لے کر حجاز کی طرف نکل جائین، احنف بن قیس نے حضرت زبیرؓ کو جاتے دیکھا تو کہا دیکھو یہ کسی وجہ سے واپس جا رہے ہین، کوئی جا کر خبر لائے، عمرو بن جرموز نے

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۶۶،

Marfat.com

کہا مین جاتا ہون اور ہتھیار سج کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت زبیرؓ کے پاس پہنچا، وہ اس وقت اپنے غلامون کو اسباب وسامان کے ساتھ روانگی کا حکم دے کر بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے تھے، غرض ابن جرموز نے قریب پہنچکر پوچھا،

ابن جرموز۔ ابو عبداللہ! آپنے قوم کو کس حال مین چھوڑا؟

حضرت زبیرؓ۔ سب باہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے،

ابن جرموز۔ آپ کہان جا رہے ہین،

حضرت زبیرؓ۔ مین اپنی غلطی پر متنبہ ہوگیا، اس لئے اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوکر کسی طرف نکل جانے کا قصد ہے،

ابن جرموز نے کہا چلئے مجھے بھی اسی طرف کچھ دور تک جانا ہے، غرض دونون ساتھ چلے، ظہر کی نماز کا وقت آیا، تو حضرت زبیرؓ نماز پڑھنے کے لئے ٹھہرے، ابن جرموز نے کہا مین بھی شریک ہون گا، حضرت زبیرؓ نے کہا مین تمھین امان دیتا ہون، کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھوگے؟ اس نے کہا ہان! اس عہد وپیمان کے بعد دونون اپنے گھوڑے سے اترے اور معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکانے کو کھڑے ہوگئے،

شہادت حضرت زبیرؓ جیسے ہی سجدہ مین گئے کہ عمرو بن جرموز نے غداری کر کے تلوار کا وار کیا اور حواری رسولؐ کا سر تن سے جدا ہوکر خاک وخون مین تڑپنے لگا، افسوس! جس نے اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ مین کبھی اپنی جان کی پروا نہ کی اور جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بارہا مصائب وشدائد کے پہاڑ ہٹائے تھے وہ آج خود ایک کلمہ خوان اور پیرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شقاوت اور بے رحمی کا شکار ہوگیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن،

ابن جرموز حضرت زبیرؓ کی تلوار اور زرہ وغیرہ لے کر بارگاہ مرتضویؓ مین حاضر ہوا، اور فخر کے ساتھ اپنا کارنامہ بیان کیا، جناب مرتضیؓ نے تلوار پر ایک حسرت کی نظر ڈال کر فرمایا "اس نے بارہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے سامنے سے مصائب کے بادل ہٹائے ہین، اے ابن صفیہ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے"[1]

حضرت زبیرؓ نے چونسٹھ برس کی عمر پائی اور ۳۶ھ مین شہید ہو کر وادی السباع مین سپرد خاک ہوئے، فنور اللہ ھرقدہ وحسن مثواہ،

اخلاق وعادات حضرت زبیرؓ کا دامن اخلاقی زر وجواہر سے مالا مال تھا، تقوی، پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار آپ کا خاص شیوہ تھا، رقتِ قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا،

خشیت الٰہی جب یہ آیت نازل ہوئی انک میت وانھم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون الآیہ تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "یا رسول اللہ! کیا قیامت کے روز ہمارے جھگڑے پھر دہرائے جائین گے"؟ ارشاد ہوا ہان! ایک ایک ذرہ کا حساب ہو کر حقدار کو اس کا حق دلایا جائے گا، یہ سنکر اُن کا دل کانپ اٹھا کہنے لگے "اللہ اکبر! کیسا سخت موقع ہوگا"[2]

تقوی وپرہیزگاری حضرت زبیرؓ کی کتابِ اخلاق کا سب سے روشن باب ہے، وہ خود اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسرون کو بھی ہدایت کرتے تھے، ایک دفعہ وہ اپنے غلام ابراہیم کی دادی ام عطاء کے پاس گئے، دیکھا کہ یہان ایام تشریق کے بعد بھی قربانی کا گوشت موجود ہے، کہنے لگے "ام عطاء! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے"، انھون نے عرض کی کہ "مین کیا کرون لوگون نے اس قدر ہدیے بھیجدیئے کہ ختم ہی نہین ہوتے"[3]

حضرت زبیرؓ نے جب دعوتِ اصلاح کا علم بلند کیا تو ایک شخص نے آکر کہا "اگر حکم دیجئے تو علیؓ کی گردن اڑادون" بولے تم تنہا اس قدر عظیم الشان فوج کا کیسے مقابلہ کروگے؟ اس نے کہا مین علیؓ کی فوج مین جاکر ملجاؤنگا اور کسی وقت موقع پاکر دھوکے سے قتل کرڈالونگا، فرمایا نہین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ایمان قتل

[1] مسند جلد ۱ ص ۸۹ [2] ایضاً جلد ۱ ص ۱۶۷ [3] ایضاً جلد ۱ ص ۱۶۶،

Marfat.com

ناگہانی کی زنجیر ہے، اس لئے کوئی مومن کسی کو اچانک نہ مارے[1]،،

قلتِ روایت کا سبب حضرت زبیرؓ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور ہر وقت کے حاضر رہنے والون مین تھے، لیکن کمالِ اتقا کے باعث بہت کم حدیثین روایت کرتے تھے، ایک دفعہ آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ نے کہا، پدر بزرگوار کیا سبب ہے کہ آپ حضورؐ کی اتنی باتین بیان نہین کرتے جتنی اور لوگ بیان کرتے ہین، فرمایا جانِ پدر! حضورؐ کی رفاقت اور معیت مین دوسرون سے میرا حصہ کم نہین ہے، بین جب سے اسلام لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہین ہوا، لیکن حضورؐ کی صرف اس تنبیہ نے مجھے محتاط بنا دیا ہے،

من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار — یعنی جس نے قصداً میری طرف غلط بات منسوب کی، اسے چاہیئے کہ جہنم مین اپنا ٹھکانا بنالے[2]،

مساوات پسندی مساواتِ اسلامی کا اس قدر خیال تھا کہ دو مسلمان لاشون مین بھی کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہین سمجھتے تھے، بجنگ احد مین آپ کے ماموں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو حضرت صفیہؓ نے بھائی کی تجہیز و تکفین کے لئے دو کپڑے لاکر دیئے، لیکن ماموں کے پہلو مین ایک انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن پڑی تھی دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لئے دو دو کپڑے ہون اور دوسرا بے کفن رہے، غرض تقسیم کرنے کے لئے دونون ٹکڑون کو ناپا، اتفاق سے چھوٹا بڑا نکلا تو قرعہ ڈال کر تقسیم کیا کہ اس مین بھی کسی طرح کی ترجیح نہ پائی جائے[3]،

استقلال حضرت زبیرؓ خطرات کی مطلق پروا نہ کرتے اور موت کا خوف کبھی ان کے عزم و ارادہ مین حائل نہ ہوتا، اسکندریہ کے محاصرہ نے طول کھینچا تو چاہا کہ سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ جائین، لوگون نے کہا قلعہ مین سخت طاعون ہے، فرمایا "ہم طعن و طاعون ہی کے لئے آئے ہین"، یعنی موت سے ڈرنا کیا ہے، غرض سیڑھیان لگائی گئین اور جان بازی کے ساتھ چڑھ گئے،

---

[1] مسند جلد ۱ ص ۱۶۶ [2] ابوداؤد کتاب العلم باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مسند جلد ۱ ص ۱۶۵، و صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۲۱ [3] مسند جلد ۱ ص ۱۶۵،

Marfat.com

امانت حواریِ رسول کی امانت، دیانت اور انتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا، یہان تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت ان کو اپنے آل واولاد اور مال ومتاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے، مطیع بن الاسود نے ان کو وصی بنانا چاہا، انھون نے انکار کیا تو بلاجت کے ساتھ کہنے لگے "مین آپ کو خدا، رسولؐ اور قرابت داری کا واسطہ دلاتا ہون، مین نے فاروق اعظمؓ کو کہتے سنا ہے کہ زبیرؓ دین کے ایک رکن ہین"، حضرت عثمانؓ، مقدادؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ نے بھی ان کو اپنا وصی بنایا تھا، چنانچہ یہ دیانت داری کے ساتھ ان کے مال ومتاع کی حفاظت کرکے ان کے اہل وعیال پر صرف کرتے تھے[1]،

فیاضی فیاضی، سخاوت اور خدا کی راہ مین خرچ کرنے مین بھی پیش پیش رہتے تھے، حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے، روزانہ اجرت پر کام کرکے ایک بیش قرار رقم لاتے تھے لیکن انھون نے اس مین سے ایک جبہ بھی کبھی اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا پسند نہ کیا، بلکہ جو کچھ آیا اسی وقت صدقہ کردیا[2]، غرض ایک پیغمبر کے حواری مین جو خوبیان ہوسکتی ہین، حضرت زبیرؓ کی ذات والا صفات مین ایک ایک کرکے وہ سب موجود تھین،

ذریعۂ معاش اور تمول معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، اور عجیب بات ہے کہ انھون نے جس کام مین ہاتھ لگایا کبھی گھاٹا نہین ہوا[3]،

تجارت کے علاوہ مالِ غنیمت سے بھی گرانقدر رقم حاصل کی، حضرت زبیرؓ کے تمول کا صرف اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کروڑ لاکھ درہم ودینار کیا گیا تھا، لیکن یہ سب نقد نہین بلکہ جائداد وغیر منقولہ کی صورت مین تھا، اطرافِ مدینہ مین ایک بھاڑی تھی، اس کے علاوہ مختلف مقامات مین مکانات تھے چنانچہ خاص مدینہ مین گیارہ، بصرہ مین دو اور مصر وکوفہ مین ایک ایک مکان تھا[4]،

قرض اور اس کی ادائگی حضرت زبیرؓ اس قدر تمول کے باوجود بائیس لاکھ کے مقروض تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ عموماً اپنا مال ان کے پاس جمع کرتے تھے، لیکن یہ احتیاط کے خیال سے سب سے کہدیتے تھے کہ امانت نہین بلکہ قرض کی

---

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۶ [2] ایضاً ص ۳۴ [3] استیعاب جلد ۱ ص ۲۰۸ [4] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ

Marfat.com

حیثیت سے لیتا ہون، ہوتے ہوتے اسی طرح سے بائیس لاکھ کے مقروض ہو گئے،[1]

حضرت زبیرؓ جب جنگ جمل کیلئے تیار ہوئے تو انھون نے اپنے صاحبزادہ عبداللہؓ سے کہا "جان پدر! مجھے سب سے زیادہ خیال اپنے قرض کا ہے، اس لئے میرا مال و متاع بیچ کر سب سے پہلے قرض ادا کرنا اور جو کچھ بچ رہے اس مین سے ایک ثلث خاص تمھارے بچون کے لئے وصیت کرتا ہون، ہان! اگر مال کفایت نہ کرے تو میرے مولیٰ کی طرف رجوع کرنا" حضرت عبداللہؓ نے پوچھا "آپ کا مولیٰ کون ہے؟" فرمایا "میرا مولیٰ خدا ہے جس نے ہر مصیبت کے وقت میری دستگیری کی ہے"[2]

عبداللہ بن زبیرؓ نے حسبِ وصیت مختلف آدمیون کے ہاتھ جھاڑی بیچکر قرض ادا کرنے کا سامان کیا، اور چار برس تک موسم حج مین اعلان کرتے رہے کہ زبیرؓ پر جس کا قرض ہو آکر لے لے، غرض اس طرح سے قرض ادا کرنے کے بعد بھی اس قدر رقم بچ رہی کہ صرف حضرت زبیرؓ کی چار بیویون مین سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ حصہ ملا، موصی لہٗ[3] اور دوسرے ورثہ اس کے علاوہ تھے،[4]

جاگیر و زراعت فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زمین کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا، چنانچہ حضرت زبیرؓ کو بھی اس مین سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ ملا تھا، اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف مین بھی ان کے کھیت تھے جن کو وہ خود آباد کرتے تھے، کبھی کبھی آب پاشی وغیرہ کے متعلق دوسرے شرکاء سے جھگڑا بھی ہو جاتا تھا، ایک دفعہ ایک انصاری سے جن کا کھیت حضرت زبیرؓ کے کھیت سے ملا ہوا نیچے کی طرف تھا، آب پاشی کے متعلق جھگڑا ہوا، انصاریؓ نے بارگاہِ نبوت مین شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ تم اپنا کھیت سینچکر اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دیا کرو، انصاری اس فیصلہ سے ناراض ہوئے اور کہنے لگے "یا رسول اللہ! آپنے اپنے پھوپھی زادہ کی پاسداری فرمائی" چونکہ انصاری کو اس آب پاشی سے تمتع ہونے کا کوئی حق نہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ان کی رعایت سے یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا، اس لئے چہرہ سرخ ہو گیا، اور حضرت زبیرؓ

[1] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ [2] ایضاً،

Marfat.com

کو حکم دیا کہ تم اپنے پورے حق سے فائدہ اٹھاؤ، یعنی خود آب پاشی کر کے پانی کو روک رکھو یہان تک کہ نالیون کے ذریعہ سے دوسری طرف بہ جائے[1]،

کھیت کی نگرانی اور فصل کی حفاظت کا فرض بسا اوقات خود ہی انجام دیتے تھے، ایک دفعہ عہدِ فاروقی مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مقداد بن الاسودؓ کے ساتھ اپنی جاگیر کی دیکھ بھال کے لئے خیبر تشریف لے گئے اور رات کے وقت تینون علٰحدہ اپنی اپنی جاگیر کے قریب سوئے، رات کی تاریکی مین کسی یہودی نے شرارت سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کلائی اس زور سے موڑ دی کہ بے اختیار ہو کر چلا اٹھے، حضرت زبیرؓ وغیرہ مدد کے لئے دوڑے اور واقعہ دریافت کر کے ان کو لئے ہوئے بارگاہِ خلافت مین حاضر ہوئے، اور یہودیون کی شرارت کا حال بیان کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی واقعہ کے بعد یہودیون کو خیبر سے جلا وطن کر دیا[2]،

حضرت ابوبکرؓ نے بھی مقام جرف مین انھین ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی، اسی طرح حضرت عمرؓ نے مقام عقیق کی زمین انھین دیدی تھی[3]، جو مدینہ کے اطراف مین ایک خوش فضا میدان ہے،

آل واولاد سے محبت | حضرت زبیرؓ کو بیوی بچون سے نہایت محبت تھی، خصوصاً حضرت عبداللہؓ اور ان کے بچون کو بہت مانتے تھے، چنانچہ اپنے مال مین سے ایک ثلث کی خاص ان کے بچون کے لئے وصیت کی تھی، لڑکون کی تربیت کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، جنگ یرموک مین شریک ہوئے تو اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی ساتھ لے گئے، اس وقت ان کی عمر صرف دس سال کی تھی، لیکن حضرت زبیرؓ نے انکو گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا کہ جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر جرأت و بہادری کا سبق دے،

غذا و لباس | دولت و ثروت کے باوجود طرز معاشرت نہایت سادہ تھا، غذا بھی پر تکلف نہ تھی، لباس عموماً معمولی اور سادہ زیبِ بدن فرماتے، البتہ جنگ مین ریشمی کپڑے استعمال کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] بخاری کتاب المساقاۃ [2] ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۰۱، [3] ابن سعد قسم اول جلد ۳ ص ۷۳،

Marfat.com

خاص طور پر ان کو اجازت دی تھی، آلاتِ حرب کا نہایت شوق تھا اور اس مین تکلف جائز سمجھتے تھے، چنانچہ ان کی تلوار کا قبضہ نقرئی تھا،

حلیہ بدن چھریرا، قد بلند و بالا، خصوصاً پاؤن اس قدر لمبے کہ گھوڑے پر چڑھتے تو پاؤن زمین سے چھو جاتا، رنگ گندم گون اور سر پر کندھون تک بالون کی لٹین،

اولاد و ازواج[1] حضرت زبیرؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین اور کثرت کے ساتھ اولاد پیدا ہوئی، بعض بچے تو ان کی حیات ہی مین قضا کر گئے تاہم پھر بھی بہت سی اولاد یادگار رہ گئی، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،

اسماءؓ بنت ابی بکرؓ۔ ان کے بطن سے چھ بچے ہوئے، نام یہ ہین، عبداللہؓ، عروہؓ، منذرؓ، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسنؓ عائشہؓ،

ام خالد بنت خالد بن سعید۔ انھون نے خالدؓ، عمروؓ، حبیبہؓ، اسودہؓ اور ہند یادگار چھوڑی،

رباب بنت انیف۔ ان سے مصعبؓ، حمزہؓ اور رملہؓ پیدا ہوئین،

زینب بنت بشر۔ ان کے بطن سے عبیدہؓ، جعفرؓ اور حفصہؓ پیدا ہوئین،

ام کلثوم بنت عقبہ۔ ان سے صرف ایک لڑکی زینبؓ پیدا ہوئی،

حضرت طلحہؓ

نام و نسب، خاندان طلحہ نام، ابو محمد کنیت، فیاض اور خیر لقب، والد کا نام عبیداللہؓ اور والدہ کا نام صعبہؓ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ابن غالب القرشی التیمی، چونکہ مرہ بن کعب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد مین سے ہین اس لئے حضرت طلحہؓ کا نسب چھٹی ساتوین پشت مین حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے،

[1] اولاد و ازواج کی تفصیل فتح الباری جلد ۷ ص ۱۶۱ سے ماخوذ ہے

Marfat.com

حضرت طلحہؓ کے والد عبید اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یا کم سے کم حضرت طلحہؓ کے اسلام قبول کرنے سے قبل وفات پائی، البتہ ان کی والدہ حضرت صعبہؓ نے نہایت طویل زندگی پائی، مسلمان ہوئیں، اور حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت تک زندہ تھیں، چنانچہ امام بخاری کی تاریخ الصغیر میں ایک روایت ہے کہ جب صعبہؓ کو امیر المومنینؓ کے محصور ہونے کی خبر ملی تو وہ گھر سے نکل کر آئیں اور اپنے صاحبزادہ حضرت طلحہؓ سے خواہش کی کہ وہ اپنے اثر سے مفسدین کو دور کر دیں، اس وقت خود حضرت طلحہؓ کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ تھی، اس لئے اگر تاریخ الصغیر کی روایت صحیح ہے تو حضرت صعبہؓ نے اسی برس سے زیادہ عمر پائی،

حضرت طلحہؓ ہجرت نبویؐ سے چوبیس پچیس برس قبل پیدا ہوئے، ابتدائی حالات نامعلوم ہیں، لیکن اسقدر یقینی ہے کہ ان کو بچپن ہی سے تجارتی مشاغل میں مصروف ہونا پڑا اور عنفوانِ شباب ہی میں دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا،

اسلام | ایک دفعہ جب کہ غالباً سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر تھی، تجارتی اغراض سے بصریٰ تشریف لے گئے، وہاں ایک راہب نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، لیکن یوم ولادت سے اس وقت تک جس قسم کی آب وہوا میں پرورش پائی تھی اور گرد وپیش جس قسم کے مذہبی چرچے تھے، اس کا اثر صرف ایک راہب کی پیشین گوئی سے زائل نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ ابھی مزید تعلیم وتلقین کی ضرورت تھی، مکہ واپس آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحبت اور ان کے مخلصانہ وعظ وپند نے تمام شکوک رفع کر دیئے، چنانچہ ایک روز صدیق اکبرؓ کی وساطت سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور خلعتِ ایمان سے مشرف ہو کر واپس آئے، اس طرح حضرت طلحہؓ ان آٹھ آدمیوں میں سے ہیں جو ابتدائے اسلام میں نجم صداقت کی پرتو ضیاء سے ہدایت یاب ہوئے اور آخر کار خود بھی آسمانِ اسلام کے روشن ستارے بن کر چمکے،

۱؎ ابن سعد قسم اوّل جلد ۳ ص ۱۵۳،

Marfat.com

اسلام لانے کے بعد حضرت طلحہؓ بھی عام مسلمانوں کی طرح کفار کے ظلم وستم سے محفوظ نہ رہے، عثمان بن عبیداللہ نے جو نہایت سخت مزاج اور حضرت طلحہؓ کا حقیقی بھائی تھا، ان کو اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک ہی رسی مین باندھکر مارا کہ اس تشدد سے اپنے مذہب کو ترک کردین، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اترجاتا،[1]

مواخات مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ بن عوام سے ان کا بھائی چارہ کرادیا،

ہجرت حضرت طلحہؓ نے مکہ مین نہایت خاموش زندگی بسر کی اور اپنے تجارتی مشاغل مین مصروف رہے چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لیجا رہے تھے، اس وقت وہ اپنے تجارتی قافلہ کیساتھ شام سے واپس آرہے تھے، راہ مین ملاقات ہوئی، انھون نے ان دونون کی خدمت مین کچھ شامی کپڑے پیش کئے اور عرض کی کہ اہلِ مدینہ نہایت بیچینی اور اضطراب کے ساتھ انتظار کر رہے ہین، غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عجلت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے اور حضرت طلحہؓ نے مکہ پہنچکر اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کی اور حضرت ابوبکرؓ کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ پہنچے، حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ان کو اپنا مہمان بنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب انصاریؓ سے ان کا بھائی چارہ کرادیا،[2]

غزوات اور دیگر حالات

ہجرتِ مدینہ کے دوسرے سال سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا اور کفر و اسلام کی پہلی آویزش جنگ بدر کی صورت مین ظاہر ہوئی، لیکن حضرت طلحہؓ کسی خاص مہم پر مامور ہو کر ملک شام تشریف لے گئے تھے، اس لئے اس مین شریک نہ ہوسکے، وہان سے واپس آئے تو دربارِ رسالت مین حاضر ہو کر غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت مین سے اپنے حصے کی درخواست کی، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت مین حصہ دیا اور فرمایا کہ تم جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہین رہوگے،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۵۹، [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۵۴،

Marfat.com

بعض اہلِ سیر کا بیان ہے کہ حضرت طلحہؓ اپنی تجارتی اغراض سے شام گئے تھے، لیکن یہ صحیح نہین ہے، کیونکہ اس صورت مین مالِ غنیمت مین حصہ طلب کرنیکی کوئی وجہ نہ تھی، بتراایک دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور سعید بن زیدؓ کو شام کی طرف قریش کے قافلہ کی تحقیقِ حال کی خدمت پر مامور کر کے بھیجا تھا، اس روایت سے بھی ہماری خیال کی تائید ہوتی ہے، بہرحال اگرچہ حضرت طلحہؓ غزوۂ بدر مین شریک نہ تھے تاہم وہ اپنی اہم کارگذاریون کے باعث اس کے اجر و ثواب سے محروم نہین رہے[1]،

غزوۂ احد سنہ ۳ھ مین غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ مین پہلے مسلمانون کی فتح ہوئی اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن مسلمان جیسے ہی اپنی اپنی جگہ سے ہٹ کر لوٹ گھسوٹ مین مصروف ہوئے، کفار نے پھر پلٹ کر حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملہ نے مسلمانون کو ایسا بدحواس کیا کہ ان کو سرورِ کائناتؐ کی حفاظت کا خیال بھی نہ رہا اور جو جس طرف تھا اسی طرف سے بھاگ کھڑا ہوا، میدانِ جنگ مین صرف دس بارہ آدمی ثابت قدم رہ گئے تھے، لیکن وہ سب بھی شمعِ ہدایت سے دور تھے، اور اس وقت صرف حضرت طلحہؓ پروانہ وار فدویت و جان نثاری کے حیرت انگیز مناظر دکھا رہے تھے، کفار کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیرون کی بارش ہو رہی تھی، خون آشام تلوارین چمک چمک کر آنکھون کو خیرہ کر رہی تھین اور صدہا کفار صرف ایک مقدس ہستی کو فنا کر دینے کے لئے ہر طرف سے یورش کر رہے تھے، اس نازک وقت مین جمالِ نبوت کا یہ شیدائی ہالہ بنکر خورشیدِ نبوت کو آگے پیچھے دہنے بائین ہر طرف سے بچا رہا تھا، تیرون کی بوچھار کو ہتھیلی پر روکتا، تلوار اور نیزہ کے سامنے اپنے سینہ کو سپر بناتا، پھر اسی حال مین کفار کا نرغہ زیادہ ہو جاتا تو شیر کی طرح تڑپ کر حملہ کرتا اور دشمن کو پیچھے ہٹا دیتا، ایک دفعہ کسی نابکار نے ذاتِ قدسیؐ پر تلوار کا وار کیا، خادمِ جان نثار یعنی طلحہؓ جانباز نے اپنے ہاتھ پر روک لیا، انگلیان شہید ہوئین تو آہ کے بجائے زبان سے نکلا، حسن یعنی خوب ہوا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس لفظ کے بجائے بسم اللہ کہتے تو ملائکۂ آسمانی تمھین ابھی اٹھا لیجاتے، غرض حضرت طلحہؓ دیر تک

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۵۹،

Marfat.com

جوش انگیز جانبازی اور بہادری کے ساتھ مدافعت کرتے رہے یہاں تک کہ دوسرے صحابہؓ بھی مدد کے لئے آ پہنچے مشرکین کا ہلہ کسی قدر کم ہوا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کر کے پہاڑی پر لے آئے، اور مزید حملوں سے محفوظ کر دیا[1]،

حضرت طلحہؓ نے غزوۂ احد میں فدویت، جان نثاری اور شجاعت کے جو بے مثل جوہر دکھائے یقیناً تمام اقوامِ عالم کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم شمار کئے تھے[2] دربارِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسی جانبازی کے صلہ میں "خیر" کا لقب مرحمت ہوا، صحابہؓ کو واقعۂ احد میں ان کی اس غیر معمولی شجاعت اور جانبازی کا دل سے اعتراف تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ یہ طلحہؓ کا مخصوص دن تھا، حضرت عمرؓ ان کو صاحبِ احد فرمایا کرتے تھے، خود حضرت طلحہؓ کو بھی اس پر فخر کارنامہ پر بڑا ناز تھا، اور ہمیشہ لطف و انبساط کے ساتھ اس کی داستان سنایا کرتے تھے[3]،

متفرق غزوات غزوۂ احد کے بعد فتحِ مکہ تک جس قدر غزوات ہوئے، حضرت طلحہؓ سب میں نمایاں طور پر شریک رہے، بیعتِ رضوان کے وقت بھی موجود تھے اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے،

فتحِ مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، اس معرکہ میں بھی غزوۂ احد کی طرح پہلے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن چند بہادر اور ثابت قدم مجاہدین کے استقلال و ثبات نے پھر اس کو سنبھال لیا، اور اس طرح جم کر لڑے کہ غنیم کی فتح شکست سے بدل گئی اور بیشمار سامان اور مالِ غنیمت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا، حضرت طلحہؓ اس جنگ میں بھی ثابت قدم اصحابؓ کی صف میں تھے،

۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قیصرِ روم بڑے ساز و سامان کے ساتھ عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، اس لئے آپ نے صحابہ کرامؓ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی اسباب و سامان کے لئے مال و زر صدقہ کرنے

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۵۵ [2] فتح الباری جلد ۷، ص ۶۶ [3] بخاری کتاب المغازی غزوۂ احد

Marfat.com

کی ترغیب دی حضرت طلحہؓ نے اس موقع پر ایک بیش قرار رقم پیش کی اور بارگاہ رسالتؐ سے فیاض کا لقب حاصل کیا[1]

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف حملۂ قیصر کے مدافعانہ اہتمام مین مصروف تھے، دوسری طرف منافقین جو ہمیشہ درپئے تخریب رہتے تھے، اس موقع پر بھی اپنی شرارتون سے باز نہ آئے اور مدینہ سے کچھ فاصلہ پر سویلم یہودی کے مکان مین مجتمع ہوکر ان تدابیر پر غور کرتے تھے جن سے مسلمانون مین بددلی پیدا ہو اور اس مہم مین شرکت سے انحراف کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کو اس خانہ برانداز جماعت کی تنبیہ پر مامور فرمایا، انھون نے چند آدمیون کو ساتھ لے کر نہایت مستعدی کے ساتھ سویلم کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور اس مین آگ لگادی، ضحاک بن خلیفہ نے مکان کے پشت سے کود کر حملہ کیا اور اس حالت مین اسکی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھی اس کو مسلمانون کے پنجۂ اقتدار سے بچاکر لے بھاگے[2]

غرض تیس ہزار مجاہدین نہایت جاہ و جلال کے ساتھ رومیون کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے، تبوک پہنچکر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی، اس لئے وہان چودہ دن قیام کرکے سب لوگ واپس آئے، پھر سنہ ۱۰ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا، حضرت طلحہؓ ہمرکاب تھے، حج سے واپس آنے کے بعد ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ دوشنبہ کے دن آفتابِ رسالت دنیا سے غروب ہوا، حضرت طلحہؓ کو اس سانحۂ کبریٰ سے جو صدمہ ہوا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جس وقت سقیفۂ بنی ساعدہ مین سیادت و خلافت کا فیصلہ ہو رہا تھا اس وقت یہ کسی گوشۂ تنہائی مین مصروفِ گریہ تھے،

عہد صدیقی سقیفۂ بنی ساعدہ کی مجلس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر اتفاق کیا، حضرت طلحہؓ نے بھی کچھ دنون کے بعد بیعت کی اور مہماتِ امور مین رائے اور مشورہ کے لحاظ سے جانشینِ رسول کے ہمیشہ دست و بازو ثابت ہوئے، سوا دو برس کی خلافت کے بعد جب خلیفۂ اوّل مرض الموت کے بستر پر تھے اور انھون نے اس

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۵۹ [2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۳۱۵،

Marfat.com

منصب کے لئے فاروق اعظمؓ کو نامزد کیا تو حضرت طلحہؓ نے نہایت آزادی کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ سے جاکر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے عمرؓ کا ہم لوگون کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟ اب وہ خود خلیفہ ہون گے تو خدا جانے کیا کرین گے؟ آپ اب خدا کے بان جاتے ہین یہ سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا، حضرت ابوبکرؓ نے کہا مین خدا سے کہون گا کہ مین نے تیرے بندون پر اس شخص کو امیر مقرر کیا جو ان مین سب سے زیادہ اچھا تھا،

عہدِ فاروقی حضرت عمرؓ کے متعلق حضرت طلحہؓ کی جو رائے تھی وہ کسی بغض و عداوت سے ملوث نہ تھی بلکہ اکثر صحابہؓ کی یہی رائے تھی کہ ان کا تشدد ناقابلِ تحمل ہوگا، لیکن جب حضرت عمرؓ نے اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ اس منصب عظیم کے لئے سب سے زیادہ موزون ہین تو دفعۃً حضرت طلحہؓ کا خیال بھی بدل گیا، اور مجلس شوریٰ کے ایک رکن کی حیثیت سے انھون نے ہمیشہ فاروق اعظمؓ کی اعانت کی، اختلافی مسائل مین ساتھ دیا اور اہم امور مین نہایت مخلصانہ مشورے دیئے، ایک دفعہ عہد فاروقی مین یہ سوال پیدا ہوا کہ ممالکِ مفتوحہ مجاہدین مین باہم تقسیم کر دیئے جائین اور ایک بڑی جماعت اس کی مؤید ہوگئی صرف حضرت عمرؓ اور چند دوسرے صحابہؓ کو اس سے اختلاف تھا، تین دن تک بحث ہوتی رہی، حضرت طلحہؓ نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اس مسئلہ مین حضرت عمرؓ کی تائید کی، یہان تک کہ ان ہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوا، اسی طرح معرکۂ نہاوند کے موقعہ پر ایرانی ٹڈی دل نے فاروق اعظمؓ کو مشوش کر دیا اور انھون نے صحابہؓ سے اس کے متعلق مشورہ چاہا، تو حضرت طلحہؓ نے کھڑے ہوکر کہا آپ ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہین، البتہ ہم لوگ تعمیلِ حکم کیلئے تیار ہین،

فاروق اعظمؓ نے ۲۳ھ مین دس برس کی خلافت کے بعد سفرِ آخرت کی تیاری کی اور عہدۂ خلافت کے لئے چھ آدمیون کا نام پیش کیا، ان مین حضرت طلحہؓ بھی تھے، لیکن انھون نے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو اپنے اوپر ترجیح دی اور ان کا نام اس منصب کے لئے پیش کیا، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی کوشش اور حضرت طلحہؓ کی تائید سے وہی خلیفہ منتخب ہوئے،

عہدِ عثمانی حضرت عثمانؓ نے بارہ برس تک خلافت کی لیکن آخری شش سالہ عہد خلافت مین تمام ملک عام طور

Marfat.com

پرشورش وبیچینی کا آماجگاہ ہوگیا تھا اور ہر طرف ریشہ دوانی وفتنہ پردازی کا بازار گرم تھا، حضرت طلحہؓ نے دربارِ خلافت کو مشورہ دیا کہ اسبابِ شورش کی تفتیش وتحقیق کے لئے تمام ملک مین وفود روانہ کئے جائین، چنانچہ یہ رائے پسند کی گئی اور ۳۵ھ مین محمد بن مسلمہؓ، اسامہ بن زیدؓ، عمار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ مختلف حصص ملک مین روانہ کئے گئے، ان لوگون نے واپس آکر اپنی تحقیقات کا جو نتیجہ پیش کیا اس پر ابھی عمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ مفسدین نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کرلیا، گو حضرت طلحہؓ نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی کوئی خاص اعانت نہین کی، تاہم وہ اکثر خود ایک غیر جانب دار شخص کی حیثیت سے دریافتِ حال کے لئے محاصرین کی جماعت مین تشریف لے گئے، چنانچہ وہ ایک دفعہ وہان موجود تھے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے بالاخانہ پر کھڑے ہوکر کبار صحابہؓ مین ایک ایک کا نام لیکر پکارا، اسی ضمن مین حضرت طلحہؓ کا نام بھی آیا، انھون نے جواب دیا "ہان! مین حاضر ہون" حضرت عثمانؓ نے اپنے احسانات اور فضائل ومناقب بیان کرکے ان سے تصدیق چاہی، تو انھون نے مفسدین کے سامنے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ[1] اس کی تصدیق کی،

آخر مین جب محاصرہ زیادہ خطرناک ہوگیا تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرح حضرت طلحہؓ نے بھی اپنے صاحبزادہ محمد کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے متعین کردیا، چنانچہ جب مفسدین نے یورش کی تو محمد بن طلحہؓ نے نہایت تندہی اور جانفشانی سے ان کا مقابلہ کیا[2]،

محافظین نے باوجود قلتِ تعداد کے اس سیلاب کو روکے رکھا لیکن چند ناہنجار دوسری طرف سے اندر گھس آئے اور صبر وحلم کے آفتاب کو ہمیشہ کیلئے خونین شفق کے پردہ مین نہان کردیا، حضرت طلحہؓ کو معلوم تو افسوس کے ساتھ فرمایا "خدا عثمان پر رحم کرے"، لوگون نے کہا مفسدین اب اپنے فعل پر نادم ہین، فرمایا خدا انھین ہلاک کرے، اس کے بعد یہ آیت پڑھی فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ، (یٰسین ۳)

---

[1] ابن سعد جزو ۳ قسم اوّل ص ۴۷،

[2] ابن اثیر جلد ۳ ص ۴۰،

Marfat.com

حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بادلِ ناخواستہ بیعت کی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مصریون نے حضرت علیؓ کو عنانِ خلافت سنبھالنے پر مجبور کیا، اور مسجدِ نبویؐ مین لوگون کو بیعتِ عام کے لئے جمع کیا، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے دعویدار تھے تاہم اس شورش و ہنگامہ کے وقت زبان نہ ہلا سکے اور بادلِ ناخواستہ بیعت کرلی،[1]

خلیفۂ وقت کے مقابلہ مین خروج اور اس کی وجہ

خلیفۂ وقت کا قتل کوئی معمولی حادثہ نہ تھا، اس سے تمام ملک مین شورش اور بدنظمی پھیل گئی، اور مفسدین کی مطلق العنانی نے خود مدینہ کو پُرفتن بنا دیا، حضرت طلحہؓ کامل چار ماہ تک خاموشی کے ساتھ اس فتنہ و فساد کا تماشا دیکھتے رہے، لیکن جب دربارِ خلافت کی طرف سے اس کے انسداد کی کوئی امید نہ رہی تو خود علمِ اصلاح بلند کرنیکے لئے حضرت زبیرؓ کو ساتھ لیکر مدینہ سے مکہ چلے آئے، حضرت عائشہؓ حج کے خیال سے مکہ آئی تھین اور مدینہ کی شورشون کا حال سن کر اس وقت تک یہین مقیم تھین، اس لئے ان دونون نے سب سے پہلے ام المومنینؓ کی خدمت مین حاضر ہوکر مدینہ کی کیفیت بیان کی اور علمِ اصلاح بلند کرنے پر آمادہ کیا، تھوڑی دیر کی بحث و مباحثہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راضی ہوگئین اور حضرت طلحہؓ کی رائے کے مطابق بصرہ جانیکی تیاری ہوئی، کیونکہ وہان ان کے طرفدارون کی ایک بڑی جماعت موجود تھی، اور نہایت آسانی کے ساتھ اس مہم کی شرکت پر آمادہ ہوسکتی تھی،

بصرہ پر قبضہ

غرض داعیانِ اصلاح کی ایک ہزار جماعت مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئی، بنوامیہ بھی جو مدینہ سے بھاگ کر مکہ مین پناہ گزین تھے جوشِ انتقام مین ساتھ ہوگئے، بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان بن حنیف والیِ بصرہ نے مزاحمت کی، پہلے کچھ دنون تک ان سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوتی رہی لیکن جب وہ راہ پر نہ آئے تو بزور شہر پر قابض ہوگئے اور حضرت طلحہؓ کے حامیون نے جوش و خروش کے ساتھ اہلِ دعوت کو لبیک کہا،

طبقات ابن سعد جزو ۳ ق ۱

حضرت علیؓ کی فوج سے مقابلہ کیلئے بڑھنا

حضرت علیؓ کو مدعیانِ اصلاح کے خروج کا حال معلوم ہوچکا تھا، اس لئے مدینہ سے روانہ ہوکر ذی قار پہنچے اور یہان سے تقریباً کوفہ کے نو ہزار جنگ آزما نوجوانون کو ساتھ لیکر

Marfat.com

بصرہ کی طرف بڑھے، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اس فوج کا حال سنا تو انھون نے بھی اپنی فوج کو منظم و مرتب کر کے آگے بڑھایا، دسوین جمادی الآخرہ ۳۶ھ مین دونون فوجون مین مٹ بھیڑ ہوئی،

شہادت جنگ شروع ہونے سے پہلے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی یاد دلائی کہ اسی وقت ان کا دل اس خانہ جنگی سے پھر گیا، حضرت طلحہؓ نے اپنے زور بازو کو برداشتہ خاطر دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہوا، اور جنگ سے کنارہ کش ہونے کی رائے قائم کر لی، مروان نے جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے معاملہ مین ان سے بدظن تھا اس موقع کو غنیمت جان کر ایک تیر مارا جو اگرچہ پاؤن مین لگا لیکن ان کے لئے تیر قضا ثابت ہوا[1]، لوگون نے نکالنے کی کوشش کی تو فرمایا چھوڑ دو، یہ تیر نہین بلکہ پیام خداوندی ہے،

تجہیز و تکفین اختلاف روایات حضرت طلحہؓ نے باسٹھ یا چونسٹھ برس کی عمر مین شہادت حاصل کی، اور غالباً اسی میدان جنگ کے کسی گوشہ مین مدفون ہوئے لیکن یہ زمین نشیب مین تھی اس لئے اکثر غرق آب رہتی تھی، ایک شخص نے مسلسل تین دفعہ حضرت طلحہؓ کو خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی لاش کو اس قبر سے منتقل کرنے کی ہدایت فرما رہے ہین، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خواب کا حال سنا تو حضرت ابوبکرہؓ صحابی کا مکان دس ہزار درہم مین خرید کر ان کی لاش کو اس مین منتقل کر دیا، دیکھنے والون کا بیان ہے کہ اتنے دنون کے بعد بھی یہ جسم خاکی اسی طرح مصئون و محفوظ تھا، یہان تک کہ آنکھون مین جو کافور لگایا گیا تھا وہ بھی بعینہ موجود تھا[2]،

اخلاق و عادات حضرت طلحہؓ کا اخلاقی پایہ نہایت ارفع و اعلیٰ تھا، خشیت الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ان کا پیمانۂ قلب لبریز تھا، معرکۂ احد اور دوسرے غزوات مین جس جوش و فداکاری کیساتھ پیش پیش رہے وہ اسی جذبہ کا اثر تھا، اس راہ مین ان کو جان کے ساتھ مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا،

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۳۷۱ [2] اصابہ جلد ۳ ص ۱۹۱

Marfat.com

چنانچہ انھون نے نذر مانی تھی کہ غزوات کے مصارف کیلئے اپنا مال راہ خدا مین دیا کرینگے، اس نذر کو انھون نے اس پابندی کے ساتھ پوری کرنیکی کوشش کی کہ خاص قرآن پاک مین ان کی مدح مین یہ آیت نازل ہوئی،

رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ الآیہ (احزاب ۳)

یعنی کچھ آدمی ایسے ہین جنھون نے خدا سے جو کچھ عہد کیا اس کو سچا کر دکھایا، چنانچہ بعض ان مین سے وہ ہین جنھون نے اپنی نذر پوری کی،

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت طلحہؓ بارگاہ نبوتؐ مین حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا، "طلحہؓ تم بھی ان لوگون مین ہو جنھون نے اپنی نذر پوری کی"[1]

حضرت طلحہؓ اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے، فقراء و مساکین کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا، قیس ابن ابی حازم کا بیان ہے کہ مین نے طلحہؓ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش مین پیش پیش نہ دیکھا،[2]

غزوۂ ذی القرد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کے ساتھ پانی کے ایک چشمہ پر گذرے جس کا نام بیسان مالح تھا، حضرت طلحہؓ نے اس کو خرید کر وقف کر دیا،[3] اسی طرح غزوۂ ذی العسرہ مین تمام مجاہدین کی دعوت کی، غزوہ تبوک کے موقع پر جب کہ عموماً تمام مسلمان افلاس و ناداری کی مصیبت اور فلاکت مین مبتلا تھے، انھون نے مصارف جنگ کے لئے ایک گران قدر رقم پیش کی اور دربار رسالت سے فیاض کا خطاب حاصل کیا،[4]

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اپنی جائداد سات لاکھ درہم مین فروخت کی اور سب راہ خدا مین صرف کر دیا، آپ کی بیوی سعدی بنت عوف کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مین نے انھین غمگین دیکھا، پوچھا "آپ اس قدر اداس کیون ہین مجھ سے کوئی خطا تو سرزد نہین ہوئی؟" بولے "نہین! تم نہایت اچھی بیوی ہو،

[1] فتح الباری جلد ۸ ص ۳۹۰ [2] ایضاً جلد ۷ ص ۱۶ [3] اصابہ جلد ۳ ص ۲۹۱ [4] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۶۰

Marfat.com

تمھاری کوئی بات نہین ہے، اصل قصہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک بہت بڑی رقم جمع ہوگئی ہے اس وقت اسی کی فکر مین تھا کہ کیا کرون، مین نے کہا اس کو تقسیم کرا دیجئے" یہ سنکر انھون نے اسی وقت لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اپنی قوم مین تقسیم کرا دی[1]،

حضرت طلحہؓ بنو تیم کے تمام محتاج و تنگدست خاندانون کی کفالت کرتے تھے، لڑکیون اور بیوہ عورتون کی شادی کر دیتے تھے، جو لوگ مقروض تھے ان کا قرض ادا کر دیتے تھے، چنانچہ صبیح تمی پر تیس ہزار درہم قرض تھا وہ سب انھون نے اپنے پاس سے ادا کر دیا، ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی خاص عقیدت تھی اور ہر سال دس ہزار درہم پیشکش خدمت کرتے تھے[2]،

مہمان نوازی حضرت طلحہؓ کا خاص شیوہ تھا، ایک دفعہ بنی عذرہ کے تین آدمی مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے؟ حضرت طلحہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کی "مین یا رسول اللہ!" اور وہ تینون نومسلم مہمانون کو خوشی خوشی گھر لے آئے، ان مین سے دو نے یکے بعد دیگرے مختلف غزوات مین شہادت حاصل کی اور تیسرے نے بھی ایک مدت کے بعد حضرت طلحہؓ کے مکان مین وفات پائی، ان کو اپنے مہمانون سے جو انس پیدا ہو گیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ ہر وقت ان کی یاد تازہ رہتی تھی، اور رات کے وقت خواب مین بھی ان ہی کا جلوہ نظر آتا تھا، ایک روز خواب مین دیکھا کہ وہ اپنے تینون مہمانون کے ساتھ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہین لیکن جو سب سے پیچھے مرا تھا وہ سب سے آگے ہے، اور جو سب سے پہلے شہید ہوا تھا وہ سب سے پیچھے ہے، حضرت طلحہؓ کو اس تقدم و تاخر پر سخت تعجب ہوا، صبح کے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب کا واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا، اس مین تعجب کی کیا بات ہے جو زیادہ دنون تک زندہ رہا اس کو عبادت و نیکوکاری کا زیادہ موقع ملا، اس لئے وہ جنت کے دالان مین اپنے ساتھیون سے پیش پیش تھا[3]،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۵، [2] ایضاً ص ۱۵۸، [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۶۳،

Marfat.com

اجاب کی مسرت وشادمانی ان کے لئے بھی سامانِ انبساط پیدا کرتی تھی، حضرت کعب بن مالکؓ غزوۂ تبوک مین شریک نہ ہونیکے باعث معتوبِ بارگاہ تھے، ایک مدت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خطا معاف کردی اور وہ خوش خوش دربارِ رسالت مین حاضر ہوئے تو حضرت طلحہؓ نے دوڑکر ان سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، حضرت کعبؓ فرمایا کرتے تھے کہ مین طلحہؓ کے اس اخلاق کو کبھی نہ بھولون گا، کیونکہ مہاجرین مین سے کسی نے ایسی گرم جوشی کا اظہار نہین کیا تھا،

حضرت طلحہؓ کو دوستون کی خدمت گذاری سے بھی دریغ نہ تھا، ایک دفعہ ایک اعرابی مہمان ہوا، اور اس نے درخواست کی کہ بازار مین میرا اونٹ فروخت کرادیجئے، حضرت طلحہؓ نے فرمایا "گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کا معاملہ نہ چکائے تاہم مین تمھارے ساتھ چلون گا"، اور اس کے ساتھ جاکر مناسب قیمت پر اس کا اونٹ فروخت کرادیا، اعرابی نے اس کے بعد خواہش ظاہر کی کہ دربارِ رسالتؐ سے زکوٰۃ کی وصولی کا ایک مفصل ہدایت نامہ دلوادیجئے تاکہ عمال کو اسی کے مطابق دیا کرون حضرت طلحہؓ نے اپنے مخصوص تقرب کے باعث اس کی یہ خواہش بھی پوری کردی[2]،

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو طرزِ عمل بنانا ہر مسلمان کی سب سے بڑی سعادت ہے حضرت طلحہؓ نے اس سعادت کے حصول کو اپنے فرائض مین شامل کرلیا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صحبتون مین جو کچھ دیکھتے یا سنتے اس کو ہمیشہ یاد رکھتے اور اگر اتفاق سے کبھی کوئی بات بھول جاتے تو سخت مغموم ورنجیدہ نظر آتے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کو مغموم دیکھ کر پوچھا "تمھارا حال کیسا ہے؟ کسی سے کوئی جھگڑا تو نہین ہوا؟" کہنے لگے نہین! مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ اگر کوئی بندہ موت کے وقت ایک کلمہ زبان سے ادا کرے تو نزع کی صعوبت دور ہوجائے گی اور اس کا چہرہ چمکنے لگے گا، مجھے اس وقت وہ کلمہ معلوم تھا لیکن اب یاد نہین آتا، حضرت عمرؓ نے کہا کیا تم اس کلمہ سے بھی زیادہ

[1] بخاری باب غزوۂ تبوک، [2] ایضاً،

Marfat.com

باعظمت و پُراثر کلمہ جانتے ہو جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا یعنی لا الٰہ الا اللہ" حضرت طلحہؓ سنکر اچھل پڑے فرمایا "ہان اخدا کی قسم یہی کلمہ ہے"[1]

حسنِ معاشرت حضرت طلحہؓ اپنے حسنِ معاشرت کے باعث بیوی بچون مین نہایت محبوب تھے، وہ اپنے کنبہ مین جس لطف و محبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی ام ابان سے اگرچہ بہت سے معزز اشخاص نے شادی کی درخواست کی لیکن انھون نے حضرت طلحہؓ کو سب پر ترجیح دی، لوگون نے وجہ پوچھی تو کہا "مین ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہون، وہ گھر آتے ہین تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہین تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہین کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہین کرتے اگر کوئی کام کردو تو شکر گذار ہوتے ہین اور خطا ہوجائے تو معاف کردیتے ہین"[2]

ذریعۂ معاش حضرت طلحہؓ کے معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، چنانچہ عہد اسلام کے طلوع ہونے کی بشارت بھی اسی تجارتی سفر مین ملی تھی، جب مدینہ پہونچے تو زراعت کا شغل بھی شروع کیا، اور رفتہ رفتہ اس کو نہایت وسیع پیمانہ پر پھیلا دیا، خیبر کی جاگیر کے علاوہ عراقِ عرب مین متعدد علاقے حاصل کئے، ان مین سے قناۃ اور سرات نہایت مشہور ہین، ان دونون مقامات مین کاشت کاری کا نہایت وسیع اہتمام تھا، صرف قناۃ کے کھیتون پر بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، ان علاقون کی پیداوار کا صرف اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت طلحہؓ کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک ہزار دینار تھا،[3]

تمول غرض تجارت و زراعت نے ان کو غیر معمولی دولت و ثروت کا مالک بنا دیا تھا، چنانچہ لاکھون دینار و درہم راہ خدا مین لٹا دینے کے بعد بھی اہل و عیال کے لئے ایک عظیم الشان دولت چھوڑ گئے، ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے موسیٰ بن طلحہؓ سے پوچھا کہ تمھارے والد نے کس قدر دولت چھوڑی تو انھون نے کہا بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار، اس کے علاوہ نہایت کثیر مقدار مین سونا اور چاندی، یہ نقدی کی تفصیل تھی، جائداد

[1] مسند جلد ۱ ص ۱۶۱، [2] کنز العمال جلد ۶ ص ۳۱۴ [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۵۸،

Marfat.com

غیر منقولہ اس کے علاوہ تھی جس کی کل قیمت کا اندازہ تین کروڑ درہم تھا[1]،

غذا و لباس طرزِ معاش نہایت سادہ تھا، کپڑے اکثر رنگین پہنتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حالتِ احرام مین رنگین لباس زیبِ جسم دیکھا بولے "طلحہؓ یہ کیا ہے؟"، عرض کی "امیر المومنین یہ گیروا رنگ ہے" فرمایا "آپ لوگ ائمۂ دین ہین، عوام آپ کا اتباع کرتے ہین، کوئی جاہل دیکھے گا تو وہ بھی رنگین کپڑے استعمال کرے گا اور دلیل پیش کریگا کہ مین نے طلحہؓ کو حالتِ احرام مین پہنے ہوئے دیکھا تھا"[2]،

حضرت طلحہؓ کے ہاتھ مین ایک سونے کی انگوٹھی تھی جسمین نفیس سرخ یاقوت کا نگ جڑا ہوا تھا، لیکن بعد کو یاقوت نکال کر معمولی پتھر سے مرصع کرایا تھا[3]، دسترخوان بھی وسیع تھا، لیکن پر تکلف نہ تھا،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد میانہ بلکہ ایک حد تک پست، چہرہ کا رنگ سرخ و سفید، بدن خوب گٹھا ہوا، سینہ چوڑا، پاؤن نہایت پر گوشت اور ہاتھ کی انگلیان غزوۂ احد مین شل ہو گئی تھین،

اولاد و ازواج حضرت طلحہؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کی تھین، بیویون کے نام یہ ہین، حمنہؓ بنت جحش، ام کلثوم، بنت ابی بکر الصدیق، سعدیٰ بنت عوف، ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ، خولہ بنت القعقاع، ان مین سے ہر ایک کے بطن سے متعدد اولاد ہوئی تھی، لڑکون کے نام یہ ہین،

محمد، عمران، عیسیٰ، یحییٰ، اسمٰعیل، اسحاق، زکریا، یعقوب، موسیٰ، یوسف، ان کے علاوہ چار صاحبزادیان بھی تھین، ان کے نام یہ ہین،

ام اسحاق، عائشہ، صفیہ، مریم،

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ

نام، نسب، خاندان عبد الرحمٰن نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام عوف اور والدہ کا نام شفاء تھا، یہ دونون زہری

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۵۸ [2] ایضاً ص ۱۵۶ [3] ایضاً ص ۱۵،

Marfat.com

خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے عبدالرحمٰن بن عوفؓ بن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ القرشی الزہری،

حضرت عبدالرحمٰنؓ کا اصلی نام عبد عمرو تھا، ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدکر عبدالرحمٰن رکھا،[1]

اسلام عام روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰنؓ واقعۂ فیل کے دسویں سال پیدا ہوئے تھے، اس لحاظ سے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ توحید کی صدا بلند کی، اس وقت ان کا سن تیس سال سے متجاوز ہو چکا تھا، فطری عفت و سلامت روی کے باعث شراب سے پہلے ہی تائب ہو چکے تھے، صدیق اکبرؓ کی رہنمائی سے صراط مستقیم کی شاہراہ بھی نظر آ گئی اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر رہروانِ حق کے قافلہ میں شامل ہو گئے، اس وقت تک صرف چند روشن ضمیر بزرگوں کو اس کی توفیق ہوئی تھی اور قافلہ سالار یعنی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے،[2]

ہجرت خلعتِ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بھی عام بلاکشانِ اسلام کی طرح جلاوطن ہونا پڑا، پہلے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر وہاں سے واپس آئے تو سب کے ساتھ سرزمین یثرب کی طرف ہجرت کر گئے،[3]

مواخات مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن الربیع انصاریؓ سے بھائی چارہ کرا دیا، وہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار اور فیاض طبع تھے، کہنے لگے "میں اپنا نصف مال و منال تمہیں بانٹ دیتا ہوں، اور میری دو بیویاں ہیں، ان کو دیکھو جو پسند آئے اس کا نام بتاؤ میں طلاق دیدوں گا، عدت گذارنے کے بعد تم نکاح کر لینا"، لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ کی غیرت نے گوارا نہ کیا، جواب دیا "خدا تمہارے مال و منال اور اہل و عیال میں برکت دے، مجھے صرف بازار دکھا دو"، لوگوں نے بنی قینقاع کے بازار میں پہنچا دیا، وہاں سے واپس آئے تو کچھ گھی اور پنیر وغیرہ نفع میں بچا لائے، دوسرے روز سے باقاعدہ تجارت شروع کر دی،

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۰۶ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث [3] ایضاً

Marfat.com

یہان تک کہ چند دنون کے بعد بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئے تو جسم پر مراسمِ شادی کی علامتین موجود تھین، استفسار ہوا "یہ کیا ہے" عرض کی "ایک انصاریہ سے شادی کرلی ہے"۔ سوال ہوا "مہر کس قدر ادا کیا؟" عرض کی "ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا"۔ حکم ہوا "تو پھر ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سہی"[1]

غزوات ۲ھ سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت عبدالرحمٰنؓ اکثر معرکون مین پامردی و شجاعت کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ بدر مین دونو جوان انصاری پہلو مین کھڑے تھے، انھون نے آہستہ سے پوچھا "دریا عم! ابوجہل کون ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بدزبانی کرتا ہے؟" اسی اثنا مین ابوجہل سامنے آگیا حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا "وہ دیکھو جس کو تم پوچھتے تھے سامنے موجود ہے"۔ ان دونون نے جھپٹ کر ایک ساتھ وار کیا اور اس ناپاک ہستی سے دنیا کو نجات دلادی[2]،

غزوۂ احد مین جس جانبازی و شجاعت سے لڑے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بدن پر بیس سے زیادہ آثار جراحت شمار کئے گئے تھے خصوصاً پاؤن مین ایسے کاری زخم لگے تھے کہ صحت کے بعد بھی ہمیشہ لنگڑا کر چلتے تھے[3]،

دومۃ الجندل کی مہم شعبان ۶ھ مین دومۃ الجندل کی مہم پر مامور ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاکر اپنے دستِ اقدس سے عمامہ باندھا، پیچھے شملہ چھوڑا، اور ہاتھ مین علم دے کر فرمایا "بسم اللہ! راہ خدا مین روانہ ہوجا، جو لوگ خدا کی نافرمانی و عصیان مین مبتلا ہین ان سے جاکر جہاد کر، لیکن کسی کو دھوکا نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچون کو نہ مارنا، یہان تک کہ دومۃ الجندل پہنچکر قبیلۂ کلب کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کرین تو ان کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کرلے"۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ اس اعزاز کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوکر دومۃ الجندل پہنچے اور تین دن تک دعوت و تبلیغِ اسلام کا فرض اس خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے کہ قبیلۂ کلب کے سردار اصبغ بن عمرو الکلبی جو مذہباً

---

[1] بخاری باب نبیان الکبعہ باب کیف اخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین الصحابہ [2] مسند جلد ۱ ص ۱۹۳ و بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل [3] سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۴۴

Marfat.com

عیسائی تھے، اور اس کی قوم کے بہت سے لوگ بطیب خاطر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، البتہ بعضوں نے جن کو اس کی توفیق نہ ہوئی جزیہ منظور کر لیا، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حسب فرمان امیر کی لڑکی تماضر سے شادی کر لی اور رخصت کرا کے مدینہ ساتھ لائے، چنانچہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

فتح مکہ مکہ کی فوج کشی میں بھی شریک تھے، اس کے زیر نگین ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبیلۂ بنو جذیمہ کے پاس جو اطراف مکہ میں ممکن گزین تھا دعوت اسلام کے لئے بھیجا، انھوں نے غلطی سے قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر دیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو نہایت متاسف ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہ رب العالمین میں تین دفعہ اپنی برائت ظاہر کی "خدایا! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں"

حضرت عبدالرحمٰنؓ کے خاندان اور قبیلۂ بنو جذیمہ میں گو قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی یہاں تک کہ ان کے والد عوف کو اسی قبیلہ کے ایک آدمی نے قتل کیا تھا، تاہم اخوت اسلامی نے اس دیرینہ عداوت کو بھی محو کر دیا، چنانچہ اس خون ریزی سے بیزار ہو کر حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا "افسوس تم نے اسلام میں جاہلیت کا بدلہ لیا"، انھوں نے جواب دیا "میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو مارا"، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا "بیشک تم نے میرے باپ کے قاتل کو مارا، لیکن درحقیقت یہ فاکہ بن مغیرہ کا انتقام تھا، جو تمہارا چچا تھا"[۵] اس کے بعد دونوں میں نہایت گرم گفتگو ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو حضرت خالدؓ سے ارشاد ہوا "بس خالد! میرے اصحاب کو چھوڑ، اگر تو راہ خدا میں کوہ احد کے برابر بھی سونا صرف کرے گا تب بھی ان کے برابر نہ ہو گا"[۵۳]

---

[۵] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۶۴ [۵۳] حضرت عبدالرحمٰنؓ کے والد عوف اور حضرت خالدؓ کے چچا فاکہ بن مغیرہ تجارت کے خیال سے یمن جا رہے تھے، بنو جذیمہ نے راہ میں ایک ساتھ دونوں کو قتل کیا تھا، سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۵۶

[۵۳] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۵۶،

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع تک جس قدر مہمات اور جنگیں پیش آئیں، حضرت عبدالرحمن سب میں شریک رہے، آخری سفرِ حج سے واپس آنے کے بعد ۱۰ھ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت کا قصہ پیش آیا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اسی گتھی کے سلجھانے میں شریک تھے اور صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں ان کا تیسرا نمبر تھا،

عہدِ صدیقی خلیفۂ اول کے عہد میں حضرت عبدالرحمن ایک مخلص مشیر اور صائب الرائے رکن کی حیثیت سے ہر قسم کے مشوروں میں شریک رہے، ۱۳ھ میں جب صدیق اکبرؓ کا آفتاب حیات لب بام آیا اور ایک جانشین نامزد کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی تو انھوں نے سب سے پہلے حضرت عبدالرحمن کو بلا کر اس کے متعلق مشورہ کیا اور اس منصب جلیل کے لئے فاروق اعظمؓ کا نام لیا، حضرت عبدالرحمنؓ نے نہایت آزادی اور خلوص کے ساتھ کہا، عمر کی اہلیت میں کیا شک ہے لیکن مزاج میں سختی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "ان کی سختی اس لئے تھی کہ میں نرم تھا لیکن جب یہ بارِ گران ان ہی پر آپڑے گا تو خود بخود نرم ہو جائیں گے"[1] غرض چند روزہ علالت کے بعد خلیفۂ اوّل نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور حضرت فاروقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے،

عہدِ فاروقی فاروق اعظمؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ نظامِ خلافت کو پہلے سے زیادہ منتظم و مرتب کر دیا، مہمات مسائل پر بحث و مباحثہ کے لئے ایک مستقل مجلس شوریٰ قائم کی، حضرت عبدالرحمنؓ اس مجلس کے نہایت صائب الرائے، پرجوش اور سرگرم رکن ثابت ہوئے، بہت سے معاملات میں ان ہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوا، عراق پر مستقل اور باقاعدہ فوج کشی کے لئے جب دارالخلافہ کے گرد ایک عظیم الشان لشکر مجتمع ہوا اور عوام نے زور ڈالا کہ خود امیرالمومنین اس فوج کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خود بھی اس کے لئے تیار ہو گئے تو اس وقت صرف حضرت عبدالرحمنؓ ہی تھے جنھوں نے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی اور کہا کہ لڑائی کے دونوں پہلو ہیں، خدانخواستہ اگر شکست ہوئی اور امیرالمومنین

[1] طبری ص ۲۱۳۷ ج ۵

Marfat.com

کو کچھ صدمہ پہنچا تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے، حضرت عبدالرحمٰنؓ کی اس مآل اندیشی نے تمام اکابر صحابہؓ کی آنکھیں کھولدیں اور سب نے پرزور الفاظ مین اس کی تائید کی، لیکن مشکل یہ تھی کہ اس مہتم بالشان عہدہ کے لائق کوئی شخص نہ تھا، حضرت علیؓ سے کہا گیا تو انھون نے صاف انکار کردیا، غرض اسی حیص بیص مین تھے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نگاہِ انتخاب نے یہ مشکل بھی حل کردی، اور کھڑے ہوکر کہا مین نے پالیا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کون؟ بولے سعد بن ابی وقاصؓ، اس حسنِ انتخاب پر ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوئی[1]، اور واقعات نے بہت جلد ثابت کردیا کہ یہ انتخاب کس قدر موزون تھا،

اسی طرح معرکۂ نہاوند مین بھی حضرت عمرؓ کو موقعِ جنگ پر جانے سے روکا، لیکن کبھی کبھی جوشِ مآل اندیشی پر غالب آجاتا تھا، چنانچہ جب مہمِ شام مین اسلامی فوجین رومیون کی عظیم الشان تیاریون کے باعث مقامات مفتوحہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئین، اور حضرت ابوعبیدہؓ سپہ سالارِ اعظم نے رومیون کے جوش و خروش اور ٹڈی دل اجتماع کی اطلاع دارالخلافہ مین بھیجی، تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کو اس قدر جوش آیا کہ بیتاب ہوکر بولے امیرالمومنین تو خود سپہ سالار بن اور مجھ کو ساتھ لے کر چل، خدانخواستہ اگر ہمارے بھائیون کا بال بیکا ہوا تو پھر جینا بے سود ہے[2]، لیکن اس موقع پر دوسرے مآل اندیش صحابہؓ نے مخالفت کی اور اسی پر فیصلہ ہوا،

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے انتظامی اور قانونی حیثیت سے جو رائین دین، ان کا اجمالی تذکرہ انشاءاللہ علم و نفس کے سلسلہ مین آئے گا،

واقعۂ ہائلہ ۲۳ھ مین ایک روز حسبِ معمول حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے کہ دفعۃً فیروز نام ایک عجمی غلام نے حملہ کیا اور متعدد زخم پہنچائے، حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے مصلے پر کھڑا کیا، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جلدی جلدی نماز تمام کی[3]، اور حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لائے،

[1] طبری ص ۲۲۱۵ [2] ایضاً ص ۲۲۱۶ ابن سعد جزو ۳ قسم اوّل ص ۲۴۴،

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰنؓ کا ایثار | خلیفۂ دوم کی حالت غیر ہوئی تو لوگون نے منصب خلافت کے لئے کسی کو نامزد کرنے کی درخواست کی، حضرت عمرؓ نے چھ آدمیون کے نام پیش کرکے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے آخر وقت تک خوش رہے تھے، یہ باہم کسی ایک کو منتخب کرلین لیکن تین دن کے اندر یہ مسئلہ طے پا جائے،

خلیفۂ دوم کی تجہیز و تکفین کے بعد حسب وصیت انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا، لیکن دو دن تک کچھ فیصلہ نہ ہو سکا، تیسرے روز حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ یہ مسئلہ چھ آدمیون مین دائر ہے، اس کو تین شخصون مین محدود کرنا چاہیئے اور جو اپنے خیال مین جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہے اس کا نام لے، چنانچہ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی نسبت رائے دی، حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو پیش کیا، اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا، لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ اپنے حق سے باز آگئے اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اب تم دونون مین جو احکام الٰہی، سنت نبویؐ اور طریقہ شیخینؓ کی پابندی کا عہد کرے گا، اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، عام روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کہا مین سب سے پہلے اس عہد پر راضی ہون لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونون خاموش رہے، بہرحال حضرت عبدالرحمٰنؓ نے دونون کو راضی کرکے اس کا تصفیہ اپنے ہاتھ مین لے لیا، اور ہر ایک کو علیحدہ لے جاکر ان کے فضائل و مناقب یاد دلائے، اور کہا "مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اگر مین تمھین یہ منصب دون تو عدل و انصاف کروگے، اور اگر تمھارے مقابل کو یہ شرف نصیب ہو تو اطاعت سے کام لوگے" غرض اس عہد و پیمان کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مجمع عام مین ایک مؤثر تقریر کی اور حضرت عثمانؓ سے کہا ہاتھ پھیلاؤ اور خود بڑھ کر بیعت کرلی، ان کا بیعت کرنا تھا کہ تمام خلقت ٹوٹ پڑی[1]،

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نگاہ انتخاب نے حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر کیون ترجیح دی؟ عام خیال یہ ہے کہ یہ ان دونون کی باہمی یگانگت و محبت اور رشتہ داری کا نتیجہ

[1] بخاری باب الانفاق علی بیعۃ عثمانؓ، لیکن بعض تفصیلی باتین تاریخ طبری سے ماخوذ ہین،

Marfat.com

تھا، چنانچہ طبری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عباسؓ نے ابتدا ہی مین حضرت علیؓ سے اپنا شبہہ ظاہر کردیا تھا،[1] لیکن یہ صحیح نہین ہے، رشتہ داری بیشک ایک مؤثر چیز ہے، مگر ایسے اہم معاملات مین بنائے فیصلہ نہین ہوسکتی،

اصل یہ ہے کہ گو اسلام نے قبائل کو باہم متحد کردیا تھا تاہم ایک حد تک منافست و مسابقت کا خیال باقی تھا، اور لوگ اس کو پسند نہ کرتے تھے کہ نبوت و خلافت ایک ہی قبیلہ یعنی بنو ہاشم مین مجتمع ہوجائے، چنانچہ خلافتِ مرتضوی مین جو خانہ جنگیان بپا ہوئین، وہ اسی منافست کا نتیجہ تھین، حضرت عبدالرحمنؓ کی نگاہِ عاقبت بین نے اس کا پہلے ہی سے اندازہ کرلیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ انھون نے حضرت عثمانؓ کو جناب امیرؓ پر ترجیح دی، ورنہ اسلام کا شیرازہ اسی وقت بکھر جاتا، جیسا کہ بعد کو واقعات نے ثابت کردیا ہے،

اس ترجیح کی ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے شیخین کی روش پر کاربند ہونے مین پس وپیش کیا تھا، جیسا کہ متعدد روایتون سے ثابت ہوتا ہے، برخلاف اس کے حضرت عثمانؓ نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ہامی بھری تھی، بہرحال حضرت عبدالرحمنؓ نے اس عقدہ کو جس ایثار، دور اندیشی اور دانائی کے ساتھ حل کیا وہ یقیناً ان کی زندگی کا مایۂ ناز کارنامہ ہے،

وفات عہد عثمانی مین حضرت عبدالرحمنؓ نے نہایت خاموش زندگی بسر کی اور جہان تک معلوم ہے مہمات ملکی مین انھون نے کوئی خاص دلچسپی نہین لی، یہان تک کہ روح اطہر نے پچھتر برس تک اس سرائے فانی کی سیر کرکے ۳۲ھ مین داعیِ حق کو لبیک کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

حضرت علیؓ نے جنازہ پر کھڑے ہوکر کہا، "اذھب یا ابن عوف فقد اوردت صفوھا وسقت رنقھا" یعنی "ابن عوف! جاتو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑ دیا" حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنازہ اٹھانے والون مین شریک تھے اور کہتے جاتے تھے "ھد الجبل" یعنی آہ یہ پہاڑ بھی ہل بسا، حضرت عثمانؓ

[1] طبری ص ۲۷۸۰ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۱۰،

Marfat.com

نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع مین دفن کیا[1]،

علم و فضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے حضرت عبد الرحمٰن رضؓ کے کبسۂ فضل و کمال کو علمی ز و جواہر سے پُر کر دیا تھا، گو انھون نے دوسرے کبار صحابہؓ کی طرح حدیثین بہت کم روایت کین تاہم خلفاے راشدین رضؓ کو بہت اہم اور ضروری موقعون پر اپنے معلومات سے فائدہ پہنچایا، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی خلافت مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا جھگڑا اٹھا تو انھون نے بلند آہنگی کے ساتھ اس حدیث کی تصدیق کی کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ مین وراثت نہین ہے"

اسی طرح حضرت عمر رضؓ کے عہد مین جب ایران فتح ہوا اور انھین فکر دامنگیر ہوئی کہ آتش پرستون کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے تو اس وقت حضرت عبد الرحمٰن رضؓ ہی نے اس عقدہ کو حل کیا اور بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کے ساتھ اہل کتاب کی روش اختیار کی تھی اور انھین ذمی قرار دیا تھا،[2]

۱۸ھ مین عمواس مین طاعون پھیلا اور حضرت عمر رضؓ نے صحابۂ کرام رضؓ سے بلا کر دریافت کیا کہ طاعون زدہ مقام سے ہٹنا جائز ہے یا نہین؟ تو کوئی اس کا قطعی جواب نہ دے سکا، حضرت عبد الرحمٰن رضؓ اس وقت موجود نہ تھے لیکن جب انھین خبر ملی تو انھون نے حاضر ہو کر کہا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جہان طاعون ہو وہان نہ جاؤ، اگر تم پہلے سے طاعون زدہ مقام مین ہو تو وہان سے نہ ہٹو،[3]

اصابت رائے خدائے تعالیٰ نے حضرت عبد الرحمٰن رضؓ کو اصابتِ رائے اور دور اندیشی کا نہایت وافر حصہ دیا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے اپنی وفات کے وقت مستحقینِ خلافت پر ریمارک کرتے ہوئے فرمایا تھا "عبد الرحمٰن نہایت صائب الرائے، ہوشمند اور سلیم الطبع ہین، ان کی رائے کو غور سے سننا اور اگر انتخاب مین مخالفت پیدا ہو جائے تو جس طرف عبد الرحمٰن ہون ان کا ساتھ دینا"[4]

---

[1] استیعاب جلد ۲ و طبقات ابن سعد تذکرہ عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ [2] کتاب الخراج ص ۴، و مسند ص ۱۹۴ [3] بخاری باب طاعون [4] تاریخ طبری ص ۲۷۰۸،

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی رائے صرف حسن ظن نہیں بلکہ دور بینہ تجربات پر مبنی تھی، چنانچہ حضرت عبد الرحمنؓ نے خلافت کی گرہ کو جس خوبی کے ساتھ سلجھایا وہ ان کی تجربہ کاری اور ہوش مندی کی نہایت بین شہادت ہے،

اخلاق وعادات حضرت عبد الرحمنؓ کا دامن فضل وکمال اور اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا خصوصاً خوفِ خدا، حبِ رسول، صدق وعفاف، ترحم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشان اوصاف تھے،

خوفِ خدا خوفِ خدا کے باعث دنیا کا ہر واقعہ ان کے لئے مرقع عبرت بن جاتا تھا اور اس کی ہیبت وجلال کو یاد کر کے رونے لگتے تھے، ایک دفعہ دن بھر روزہ رہے، شام کے وقت کھانا سامنے آیا تو بے اختیار مسلمانوں کا گذشتہ فقر وفاقہ یاد آگیا بولے "مصعب بن عمیرؓ مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے تو کفن میں صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، اسی طرح حمزہؓ شہید ہوئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے لیکن اب دنیا ہمارے لئے کشادہ ہوگئی ہے، اور ہمیں اس قدر دنیاوی نعمتیں مرحمت کی گئی ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ شاید ہماری نیکیوں کا معاوضہ دنیا ہی میں ہوگیا"، اس کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا[1]،

حبِ رسول ایک مقرب بارگاہ صحابی کی حیثیت سے حضرت عبد الرحمنؓ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خدمت وحفاظت میں ہمیشہ پیش پیش رہے، واقعۂ احد صحابہؓ کی جان نثاری ومحبت کا نہایت سخت امتحان تھا، حضرت عبد الرحمنؓ اس آزمائش میں پورے اترے، بدن پر بیس زخم کھائے، پاؤں میں ایسا کاری زخم لگا کہ لنگڑا کر چلنے لگے، لیکن جذبۂ جان نثاری نے میدان سے منہ موڑنے نہ دیا،

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کبھی باہر تشریف لے جاتے تو حضرت عبد الرحمنؓ پیچھے پیچھے ساتھ ہو لیتے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، حضرت عبد الرحمنؓ بھی پیچھے چلے یہاں تک کہ رسول اللہ

[1] بخاری باب غزوۂ احد،

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ایک نخلستان مین پہنچکر سربسجود ہوگئے اور اس قدر دیر تک سجدہ مین رہے کہ ان کو خوف ہوا کہ شاید روح اطہر خدا سے جا ملی، گھبرا کر قریب آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کیا ہے عبد الرحمن؟ انھون نے اپنی گھبراہٹ کی وجہ عرض کی، ارشاد ہوا جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا کیا مین آپ کو یہ بشارت نہ دون کہ خداوند جل و علا نے فرمایا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے گا، مین اس پر درود بھیجون گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا مین اس پر سلام بھیجون گا[1]، یعنی یہ طویل سجدہ سجدۂ شکر تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ہمیشہ آپ کی یاد تازہ رہتی تھی، نوفل بن ایاس فرماتے ہین کہ عبد الرحمن بن عوفؓ سے اکثر لطف صحبت رہتا تھا، درحقیقت وہ خوب ہم نشین تھے، ایک روز ہم کو انھون نے دولت کدہ پر لے گئے پھر خود اندر داخل ہوے اور غسل کر کے باہر نکلے، اس کے بعد کھانا آیا تو روٹی اور گوشت دیکھکر بے اختیار رونے لگے، مین نے پوچھا ابو محمد یہ گریۂ وزاری کیسی؟ بولے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی لیکن تمام عمر آپ کو اور آپکے اہل و عیال کو پیٹ بھر جو کی روٹی بھی نہ ملی، ہم دیکھتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اتنے دنون تک دنیا مین رہنا ہمارے لیے بہتر نہین ہے"[2]

صدق و عفاف دیانت داری، صدق و عفاف حضرت عبد الرحمنؓ کے وہ ستارۂ فضل و کمال کا نہایت خوبصورت طرہ تھا، صحابۂ کرامؓ کو ان کی صداقت پر اس قدر اعتماد تھا کہ مدعی یا مدعا علیہ ہونے کی حیثیت مین بھی وہ تنہا ان کے بیان کو کافی سمجھتے تھے، ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کی عدالت مین حضرت زبیرؓ نے مقدمہ دائر کیا کہ مین نے آل عمرؓ سے ایک قطعہ زمین خریدا ہے جو عمرؓ کو دربار نبوتؐ سے بطور جاگیر مرحمت ہوا تھا، لیکن عبد الرحمنؓ کا دعویٰ ہے کہ ان کو اور عمرؓ کو ایک ساتھ جاگیر ملی تھی اور فلان جگہ سے فلان جگہ تک ان کا حصہ ہے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا عبد الرحمنؓ اپنے موافق یا مخالف شہادت دے سکتے ہین[3]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد جو شخص میری ازواج (مطہرات) کی نگرانی و

[1] مسند جلد ۱ ص ۱۹۱ [2] اصابہ جلد ۴ ص ۱۷۰ [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۹۲

Marfat.com

محافظت کرے گا وہ نہایت صادق اور نیکو کار ہوگا، چنانچہ یہ فرض مخصوص طور پر حضرت عبدالرحمٰنؓ سے متعلق تھا، وہ سفر اور حج کے موقعون پر ساتھ جاتے تھے، سواری اور پردہ کا انتظام کرتے تھے، جہان پڑاؤ ہوتا تھا وہان انتظام و اہتمام کے ساتھ اتارتے تھے، غرض انھین صرف اپنی عصمت و عفت کے باعث امہات المومنینؓ کی خدمت و حفاظت کا فخر نصیب ہوا تھا جو ان کا مخصوص طغرائے امتیاز ہے[1]

انفاق فی سبیل اللہ ہجرت کے بیان مین گذر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بے نیازی اور استغنا نے تجارت کی طرف مائل کر دیا تھا، چنانچہ اس مین انھون نے اس قدر ترقی کی کہ ایک عظیم الشان دولت کے مالک ہو گئے، یہان تک کہ ایک دفعہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ واپس آیا تو اس مین سات سو اونٹون پر صرف گیہون آٹا اور دوسری اشیاے خوردنی بار تھین، اس عظیم الشان قافلہ کا تمام مدینہ مین غل پڑ گیا، حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا "مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن جنت مین رینگتے ہوئے جائین گے"، حضرت عبدالرحمٰنؓ کو اطلاع ہوئی تو ام المومنینؓ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی "مین آپ کو گواہ کرتا ہون کہ یہ پورا قافلہ مع اسباب و سامان بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک راہ خدا مین وقف ہے"[2]

صحابہؓ کی دولت ذاتی راحت و آسایش کے لئے نہ تھی بلکہ جو جس قدر زیادہ دولت مند تھا اسی قدر اس کا دست کرم زیادہ کشادہ تھا، حضرت عبدالرحمٰنؓ کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی سے شروع ہو چکا تھا، اور وقتاً فوقتاً قومی و مذہبی ضروریات کے لئے گران قدر رقمین پیش کین، سورۂ برأت نازل ہوئی اور صحابہؓ کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنا نصف مال یعنی چار ہزار درہم پیش کئے، پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار وقف کئے، اسی طرح جہاد کے لئے پانچسو گھوڑے اور پانچسو اونٹ حاضر کئے[3]

عام خیرات و صدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے، ایک

---

[1] اصابہ جلد ۴ ص ۱۷۰ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۱۶ [3] ایضاً ص ۳۱۶،

Marfat.com

دفعہ انھون نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار مین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ فروخت کی اور سب راہِ خدا مین لٹادیا[1]، لیکن اس فیاضی کے باوجود ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتی تھی کہ کہین اس قدر تموّل آخرت کے لئے موجب نقصان نہ ہو، ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر گذارش کی "اماں! مجھے خوف ہے کہ کثرتِ مال مجھے ہلاک کردے گی"، ارشاد ہوا بیٹا! راہِ خدا مین صرف کرو، مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "میرے اصحاب مین بعض ایسے ہین کہ مفارقت کے بعد انھین میرا دیدار نصیب ہوگا"[2]،

غرض فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخری لمحۂ حیات تک قائم رہا، وفات کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہِ خدا مین وقف کئے، بدر مین جو صحابہؓ شریک ہوئے تھے اور اس وقت تک زندہ موجود تھے، ان مین سے ہر ایک کے لئے چار چار سو دینار کی وصیت کی، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت ایک سو اصحاب بدر بقید حیات تھے اور سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیت سے فائدہ اٹھایا یہان تک کہ حضرت عثمانؓ نے بھی حصہ لیا[3]،

امہات المومنینؓ کے لئے بھی ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم مین فروخت ہوا، نیز اس سے پہلے مختلف موقعون پر بڑی بڑی رقمین پیش کین، ایک دفعہ ایک جائداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار مین فروخت ہوئی تھی، چنانچہ حضرت عائشہؓ ان کے صاحبزادہ ابو سلمہ سے اکثر بطریق تشکر دعا فرمایا کرتی تھین خدا تمھارے باپ کو سلسبیلِ جنت سے سیراب کرے[4]،

مذہبی زندگی حضرت عبد الرحمنؓ نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے تھے، خصوصاً ظہر کے وقت فرض سے پہلے دیر تک نوافل سے شغل رکھتے تھے[5]،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث تذکرہ عبد الرحمنؓ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۴۰۴ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۳۱ [4] ترمذی ص ۶۳۱ [5] اصابہ جلد ۴ ص ۱۱۷،

Marfat.com

اکثر روزے رکھتے تھے، حج کے لئے بھی بارہا تشریف لے گئے، جس سال حضرت عمرؓ مسند نشینِ خلافت ہوئے، اس سال امارتِ حج کی خدمت بھی ان ہی کے سپرد ہوئی تھی[1]،

ذریعۂ معاش تجارت اصلی ذریعۂ معاش تھا، آخر مین زراعت کا کاروبار بھی نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہوگیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر مین ایک وسیع جاگیر مرحمت فرمائی تھی، پھر انھون نے خود بہت سی قابل زراعت آراضی خرید کر کاشت کاری شروع کی تھی، چنانچہ صرف مقام "جرف" کے کھیتون مین بیس اونٹ آب پاشی کا کام کرتے تھے[2]،

حضرت عبد الرحمنؓ کے کاروبار مین خدائے پاک نے غیر معمولی برکت دی تھی، وہ خود فرماتے ہین کہ اگر مین پتھر بھی اٹھاتا تو اس کے نیچے سونا نکل آتا، یہی وجہ ہے کہ اس قدر فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود وہ اپنے وارثون کے لئے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے، یہان تک کہ چارون بیویون نے جائداد متروکہ کے صرف آٹھوین حصہ سے اسّی اسّی ہزار دینار پائے، سونے کی اینٹین اتنی بڑی بڑی تھین کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئین اور کاٹنے والون کے ہاتھون مین آبلے پڑ گئے، جائداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ اور سو گھوڑے اور تین ہزار بکریان چھوڑین[3]،

غذا و لباس دسترخوان وسیع تھا لیکن پرتکلف نہ تھا، کبھی قیمتی اور خوش ذائقہ کھانا سامنے آجاتا تو گذشتہ فقر و فاقہ یاد کر کے آنکھین پرنم ہوجاتین، لباس مین زیادہ تر ریشم کا استعمال تھا، کیونکہ بیماری کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر اجازت دی تھی، ایک دفعہ حضرت عبد الرحمنؓ کے صاحبزادے ابو سلمہ ریشمی کرتہ زیب تن کئے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو گریبان مین ہاتھ ڈال کر اس کے چیتھڑے اڑا دیئے، حضرت عبد الرحمنؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

---

[1] اصابہ جلد ۱ ص ۱۷۰ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۳۰۴

[3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۱۴ [4] اصابہ جلد ۴ ص ۱۷۰

Marfat.com

اجازت دی ہے،" فرمایا ہان! معلوم ہے لیکن صرف تمھارے لئے اجازت ہے دوسرون کے لئے نہین[1]،"

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد طویل، رنگ سرخ وسپید، چہرہ خوبصورت، ریش دراز، سر پہ کان سے نیچے تک گھونگھر دار کاکلین، کلائی گٹھی ہوئی، انگلیان موٹی اور مضبوط، سامنے کے دو دانت گر گئے تھے[2] اور غزوۂ احد مین زخمی ہونے کے باعث پاؤن مین لنگ تھا،[3]

اولاد و ازواج حضرت عبد الرحمٰنؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین، بیویون کے ساتھ عموماً لطف و محبت سے پیش آتے تھے، ایک انصاریہ سے شادی کی تو بیس ہزار دینار مہر مین دیے،[4] بیویون کے نام یہ ہین،

کلثوم[1] بنت عتبہ بن ربیعہ، تماضر[2] بنت الاصبغ، کلثوم[3] بنت عقبہ بن ابی معیط، سہلہ[4] بنت عاصم، بحریہ[5] بنت ہانی، سہلہ[6] بنت سہیل، ام حکیم[7] بنت قارظ، بنت[8] ابی الخشخاش، اسماء[9] بنت سلامہ، ام حرمیث[10] یہ بہرا سے قید ہو کر آئی تھین، مجدہ[11] بنت یزید، غزال[12] بنت کسریٰ، یہ مدائن سے گرفتار ہو کر آئی تھین، بعض مورخین کا خیال ہے کہ خاندان کسریٰ کی شہزادی تھین، زینب[13] بنت الصباح، بادیہ[14] بنت غیلان،[5]

حضرت عبد الرحمٰنؓ کی اولاد نہایت کثیر تھی، جن لڑکون کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہین، سالم[1] اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اور پہلے ہی مرے، محمد[2]، ابو سلمہ[3] فقیہ، ابراہیم[4]، اسمٰعیل[5]، حمید[6]، زید[7]، معن[8]، عمر[9]، عدی[10]، عروہ[11] اکبر، سالم اصغر[12]، ابو بکر[13]، عبد اللہ[14]، عبد الرحمٰن[15]، مصعب[16]، سہیل[17] (ابو الابیض) عثمان[18]، عروہ[19]، یحییٰ[20]، بلال[21]،

صاحبزادیون کے نام یہ ہین،" ام القسم[1]، یہ زمانۂ جاہلیت ہی مین پیدا ہوئی تھین، حمیدہ[2]، امۃ الرحمٰن[3] صغریٰ، ام یحییٰ[4]، جویریہ[5]، امیہ[6]، مریم[7]،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث تذکرۂ عبد الرحمٰن بن عوفؓ [2] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰ [3] طبقات قسم اول جزو ثالث تذکرہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ [4] استیعاب جلد ۲ ص ۴۰۲،

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ

نام، نسب و خاندان | سعد نام، ابو اسحٰق کنیت، والد کا نام مالک اور ابو وقاص کنیت، والدہ کا نام حمنہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے سعد بن مالک بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ننہال زہری خاندان میں تھی اس لئے حضرت سعد وقاص رضؓ رشتہ میں آپکے ماموں تھے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا اقرار فرمایا تھا[1]،

اسلام | حضرت سعد وقاص رضؓ کا سن مبارک صرف انیس سال کا تھا کہ دعوتِ اسلام کی صدائے سامعہ نواز نے توحید کا شیدائی بنا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ساتھ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر حلقۂ ایمان سے مشرف ہوئے،

بخاری میں حضرت سعد رضؓ سے روایت ہے کہ ان سے پہلے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوا تھا اور ایک دوسری روایت میں وہ اپنے کو تیسرا مسلمان بتلاتے ہیں لیکن محدثین عظام کی تحقیق کے مطابق چھ سات بزرگوں کو ان پر تقدم کا فخر حاصل ہو چکا تھا، البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت سعد رضؓ کو ان کی اطلاع نہ ہو گی کفار کے خوف سے انھوں نے اپنے ایمان لانے کا اعلان نہیں کیا تھا،

استقامت | حضرت سعد وقاص رضؓ کی ماں نے لڑکے کی تبدیلِ مذہب کا حال سنا تو نہایت کبیدہ خاطر ہوئیں بات چیت، کھانا پینا سب چھوڑ بیٹھیں، چونکہ وہ اپنی ماں کے حد درجہ فرمانبردار اور اطاعت شعار تھے اس لئے یہ سخت آزمایش کا موقع تھا، لیکن جو دل توحید کا لذت آشنا ہو چکا تھا وہ پھر کفر و شرک

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۵۱ [2] بخاری مع فتح الباری مناقب سعد وقاص رضؓ

Marfat.com

کی طرف کسی طرح رجوع ہوسکتا تھا، ماں مسلسل تین دن تک بے آب ودانہ رہیں، لیکن بیٹے کی جبینِ استقلال پر شکن تک نہ پڑی، خدائے پاک کو یہ شانِ استقامت کچھ ایسی پسند آئی کہ تمام مسلمانوں کے لئے معصیتِ الٰہی میں والدین کے عدمِ اطاعت کا ایک قانون عام بنا دیا گیا[1]، وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا آلایہ[2]

مکہ کی زندگی اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت نبوی تک مکہ ہی میں مقیم رہے گو یہ سرزمین عام مسلمانوں کی طرح ان کے لئے مصائب وشدائد سے خالی نہ تھی، تاہم استقلال کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے، حضرت سعد وقاص رضؓ کفار کے خوف سے عموماً مکہ کی ویران وسنسان گھاٹیوں میں چھپ کر معبود حقیقی کی پرستش وعبادت فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک گھاٹی میں چند صحابہؓ کے ساتھ مصروفِ عبادت تھے، اتفاق سے کفار کی ایک جماعت اس طرف آنکلی، اور اسلام کا مذاق اڑانے لگی، حضرت سعد وقاص رضؓ کو اس بے بسی کی زندگی میں بھی جوش آگیا، اور اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس زور سے مارا کہ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا، اور خون بہنے لگا، بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام کی حمایت میں یہ پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعد وقاص رضؓ کے ہاتھ سے عمل میں آئی[3]،

ہجرت مکہ میں جب کفار کے ظلم وستم سے مسلمانوں کا پیمانۂ صبر وتحمل لبریز ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم .... دیا، اس حکمِ عام کی بنا پر حضرت سعد وقاصؓ نے مدینہ کی راہ لی، اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے مکان میں فروکش ہوئے، جنھوں نے ایامِ جاہلیت میں ایک خون کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مدینہ میں سکونت اختیار کرلی تھی،

یہاں پہونچکر مسلمانوں کو آزادی وطمانیت نصیب ہوئی تاہم قریشِ مکہ کی حملہ آوری کا خطرہ

---

[1] مسلم مناقب سعد وقاصؓ [2] ترجمہ:- اگر والدین تجھکو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں جسکا کوئی علم ویقین تیرے پاس نہیں ہے تو اس میں ان کی اطاعت نہ کر [3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۹۱ [4] ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۹۹

Marfat.com

موجود تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش بینی کرکے حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کو ساٹھ یا اسی سوار دن کے ساتھ غنیم کی نقل و حرکت دریافت کرنے کے لئے روانہ فرمایا، حضرت سعد وقاصؓ بھی اس جماعت مین شامل تھے، غرض دورہ کرتے ہوئے حجاز کے ساحلی علاقہ مین قریش کی ایک بڑی تعداد سے مٹ بھیڑ ہوئی، چونکہ محض تجسس مقصود تھا، اس لئے کوئی جنگ پیش نہ آئی، مگر حضرت سعد وقاصؓ کو کمان تاب تھی، انھون نے ایک تیر چلا ہی دیا، چنانچہ یہ اسلام کا پہلا تیر تھا جو راہِ خدا مین چلا گیا[1]،

دوسری دفعہ خود حضرت سعد وقاصؓ کے زیر قیادت آٹھ مہاجرین کی ایک جماعت تجسس کے لئے روانہ کی گئی، چنانچہ یہ مقام خرار تک دورہ کرکے واپس آئے اور کوئی جنگ پیش نہ آئی، اس کے بعد

عبداللہ بن الجحشؓ کے ساتھ دشمن کی خبرگیری پر مامور ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن الجحشؓ کو ایک سربمہر فرمان دیا تھا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھین اور اس کی ہدایتون پر عمل کرین، انھون نے حسب ہدایت دو روز کے بعد پڑھا تو اس مین لکھا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہان پہنچکر قریش کی نقل و حرکت کا پتہ چلائین، حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیون کو فرمان کا مضمون سنا کر کہا، مین کسی کو مجبور نہین کرتا جس کو شہادت منظور ہو وہ ساتھ چلے ورنہ واپس جائے، حضرت سعد وقاصؓ اور تمام دوسرے ساتھیون نے جوش کے ساتھ سمعاً و طاعۃً کہا، لیکن کچھ دور جانے کے بعد عتبہ بن غزوانؓ اور حضرت سعد وقاصؓ کا اونٹ جو مشترکہ طور پر دونون کی سواری مین تھا گم ہوگیا، اور اس طرح وہ دونون پیچھے چھوٹ گئے، عبداللہ بن الجحشؓ نے نخلستان مین پہنچکر قریش کے ایک قافلہ سے جنگ کی اور مالِ غنیمت اور چند قیدیون کے ساتھ مدینہ واپس آئے، چونکہ یہ وہ مہینہ تھا جس مین رسماً جنگ ممنوع سمجھی جاتی تھی، اس لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور فرمایا کہ مین نے تمھین جنگ کا حکم نہین دیا تھا، مسلمانون نے بھی عبداللہ اور

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۱۳،

Marfat.com

ان کے ساتھیون کو ملامت کی لیکن وحیِ الٰہی نے اس مسئلہ کو اس طرح صاف کر دیا،

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ

(بقرہ ۲۷)

لوگ تم سے ماہِ حرام کی نسبت پوچھتے ہین کہ اس مین لڑنا (جائز ہے) کہدو اس مین لڑنا بڑا گناہ اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس کا نہ ماننا اور مسجدِ حرام سے باز رکھنا اور اس کے اہل کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ہے اور فتنہ گشت و خون سے زیادہ برا ہے،

قریش فدیہ لیکر اپنے قیدیون کو چھڑانے آئے لیکن اس وقت تک عتبہ بن غزوانؓ اور سعد وقاصؓ کا کچھ پتہ نہ تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک یہ دونون صحیح وسلامت پہونچ نہ جائین تمھارے قیدی رہا نہ ہون گے، غرض جب یہ دونون جان نثار واپس آگئے تو مشرکین چھوڑ دیئے گئے،

غزوات

غزوۂ بدر معرکۂ بدر سے مستقل جنگون کی ابتدا ہوئی، حضرت سعد وقاصؓ نے اس جنگ مین غیر معمولی شجاعت وجان بازی کے جوہر دکھائے اور سعید بن العاص سرخیلِ کفار کو تہ تیغ کیا، حضرت سعدؓ کو اس کی ذوالکتیفہ نامی تلوار پسند آگئی تھی، لئے ہوئے بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئے چونکہ اس وقت تک تقسیمِ غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا اس لئے ارشاد ہوا کہ جہان سے اٹھائی ہے وہین رکھدو،

حضرت سعدؓ کے برادر عزیز حضرت عمیرؓ اس جنگ مین شہید ہوئے تھے کچھ تو ان کی مفارقت کا صدمہ اور کچھ تلوار نہ ملنے کا افسوس، غرض غمگین وملول واپس آئے، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورۂ

Marfat.com

انفال، نازل ہوئی، اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر تلوار لینے کی اجازت دیدی[1]،

غزوۂ احد سنہ ۳ھ مین غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ مین تیر اندازون کی غفلت سے اتفاقاً مسلمانون کی فتح شکست سے مبدل ہوگئی اور ناگہانی حملہ کے باعث اکثر غازیون کے پاؤن اکھڑ گئے لیکن حضرت سعد وقاص رضؓ ان ثابت قدم اصحاب کی صف مین تھے، جن کے پاے استقلال کو اخیر وقت تک لغزش نہ ہوئی، حضرت سعدؓ تیر اندازی مین کمال رکھتے تھے، اس لیے جب کفار کا نرغہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ترکش سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے یاسعد ارم فداک ابی و امی، یعنی "اے سعد! تیر چلا میرے باپ ماں تجھ پر فدا ہون"[2]،

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سعدؓ کے سوا اور کسی کے لئے "فداک ابی و امی" کا جملہ نہین سنا، لیکن دوسری روایتون مین حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی نسبت بھی ایسے ہی جملے منقول ہین، بہرحال محدثین کا فیصلہ ہے کہ غزوۂ احد مین یہ فخر صرف حضرت سعد وقاصؓ کے لئے مخصوص تھا[3]،

اثناے جنگ مین ایک مشرک سامنے آیا جس نے اپنے تیز و تند حملون سے مسلمانون کو پریشان کر رکھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نشانہ بنانے کا حکم دیا، لیکن اس وقت ترکش تیرون سے خالی ہو چکا تھا، حضرت سعدؓ نے تعمیلِ ارشاد کے لئے ایک تیر اٹھا کر جس مین پھل نہین تھا اس صفائی کے ساتھ اس کی پیشانی پر مارا کہ وہ بدحواسی کے ساتھ برہنہ ہو کر گر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قادر اندازی اور اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے، یہان تک کہ دندانِ مبارک نظر آنے لگے[4]،

اسی طرح طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق مین تاک کر ایسا تیر مارا کہ زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی

---

[1] مسند جلد ۱ ص ۱۸۰ و مسلم مناقب سعد وقاصؓ [2] بخاری کتاب المغازی غزوۂ احد [3] فتح الباری کتاب المناقب سعد وقاصؓ و مسلم کتاب المناقب مناقبِ سعدؓ،

Marfat.com

اور تڑپ کر داخلِ سفر ہوا[1]،

متفرق غزوات غزوۂ احد سے فتحِ مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے، حضرت سعدؓ بہادری و جانبازی کے ساتھ سب میں پیش پیش رہے، پھر فتحِ مکہ کے بعد غزوۂ حنین میں اسی فدویت، جان نثاری اور ثبات و پامردی کا کارنامہ پیش کیا جس کا اظہار غزوۂ احد میں کر چکے تھے،

غزوۂ طائف اور تبوک کی فوجکشی میں بھی شریک تھے، پھر ۱۰ھ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد فرمایا تو حضرت سعد وقاصؓ ہمرکاب تھے، لیکن مکہ پہنچکر سخت علیل ہو گئے، یہاں تک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے تو زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں مالدار آدمی ہوں لیکن ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہیں ہے، اس لئے اگر اجازت ہو تو اپنا دو ثلث مال کارِ خیر میں لگا دوں؟ ارشاد ہوا "نہیں!" پھر عرض کی "دو ثلث نہیں تو نصف سہی"، حکم ہوا "نہیں صرف ایک ثلث اور یہ بھی بہت ہے، تم اپنے وارثوں کو مالدار رکھو تو یہ بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال نہ پھیلاتے پھریں، تم جو کچھ بھی خدا کی رضا جوئی کے لئے صرف کرو گے اس کا اجر ملے گا، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب پاؤ گے[2]،

ایک مبارک پیشگوئی حضرت سعدؓ کو مدینہ سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ مکہ میں مرنا بھی پسند نہ تھا، بیماری جس قدر طول کھینچتی جاتی تھی اسی قدر ان کی بیقراری بڑھتی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشکبار دیکھ کر پوچھا "روتے کیوں ہو؟" عرض کی "معلوم ہوتا ہے کہ اسی سرزمین کی خاک نصیب ہو گی، جس کو خدا اور رسول کی محبت میں ہمیشہ کے لئے ترک کر چکا تھا"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشفی دیتے ہوئے ان کے قلب پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ دعا فرمائی "اللھم اشف سعداً! اللھم اشف سعداً!" یعنی اے خدا سعد کو صحت عطا کر! سعد کو صحت عطا کر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ مبارک سے

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۲۸ [2] مسلم کتاب الوصیہ ۵ ایضاً،

Marfat.com

جو الفاظ نکلے تھے وہ اس مریضِ بستر مرگ کے لئے آبِ حیات ثابت ہوئے، یعنی دعاء مقبول ہوئی اور وہ صحیح و تندرست ہوئے، ساتھ ہی یہ بشارت سنائی کہ اے سعد! تم اس وقت تک نہ مروگے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع پہنچ لے[1]، یہ پیشینگوئی عجمی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی، جن مین عجم قوم نے آپکے ہاتھون سے نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اُٹھایا،

مکہ سے واپس آنے کے بعد اسی سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سقیفۂ بنی ساعدہ مین کثرت آراء سے مسند نشینِ خلافت ہوئے، حضرت سعد وقاصؓ نے بھی جمہور کا ساتھ دیا اور خلیفۂ اوّل کے ہاتھ پر بلا توقف بیعت کرلی،

خلیفۂ اوّل نے صرف سوا دو برس کی خلافت کے بعد داعیِ حق کو لبیک کہا اور فاروق اعظمؓ کو جانشین کرکے رحلت گزینِ عالمِ جاودان ہوئے، اس وقت اندرونی مہمات کا فیصلہ ہوکر شام و عراق پر فوجکشی کی ابتدا ہوچکی تھی، حضرت عمرؓ نے مسند نشین ہونے کے ساتھ ہی تمام عرب مین جوش و خروش کی آگ بھڑکا دی، اور ان حملون کا انتظام زیادہ وسیع پیمانہ پر قائم کردیا، خصوصاً عراق کی فوجکشی پر سب سے پہلے توجہ صرف کی، چونکہ حضرت سعد وقاصؓ کے آیندہ کارنامون کا تعلق تمام تر اسی سرزمین سے وابستہ ہے، اس لئے اس ملک کی لشکرکشی کے ابتدائی حالات تسلسل قائم رہنے کے خیال سے درج ذیل ہین،

عراق کی فوجکشی اہل عرب اور ایرانیون مین نہایت قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی، ایرانیون نے بارہا عربون کے تفرق، اختلاف اور کمزوری سے فائدہ اٹھاکر تمام عرب کو تباہ و برباد کردیا تھا، خصوصاً عراقِ عرب اور سرحدی علاقون پر مستقل قبضہ جمالیا تھا لیکن عرب بھی دب کر رہنے والے نہ تھے جب موقع پاتے بغاوت کردیتے تھے، چنانچہ یورانِ دخت کے زمانہ مین جب طوائف الملوکی کے

[1] مسلم کتاب الوصیۃ،

Marfat.com

باعث ایرانی حکومت کا نظام ابتر ہوگیا تو سرحدی قبائل کو پھر شورش کا موقع ملا اور مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی تھوڑی جمعیت فراہم کرکے عراق کی سرحد حیرہ اور ابلہ کی طرف غارت گری شروع کردی، یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، مثنیٰ نے بارگاہِ خلافت مین حاضر ہوکر باقاعدہ عراق پر حملہ آوری کی اجازت طلب کی، چونکہ عام عرب مین اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی، اس لئے اس کے ایک وسیع خطہ کا کسی دوسری حکومت کے زیر اقتدار رہنا مذہبی اور قومی نقطۂ نگاہ سے نہایت خطرناک تھا، اس بنا پر خلیفۂ اوّل نے مثنیٰ کو اجازت دیدی، اور حضرت خالدؓ سیف اللہ کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مدد کے لئے روانہ کیا، انھون نے حملہ کرکے بہت سے سرحدی مقامات فتح کرلئے لیکن چونکہ دوسری طرف شام کی مہم بھی درپیش تھی اور وہان کمک کی بہت زیادہ ضرورت تھی، اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ مثنیٰ کو اپنا جانشین کرکے شامی رزمگاہ کی طرف روانہ ہوجائین، لیکن خالدؓ سیف اللہ کا جانا تھا کہ عراق کی مہم دفعتہً سرد پڑگئی،

حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا تو پھر نئے سرے سے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی اور حضرت ابوعبیدہؓ کو ایک فوج گران کے ساتھ اس طرف روانہ فرمایا، انھون نے ایرانیون کو متفرق معرکون مین شکست دے کر تمام متصلہ علاقون پر قبضہ کرلیا اور مشرقی فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام مروحہ تھا، غنیم کی ایک زبردست فوج کے سامنے صف آرائی کی، چونکہ بیچ مین دریا حائل تھا، اس لئے ایرانی سپہ سالار بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تو تم اس پار اتر کر آؤ یا ہم آئین، ابوعبیدہؓ نے سرداران فوج کے اختلاف کے باوجود شجاعت کے نشے مین خود دریا پار اتر کر مقابلہ کیا لیکن اس غلطی کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے وہ ہوا یعنی مسلمانون کو نہایت افسوسناک شکست ہوئی،

حضرت عمرؓ نے کمک بھیجکر فوج کو از سر نو مستحکم کردیا اور چونکہ ابوعبیدہؓ کام آچکے تھے، اس لئے مثنیٰ شیبانی کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کی، انھون نے معرکۂ بویب اور دوسری جنگون مین دشمن کو پے در پے

Marfat.com

شکستین دیکر عراق کے ایک وسیع خطہ پر قبضہ کر لیا،

ایرانیون کو اب تک مسلمانون کی جارحانہ قوتون کا اندازہ نہ تھا، ان فتوحات نے ان کی آنکھین کھول دین، اراکینِ سلطنت نے حکومت کیانی کو محفوظ رکھنے کے لئے نئی تدبیرین اختیار کین، پوران دخت کو جو ایک عورت تھی تخت سے اتار کر خاندانِ کسریٰ کے اصلی وارث یزدگرد کو تخت نشین کیا اور تمام ملک مین اتحاد، اتفاق اور جوش وخروش کی آگ بھڑکا دی، یہان تک کہ مسلمانون کے مفتوحہ مقامات مین بھی بغاوت وسرکشی کی آگ بھڑک اٹھی اور مثنیٰ کو مجبوراً عرب کی سرحد مین ہٹ آنا پڑا،

حضرت عمرؓ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر تمام عرب مین پرجوش وجادو بیان خطیب پھیلا دیئے، کہ وہ اپنی پُرتاثیر تقریرون سے قبائلِ عرب کو جنگ مین شریک ہونے کے لئے آمادہ کرین، اس کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ مین دارالخلافت کی طرف جنگ آزما بہادرون کا ایک طوفان اُمنڈ آیا، حضرت سعد وقاصؓ عہد صدیقی سے ہوازن کے عامل تھے، انھون نے اپنے اثر سے ایک ہزار آدمی بھیجے، جن مین سے ہر ایک تیغ وتفنگ کا ماہر تھا، غرض فوج توقع سے زیادہ فراہم ہو گئی لیکن سب سے زیادہ دقت یہ تھی کہ اس عظیم الشان لشکر کی سربراہی کے لئے کوئی شخص موزون نظر نہ آتا تھا، حضرت علیؓ سے درخواست کی گئی تو انھون نے بھی اس بارِ گران کے اٹھانے سے انکار کر دیا، عوام کے اصرار سے خود حضرت عمرؓ تیار ہو گئے، لیکن اہل الرائے صحابہؓ مانع ہوئے کہ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہین ہے، لوگ اسی حیص بیص مین تھے کہ دفعۃً حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اٹھ کر کہا کہ مین نے پالیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کون؟ بولے کہ سعد بن ابی وقاصؓ، تمام حاضرین اس انتخاب پر بھڑک اُٹھے، اور سب نے متفقہ طور پر تائید کی[1]؛

سپہ سالاری حضرت سعدؓ نہایت بلند پایہ صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے، اس کے

[1] طبری ص ۲۲۱۵،

Marfat.com

ساتھ بہادری و شجاعت مین بھی بے نظیر تھے، تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی وفخر کی نگاہ سے دیکھا، حضرت عمرؓ کو گو سپہ سالاری کے لحاظ سے ان کی قابلیتون کا تجربہ نہ تھا، تاہم انھون نے تائید عام سے مجبور ہو کر منظور کر لیا اور ہر قسم کی ہدایتین اور نشیب و فراز سمجھا کر رزمگاہ کی طرف کوچ کرنیکی اجازت دیدی،

غرض اس طرح حضرت سعدؓ کی تاریخ زندگی کا وہ صفحہ شروع ہوا جو سب سے زیادہ درخشان وتابان ہے اور جس نے دنیا کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ مند اور خوش تدبیر نام آورون کی صف مین ان کو ممتاز کر دیا ہے، وہ اپنے لشکر کو آراستہ کر کے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے تعلبیہ پہونچے، یہان تین مہینے تک قیام رہا، پھر وہان سے چل کر مشراف مین خیمہ زن ہوئے، مثنیٰؓ مقام ذی قار مین آٹھ ہزار نبرد آزما سپاہیون کے ساتھ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، لیکن داعی اجل نے ملاقات کا موقع نہ دیا اور وہ اپنے بھائی کو سپہ سالار اعظم سے ملنے کی ہدایت کر کے رہ گزین عالم جاودان ہوئے، مثنیٰ نے حسب ہدایت مشراف مین آکر ملاقات کی اور مثنیٰ نے جو ضروری مشورے دیئے تھے، حضرت سعدؓ وقاصی سے بیان کئے،

حضرت سعدؓ نے مشراف مین اپنی فوج کا باقاعدہ جائزہ لیا، جو کم و بیش تیس ہزار ٹھہری پھر میمنہ ومیسرہ وغیرہ کی تقسیم کر کے ہر ایک پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور مقام کا نقشہ، فرودگاہ کا ڈھنگ، لشکر کا پھیلاؤ اور رسد کی کیفیت وغیرہ سے دربار خلافت کو مطلع کیا، وہان سے حکم آیا کہ مشراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ پر اس طرح مورچے جمائین کہ پشت پر عرب کے پہاڑون اور سامنے دشمن کا ملک ہو، چنانچہ وہ یہان سے روانہ ہو کر غذیب مین عجمیون کے پیگرون پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے اور مناسب موقعون پر مورچے جما دیئے،

حضرت سعدؓ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے سردارن قبائل عرب سے چودہ نامور اشخاص منتخب کئے

Marfat.com

سفیر بنا کر مدائن روانہ کیا تاکہ شاہِ ایران کو اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت دیں، چنانچہ انھوں نے پہلے اسلام پیش کیا، اور طرفین میں بڑی ردّوقدح ہوتی رہی، آخر میں مسلمانوں نے کہا، اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو ہم اپنے نبی کی پیشین گوئی یاد دلاتے ہیں کہ ایک دن تمھاری زمین ہمارے تصرف میں آئے گی، مسلمانوں کی صاف بیانی پر غضبناک ہوکر، مسلمانوں کی اس دلیری پر جھلّا کر خاک دھول منگا کر کہا تو یہ تم کو ملے گی، عمرو بن معدی کرب نے اس کو اپنی چادر میں لے لیا، اور سعدؓ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے رکھ کر کہا کہ "فتح مبارک ہو دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی"، غرض سفرا واپس آگئے، اور جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں، عجمی سپہ سالار رستم نے بھی جو ساباط میں مقیم تھا، اپنی فوج کو آگے بڑھا کر قادسیہ میں ڈیرے ڈالے،

رستم کی فوجیں قادسیہ پہنچیں تو حضرت سعدؓ نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیئے کہ دشمن کی نقل و حرکت سے ہر وقت مطلع کرتے رہیں، نیز غنیم کی فوج کا رنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب اور پڑاؤ کی حالت دریافت کرنے کے لئے فوجی افسر متعین کر دیئے، اس میں کبھی کبھی دشمن کا سامنا بھی ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ رات کے وقت غنیم کے کیمپ میں گشت کر رہے تھے، ایک جگہ ایک بنّی بھاگھوڑا بندھا دیکھا، تلوار سے باگ ڈور کاٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ ڈور سے اٹکالی، لوگوں نے ان کا تعاقب کیا تو ایک سپاہی کو قید کر کے لڑتے بھڑتے صاف نکل آئے، قیدی نے حضرت سعدؓ کے سامنے آکر اسلام قبول کیا، اور عجمی فوج کے بہت سے اسرار بیان کئے،

دو مہینہ تک صرف اسی قسم کی جھڑپ ہوتی رہی، اور کوئی باقاعدہ جنگ پیش نہ آئی، رستم قصداً جنگ سے جی چراتا تھا، اس نے ایک دفعہ پھر صلح کی کوشش کی اور حضرت سعدؓ نے اس کی خواہش پر متعدد سفارتیں روانہ کیں، آخری سفارت میں مغیرہ بھیجے گئے، لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی، رستم کو ناکامی ہوئی تو اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ "کل تمھاری فوجیں نہ دبا لا کر ڈالوں گا"، مغیرہ نے

Marfat.com

واپس آکر رستم کا مقولہ بیان کیا تو حضرت سعدؓ نے بھی جوش و خروش کے ساتھ مسلمانون کو تیاری کا حکم دے دیا،

جنگ قادسیہ

رستم اس قدر غضبناک ہوگیا تھا کہ اس نے اسی وقت فوج کو کمربندی کا حکم دیدیا اور دوسرے روز صبح کے وقت درمیان کی نہر کو عبور کرکے میدانِ جنگ مین صف آرا ہوا، دوسری طرف حضرت سعدؓ کا لشکر بھی تیار تھا، مشہور شعراء اور پرجوش خطیب رزمیہ اشعار اور جادو اثر تقریرون سے تمام بہادر سپاہیون کے شجاعانہ ولولے بھڑکا رہے تھے، اس کے ساتھ قاریون کی خوش الحانی اور جہاد کی آیتون نے جنت کے عاشقون کو بیتاب کر رکھا تھا،

حضرت سعدؓ نے قاعدہ کے موافق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کئے، اور چوتھے پر جنگ شروع ہوگئی، گو وہ خود عرق النساء کے عارضہ مین مبتلا ہونے کے باعث عام فوج کا ساتھ نہ دے سکے اور خالد ابن عرطفہ کو قائم مقام کرکے میدانِ جنگ کے قریب جو قصر تھا اس کے بالاخانہ پر رونق افروز ہوئے تاہم فوج کو لڑاتے خود تھے یعنی جس وقت جو حکم دینا مناسب سمجھتے تھے، پرچون پر لکھ کر اور گولیان بنا کر خالد کی طرف پھینکتے جاتے تھے اور خالد ان ہی ہدایتون کے مطابق موقع بموقع لڑائی کا اسلوب بدلتے جاتے تھے، ایک دفعہ ایرانی ہاتھیون کے ریلے سے قریب تھا کہ بجیلہ سوارون کے پاؤن اکھڑ جائین حضرت سعدؓ نے یہ رنگ دیکھ کر فوراً قبیلہ اسد کو حکم بھیجا کہ بجیلہ کو مدد پہنچائین، پھر جب اس کالی آندھی نے اس طرف رخ کیا تو قبیلۂ تمیم کو جو نیزہ بازی اور فاد راندازی مین کمال رکھتے تھے کہلا بھیجا کہ تمھارا کمال ہاتھیون کے مقابلہ مین کیا ہوا؟ یہ سنکر انھون نے اس جوش سے تیر برسائے کہ دفعۃً جنگ کا نقشہ بدل گیا، غرض تمام دن اسی زور کا رن ہوا، شام ہوئی تو دونون فریق اپنے اپنے پڑاؤ مین واپس آئے، قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا جس کو عربی مین یوم الارماث کہتے ہین،

دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی، عین ہنگامۂ کارزار مین شام کی امدادی فوجین بھی پہونچ

Marfat.com

گئین، اس تائیدِ غیبی سے مسلمانون کا جوش دوبالا ہوگیا اور اس زور شور سے تیغ وسنان اور تیر وتفنگ کا بازار گرم ہوا کہ دور سے دیکھنے والون کی رگِ شجاعت مین ہیجان پیدا ہو رہا تھا، ابو محجن ثقفی جن کو حضرت سعدؓ نے شراب خواری کے جرم مین اپنے قصر مین مقید کر دیا تھا، اس ولولہ انگیز منظر کو دیکھ کر بیتاب ہو رہے تھے، ضبط نہ کر سکے تو سلمیٰ (سعدؓ کی بیوی) سے درخواست کی کہ اس وقت مجھ کو چھوڑ دو، لڑائی سے جیتا بچا تو پھر خود آکر بیڑیان پہن لون گا، سلمیٰ نے انکار کیا تو حسرت کے ساتھ یہ اشعار پڑھنے لگے،

کفی حزنا ان تردی الخیل بالقنا	وأترک مشدودا علی وثاقیا
اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازیان کر رہے ہین	اور مین زنجیر مین بندھا پڑا ہون
اذا قمت عنانی الحدید وأغلقت	مصاریع دونی تصم المنادیا
جب مین کھڑا ہونا چاہتا ہون تو زنجیر بگ کھنچ لیتی ہے	اور دروازے اسطرح سامنے بند کر دیے جاتے ہین کہ پکارنیوالا پکارتے

ان اشعار سے سلمیٰ نے متاثر ہوکر انکی بیڑیان کاٹ دین اور وہ حضرت سعدؓ کے گھوڑے پر سوار ہوکر جنگ کی دہکتی ہوئی آگ مین کود پڑے اور لوگون کو اپنی شجاعت وجانبازی سے متحیر کر دیا، حضرت سعدؓ بھی حیران تھے کہ یہ کون بہادر ہے؟ شام کو جنگ ختم ہوئی تو ابو محجن نے خود آکر بیڑیان پہن لین، سلمیٰ نے یہ حالات سعدؓ سے بیان کئے تو انھون نے کہا خدا کی قسم مین ایسے فدائی اسلام کو سزا نہین دے سکتا، اور اسی وقت رہا کر دیا ابو محجن پر بھی اس قدر روانی کا یہ اثر ہوا کہ آیندہ شراب سے توبہ کر لی،

تیسرے روز حسب معمول پھر معرکہ شروع ہوا، حضرت سعدؓ نے آج آخری فیصلہ کا ارادہ کر لیا تھا، لیکن شام ہوگئی اور جنگ کے زور وشور مین کچھ فرق نہ آیا، زیادہ وقت ہاتھیون کی وجہ سے تھی، وہ جس طرف جھک پڑتے تھے صفین کی صفین درہم برہم کر دیتے تھے، حضرت سعدؓ نے قعقاع اور چند دوسرے بہادر سپاہیون کو بلا کر کہا کہ تم ہاتھیون کو مار لو تو پھر میدان تمھارے ہاتھ مین ہے، انھون نے نہایت جانبازی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی اور نرغہ کر کے بڑے بڑے ہاتھیون کو مار ڈالا تو دوسرے ہاتھی خود

Marfat.com

بخود بھاگ کھڑے ہوئے، ہاتھیون سے میدان صاف ہونا تھا کہ حضرت سعدؓ نے اپنی فوج کو سمیٹ کر پھر نئے سرے سے ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جب مین نیسرا نعرہ بلند کرون تو غنیم پر حملہ کر دیا جائے، لیکن ابھی پہلا ہی نعرہ بلند ہوا تھا کہ قعقاع نے جوش سے بیتاب ہو کر حملہ کر دیا، حضرت سعدؓ نے فرمایا اللّٰھم اغفر لہ وانصرہ یعنی اے خدا تو قعقاع کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا، قعقاع کو دیکھ کر دوسرے قبائل بھی ٹوٹ پڑے، حضرت سعدؓ ہر قبیلے کے حملے پر کہتے جاتے تھے کہ خدا اس کو معاف کرنا اور معین و مددگار رہنا، غرض دن ختم ہونے کے بعد تمام رات ہنگامۂ کارزار گرم رہا، لیکن بالآخر مسلمانون کے ثبات و استقلال نے ایرانیون کے پاؤن اکھاڑ دیئے، رستم کو بھی مجبوراً بھاگنا پڑا، مگر ہلال نامی ایک مسلمان سپاہی نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا،

حضرت سعدؓ نے بارگاہِ خلافت مین نامۂ فتح روانہ کر کے مقتولین و مجروحین کی تجہیز و تدفین اور مرہم پٹی کا اہتمام کیا، چونکہ وہ خود اس جنگ مین شریک نہ تھے اس لئے بعض سپاہیون کو ان کی طرف سے بدگمانی تھی چنانچہ ایک شاعر نے علانیہ اس خیال کو ظاہر کر دیا،

وقاتلت حتی انزل اللہ نصرہ	وسعد بباب القادسیۃ معصم
مین نے جنگ کی یہان تک کہ خدا نے اپنی مدد بھیجی	حالانکہ سعد قادسیہ کے دروازہ سے چمٹے رہے،
فابنا وقد آمت نساء کثیرۃ	ونسوۃ سعد لیس فیھن ایم
ہم لوٹے تو بہت سی عورتین بیوہ ہوئین	حالانکہ سعد کی بیویون مین سے کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی

حضرت سعدؓ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے تمام فوج کو جمع کیا اور ایک مفصل تقریر کر کے اپنی معذوری ظاہر کی،

عراقِ عرب پر عام لشکر کشی حضرت سعدؓ نے معرکۂ قادسیہ کے بعد ۱۵ھ مین تمام عراقِ عرب کو زیر نگین کر لینے کا تہیہ کر لیا، ایرانی بابل مین پناہ گزین تھے، اس لیے سب سے پہلے اسی طرف بڑھے، انھون نے خود

Marfat.com

عجمیون پر اس قدر رعب بٹھا دیا تھا کہ راہ مین بڑے بڑے سردارون نے پیشوائی کر کے صلح کر لی اور بابل تک موقع بموقع پل تیار کرا دیئے کہ اسلامی فوجین آسانی کے ساتھ گذر جائین، بابل پہنچکر حضرت سعدؓ نے ایک ہی حملہ مین اس کو فتح کر لیا اور خود یہان قیام کر کے زہرہ کی افسری مین کچھ فوجین آگے روانہ کر دین، انھون نے کوثی پہنچکر دم لیا اور وہان کے رئیس شہریار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا،

کوثی ایک تاریخی جگہ تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے یہین قید کیا تھا چنانچہ قید خانہ کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی، حضرت سعدؓ بابل سے تشریف لائے تو اس کی زیارت کو گئے اور دو رکعت پڑھ کر یہ آیت پڑھی تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ،

کوثی سے آگے بڑھ کر پایہ تخت کے قریب ایک مستحکم مقام بہرہ شیر تھا، اس نام کی وجہ یہ تھی کہ یہان خاص کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا، حضرت سعدؓ کا لشکر جب اس شہر کے قریب پہنچا تو شیر مقابلہ کے لئے چھوڑا گیا، اس نے تڑپ کر اسلامی شیرون پر حملہ کیا، لیکن حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشمؓ نے جو ہراول کے افسر تھے اس صفائی سے تلوار ماری کہ وہین ڈھیر ہو گیا، حضرت سعدؓ نے اس بہادری پر خوش ہو کر ان کی پیشانی چوم لی، اور انھون نے ان کے قدم کا بوسہ دیا،

بہرہ شیر کا کامل دو ماہ تک محاصرہ رہا اور اس اثنا مین متعدد ہولناک خونین ہوئین، لیکن کچھ فیصلہ نہ ہو سکا، ایک روز خود ایرانی فوجین تنگ آ کر جوش و خروش کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلین اور دیر تک شجاعانہ لڑتی رہین، اسی حالت مین ان کا سپہ سالار شہریراز جو نہایت بہادر افسر تھا، ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا، اس کا مقتول ہونا تھا کہ عجمی فوجین بھاگ کھڑی ہوئین، اور شہر والون نے صلح کا پھریرا اڑا دیا،

بہرہ شیر اور مدائن (پایہ تخت عراق) کے درمیان صرف دجلہ حائل تھا، ایرانیون نے مسلمانون کے خوف سے جہان جہان پل تھے سب توڑ کر بیکار کر دیئے تھے، لیکن حضرت سعدؓ کی اولوالعزمی کے

Marfat.com

آگے دنیا کی کون چیز حائل ہوسکتی تھی ؟ انھون نے اہل فوج کو مخاطب کرکے کہا، برادران اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہوکر دریا کے دامن مین پناہ لی ہے، آؤ اُس کو بھی تیر جائین تو پھر مطلع صاف ہے، یہ کہہ کر گھوڑا دریا مین ڈال دیا، سپہ سالار اعظم کی جانبازی دیکھکر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے ڈالدیئے، اور باہم باتین کرتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، ایرانی اس عجیب وغریب جوش واستقلال کا منظر دیکھ کر "دیوان آمدند" کہتے ہوئے بھاگے تاہم سپہ سالار رحرزاد تھوڑی سی فوج کے ساتھ جمارہا اور دریا سے نکلنے پر مزاحم ہوا لیکن مسلمانون نے ان کو کاٹ کر ڈھیر کردیا، اور مدائن پہونچ کر شاہی محلات پر قبضہ کرلیا، یزدگرد شاہِ ایران پہلے ہی بھاگ چکا تھا، البتہ تمام اسباب وسامان موجود تھا جو بخسہ تدمر روانہ کیا گیا،

حضرت سعدؓ جس وقت مدائن مین داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا، نہایت عبرت ہوئی اور بے اختیار زبان سے یہ آیتین نکلین،

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (دخان ع ۲)	(کتنی قومین، کسقدر باغ، چشمے، کھیتیان اور طرح طرح کی نعمتین، عمدہ عمدہ محلات چھوڑکر چل بسین جنمین خوش باش زندگی بسر کرتی تھین، اور ہم نے ان چیزون کا مالک دوسری قومون کو بنادیا،

مدائن فتح ہونے کے ساتھ تمام عراقِ عرب پر تسلط قائم ہوگیا، بڑے بڑے رؤسا اور جاگیردارون نے سپر ڈال کر صلح کرلی، اور تمام ملک مین امن وامان کی منادی ہوگئی، جو لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ پھر واپس آگئے اور حاکم ومحکوم مین اس قدر ارتباط پیدا ہوا کہ باہم ازدواج ومناکحت کا سلسلہ جاری ہوگیا،

عراقِ عرب کے مفتوح ہونے کے بعد حضرت سعدؓ کے اہتمام سے جلولاء اور تکریت پر فوج کشی

Marfat.com

ہوئی اور نہایت کامیابی و فیروزمندی کے ساتھ ان مقامات پر اسلامی پھریرا نصب کر دیا گیا، اس کے بعد حضرت سعدؓ نے دربارِ خلافت سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی تو جواب آیا کہ "دولت و حکمرانی کے مقابلہ مین مجھے ایک ایک سپاہی کا خون زیادہ محبوب ہے، کاش ہمارے اور عجمیون کے درمیان سدِ سکندری حائل ہوتی کہ نہ ہم ان کی طرف بڑھتے اور نہ وہ ہم پر حملہ آور ہوتے، غرض سرِدست اسی پر اکتفا کر کے ممالک مفتوحہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ مین لو"،

عبارت | اس فرمان کے مطابق حضرت سعدؓ کی سپہ سالاری کا زمانہ ختم ہوگیا اور وہ والیِ ملک کی حیثیت سے مدائن کو صوبہ کا مرکز بنا کر نظم و نسق مین مصروف ہوگئے، اصل یہ ہے کہ کسی غیر قوم پر حکمرانی اور ملکی نظام کو بہترین اصول پر مرتب کرنا بھی اسی قدر مشکل ہے جس قدر کسی ملک کو فتح کرنا، حضرت سعدؓ اپنی فطری قابلیت کے باعث ان دونون مشکلات پر غالب آئے، انھون نے جس خوبی و عمدگی کے ساتھ اپنے عہدۂ جلیلہ کے فرائض انجام دیئے، اس سے زیادہ اس زمانہ مین ممکن نہ تھا، دربارِ خلافت کے ایما سے تمام عراق کی مردم شماری اور پیمایش کرائی، اراضیِ مقبوضہ کو ملاک کے اصلی باشندون کے ہاتھ مین رہنے دیا، البتہ جن زمین کا کوئی وارث نہ تھا، اس کا پھر نئے سرے سے بندوبست کیا، اسی طرح لگان اور جزیہ کے اصول بنائے اور رعایا کے امن و آسایش کا انتظام کیا، عجمیون کے ساتھ اس قدر خلق و شفقت سے پیش آئے کہ ان کے دل پر قبضہ کر لیا، چنانچہ بڑے بڑے امرا اور رؤسا اسی اثر سے متاثر ہو کر مسلمان ہوگئے، جبل ابن بصبہری، بسطام بن نرسی، رفیل اور فیروز وغیرہ جو عراق کے مشہور رؤسا تھے خود بخود مسلمان ہوگئے، اسی طرح دیلم کی چار ہزار فوج جو شاہی رسالہ کے نام سے موسوم تھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی،

تعمیر کوفہ | حضرت سعدؓ نے ایک عرصہ تک مدائن مین قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہان کی آب و ہوا نے اہل عرب کا رنگ روپ بالکل بدل دیا ہے، حضرت عمرؓ کو اس سے مطلع کیا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد مین کوئی مناسب سرزمین تلاش کر کے ایک نیا شہر بسائین اور عربی قبائل کو آباد کر کے اس کو

Marfat.com

مرکز حکومت قرار دین، حضرت سعدؓ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزون جگہ منتخب کر کے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی، عرب کے جداجدا قبیلون کو جداجدا محلون مین آباد کیا، وسطِ شہر مین ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جسمین تقریباً چالیس ہزار نمازیون کی گنجایش رکھی گئی، مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصرِ سعد کے نام سے مشہور تھا،

کچھ دنون کے بعد بیت المال مین چوری ہوگئی، حضرت سعدؓ نے اس کی رپوٹ دار الخلافت مین بھیجی تو حکم آیا کہ بیت المال کو مسجد سے ملا دیا جائے تاکہ ہر وقت نمازیون کی آمد و رفت سے خزانہ محفوظ رہے، چنانچہ انھون نے روزبہ نام ایک مشہور پارسی معمار کو بلا کر یہ خدمت سپرد کی، اس نے نہایت خوبی و موزونی کے ساتھ بیت المال کی عمارت کو بڑھا کر مسجد سے ملا دیا، حضرت سعدؓ نے اس کی کاریگری کی بڑی قدر کی اور خوش ہو کر اس کو دار الخلافت بھیجدیا، جہان ہمیشہ کے لئے اس کا روزینہ مقرر ہوگیا،

حضرت سعدؓ کا قصر چونکہ وسطِ بازار مین تھا، اس لئے شور و شغب کے باعث باہم گفتگو کرنا بھی دشوار تھا، انھون نے اس سے بچنے کے لئے قصر کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اس مین پھاٹک لگوایا، بارگاہِ خلافت مین اس ڈیوڑھی کی اطلاع پہنچی تو اس خیال سے کہ کہ اہل حاجت کے لئے یہ سدِ راہ نہ ہو جائے، حضرت محمد بن مسلمہؓ کو حکم ہوا کہ کوفہ جا کر اس کو آگ لگا دین، چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی، اور حضرت سعد وقاصؓ اطاعت شعاری کے ساتھ خاموشی سے دیکھا کئے،

متفرق انتظامات کوفہ دراصل ایک فوجی چھاؤنی تھی، جہان تقریباً ایک لاکھ نبرد آزما سپاہی بسائے گئے تھے، ان کو علی قدر مراتب تنخواہین دی جاتی تھین، تنخواہ کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ دس دس سپاہیون پر افسر ہوتے تھے جو امراء الاعشار کہلاتے تھے، تنخواہین ان کو دی جاتی تھین اور وہ اپنے ماتحت سپاہیون کو تقسیم کر دیتے تھے، ایک دفعہ امراء اعشار نے تنخواہون کی تقسیم مین بے اعتدالی کی، اور اس کی وجہ سے فوج مین برہمی کے آثار نمایان ہوئے، حضرت سعدؓ نے فوراً دربارِ خلافت کو اس واقعہ سے مطلع کیا

Marfat.com

اور فرمانِ خلافت کے مطابق دوبارہ نہایت صحت و تحقیق کے ساتھ لوگون کے عہدے اور روزینے مقرر کئے، اور اس دفعہ دس کے بجائے سات سات سپاہیون پر ایک ایک افسر متعین کیا۔[1]

شام کی اسلامی فوجون نے حمص پر چڑھائی کی تو اہل جزیرہ ایک جمعیت عظیم کے ساتھ رومیون کی مدد کے لئے روانہ ہوئے، لیکن حضرت سعد وقاصؓ نے جو ملک کے اندرونی و سرحدی واقعات سے ہر وقت باخبر رہتے تھے ایک فوج گران بھیجکر ان کو وہین روک لیا اور آگے بڑھنے نہ دیا۔[2]

۲۱ھ مین ایرانیون نے عراقِ عجم مین نہایت عظیم الشان جنگی تیاریان کین اور مسلمانون کو ان کے مفتوحہ ممالک سے نکال دینا چاہا، حضرت عمرؓ نے ان تیاریون کا حال سنا تو تمام فوجی مرکزون مین، اسلامی فوج کو بھی آراستہ کرنے کے احکام صادر کئے، کوفہ سب سے بڑا مرکز تھا، حضرت سعد وقاصؓ نے یہان نہایت اہتمام کے ساتھ تیاریان شروع کین اور درہارِ خلافت کے ایماء سے نعمان بن مقرن کو جو پہلے ان کی ماتحتی مین افسر مال تھے، اس فوج کا امیر عسکر مقرر کیا، لیکن یہان ایک جماعت ایسی پیدا ہوگئی تھی جو قصداً جنگ سے جی چراتی تھی اور کہتی تھی کہ بصرہ والون نے خواہ مخواہ فارس پر حملہ کرکے یہ لڑائی مول لی ہے، حضرت سعد وقاصؓ نے بارگاہِ خلافت مین ان لوگون کی شکایت لکھی تو ان مین سے جراح بن سنان اور اس کے چند ساتھیون کو ان سے شدید عداوت پیدا ہوگئی اور انھون نے مدینہ پہنچکر شکایت کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہین پڑھاتے، ظاہر ہے کہ حضرت سعد وقاصؓ جیسے عالی مرتبت و بلند پایہ صحابی کی نسبت یہ شکایت کس قدر مہمل تھی، حضرت عمرؓ کو بھی اس کے لغو ہونے کا یقین تھا تاہم رفعِ حجت کے خیال سے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا، انھون نے کوفہ کی ہر ایک مسجد مین گشت کرکے اس شکایت کی حقیقت دریافت کی تو ہر جگہ سب نے یک زبان ہوکر اس کی تکذیب کی اور لغو بتایا، محمد بن مسلمہؓ تحقیقات سے فارغ ہوکر دونون فریق کو ساتھ لئے ہوئے مدینہ پہنچے، حضرت عمرؓ نے دیکھنے کے ساتھ پوچھا، سعد! تم کیسی نماز پڑھاتے

[1] طبری ص ۲۴۹۵ ج ۵ ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۸۱،

Marfat.com

ہو کہ لوگ شکایت کرتے ہین،، انھون نے جواب دیا کہ پہلی دو رکعتون مین لمبی سورتین پڑھتا ہون، اور دونون آخری مین صرف فاتحہ پر اکتفا کرتا ہون، حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک تمھاری نسبت یہی گمان ہو سکتا ہے،[1]

معزولی | اگو الزام بے بنیاد ثابت ہوا تاہم حضرت عمرؓ اس خیال سے کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہو گئی تھی ان کو اس عہدہ سے سبکدوش ہی کر دینا مناسب سمجھا، چنانچہ حضرت سعد وقاصؓ جن کو اپنا جانشین بنا آئے تھے حضرت عمرؓ نے ان ہی کو منتخل کر دیا اور ان کو دوبارہ واپس جانے کی زحمت نہ دی،[2]

حضرت سعد وقاصؓ کو اپنے اوپر اس بیہودہ الزام کے قائم ہونے کا نہایت افسوس تھا، فرمایا کرتے تھے کہ مین عرب مین سب سے پہلا شخص ہون جس نے راہ خدا مین تیر اندازی کی ہے، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے سوکھے پتے کھا کھا کر لڑے تھے لیکن خدا کی شان آج یہ ہو اسد پیدا ہوئے ہین جو خود مجھے مذہب سکھاتے ہین کہ مین نماز اچھی نہین پڑھاتا،[3]

فاروق اعظمؓ کی سفارش | ۲۳ھ مین حضرت عمرؓ نے ایک مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہادت پائی، حالت نزع مین لوگون نے خلیفہ نامزد کرنے کی طرف توجہ دلائی تو انھون نے اس منصب کے لئے چھ آدمیون کے نام پیش کئے، ان مین ایک حضرت سعدؓ بھی تھے اور فرمایا کہ اگر وہ خلافت کے لئے منتخب نہ ہو سکین تو جو منتخب ہو اسے چاہیئے کہ ان کے خدمات سے فائدہ اٹھائے کیونکہ مین نے انھین کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معطل نہین کیا تھا،

دوبارہ تقرری | فاروق اعظمؓ کی تجہیز و تکفین کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمانؓ کے سر پر دستار خلافت باندھی اور انھون نے حسب وصیت حضرت سعدؓ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کیا، لیکن اس تقرری کے تین سال بعد یعنی ۲۶ھ مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مہتمم بیت المال سے اختلاف پیدا ہو جانے کے

[1] طبری ص ۲۶۰۶ و ۲۶۰۷ [2] ایضاً ص ۲۶۰۸ [3] بخاری باب مناقب سعدؓ

Marfat.com

باعث پھر معزول ہو گئے،[1]

دورِ فتنہ اور حضرت سعدؓ کی گوشہ نشینی

حضرت سعدؓ نے معزول ہونے کے بعد مدینہ مین عزلت نشینی اختیار کرلی یہان تک کہ جب خلیفہ ثالثؓ کے آخری عہدِ حکومت مین فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا تو یہ ہنگامہ بھی ان کی گوشہ گیری مین مخل نہ ہوا، البتہ جب مفسدین نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرلیا تو ان کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہے،

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن معاملات ملکی سے بے تعلق رہنے کی روش پر اس وقت بھی قائم رہے، چنانچہ حضرت علیؓ جب حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے مقابلہ مین اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے تو لوگون نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی، لیکن انھون نے معذرت کی اور کہا "مجھے ایسی تلوار بتاؤ جو مسلم و کافر مین امتیاز رکھے"[2]

حضرت سعد وقاصؓ سے خود ان کے صاحبزادہ عمرؓ نے ایک دفعہ جب کہ وہ جنگل مین اونٹ چرا رہے تھے آکر کہا، کیا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنگل مین اونٹ چرائین اور لوگ بادشاہت و حکومت کے لئے اپنی اپنی قسمت آزمائین"، حضرت سعدؓ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا "خاموش! مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "خدا مستغنی اور پرہیزگار بندہ کو محبوب رکھتا ہے"[3]

جناب مرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ کے منازعات کا فیصلہ کرنے کے لئے جب پنچایت مقرر ہوئی، تو حضرت سعد وقاصؓ بھی اس خوشی مین کہ اب خانہ جنگیون اور خونریزیون کا خاتمہ ہو جائے گا فیصلہ سننے کے لئے دومۃ الجندل تشریف لائے، لیکن جب یہ بے نتیجہ ثابت ہوئی تو پھر اپنے عزلتکدہ مین واپس گئے اور تمام جھگڑون سے قطعی طور پر کنارہ کش رہے،

وفات

حضرت سعدؓ نے مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق مین اپنے لئے ایک قصر تعمیر کرایا تھا،

---

[1] استیعاب جلد ۲ تذکرۂ سعدؓ [2] ابن سعد جزو ۳ قسم اوّل ترجمہ سعد بن ابی وقاصؓ [3] اسد الغابہ تذکرۂ سعدؓ مین اجمالاً اس کا ذکر ہے"

Marfat.com

چنانچہ عزلت نشینی کی زندگی اسی مین بسر ہوئی، آخر عمر مین قوی مضمحل ہوگئے تھے اور آنکھون کی بصارت بھی جاتی رہی تھی، یہان تک کہ ۵۵ھ مین طائرِ روح نے بارغِ رضوان کے اشتیاق مین ہمیشہ کے لئے اس قفسِ عنصری کو خیرباد کہا[1]، حضرت سعدؓ نے وصیت کی تھی کہ جنگِ بدر مین جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اُس سے کفن کا کام لیا جائے، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور لاش مدینہ لائی گئی، بعض امہات المومنین اس وقت تک زندہ تھین، انھون نے حکم دیا کہ اس جانثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مسجد مین لایا جائے چنانچہ مسجد مین ان کے حجرون کے سامنے نماز ادا کی گئی، امہات المومنینؓ بھی نماز مین شریک تھین، کسی نے مسجد مین نمازِ جنازہ پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "لوگ کس قدر جلد بھول گئے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن البیضاءؓ پر مسجد مین نماز نہین پڑھائی تھی"؛

غرض اس تزک و احتشام کے ساتھ مقام بقیع مین مدفون ہوئے، ستر برس سے زیادہ عمر پائی اور اس عرصہ مین وہ اپنے عظیم الشان کارنامون کی ایسی یادگار چھوڑ گئے کہ ان کے اخلاف قیامت تک فخر و مباہات کے ساتھ ان پر رطب اللسان رہین گے،

علم و فضل حضرت سعد وقاصؓ کا علمی پایہ نہایت ارفع تھا، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب سعدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرین تو پھر اس کے متعلق کسی دوسرے سے نہ پوچھو،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل علم مین کبھی پس و پیش یا شرم و حجاب دامنگیر نہ ہوتا تھا، ایک دفعہ بارگاہِ نبوت مین حاضر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو کچھ عطیے مرحمت فرمائے لیکن اس مین سے ایک شخص کو محروم رکھا، حضرت سعدؓ کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا، عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا خیال ہے کہ یہ بھی مومن ہے، ارشاد ہوا مومن یا مسلم، لیکن حضرت سعدؓ کو تشفی نہ ہوئی، انھون نے پھر اپنا سوال دہرایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ بھی وہی جواب دیا، غرض حضرت سعدؓ

[1] طبقات ابن سعد جزء سادس ص۲ اسد الغابہ تذکرۂ سعد ص۳ ابن سعد جزو ۳ قسم اوّل تذکرۂ سعد بن ابی وقاصؓ،

Marfat.com

نے مکرر سہ کرر اس سوال کو جاری رکھا یہان تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر تشفی کر دی کہ بسا اوقات اس سے جس کو عطیے دیتا ہون وہ شخص جس کو کچھ نہین دیتا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے[1]،

اخلاق وعادات حضرت سعدؓ کے مصحفِ اخلاق مین خشیتِ الٰہی، حبِ رسول، تقوی، زہد، بے نیازی، اور خاکساری سب سے روشن ابواب ہین، خوف خدا اور عبادت گذاری کا یہ حال تھا کہ عموماً رات کے اخیر حصے مین مسجد نبوی مین آکر نمازین پڑھا کرتے تھے[2]، طبیعت رہبانیت کی طرف بہت مائل تھی لیکن اسلام مین ممنوع ہونے کی وجہ سے مجبور تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ عثمان بن مظعونؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت اور تبتل سے منع نہ فرمایا ہوتا تو مین اس کو اختیار کر لیتا[3]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و جان نثاری کا صرف اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تقریباً تمام غزوات مین ہمرکاب رہے، غزوۂ احد مین جب شکست رونما ہوئی اور تمام صحابہؓ پریشانی اور گھبراہٹ مین منتشر ہو گئے تو اس وقت تھوڑی دیر تک تنہا انھون نے اور حضرت طلحہؓ نے خیر الانامؐ کی حفاظت کا فرض انجام دیا تھا، سفر مین عموماً خود شوق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے گرد رات رات بھر پہرا دیتے تھے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، رات کے وقت ایک جگہ قیام ہوا، یہان دشمنون کا سخت خطرہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک جاگتے رہے اور فرمانے لگے کہ کاش! میرے اصحاب مین سے کوئی مرد صالح آج پہرہ دیتا، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ابھی یہ جملہ تمام بھی نہین ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سننے مین آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ عرض کی سعد بن ابی وقاصؓ، ارشاد ہوا تم کیسے آئے؟ عرض کی "خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا چاہیئے، اس فرض کو انجام دینے آیا ہون" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس

[1] بخاری کتاب الایمان باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ [2] مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۷۰ [3] ایضاً ص ۱۷۵،

Marfat.com

جان نثاری سے نہایت خوش ہوئے اور دعا دی[1]،

عتبہ بن ابی وقاص حضرت سعدؓ کے حقیقی بھائی تھے، انھوں نے حالتِ کفر مین غزوۂ احد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک زخمی کیا تھا، حضرت سعدؓ فرمایا کرتے تھے "واللہ مین عتبہ سے زیادہ کبھی کسی شخص کے خون کا پیاسا نہین ہوا"

اتباعِ سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و احکام کی کامل پیروی کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے، بعض اہل کوفہ نے دربارِ خلافت مین شکایت کی کہ یہ نماز اچھی نہین پڑھاتے تو فرمانے لگے کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے سرِ مو انحراف نہین کرتا[2]،

ایک دفعہ مدینہ سے اپنے قصر کی طرف جو مقام عقیق مین تھا تشریف لیجا رہے تھے، راہ مین ایک غلام کو درخت کاٹتے دیکھا، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا اس لئے انھون نے اس کے اوزار چھین لئے، غلام کے مالک نے آکر اس کا مطالبہ کیا تو فرمانے لگے، معاذ اللہ! مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کو واپس کر دونگا؟ اور اوزار کے واپس دینے سے قطعاً انکار کر دیا،

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت دنیائے اسلام حکومت و بادشاہت کے جھگڑون مین مبتلا تھی، اس وقت وہ مدینہ کے ایک گوشہ مین بیٹھے ہوئے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعائین مانگ رہے تھے اور جو کوئی ان جھگڑون کی متعلق کچھ پوچھتا تو فرماتے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے بعد عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا، جسمین سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اچھا ہوگا"[3]

تواضع اور خاکساری کا صرف اس سے اندازہ ہوگا کہ سپہ سالاری اور گورنری کے بعد بھی جب کسریٰ کے وارثون نے اپنا عظیم الشان محل ان کے لئے خالی کر دیا تھا ان کو اونٹ اور بکریان تک

[1] مسلم مناقب سعدؓ [2] بخاری باب صفۃ الصلوٰۃ [3] مسلم باب فضل المدینہ صفحہ ۴۳۲ جلد ۱،

Marfat.com

چرانے مین عار نہ تھا، افسر کی اطاعت کا یہ حال تھا کہ گھر مین آگ لگائی گئی تو وہ خاموشی کے ساتھ تماشا دیکھتے رہے،

ذریعۂ معاش و جاگیر ایک زمانہ وہ تھا کہ حضرت سعدؓ درخت کے پتے کھا کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات مین جانبازی دکھاتے تھے لیکن اسلام نے بہت جلد روحانیت کے ساتھ ساتھ مادی حیثیت سے بھی اپنے فدائیون کی عسرت و تنگ حالی کو دولت و ثروت سے مبدل کر دیا، خیبر کی مفتوحہ اراضی مین جاگیر ملی، ایران کے مالِ غنیمت مین حصہ ملا، اسی طرح دورِ فتنہ و فساد مین ایک غیر آباد زمین خرید کر زراعت کا مشغلہ اختیار کیا، غرض اخیر زندگی مین ایک بڑی دولت کے مالک ہوئے کوفہ مین اور مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق مین عالیشان محلات تعمیر کرائے مگر باوجود اس کے غذا و لباس کی سادگی مین کچھ فرق نہین آیا تھا،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا، جسم فربہ، ناک چپٹی، سر بڑا اور ہاتھ کی انگلیان نہایت موٹی اور مضبوط،

ازواج حضرت سعدؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین، بیویون کے نام یہ ہین،

بنت الشہاب، بنت قیس بن معدی کرب، ام عامر بنت عمرو، زبدؓ، ام بلالؓ بنت ربیع، ام حکیم بنت قارظ، سلمی بنت حفص، طیبہ بنت عامر، ام حجرؓ،

اولاد حضرت سعدؓ کے چونتیس اولاد تھین، ان مین سے لڑکے سترہ تھے لڑکیان بھی اسی قدر تھین، سب کے نام حسب ترتیب درج ذیل ہین،

لڑکے اسحاقؓ اکبر، عمرؓ، محمدؓ، عامرؓ، اسحاقؓ اصغر، اسماعیلؓ، ابراہیمؓ، موسیٰؓ، عبداللہؓ، عبداللہؓ اصغر، عبدالرحمٰنؓ، عمیرؓ لکسر، عمیر الاصغر، عمروؓ، عمرانؓ، صالحؓ، عثمانؓ،

لڑکیان ام الحکیم کبریٰ، حفصہؓ، ام القسم، کلثوم، ام عمرانؓ، ام الحکیم صغریٰ، ام عمروؓ، ہندؓ، ام الزبیر، ام موسیٰؓ، حمنہؓ، ام عمرؓ، ام ایوبؓ، ام اسحاقؓ، ملہ، عمرہ، عائشہؓ،

Marfat.com

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

نام و نسب و خاندان عامر نام، ابو عبیدہ کنیت، امین الامۃ لقب، گو والد کا نام عبد اللہ تھا، لیکن دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن الجراح کے نام سے مشہور ہوئے، سلسلۂ نسب یہ ہے عامر بن عبد اللہ بن الجراح ابن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن الحارث بن الفہر القرشی الفہری، حضرت ابو عبیدہؓ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت بن فہر پر حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے،

ماں بھی اسی فہری خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور اصحابِ سیر کی تحقیق کے مطابق مسلمان ہوئیں،

اسلام حضرت ابو عبیدہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغ و دعوت پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے[1]،

ہجرت اسلام قبول کرنے کے بعد قریشِ مکہ کے ظلم و ستم سے دو مرتبہ ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر آخری دفعہ سب کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت سعد بن معاذؓ میں باہم بھائی چارہ کرا دیا[2]،

غزوات مشرکینِ قریش نے مدینہ پہنچنے کے بعد بھی مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دیا اور مبارزت طلبی کر کے میدان جنگ کی دعوت دی، چنانچہ غزوۂ بدر اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی، حضرت ابو عبیدہؓ نے شجاعت و جانبازی کے ساتھ اس جنگ میں سرگرم پیکار ہوئے، ان کے والد عبد اللہ بھی اس وقت تک زندہ تھے اور کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، انھوں نے تاک تاک کر خود اپنے لختِ جگر کو نشانہ بنانا چاہا،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۲۹۸، [2] اصابہ جلد ۴ ص ۷۶،

Marfat.com

حضرت ابو عبیدہؓ تھوڑی دیر تک طرح دیتے رہے لیکن جب دیکھا کہ وہ باز نہین آتے تو بالآخر جوشِ توحید نسبی تعلق پر غالب آگیا، اور ایک ہی ہاتھ مین ان کا کام تمام کر دیا، درحقیقت یہ والہانہ جوش اور مذہبی وارفتگی کی نہایت سچی مثال تھی جس مین ماں، باپ، بھائی، بہن، غرض تمام رشتہ دار بالکل ایک اجنبی دشمن کی طرح نظر آتے ہین، چنانچہ قرآن پاک نے اس انقطاع الی اللہ کی ان الفاظ مین داد دی،

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

(سورہ مجادلہ رکوع ۳)

تم نہ پاؤگے اس قوم کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لائی کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہون گو وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا ان کے کنبہ ہی کے کیون نہ ہون، یہی وہ (مسلمان) ہین جن کے دلون کے اندر خدا نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے ان کی مدد کی ہے،

غزوۂ احد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوگیا اور زرہ کی دو کڑیان چبھ گئی تھین، جس سے سخت تکلیف تھی، حضرت ابو عبیدہؓ نے دانت سے پکڑ کر کھینچا، اگرچہ ان کڑیون نے نکلتے نکلتے ان کے دو دانت شہید کر دیے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری مین دو دانت کیا جان بھی نثار ہو جاتی تو پروا نہ تھی،

غزوۂ خندق، اور بنو قریظہ کی سرکوبی مین بھی سرگرم پیکار رہے، پھر ۶ھ مین جب قبیلہ ثعلبہ اور انمار نے قحط زدہ ہوکر اطرافِ مدینہ مین غارت گری شروع کی تو بارگاہِ رسالت سے انکی سرکوبی پر مامور ہوئے، چنانچہ انھون نے ربیع الثانی کے مہینے مین چالیس آدمیون کے ساتھ ڈاکوؤن کے مرکزی مقام ذی القصہ پر چھاپہ مار کر ان کو پہاڑون مین منتشر کر دیا اور ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے جس نے

لہ اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۵۵، ۲ طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۲۹۸،

Marfat.com

مدینہ پہنچ کر بطیب خاطر اسلام قبول کرلیا[۱]

اسی سال بیعتِ رضوان مین شریک ہوئے، بلکہ مقام حدیبیہ میں قریش مکہ سے جو عہد نامہ طے پایا اس پر اُن کی شہادت بھی تھی،[۲] پھر ۷ھ مین خیبر کی فتح کشی مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوئے، اور اس کی فتح مین شجاعت و بہادری کے ساتھ حصہ لیا، ان مہمات سے فارغ ہونیکے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا، وہان پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لئے انھون نے دربار رسالت سے کمک طلب کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ کی زیر امارت دوسو جنگی بہادر روانہ فرمائے، اس امدادی فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس مین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ شامل تھے، غرض جب یہ فوج حضرت عمرو بن العاصؓ کی فوج سے مل گئی، تو قدرۃً امامت و سپہ سالاری عام کی بحث پیدا ہوئی، ظاہر ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ کی جلالت شان و علو رتبت کے مقابلہ مین حضرت عمرو بن العاصؓ کو اس شرف گرامی کا استحقاق نہ تھا، تاہم اُن کے ضد اور اصرار سے حضرت ابو عبیدہؓ نے امامت کا طوق خود اپنے گلے مین ڈال لیا، اور نہایت کامیابی کے ساتھ حملہ کرکے غنیم کو زیر و زبر کردیا[۳]

رجب ۸ھ مین ایک دوسری مہم خود حضرت ابو عبیدہؓ کی زیر قیادت ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کی گئی، تاکہ قریشی قافلون کی نقل و حرکت کا پتہ چلائین، اور سامان رسد مین صرف کھجورین ساتھ کردی گئین، یہان تک کہ جب یہ سرمایہ ختم ہونے لگا تو چند دنون تک صرف ایک ایک کھجور پر قناعت کرنا پڑی، لیکن خدائے پاک نے بہت جلد یہ مصیبت دور کردی اور سمندر کے کنارے ایک ایسی عظیم الشان مچھلی مل گئی کہ مجاہدین نے عرصہ تک اس پر گذر اوقات کی اور کامیابی کے ساتھ

---

[۱] ابن سعد جلد ۴ مغازی ص ۶۲ [۲] ایضاً، [۳] ایضاً ص ۶۵

Marfat.com

مدینہ واپس آئے،[1]

اسی سال مکہ فتح ہوا، پھر حنین اور طائف کی خونین جنگیں پیش آئیں، حضرت ابو عبیدہؓ ان تمام معرکوں میں جانبازی کے ساتھ پیش پیش رہے،

متفرق خدمات جنگی مہمات کے علاوہ حضرت ابو عبیدہؓ کو بعض دوسری اہم خدمتیں بھی سپرد ہوئیں، مثلاً ۹ھ میں اہل نجران نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوکر ایک معلم دین کی درخواست کی جو مذہبی تعلیم و تلقین کے سوا ان کے جھگڑوں کو بھی فیصل کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابو عبیدہ اٹھو"، جب وہ کھڑے ہوئے تو اہل نجران نے مخاطب ہوکر فرمایا "یہ امت کا امین ہے اس کو تمھارے ساتھ کرتا ہوں"[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے مصالحت کرلی تھی اور علاء بن الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا، حضرت ابو عبیدہؓ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی رقم لانے پر مامور ہوئے، جب لیکر مدینہ پہنچے تو اس روز نمازِ صبح میں انصار کا غیر معمولی مجمع ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہوکر فرمایا شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہ کے آنے کی اطلاع ہوگئی ہے، لوگوں نے عرض کی "ہاں یا رسول اللہ!" سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "بشارت ہو کہ آج تمھیں خوش کردوں گا، لیکن خدا کی قسم میں تمھارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح تمھارے اوپر بھی دنیا کشادہ ہوجائیگی، اور جس طرح ان کو منافست باہمی اور حسد و طمع نے ہلاک کردیا ہے تمھیں بھی ہلاک کرے گی"[3]

۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے، حضرت ابو عبیدہؓ ہمرکاب تھے، اس سفر سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت کا جھگڑا پیدا ہوگیا، لیکن صلحائے امت کی کوشش سے بہت جلد فرو ہوگیا، اس آتشِ خرمن سوز

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ سیف البحر، [2] بخاری قصۂ اہل نجران [3] بخاری کتاب الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا،

Marfat.com

کے بجھانے مین امینِ امت کی کوششین بھی کسی سے کم نہ تھین، چنانچہ انھون نے انصارؓ کو فی طب کرکے فرمایا

یامعشر الانصار انکم کنتم اوّل من نصر فلا تکونوا اوّل من غیر[1] — اے گروہ انصار! تم نے سب سے پہلے امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھایا تھا، اسلئے تم ہی سب سے پہلے افتراق و اختلاف کے بانی نہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خود ان کے نام کو پیش کرکے فرمایا، دیکھو یہ عمر بن الخطاب موجود ہین جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اُن کی ذات سے خدا نے دین کو معزز کیا ہے، یہ دیکھو عبیدہ بن الجراحؓ موجود ہین جن کو امین الامت کا خطاب عطا کیا گیا ہے، ان دونون مین سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو، لیکن ان دونون بزرگون نے بالاتفاق صدیق اکبرؓ کی موجودگی مین اپنے استحقاق سے انکار کیا، اور بڑھ کر سب سے پہلے بیعت کرلی،[2] اس کے بعد تمام مہاجرین و انصار بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے، اور فتنہ کا ابر تاریک افق اسلام سے چھنٹ گیا،

شام کی سپہ سالاری — حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسند نشینی کے بعد ۱۳ھ مین ملک شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا اہتمام کیا، حضرت ابو عبیدہؓ کو حمص پر یزید بن ابی سفیان کو دمشق پر شرحبیل کو اردن پر عمرو بن العاصؓ کو فلسطین پر مامور کیا، اور ہدایت کی کہ جب سب ایک جگہ مجتمع ہو جائین، تو ابو عبیدہؓ سپہ سالار عام ہون گے،

حضرت ابو عبیدہؓ جب عرب کی سرحد سے باہر نکلے، تو کثیر التعداد رومی فوجون کا سامنا ہوا یہ دیکھکر انھون نے تمام اسلامی فوجون کو یکجا کرلیا، اور دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ جو عراق کی مہم پر مامور تھے، دربارِ خلافت کے حکم سے راہ مین چھوٹی چھوٹی لڑائیان لڑتے ہوئے شامی فوج سے آکر مل گئے، اور متحدہ فوج نے بصریٰ فحل اور اجنادین کو فتح کرکے دمشق کا محاصرہ کرلیا،

[1] تھوڑی جلد ۲ ص ۳۴۴ طبع مصر

Marfat.com

فتحِ دمشق دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ خلیفۂ اوّل نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، اور فاروق اعظمؓ کی ابتدائی حکومت مین خالد بن ولیدؓ بیدار مغزی اور حسنِ تدبیر کے ساتھ فصیل پھاند گئے، اور شہر مین داخل ہوکر دروازے کھول دیئے، حضرت ابو عبیدہؓ اپنی فوج کے ساتھ تیار کھڑے تھے، فوراً اندر گھس گئے، عیسائیون نے یہ رنگ دیکھا تو مصلحت اندیشی کے ساتھ اسلامی سپہ سالار اعظم سے مصالحت کرلی، حضرت خالدؓ کو خبر نہ تھی، وہ شہر کے دوسرے حصّہ مین سرگرم پیکار تھے، عیسائی آکر ملتجی ہوئے کہ ہم کو خالد سے بچائیے، وسط بازار مین دونون آدمیون کا سامنا ہوا، حضرت ابو عبیدہؓ نے صلح کرلی، اور مفتوحہ حصّہ کو بھی صلح مین رکھا، اور اس پر صلح کے شرائط جاری کئے[1]

معرکۂ فحل دمشق فتح کرکے اسلامی فوجین آگے بڑھین، اور مقامِ فحل مین خیمہ افگن ہوئین، رومیون کا پڑاؤ فحل کے سامنے مقامِ بیسان مین تھا، انھون نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا اور گفت و شنید کے لئے ایک سفیر بلایا، چنانچہ حضرت معاذؓ بن جبل اسی عہدہ پر مامور ہوئے، لیکن یہ سفارت بے نتیجہ رہی، اور رومیون نے براہِ راست حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگو کرنے کے لئے قاصد بھیجا، جس وقت وہ پہنچا تو دیکھکر متحیر رہ گیا کہ یہان ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ ایک ہی رنگ مین ڈوبا ہوا ہے، اور افسری اور ماتحتی کی کوئی تمیز نظر آتی، آخر اُس نے گھبراکر پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے؟ لوگون نے حضرت ابو عبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا، اس وقت وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے، اس نے متعجب ہوکر کہا کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ فرمایا "ہان"، قاصد نے کہا تمھاری فوج کو نی کس دو دو اشرفیان دین گے، تم یہان سے چلے جاؤ، حضرت ابو عبیدہؓ نے انکار فرمایا، اور قاصد کے تیور دیکھکر فوج کو تیاری کا حکم دے دیا، غرض دوسرے دن جنگ شروع ہوئی، حضرت ابو عبیدہؓ ایک ایک صف مین جاکر کہتے تھے،

عباد اللہ استوجبوا من اللہ النصر — خدا کے بندو! صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو کیونکہ

[1] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۳۰

بالصّبر فَاِنَّ اللّٰہ مع الصّابرین — خدا صبر کرنے والون کے ساتھ ہے،

حضرت ابو عبیدہؓ خود قلبِ فوج مین تھے، اور دانشمندی کے ساتھ سب کو لڑا رہے تھے، یہانتک کہ مسلمانون کی قلیل تعداد نے رومیون کی پچاس ہزار باقاعدہ فوج کو شکست دیدی، اور ضلع اردن کے تمام مقامات فرزندانِ توحید کے زیرنگین ہوگئے،

فتحِ حمص یہان سے چھوٹے چھوٹے مقامات فتح کرتے ہوئے حمص کی طرف بڑھے، اور محاصرہ کا سامان پھیلا دیا، اہلِ حمص کچھ عرصہ تک کمک کی امید پر مدافعت کرتے رہے لیکن جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو انھون نے خود بخود شہر حوالہ کر دیا[1]، حضرت ابو عبیدہؓ نے یہان عبادہ بن صامتؓ کو چھوڑ کر لاذقیہ کا رخ کیا، اور راہ مین شیزر، حماۃ، معرۃ النعمان اور دوسرے مقامات مین اسلامی جھنڈا گاڑتے ہوئے منزلِ مقصود پر قدم لیا،

لاذقیہ نہایت مستحکم مقام تھا، حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کو فتح کرنے کی ایک نئی تدبیر اختیار کی، یعنی میدان مین بہت سے پوشیدہ غار کھدوائے، اور محاصرہ اٹھا کر حمص کی طرف روانہ ہوگئے، رومی افسر الون نے جو قلعہ بندی سے تنگ آگئے تھے، اس کو تائیدِ غیبی خیال کیا، اور اطمینان کے ساتھ شہر پناہ کا دروازہ کھول کر کاروبار مین مصروف ہوگئے، لیکن حضرت ابو عبیدہؓ اسی رات کو اپنے سپاہیون کے ساتھ پلٹ کر غار مین چھپ رہے تھے، صبح کے وقت نکل کر دفعتہً شہر مین گھس گئے، اور آسانی کے ساتھ اسلام کا علم بلند کر دیا[2]،

یرموک کی فیصلہ کن جنگ رومیون کی متواتر ہزیمتون نے ان کے آتشِ غیظ و غضب کو بھڑکا دیا، اور ہرقل شہنشاہِ روم کی دعوت پر تمام اطرافِ ملک سے لاکھ دل فوج مجتمع ہوگئی، حضرت ابو عبیدہؓ کو خود شامی امرا اور رؤسا نے جو باوجود مذہبی اختلاف کے ان کے اخلاق کے گرویدہ ہوگئے تھے، تمام

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۱ و فتوح البلدان ص ۱۳۵ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۹،

Marfat.com

واقعات کی اطلاع دی، انھون نے اچھی طرح سے غنیم کی تیاریون کی تحقیقات کرکے اپنے ماتحت افسرون کو جمع کیا اور ایک پرجوش تقریر کے بعد اس مہیب سیلاب کے روکنے کے متعلق مشورہ طلب کیا یزید بن ابی سفیانؓ نے کہا "میری راے یہ ہے کہ عورتون اور بچون کو شہر مین چھوڑ کر ہم لوگ مقابلہ کے لیے نکلیں، اس کے ساتھ خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ کو لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چل کر مدد کو آئین" شرحبیل بن حسنہ نے کہا "یہ کی راے یقیناً مخلصانہ ہے، لیکن ہم کو اپنا ننگ و ناموس شہر کے عیسائی باشندون کے رحم پر نہ چھوڑنا چاہیے" حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا، تو پھر سردست اُس کی تدبیر یہ ہے. کہ ہم عیسائیون کو شہر بدر کر دین، شرحبیل نے اٹھ کر کہا، اے امیر یہ صریحاً نقض عہد ہوگا تجھکو ہرگز اس کا حق نہین ہے" حضرت ابو عبیدہؓ نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لی، اور بالآخر بحث و مباحثہ کے بعد یہ راے قرار پائی کہ مفتوحہ ممالک چھوڑ کر تمام فوجین دمشق مین مجتمع ہون، غرض اس قرارداد کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے عیسائیون سے جو کچھ جزیہ یا خراج لیا تھا، سب واپس کر دیا، اور فرمایا کہ یہ تمھاری حفاظت کا معاوضہ تھا لیکن جب ہم سردست اس سے عاجز ہین تو پھر ہم کو اس سے مستفید ہونے کا کوئی استحقاق نہین ہے، چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی گئی، عیسائیون پر اس حق پسندی و انصاف کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے تھے، اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ "خدا تم کو پھر واپس لائے"[1]

دمشق مین جب اسلامی فوجین مجتمع ہوگئین تو حضرت ابو عبیدہؓ نے آگے بڑھ کر یرموک کے میدان مین (جو جنگی ضرورتون کے لحاظ سے نہایت مناسب موقع تھا) مورچہ جمایا، اسی اثنا مین اردن سے حضرت عمرو بن العاصؓ کا خط پہنچا کہ آپ کی مدافعت نے اس علاقہ پر نہایت برا اثر ڈالا ہے اور ہر طرف بغاوت و شورش پھیل گئی ہے، حضرت ابو عبیدہؓ نے جواب مین لکھا کہ ہم کو مصلحتاً پیچھے ہٹنا پڑا تاکہ تمام منتشر قوت مجتمع ہو جائے، بہرحال تم اپنی جگہ جمے رہو، مین عنقریب اگر تم سے ملتا ہون،

[1] فتوح البلدان ص ۱۴۳، ۱۴۴،

Marfat.com

مسلمانون کے پیچھے ہٹ آنے سے رومیون کی ہمت بڑھ گئی اور ایک عظیم الشان جمعیت کے ساتھ یرموک پہنچکر مسلمانون کے مقابلہ مین خیمہ زن ہوئے تاہم جو عربی تلوار کا مزہ چکھ چکے تھے وہ دل سے صلح کے متمنی تھے، سپہ سالار اعظم باہان کی بھی یہی خواہش تھی، غرض جارج نامی ایک رومی قاصد اسلامی لشکرگاہ مین پہنچا کہ کسی مسلمان سفیر کو ساتھ لے جائے، اس وقت شام ہو چکی تھی، ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی، مسلمانون کے موثر طریقہ عبادت، خشوع وخضوع اور رقت واستغراق نے اس پر عجیب وغریب کیفیت طاری کی، وہ استعجاب کے ساتھ دیکھتا رہا، یہان تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے حضرت ابو عبیدہؓ سے چند سوالات کئے جن مین ایک یہ بھی تھا کہ عیسیٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے قرآن کی یہ آیتین پڑھین،

یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ (نساء ع ۲۳)

اے اہل کتاب اپنے دین مین زیادہ غلو نہ کرو، اور خدا کی طرف حق کے سوا غلط باتین نہ منسوب کرو حقیقت مین مسیح بن مریم خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہین جس کو اس نے انکی طرف ڈالدیا تھا،

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (نساء ع ۲۳)

مسیح بن مریم اور ملائکہ مقربین کو خدا کی بندگی مین عار نہین ہے،

جارج نے ان آیتون کا ترجمہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھا بے شک عیسیٰؑ کے یہی اوصاف ہین اور درحقیقت ہمارا پیغمبر سچا ہے، یہ کہکر بطیب خاطر مسلمان ہو گیا، وہ اپنی قوم مین واپس جانا نہین چاہتا تھا لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیون کو بدعہدی کا گمان نہ ہو واپس جانے پر مجبور کیا، اور فرمایا کہ کل جو سفیر یہان سے جائے گا اس کے ساتھ چلے آنا،[1]

[1] طبری کے نزدیک جارج خالدؓ کی کوششون سے اسلام لایا،

Marfat.com

غرض دوسرے روز حضرت خالدؓ سفیر بنا کر بھیجے گئے لیکن اس سفارت کا بھی اس کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلا کہ دونوں فریق اور بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو گئے، کیونکہ مسلمانوں کی صرف دو شرطیں تھیں جو ہر موقع پر پیش کی جاتی تھیں اور جن میں تغیر و تبدل قطعاً ناممکن تھا یعنی "اسلام" یا "جزیہ" دوسری طرف رومی جو اپنی شاہنشاہی کے نشہ میں سرشار تھے ایسے شرائط کا سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، بہرحال جنگ شروع ہوئی اور گو مسلمان تعداد میں صرف تیس چالیس ہزار تھے تاہم افسران فوج کی دانش مندی، فنِ سپہ گری کی واقفیت اور خود سپاہیوں کے غیر معمولی جوش نے غنیم کے پاؤں اکھاڑ دیئے، اس جنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تقریباً ستر ہزار رومی کھیت رہے، مسلمان بھی کم و بیش تین ہزار شہید ہوئے، جن میں ضرار بن ازورؓ، ہشام بن العاصؓ، ابان، سعیدؓ وغیرہ جیسے جنگ آزما افسر بھی تھے،

فتح یرموک کے بعد تمام ملک شام مسلمانوں کے خیر مقدم کے لئے تیار تھا، حضرت ابو عبیدہؓ نے حمص پہنچکر حضرت خالدؓ سیف اللہ کو قنسرین روانہ کیا اور خود حلب کی طرف بڑھے، یہ دونوں مقامات آسانی کے ساتھ مفتوح ہو گئے چند دنوں کے بعد اہل انطاکیہ نے بھی سپر ڈال دی، غرض بیت المقدس کے سوا تمام شام پر آسانی کے ساتھ قبضہ ہو گیا،

بیت المقدس

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ فلسطین کی مہم حضرت عمرو بن العاصؓ کے سپرد تھی، چنانچہ وہ بڑے بڑے شہر فتح کر کے عرصہ سے بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، حضرت ابو عبیدہؓ کو اپنی مہم سے فرصت ہوئی تو وہ بھی اس فوج سے آملے، عیسائیوں نے ایک عرصہ کی قلعہ بندی سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی اور مزید اطمینان کے لئے یہ شرط لگائی کہ امیر المومنین خود یہاں آکر اپنے ہاتھ سے معاہدۂ صلح لکھیں، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھ کر اس شرط سے مطلع کیا اور ملک شام تشریف لانے کی دعوت دی، حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو کر مقام جابیہ پہنچے، حضرت ابو عبیدہؓ

Marfat.com

نے اپنے ماتحت افسرون کے ساتھ ان کا استقبال کیا، بیت المقدس کے نمایندے بھی یہین پہنچے اور معاہدۂ صلح ترتیب پانے کے بعد اس مقدس شہر پر قبضہ ہوگیا،[1]

رومیون کی آخری کوشش

شام جیسے سرسبز و شاداب ملک کا ہاتھ سے نکل جانا رومیون کے لئے سخت سوہان روح تھا، انھون نے جزیرہ اور آرمینیہ والون کی امداد سے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی اور ایک عظیم الشان جمعیت کے ساتھ حمص کی طرف بڑھے،

حضرت ابوعبیدہؓ نے بھی ادھر اُدھر سے فوجین جمع کین اور دربار خلافت کو تمام واقعات سے مطلع کیا، چنانچہ امیرالمومنین کے حکم سے عراق سے ایک بہت بڑی کمک پہنچ گئی اور حضرت ابوعبیدہؓ اس عظیم الشان قوت کے ساتھ رومی سیلاب کو روکنے کے لئے آگے بڑھے، میدان جنگ مین پہنچکر باقاعدہ صف آرائی کی اور ایک پرجوش و مؤثر تقریر کے بعد فرمایا "مسلمانو! آج جو ثابت قدم رہ گیا وہ اگر زندہ بچا تو ملک و مال ہاتھ آئے گا اور مارا گیا تو شہادت کی دولت ملے گی، مین گواہی دیتا ہون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص مرے اور مشرک ہوکر نہ مرے وہ ضرور جنت مین جائے گا"، اس زمانہ مین اسلام کا ہر ایک فرزند جوش لی اور غیرت دینی کا مجسمہ نظر آتا تھا، اس تقریر نے اور بھی گرما دیا، غرض مجاہدین نے اس زور سے حملہ کردیا کہ رومیون کے پاؤن اکھڑ گئے اور مرج الدیباج تک بھاگتے چلے گئے، اسی طرح رومیون کی آخری کوشش بھی ناکام رہی اور پھر انھین کبھی پیش قدمی کا حوصلہ نہ ہوا،

امارت

حضرت خالدؓ سیف اللہ دمشق کے امیر یا والی مقرر ہوئے تھے، لیکن ۱۷ھ مین حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کرکے یہ عہدہ بھی حضرت ابوعبیدہؓ کو تفویض کیا، حضرت خالدؓ دمشق سے روانہ ہونے لگے تو انھون نے لوگون سے کہا، تمھین خوش ہونا چاہیئے کہ امین امت تمھارا والی ہے، حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کے جواب مین کہا، مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "خالد خدا کی تلوارون مین سے ایک تلوار

[1] فتوح البلدان ص ۱۴۵،

Marfat.com

ہے"غرض اسی لطف ومحبت کے ساتھ امارت یا ولایت کا چارج لینے کے بعد ملکی انتظامات مین مصروف ہوئے،

حضرت عمرؓ نے انتظامی حیثیت سے ملک شام مین جو مختلف اصلاحین جاری کین، ان مین سے اکثر حضرت ابوعبیدہؓ کے ہاتھ سے عمل مین آئین، ۱۸ھ مین جب عرب مین قحط پڑا تو نہایت سرگرمی کے ساتھ شام سے چار ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے بھیجے[1]، اشاعتِ اسلام کا بھی ان کو خاص خیال تھا، چنانچہ قبیلۂ تنوخ، بنو سلیح اور عرب کے دوسرے بہت سے قبائل جو مدت سے شام مین آباد ہوگئے تھے اور عیسوی مذہب کے پیرو تھے، صرف ابوعبیدہؓ کی کوشش سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، بعض شامی اور رومی عیسائی بھی ان کے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام لائے،

طاعونِ عمواس ۱۸ھ مین تمام ممالک مفتوحہ مین نہایت شدت کے ساتھ طاعون کی وبا پھیلی، خصوصاً شام مین اس نے بہت نقصان پہنچایا، یہان تک کہ حضرت عمرؓ خود تدبیر و انتظام کے لئے دار الخلافہ چھوڑ کر مقام سرغ پہنچے، حضرت ابوعبیدہؓ اور دوسرے سردارون نے یہان استقبال کیا، حضرت عمرؓ نے شدت کی کیفیت سنکر پہلے مہاجرینؓ اور پھر انصارؓ سے مشورہ طلب کیا، سب نے مختلف رائین دین، اس کے بعد مہاجرینِ فتح سے جو عموماً قریش کے بوڑھے تجربہ کار لوگ تھے مشورہ چاہا، انھون نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہر دست یہان سے لوگون کا منتقل ہوجانا مناسب ہوگا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے منادی کرادی کہ مین کل صبح واپس جاؤن گا، سب ساتھ چلین، چونکہ حضرت ابوعبیدہؓ نہایت شدت کے ساتھ تقدیر کے قائل تھے، اس لئے ان کو یہ حکم ناگوار ہوا اور آزادی کے ساتھ کہا، افرار من قدر اللہ، یعنی تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو، حضرت عمرؓ عموماً حضرت ابوعبیدہؓ کی رائے سے اختلاف ظاہر کرنا ناپسند کرتے تھے، اس لئے انھون نے کہا کاش! تمھارے سوا کوئی دوسرا یہ جملہ کہتا، ہان تقدیر الٰہی سے بھاگتا ہون لیکن تقدیر

[1] طبری ص ،، ۲۵

Marfat.com

الٰہی کی طرف ہے"[1]

غرض حضرت عمرؓ مدینہ واپس آئے اور حضرت ابو عبیدہؓ کو خط لکھ کر بلایا کہ کچھ دنون کے لئے یہان چلے آؤ، تم سے کچھ کام ہے، حضرت ابو عبیدہؓ اس طلبی کا مقصد سمجھ گئے اور لکھا کہ جو مقدر ہے وہ ہوگا مین مسلمانون کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے یہان سے ٹل نہین سکتا، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ کسی طرح ٹلنے کا نام نہین لیتے تو پھر تاکید لکھا کہ فوج کو لیکر کسی بلند اور صحت بخش مقام کی طرف چلے جاؤ، اس وقت جہان پڑاؤ ہے وہ نہایت نشیبی اور مرطوب جگہ ہے، حضرت ابو عبیدہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے انتخاب پر جابیہ اٹھ گئے[2]،

جابیہ پہنچکر حضرت ابو عبیدہؓ طاعون مین مبتلا ہوئے، جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی، تو حضرت معاذ بن جبلؓ کو جو ان کے اسلامی بھائی تھے، اپنا جانشین کیا اور لوگون کو جمع کرکے ایک نہایت مؤثر تقریر کی، آخر مین فرمایا "صاحبو! یہ مرض خدا کی رحمت اور تمھارے نبیؐ کریم کی دعوت ہے، پہلے بہت سے صلحاے روزگار اس مین جان بحق ہوئے ہین، اور اب عبیدہ بھی اپنے فدا سے اس سعادت مین حصہ پانے کا متمنی ہے[3]"

نماز کا وقت آیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے جانشین کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر راضی برضاے الٰہی یعنی عبیدہ بن الجراحؓ امین الامت نے داعیِ حق کو لبیک کہا، حضرت معاذ ابن جبل نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور حاضرین کے سامنے ایک مؤثر و پر درد تقریر کے بعد کہا صاحبو! آج تم مین سے ایک ایسا شخص اٹھ گیا کہ خدا کی قسم مین نے اس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ، سیر چشم، عاقبت اندیش، باحیا اور خیر خواہِ خلق کبھی نہین دیکھا، پس خدا سے اس کے لئے رحم و مغفرت کی دعا کرو[4]"

---

[1] مسلم باب الطاعون، [2] فتح الباری جلد ۱۰ ص ۱۹۵، [3] اسد جلد ۱ ص ۱۹۶، [4] اصابہ جلد ۴ ص ۱۲

Marfat.com

حضرت ابو عبیدہؓ نے اٹھاون برس کی عمر پائی اور اس قلیل عرصہ مین اپنے حیرت انگیز کارنامون کا منظر دکھا کر ۱۸ھ مین اس دنیا سے رخصت ہو گئے، فانا للہ وانا الیہ راجعون

اخلاق و عادات حضرت ابو عبیدہؓ کے صحیفۂ اخلاق مین خدا ترسی، اتباعِ سنت، تقوی زہد، تواضع، مساوات اور ترحم کے ابواب نہایت روشن ہین،

خوف خدا کا یہ حال تھا کہ محض معمولی واقعات ان کے لئے سرمایۂ عبرت بنجاتے اور اکثر خدا کی ہیبت و جلال کو یاد کر کے چشم پرنم ہو جاتے تھے ایک دفعہ ایک شخص ان کے گھر آیا دیکھا تو زار و قطار رو رہے ہین اس نے متعجب ہو کر پوچھا ابو عبیدہؓ خیر ہے؟ یہ رونا دھونا کیسا؟ کہنے لگے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کے آیندہ فتوحات اور تمول کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا اور کہا، ابو عبیدہ! اگر اس وقت تک تمھاری عمر وفا کرے تو تمھارے لئے صرف تین خادم کافی ہون گے، ایک خاص تمھاری ذات کے لئے، ایک تمھارے اہل و عیال کے لئے اور ایک سفر مین ساتھ جانے کے لئے، اسی طرح سواری کے تین جانور کافی ہین، ایک تمھارے لئے، ایک غلام کے لئے اور ایک اسباب و سامان کے لئے، لیکن اب دیکھتا ہون تو میرا گھر غلامون سے اور اصطبل گھوڑون سے بھرا ہوا ہے، آہ! مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤن گا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جو اسی حال مین ملے گا جس حال مین مین اسے چھوڑ جاؤن گا،

ہادیِ دین کی اطاعت محبت اور خدمت گذری مین امین امت سے زیادہ کون پیش پیش رہتا؟ واقعۂ بدر مین باپ کو قتل کیا، رسولِ برحق کی راحت رسانی کے لئے دو دانت شہید کئے، غزوۂ ذات السلاسل مین حضرت عمرو بن العاصؓ سے اختلاف ہوا تو صرف اس لئے طوقِ اطاعت گلے مین ڈال لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق باہمی کی ہدایت کی تھی اور فرمایا کہ مین تمھاری اطاعت

لہ مستدرک ج ۳ ص ۱۹۶

Marfat.com

نہین کرتا بلکہ فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر گردن جھکاتا ہون[1]،

ابنِ اُمت کا آخری لمحۂ حیات بھی اطاعتِ رسول مین گذرا، شام مین طاعون کی شدت ہوئی، تو بڑے بڑے ثابت قدم بزرگون کے پاؤن ڈگمگا گئے، لیکن انھون نے صرف اس وجہ سے ٹلنے کا نام نہ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھاگنے کی ممانعت کی تھی، حضرت ابو عبیدہؓ زہد و بے نیازی کے بادشاہ تھے، ان کی نظر مین دنیا اور اس کی نعمتین ایک حقیر ذرہ سے بھی زیادہ بے وقعت تھین، شام کی آب و ہوا نے بڑے بڑے صحابہ کے طرزِ معاشرت کو بدل دیا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے سفرِ شام کے موقع پر افسرون کو پر تکلف قبائین اور زرق برق پوشاک پہنے دیکھا تو اس قدر غصہ ہوئے کہ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکنے لگے کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتین اختیار کر لین لیکن حضرت ابو عبیدہؓ جس حال مین ملے وہ وہی عرب کی سادگی تھی، بدن پر سادہ کپڑے اور سواری مین اونٹنی جس کی نکیل بھی معمولی رسی کی تھی، حضرت عمرؓ ان کے قیام گاہ پر تشریف لائے تو وہان اس سے بھی زیادہ سادگی تھی، یعنی ڈھال، تلوار اور اونٹ کے کجاوہ کے سوا کوئی سامانِ راحت نہ تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا "ابو عبیدہؓ! کاش تم ضروری ضروری سامان تو فراہم کر لیتے"، اس بے نیازِ عالم نے جواب دیا "امیر المومنین! ہمارے لئے یہی بس ہے"[2]،

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے، انھون نے تمام رقم فوج مین تقسیم کر دی اور اپنے لئے ایک حبہ بھی نہ رکھا، حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا، "الحمد للہ کہ اسلام مین ایسے لوگ بھی موجود ہین"[3]،

ابنِ امت کی خاکساری اور تواضع کا اس سے اندازہ ہوگا کہ انھون نے باوجود سپہ سالارِ اعظم ہونے کے جاہ و حشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، رومی سفراء جب کبھی اسلامی لشکر گاہ مین آئے تو انھین ہمیشہ

[1] مسند جلد ۱ ص ۱۹۶ [2] اصابہ جلد ۴ ص ۱۲ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۰۳

Marfat.com

سردارِ فوج کی شناخت مین دقت پیش آئی، ایک دفعہ ایک رومی قاصد آیا، وہ یہ دیکھکر متحیر ہوگیا کہ یہان سب ایک ہی رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین، بالآخر اس نے گھبراکر پوچھا تمھارا سردار کون ہے؟ لوگون نے حضرت ابو عبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا، دیکھا تو ایک نہایت معمولی وضع قطع کا عرب فرشِ خاک پر بیٹھا ہے،

مساواتِ اسلامی کا صدر جہ خیال تھا، ان کے لشکرگاہ مین ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو ہو سکتی ہے، ایک دفعہ ایک مسلمان نے غنیم کے ایک سپاہی کو پناہ دی، حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، لیکن سپہ سالارِ اعظم حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے فرمایا ہم اس کو پناہ دیتے ہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے[1]،

حضرت ابو عبیدہؓ کا خلق و ترحم تمام خلق اللہ کے لئے عام تھا، شام مین ان کی شفقت اور رعایا پروری نے عیسائیون کو بھی مرہونِ منت بنا رکھا تھا، وہان عیسائیون کو نماز کے وقت ناقوس بجانے کی اور عام گذرگاہون مین صلیب نکالنے کی سخت ممانعت تھی، لیکن انھون نے عرضی پیش کی کہ کم سے کم سال مین ایک دفعہ عید کے روز صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابو عبیدہؓ نے خوشی کے ساتھ یہ درخواست منظور کر لی، اس رواداری کا یہ اثر ہوا کہ شامی خود رہبے ہم مذہب رومیون کے دشمن ہوگئے اور خوشی کے ساتھ جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض انجام دینے لگے،

حضرت ابو عبیدہؓ کی خانگی زندگی کے حالات نامعلوم ہین تاہم اس قدر یقینی ہے کہ جذبۂ انقطاع الی اللہ نے بیوی بچون سے غیر معمولی شغف پیدا ہونے نہ دیا،

[1] مسند جلد ۱ ص ۱۹۵،

Marfat.com

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد لمبا، جسم نحیف ولاغر، چہرہ کم گوشت، سامنے کے دو دانت خدمت رسولؐ مین قربان ہوگئے تھے، ڈاڑھی گھنی نہ تھی، اور بعض روایات کے مطابق خضاب استعمال کرتے تھے،

اولاد و ازواج | حضرت ابو عبیدہؓ کی صرف دو بیویون سے اولاد ہوئی، ہند بنت جابر سے یزید اور ورجا سے عمیر پیدا ہوئے، لیکن دونون لاولد فوت ہوئے،

حضرت سعید بن زیدؓ

نام، نسب، خاندان | سعید نام ابوالاعور کنیت، والد کا نام زید اور والدہ کا نام فاطمہ بنت بعجہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی ابن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح ابن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی،

حضرت سعید بن زیدؓ کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نفیل پر حضرت عمرؓ سے مل جاتا ہے، حضرت سعیدؓ کے والد زید اُن سعادت مند بزرگون مین تھے جن کی آنکھون نے اسلام سے پہلے ہی کفر و شرک کے ظلمت کدہ مین توحید کا جلوہ دیکھا تھا اور ہر قسم کے فسق و فجور یہان تک کہ مشرکین کے ذبیحہ سے بھی محترز رہے تھے، چنانچہ ایک دفعہ ان سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بعثت وادیِ بلدحؔ مین ملاقات ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے انکار فرمایا، پھر زید سے کہا گیا تو انھون نے بھی انکار کیا اور کہا، مین تمھارے بتون کا چڑھایا ہوا ذبیحہ نہین کھاتا،[2]

زید کا دل کفر و شرک سے متنفر ہوا تو جستجوے حق مین دور دراز ممالک کی خاک چھانی، اور شام پہنچکر ایک یہودی عالم سے مقصود کی رہبری چاہی، اس نے کہا اگر خدا کے غضب مین حصہ

[1] تیم کی راہ مین ایک مقام کا نام ہے فتح الباری جلد ۷، ص ۱۸۰۔ [2] بخاری باب حدیث زید ۱۲

لینا ہے تو ہمارا مذہب حاضر ہے، زید نے کہا دین اسی سے بھاگا ہون، پھر اس مین گرفتار نہین ہوسکتا البتہ کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو تو بتاؤ، اس نے دین حنیف کا پتہ دیا، انھون نے پوچھا دین حنیف کیا ہے، بولا دین حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے جو نہ یہودی تھے، نہ عیسائی بلکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے، یہان سے بڑھے تو ایک عیسائی عالم سے چارہ خواہ ہوئے، اس نے کہا، اگر خدا کی لعنت کا طوق چاہتے ہو تو ہمارا مذہب موجود ہے، زید نے کہا "خدارا کوئی ایسا مذہب بتاؤ جس مین نہ خدا کا غضب ہو نہ لعنت، مین ان دونون سے بھاگتا ہون، بولا میرے خیال مین ایسا مذہب صرف دین حنیف ہے" غرض جب ہر جگہ سے دین ابراہیم کا پتہ ملا تو شام سے واپس ہوئے اور دونون ہاتھ اٹھا کر کہا، خدایا! تجھے گواہ بناتا ہون کہ اب مین دین حنیف کا پیرو ہون[1]"

زید کو اس کفرستان مین اپنے موحد ہونے کا نہایت فخر تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ مین نے ایک دفعہ زید کو دیکھا کہ کعبہ سے پشت ٹیک کر کہہ رہے تھے "اے گروہِ قریش! خدا کی قسم میرے سوا تم مین کوئی بھی دینِ ابراہیم پر قائم نہین ہے[2]"

ایامِ جاہلیت مین اہل عرب عموماً اپنی لڑکیون کو زندہ دفن کر دیتے تھے، لیکن خدائے واحد کے اس تنہا پرستار کو ان معصوم ہستیون کے بچانے کا خاص لطف حاصل ہوتا تھا، اور جب کوئی ظالم باپ اپنی بے گناہ بچی کے حلق پر چھری پھیرنا چاہتا تھا تو اس کی کفالت اپنے ذمہ لے لیتے اور جب جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے "جی چاہے لے لو یا میری ہی کفالت مین رہنے دو[3]"

اسلام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ حنیف کو زیادہ مکمل صورت مین دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور دعوتِ توحید شروع کی، تو گو اس وقت کے سچے شیدائی زید صفحۂ ہستی پر موجود نہ تھے تاہم

[1] بخاری باب حدیث زید مین مفصل قصہ مذکور ہے [2] ایضاً [3] ایضاً

Marfat.com

ان کے فرزند سعیدؓ کے لیئے یہ آواز بالکل مانوس تھی، انھون نے نہایت شوق کے ساتھ لبیک کہا اور اپنی نیک بخت بیوی کے ساتھ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے،

حضرت سعیدؓ کی بیوی حضرت فاطمہؓ حضرت عمرؓ کی حقیقی بہن تھین لیکن وہ خود اس وقت تک اسلام کی حقیقت سے ناآشنا تھے، بہن اور بہنوئی کی تبدیل مذہب کا حال سنکر نہایت برافروختہ ہوئے اور دونون میان بیوی کو اس قدر مارا کہ لہولہان ہوگئے،[1] لیکن یہان کچھ ایسی وارفتگی تھی کہ اس تمام زدوکوب کا صرف یہی ایک جواب تھا ؎

من زجانان گرچہ صد اندوہ جان خواہم کشید
تانہ پنداری کہ خود را بر کران خواہم کشید

یہان تک کہ ان بزرگون کی اسی استقامت و استقلال نے خود حضرت عمرؓ کو بھی اسلام کی حقانیت کا جلوہ دکھا دیا، اور بالآخر عمر بن الخطاب سے فاروقِ اعظمؓ بنا دیا،

ہجرت اور غزوات

حضرت سعیدؓ مہاجرین اوّلین کے ساتھ مدینہ پہنچے، اور حضرت رفاعہ بن عبد المنذرؓ انصاری کے مہمان ہوئے، کچھ دنون کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین اور حضرت رافع بن مالکؓ انصاری مین بھائی چارہ کرا دیا،[2]

سنہ ۲ھ مین قریشِ مکہ کا وہ مشہور قافلہ جس کی وجہ سے جنگِ بدر پیش آئی ملک شام سے آرہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت طلحہؓ کو اس تجسس پر مامور فرمایا، یہ دونون حدودِ شام مین تجار پہنچکر کشد جہنی کے مہمان ہوئے اور جب قافلہ وہان سے آگے بڑھا تو نظر بچاکر تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کیفیت سے مطلع کرین، لیکن قافلہ نے کچھ سن گن پاکر ساحلی راستہ اختیار کیا، اور کفارِ قریش کی ایک بڑی جمعیت کے جو اس کی مدد کے لئے آئی تھی، اور پرستارانِ حق کے درمیان بدر کے میدان مین وہ مشہور معرکہ پیش آیا جس نے

[1] ابن سعد قسم اول جزو ۳ ص ۱۹۲ سے ۵ طبقات ابن سعد حصہ ہفتم مین ترجمہ سعید بن زیدؓ

Marfat.com

اسلام کو ہمیشہ کے لئے سربلند کر دیا،

غرض جس وقت حضرت سعدؓ مدینہ پہنچے اس وقت غازیانِ دین فاتحانہ سرور و انبساط کے ساتھ میدانِ جنگ سے واپس آ رہے تھے چونکہ یہ بھی ایک خدمت پر مامور تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدر کے مالِ غنیمت میں حصہ مرحمت فرمایا اور جہاد کے ثواب سے بھی بہرہ ور ہونے کی بشارت دی،

حضرت سعدؓ جنگِ بدر کے سوا تمام غزوات میں ہمرکابی و شجاعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، لیکن افسوس ہے کہ کسی غزوہ کے متعلق کوئی تفصیلی واقعہ نہیں ملتا،

عہدِ فاروقی میں جب شام پر باقاعدہ فوج کشی ہوئی تو حضرت سعدؓ حضرت ابوعبیدہؓ کے ماتحت پہلی فوج کی افسری پر متعین ہوئے، دمشق کے محاصرہ اور یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں نمایاں شجاعت و جانبازی کے ساتھ شریکِ کارزار تھے، اثنائے جنگ میں حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کو دمشق کی گورنری پر مامور کیا، لیکن شوقِ جہاد نے اس سے ہزار کر دیا، حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ جہاد کریں اور میں اس سے محروم رہوں، اس لئے خط پہنچنے کے ساتھ کسی کو میری جگہ بھیج دیجئے میں عنقریب آپ کے پاس پہنچتا ہوں، حضرت ابوعبیدہؓ نے مجبور ہو کر حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق پر متعین کیا اور حضرت سعدؓ پھر میدانِ رزم میں پہنچ گئے،

وفات | فتحِ شام کے بعد حضرت سعدؓ کی تمام زندگی نہایت سکون و خاموشی سے بسر ہوئی، یہاں تک کہ ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں ستر برس تک اس سرائے فانی میں رہ کر رحلت گزینِ عالمِ جاودان ہوئے، چونکہ نواحِ مدینہ میں بمقام عقیق آپ کا مستقل مسکن تھا اس لئے وہیں وفات پائی، جمعہ کا دن تھا حضرت

لہ طبقات ابن سعد تذکرہ سعید بن زیدؓ ۲ ایضاً حصہ بدر میں تذکرہ سعید بن زیدؓ،

Marfat.com

عبداللہ بن عمرؓ نماز جمعہ کی تیاری کر رہے تھے کہ وفات کی خبر سنی اُسی وقت عقیق کی طرف روانہ ہو گئے، حضرت سعد و فاطمہؓ نے غسل دیا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدینہ لاکر سپردِ خاک کیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔[1]

ذاتی حالات اور اخلاق وعادات

حضرت سعیدؓ کا دل دنیاوی جاہ وحشمت سے مستغنی تھا، صرف مقام عقیق کی جاگیر پر گذر اوقات تھی، آخر میں حضرت عثمانؓ نے عراق میں بھی ایک جاگیر دی تھی،

امیر معاویہؓ کے عہد میں اروی نام ایک عورت نے جس کی زمین ان کی جاگیر سے ملی ہوئی تھی مدینہ کے عامل مروان بن حکم کے دربار میں شکایت کی کہ انھوں نے اس کی کچھ زمین دبا لی ہے، مروان نے تحقیقات کے لئے دو آدمی معین کئے، حضرت سعیدؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو اپنے مال کے آگے قتل ہو وہ شہید ہے"، پھر مروان سے کہا، کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں نے اس کے ساتھ ظلم کیا ہے؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر کوئی کسی کی ایک بالشت زمین بھی ظلم وزبردستی سے لے گا تو ویسی ویسی سات زمینیں قیامت میں اس کے گلے کا ہار ہوں گی، مروان نے قسم کھانے کو کہا تو یہ اپنی زمین سے باز آگئے اور اس عورت کے حق میں بددعا کے طور پر فرمایا "اے خدا! اگر یہ جھوٹی ہے تو اندھی ہو کر مرے اور اس کے گھر کا کنواں خود اس کے لئے قبر بنے، خدا کی قدرت بددعا کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگا، وہ عورت بہت جلد بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئی اور ایک روز گھر کے کنوئیں میں گر کر راہی عدم ہوئی، چنانچہ یہ واقعہ اہل مدینہ کے لئے ضرب المثل ہو گیا، اور وہ عموماً یہ بددعا دینے لگے اعماک اللہ کما اعمی اروی"[2]

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ بدر میں تذکرۂ سعید بن زیدؓ، [2] استیعاب جلد ۲ ص ۵۵۴

Marfat.com

حضرت سعیدؓ کے سامنے بہت سے انقلابات برپا ہوئے ہیسیون خانہ جنگیان پیش آئین اور گو وہ اپنے زہد و انقاء کے باعث ان جھگڑون سے ہمیشہ کنارہ کش رہے تاہم جس کی نسبت جو رائے رکھتے تھے اس کو آزادی کے ساتھ ظاہر کرنے مین تامل نہین کرتے تھے، حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ عموماً کوفہ کی مسجد مین فرمایا کرتے تھے "تم لوگون نے عثمانؓ کے ساتھ جو سلوک کیا، اس سے اگر کوہِ احد متزلزل ہوجائے تو کچھ عجب نہین"[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، ایک روز وہ جامع مسجد مین عوام کے ایک حلقہ مین بیٹھے تھے کہ حضرت سعید بن زیدؓ داخل ہوئے تو انھون نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور اپنے پاس بیٹھایا، اسی اثناء مین ایک دوسرا آدمی اندر آیا اور حضرت علیؓ کی شان مین نامناسب کلمات استعمال کرنے لگا، حضرت سعیدؓ سے ضبط نہ ہوسکا بولے "مغیرہ! مغیرہ! لوگ تمھارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثارون کو گالیان دیتے ہین اور تم منع نہین کرتے، اس کے بعد اصحابِ عشرہ مبشرہؓ سے آٹھ آدمیون کا نام لیکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے اور اگر چاہو تو مین نوین آدمی کا نام بھی لے سکتا ہون" لوگون نے اصرار کیا تو فرمایا تو ان مین ہون[2]

حضرت سعیدؓ کے حالات بہت کم معلوم ہین تاہم وہ بالاتفاق ان صحابۂ کرامؓ مین تھے جو آسمانِ اسلام کے مہر و ماہ ہین، وہ لڑائیون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رہتے تھے اور نماز مین پیچھے[3]

حلیہ یہ تھا قد لانبا بال بڑے بڑے اور گھنے،

اہل و عیال حضرت سعیدؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کی تھین، بیویون کے نام یہ ہین

[1] بخاری باب مناقب الانصار [2] باب اسلام سعید بن زیدؓ [3] مسند جلد ۱ ص ۱۸۰ [4] اسد الغابہ ترجمہ سعید بن زیدؓ

Marfat.com

فاطمہ (ام الجمل) جلیسہ بنت سوید، امامہ بنت الذیخ، حزمہ بنت نمس، ام الاسود، فتح بنت الاصبغ، بنت قہربہ، ام خالد، ام بشیر بنت ابی مسعود الغفاری،

ان بیویوں نیز لونڈیوں کے بطن سے نہایت کثرت کے ساتھ اولاد ہوئی، لیکن ان میں سے اکثر لاولد ہوئی، جن لڑکوں اور لڑکیوں کے نام معلوم ہو سکے، وہ علیحدہ علیحدہ درج ذیل ہیں،

لڑکے | عبد الرحمٰن اکبر، عبد الرحمٰن اصغر، عبد اللہ اکبر، عبد اللہ اصغر، عمر اکبر، عمر اصغر، محمد، اسود، زید، طلحہ، خالد، ابراہیم اکبر، ابراہیم اصغر،

لڑکیاں | عائکہ، ام موسیٰ، ام الحسن، ام سلمیٰ، ام حبیب کبریٰ، ام حبیب صغریٰ، ام زید کبریٰ، ام زید صغریٰ، ام سعید، ام سلمہ، حفصہ، ام خالد، عائشہ، زینب، ام عبد الجواد، ام صالح[1]،

سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضؓ

نام و نسب | حمزہ نام، ابو یعلی اور ابو عمارہ کنیت، اسد اللہ لقب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے، ماں کی طرف سے یہ تعلق تھا کہ ان کی والدہ ہالہ بنت وہیب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی،

اس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت حمزہؓ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے، یعنی ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہؓ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا، ان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس بڑے تھے، شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی کا بچپن ہی سے شوق تھا، سیر و شکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی، چنانچہ زندگی کا بڑا حصہ اسی مشغلہ میں بسر ہوا،

[1] ازواج و اولاد کی تمام تفصیل طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث سے ماخوذ ہے،

Marfat.com

اسلام | دعوتِ توحید کی صدا گو ایک عرصہ سے مکہ کی گھاٹیون مین گونج رہی تھی، تاہم حضرت حمزہؓ جیسے سپاہی منش کو ان باتون سے کیا تعلق؟ انھین صحرانوردی اور سیر و شکار سے کب فرصت تھی جو شرک و توحید کی حقانیت پر غور کرتے لیکن خدا نے عجیب طرح سے ان کی رہنمائی کی، ایک روز جب معمول شکار سے واپس آرہے تھے، کوہِ صفا کے پاس پہنچے تو ایک لونڈی نے کہا "ابو عمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم اپنے بھتیجے محمدؐ کا حال دیکھتے، وہ خانۂ کعبہ مین اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہے تھے کہ ابوجہل نے نہایت سخت گالیان دین اور بہت بری طرح ستایا، لیکن محمد نے کچھ جواب نہ دیا اور بے بسی کے ساتھ لوٹ گئے" یہ سننا تھا کہ رگِ حمیت مین جوش آگیا، تیزی کے ساتھ خانۂ کعبہ کی طرف بڑھے، ان کا قاعدہ تھا کہ شکار سے واپس آتے ہوئے کوئی راہ مین مل جاتا تو کھڑے ہوکر ضرور اس سے دو دو باتین کر لیتے تھے، لیکن اس وقت جوشِ انتقام نے مغلوب الغضب کر دیا تھا، کسی طرف متوجہ نہ ہوئے اور سیدھے خانۂ کعبہ پہنچکر ابوجہل کے سر پر زور سے اپنی کمان دے ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا، یہ دیکھ کر بنی مخزوم کے چند آدمی ابوجہل کی مدد کے لئے دوڑے اور بولے "حمزہ شاید تم بھی بددین ہوگئے"، فرمایا "جب اس کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہوگئی تو کون چیز اس سے باز رکھ سکتی ہے؟[1] ہان! مین گواہی دیتا ہون کہ محمد خدا کے رسول ہین اور جو کچھ وہ کہتے ہین سب حق ہے، خدا کی قسم اب مین اس سے پھر نہین سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو"، ابوجہل نے کہا ابو عمارہ کو چھوڑ دو، خدا کی قسم مین نے ابھی اس کے بھتیجے کو سخت گالیان دی ہین،

یہ اسلام کا وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقم کے مکان مین پناہ گزین تھے، اور مومنین کا حلقہ صرف چند کمزور و ناتوان ہستیون پر محدود تھا، لیکن حضرت حمزہؓ کے اضافہ سے دفعۃً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیون اور ایذا رسانیون کا سدِ باب ہوگیا،

[1] مستدرک، حاکم جلد ۳ ص ۱۹۳،

Marfat.com

کیونکہ ان کی شجاعت وجانبازی کا تمام مکہ لوہا مانتا تھا،[1]

حضرت امیر حمزہؓ کے اسلام لانے کے بعد ایک روز حضرت عمرؓ نے آستانۂ نبویؐ پر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے، اس لئے صحابۂ کرامؓ کو تردد ہوا لیکن اس شیر خدا نے کہا، "کچھ مضائقہ نہیں آنے دو اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا" غرض وہ اندر داخل ہوئے تو کلمۂ توحید ان کی زبان پر تھا اور مسلمان جوشِ مسرت سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے،[2]

مواخات مکہ کی مواخات میں حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زید بن حارثہؓ حضرت حمزہؓ کے اسلامی بھائی قرار پائے، ان کو حضرت زیدؓ سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ جب غزوات میں تشریف لیجاتے تو ان ہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے،[3]

ہجرت بعثت کے تیرہویں سال تمام صحابۂ کرامؓ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، جہاں ان کو زور بازو اور خداداد شجاعت کے جوہر دکھانے کا نہایت اچھا موقع ہاتھ آیا، چنانچہ پہلا اسلامی پھریرا ان ہی کو عنایت ہوا، اور تیس آدمیوں کے ساتھ ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کئے گئے کہ قریشی قافلوں کے سدِ راہ ہوں، غرض وہاں پہنچکر ابو جہل کے قافلہ سے جس میں تین سو سوار تھے مٹ بھیڑ ہوئی اور طرفین نے جنگ کے لئے صف بندی کی، لیکن مجدی بن عمرو الجہنی نے بیچ بچاؤ کر کے لڑائی روک دی اور حضرت امیر حمزہؓ بغیر کشت وخون واپس آئے،[4]

غزوات اسی سال ماہ صفر میں خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی دفعہ تقریباً ساٹھ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ قریشِ مکہ کی نقل وحرکت میں سدِ راہ ہونے کے لئے ابواء پر فوج کشی فرمائی، حضرت حمزہؓ علمبردار تھے اور تمام فوج کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی لیکن قریش کا قافلہ آگے

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حمزہؓ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ۳ ص ۹۰ [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث، [4] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی ص ۲،

Marfat.com

بڑھ چکا تھا، اس لئے جنگ و جدل کا موقع پیش نہ آیا تاہم اس قوم کا سب سے زیادہ نتیجہ خیز اثر یہ تھا کہ بنو حمزہ سے ایک دوستانہ معاہدہ طے پا گیا۔[1]

اسی طرح ۲ھ میں غزوہ عشیرہ میں آیا، اس میں بھی علمبرداری کا طرۂ افتخار حضرت امیر حمزہؓ کے دستار فضل و کمال پر آویزاں تھا، لیکن اس دفعہ بھی کوئی جنگ واقع نہ ہوئی اور صرف بنو مدلج سے امداد باہمی کا ایک عہد نامہ طے پایا۔[2]

غزوۂ بدر اسی سال بدر کا مشہور معرکہ پیش آیا، صف آرائی کے بعد عتبہ، شیبہ اور ولید نے کفار کی طرف سے نکل کر مبارز طلبی کی تو انصار دین میں سے چند انصاری نوجوان مقابلہ کے لئے آگے بڑھے لیکن عتبہ نے پکار کر کہا اے محمدؐ! ہم ناجنسوں سے نہیں لڑ سکتے ہمارے مقابل والوں کو بھیجو، ارشاد ہوا حمزہ! علی! عبیدہ! اٹھو اور آگے بڑھو، حکم کی دیر تھی کہ یہ تینوں شیر دل آزما بہادر شیر سے للکارتے ہوئے اپنے حریف کے مقابل جا کھڑے ہوئے، حضرت حمزہؓ نے پہلے ہی حملہ میں عتبہ کو واصل جہنم کیا، حضرت علیؓ بھی اپنے حریف پر غالب آئے لیکن حضرت ابو عبیدہؓ اور ولید میں دیر تک کشمکش جاری رہی، وہ زخمی ہو گئے تو ان دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے اس کو تہ تیغ کر دیا، یہ دیکھ کر طعیمہ بن عدی جوش انتقام میں آگے بڑھا لیکن شیر خدا نے ایک ہی وار میں اسکو بھی ڈھیر کر دیا، مشرکین نے طیش میں آکر عام ہلہ کر دیا، دوسری طرف سے مجاہدین اسلام بھی اپنے دلاوروں کو نرغہ میں دیکھ کر ٹوٹ پڑے، نہایت گھمسان کا رن پڑا، اسد اللہ حمزہؓ کے دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی، اس لئے جس طرف گھس جاتے تھے صاف نظر آتے تھے، دونوں ہاتھ میں تلوار تھی اور مردانہ وار دو دستی گملوں سے پرے کا پرا صاف کر رہے تھے غرض جب تھوڑی دیر میں غنیم سمت سے قیدی اور مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تو بعض قیدیوں نے پوچھا "یہ کلغی لگائے کون ہے؟" لوگوں نے کہا "حمزہؓ" بولا "آج ہم کو سب سے زیادہ نقصان اسی نے پہنچایا"۔[3]

غزوۂ بنی قینقاع [illegible]

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۳ و ۴ [2] بخاری ص ۵۵۴ ج ۱ و ابوداؤد ص ۳۷۴ ج ۱ [3] اصابہ تذکرہ حمزہؓ

Marfat.com

ابی سفیان کے حلیف تھے اس لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستانہ معاہدہ طے پا گیا تھا لیکن غزوۂ بدر کی کامیابی نے ان کے دلون مین رشک وحسد کی آگ بھڑکا دی، اور علانیہ سرکشی پر آمادہ ہو گئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد شکنی کے باعث اسی سال ماہ شوال مین ان پر فوجکشی فرمائی، اور بزور اطراف مدینہ سے جلاوطن کر دیا، حضرت حمزہؓ اس معرکہ مین بھی علمبرداری کے منصب پر مامور تھے[1]،

غزوۂ احد | بدر کی شکست فاش نے مشرکین قریش کے توسن غیرت کے لئے تازیانہ کا کام کیا، اور جوش انتقام سے برانگیختہ ہو کر ۳ھ مین قریش کا سیلاب عظیم پھر مدینہ کی طرف بڑھا، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثارون کے ساتھ نکل کر کوہ احد کے دامن مین اس کو روکا، ۷ شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی، کفار کی طرف سے سباع نے بڑھ کر مبارزطلبی کی تو حضرت امیر حمزہؓ اپنی شمشیر خارا شگاف تولتے ہوئے میدان مین آئے اور للکار کر کہا "اے سباع! اے ام انمار مضغہ نجس کے بچے! کیا تو خدا اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے"، یہ کہکر اس زور سے حملہ کیا کہ ایک ہی وار مین اس کا کام تمام ہو گیا[2]، اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوئی، اس شیر خدا نے روباہ کفر کے ٹڈی دل مین گھس کر کشتون کے پشتے لگا دیئے، یہ جس طرف جھک پڑے صفین کی صفین الٹ دین، غرض اس جوش سے لڑے کہ تنہا بیس کافرون کو واصل جہنم کر دیا[3]،

شہادت | حضرت امیر حمزہؓ نے چونکہ جنگ بدر مین چن چن کر اکثر صنادید قریش کو تہ تیغ کیا تھا، اس لئے تمام مشرکین قریش سب سے زیادہ ان کے خون کے پیاسے تھے، چنانچہ جبیر بن مطعم نے ایک غلام کو جس کا نام وحشی تھا چچا طعیمہ بن عدی کے انتقام پر خاص طور سے تیار کیا تھا اور اس صلہ مین آزادی کا لالچ دلایا تھا، غرض وہ جنگ احد کے موقع پر ایک چٹان کے پیچھے گھات مین بیٹھا ہوا حضرت حمزہؓ کا انتظار کر رہا تھا، اتفاقاً وہ ایک دفعہ قریب سے گذرے تو اس نے اچانک اس زور سے اپنا حربہ پھینک کر

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ المغازی ص ۱۵ [2] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ حمزہؓ،

Marfat.com

مارا کہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑے[1]، اس شیرِ خدا کی شہادت پر کفار کی عورتون نے خوشی و مسرت کے ترانے گائے، ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے ناک کان کاٹ کر زیور بنائے، نیز شکم چاک کر کے جگر نکالا اور چبا چبا کر تھوک دیا، حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو پوچھا دریافت کیا، اس نے کچھ کھایا بھی ہے" لوگون نے عرض کی "نہین"، فرمایا "خدا حمزہ کے کسی جزو کو جہنم مین داخل ہونے نہ دیگا"[2]،

تجہیز و تکفین اختتام جنگ کے بعد شہدائے اسلام کی تجہیز و تکفین شروع ہوئی، حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عم محترم کی لاش پر تشریف لائے، چونکہ ہندہ نے ناک، کان کاٹ کر کے نہایت دردناک صورت بنادی تھی، اس لئے یہ منظر دیکھ کر بے اختیار دل بھر آیا، اور مخاطب ہو کر فرمایا تم پر خدا کی رحمت ہے، کیونکہ تم رشتہ داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے، نیک کامون مین پیش پیش رہتے تھے، اگر مجھے صفیہ کے رنج و غم کا خیال نہ ہوتا تو مین تمھین اسی طرح چھوڑ دیتا کہ درندے اور پرند کھا جاتے اور تم قیامت مین ان ہی کے شکم سے اٹھائے جاؤ، خدا کی قسم مجھ پر تمھارا انتقام واجب ہے، مین تمھارے عوض ستر کافرون کا مثلہ کرونگا"، لیکن تھوڑے ہی دیر کے بعد وحی الٰہی نے اس ناجائز انتقام کی ممانعت کر دی، اس لئے کفارہ یمین ادا کر کے صبر و شکیبائی اختیار فرمائی[3]،

حضرت صفیہؓ حضرت امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن تھین، بھائی کی شہادت کا حال سنا تو روتے ہوئے جنازہ کے پاس آئین، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے نہ دیا اور تسلی و تشفی دیکر واپس فرمایا، حضرت صفیہؓ اپنے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ کو دو چادرین دے گئی تھین کہ ان سے کفن کا کام لیا جائے لیکن پہلو مین ایک انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن تھی، اس لئے انھون نے دونون شہدا کی ملت مین ایک ایک چادر تقسیم کر دی، اس ایک چادر سے سر چھپایا جاتا تو پاؤن کھل جاتے اور پاؤن چھپائے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر سے چہرہ چھپاؤ اور پاؤن پر گھاس اور پتے ڈال دو غرض

---

[1] بخاری باب قتل حمزہؓ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۷، [3] ایضاً ص ۷،

Marfat.com

اس عبرت انگیز طریقہ سے سید الشہداؓ کا جنازہ تیار ہوا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز پڑھائی، اس کے بعد ایک ایک کرکے شہدائے احد کے جنازے ان کے پہلو مین رکھے گئے اور آپ نے علیحدہ علیحدہ ہر ایک پر نماز پڑھائی، اس طرح تقریباً ستر نمازون کے بعد غازیانِ دین نے بصد اندوہ و الم اس شیرِ خدا کو اسی میدان مین سپردِ خاک کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حزن وملال

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سانحہ پر شدید قلق تھا، مدینہ منورہ تشریف لائے اور بنی عبد اشہل کی عورتون کو اپنے اپنے اعزہ و اقارب پر روتے سنا تو فرمایا، افسوس! حمزہؓ کے لئے رونے والیان بھی نہین، انصار نے یہ سن کر اپنی عورتون کو آستانہ نبوت پر بھیجدیا، جنھون نے نہایت رقت آمیز طریقہ سے سید الشہداؓ پر گریہ وزاری شروع کی، اسی حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی، کچھ دیر کے بعد بیدار ہوئے تو دیکھا کہ وہ اب تک رو رہی ہین، فرمایا کیا، خوب! یہ سب اب تک بیٹھی رو رہی ہین، انھین حکم دو کہ واپس جائین اور آج کے بعد پھر کسی مرنے والے پر نہ روئین،، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت سے مدینہ کی عورتون کا یہی دستور ہو گیا تھا کہ جب وہ کسی پر رونی بیٹھتین تو پہلے حضرت امیر حمزہؓ پر دو آنسو بہا لیتی تھین،

قاتل سے بیزاری

حضرت حمزہؓ کے قاتل حضرت وحشیؓ اسلام قبول کرکے بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر پوچھا، کیا تم ہی وحشی ہو؟ عرض کی "ہان" فرمایا، تم نے حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟ بولے "حضور کو جو کچھ معلوم ہوا وہ صحیح ہے،، ارشاد ہوا، کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا سکتے ہو؟ عرض اسی وقت باہر آ پڑا اور پھر تمام عمر سامنے نہ جا سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب مسیلمہ کذاب پر فوج کشی ہوئی تو یہ بھی اس مین شریک ہوئے کہ شاید مین اس کو قتل کرکے حمزہؓ کے نقصان کی تلافی کر سکون، چنانچہ وہ اس ارادہ مین کامیاب ہوئے[۲]، اسی طرح خدا نے ان کی ذات سے اسلام کو جبر قدر

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۴ [۲] ایضاً ص ۱۰ [۳] بخاری باب قتل حمزہؓ

Marfat.com

نقصان پہنچایا تھا اس سے زیادہ فائدہ پہنچایا،

اخلاق حضرت امیر حمزہؓ کے اخلاق مین سپاہیانہ خصائل نہایت نمایان ہین، شجاعت، جانبازی، اور بہادری ان کے مخصوص اوصاف تھے، مزاج قدرۃً تیز و تند تھا، شراب حرام ہونے سے پہلے اس کے عادی تھے، ایک دفعہ ایک انصار کے میخانہ مین صحبتِ احباب گرم تھی، اور دورِ ساغر کے ساتھ ایک رقاصہ کی خوش الحان راگنیون سے محفل کا رنگ جما ہوا تھا اسی حالت مین اس نے دو اونٹون کی طرف اشارہ کرکے جو سامنے بندھے ہوئے تھے یہ مصرعہ پڑھا،

الا یا حمزۃ للشرف النواء

حضرت حمزہؓ نشہ کی مدہوشی مین بے اختیار کود ے اور دونون کے جگر اور کوہان کاٹ لائے، یہ اونٹ حضرت علیؓ کے تھے، انھون نے یہ حال دیکھا تو آبدیدہ ہوکر دربارِ نبوت مین شکایت پیش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اور حضرت زید بن حارثہؓ کو ساتھ لئے ہوئے اسی وقت اس محفلِ طرب مین تشریف لائے اور حضرت حمزہؓ کو ملامت فرمانے لگے، لیکن یہان ہوش و حواس پر نشہ کا قبضہ ہو چکا تھا، انھون نے ایک دفعہ سر سے پاؤن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھور کر دیکھا اور آنکھین لال پیلی کرکے بولے "تم سب ہمارے باپ کے غلام ہو"، آپ نے مدہوشی کی یہ کیفیت دیکھی تو الٹے پاؤن لوٹ آئے۔[1]

حضرت امیر حمزہؓ رشتہ دارون کے ساتھ حسن سلوک اور تمام نیک کامون مین ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ شہادت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش سے مخاطب ہوکر اس طرح ان محاسن کی داد دی تھی،

رحمۃ اللہ علیک فانک کنت ما علمت — تم پر خدا کی رحمت ہو کیونکہ جہان تک مجھے معلوم ہے

[1] بخاری، کتاب فرض الخمس،

Marfat.com

وصولا الرحم فعولا الخیرات[1]

نم قرابت دارون کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے نیک کامون مین پیش پیش رہتے تھے،

ازواج واولاد

حضرت حمزہؓ نے متعدد شادیان کین، بیویون کے نام یہ ہین، بنت آملہ، خولہ بنت قیس، سلمی بنت عمیس، ان مین سے ہر ایک کے بطن سے اولاد ہوئی، لڑکون کے نام یہ ہین، ابو یعلیٰ، عامر، عمارہ آخر الذکر دونون لاولد فوت ہوئے، ابو یعلیٰ سے چند اولادین ہوئین لیکن وہ سب بچپن ہی مین قضا کر گئین، اس طرح حضرت حمزہؓ کا سلسلۂ نسل شروع ہی مین منقطع ہو گیا[2]،

سلمی بنت عمیس کے بطن سے امامہ نام ایک لڑکی بھی تھی، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مراجعت فرمائی تو بھائی بھائی کہکر اس نے پیچھا کیا، حضرت حمزہؓ کے رشتہ دارون مین سے حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے اس کو اپنی اپنی تربیت مین لینے کا دعویٰ پیش کیا لیکن آپ نے حضرت جعفرؓ کے حق مین فیصلہ دیا کیونکہ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس، امامہ کی حقیقی خالہ تھین، حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہ سے شادی کر لینے کی ترغیب دی تھی، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا حمزہؓ میرا رضاعی بھائی تھا[3]،

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ

نام، نسب

عباس نام، ابو الفضل کنیت، والد کا نام عبد المطلب اور والدہ کا نام نتیلہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے،

عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف الہاشمی القرشی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، لیکن عمر مین کچھ زیادہ فرق نہ تھا، غالباً حضرت عباسؓ

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۳، [2] ایضاً ص ۶، [3] ایضاً،

Marfat.com

دو یا تین برس آپ سے پہلے پیدا ہوئے تھے،[1]

ابتدائی حالات

حضرت عباسؓ عہدِ طفولیت مین ایک مرتبہ گم ہوگئے تھے، ان کی والدہ نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی نذر مانی، چنانچہ ان کے صحیح وسلامت مل جانے کے بعد نہایت تزک و احتشام کے ساتھ یہ نذر پوری کی گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلی عرب خاتون تھین، جنھون نے ایامِ جاہلیت مین خانۂ کعبہ کو دیباوحریر سے مزین کیا،[2]

زمانۂ جاہلیت مین وہ قریش کے ایک سرمہ آوردہ رئیس تھے، خانۂ کعبہ کا اہتمام والنصرام اور لوگون کو پانی پلانے کا عہدہ ان کو اپنے والد عبد المطلب سے وراثت مین ملا تھا،[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعتِ نبوت عطا ہوا اور آپ نے مکہ مین علانیہ دعوتِ توحید کی صدا بلند فرمائی تو حضرت عباسؓ نے گو بظاہر ایک عرصہ تک بیعت کے لئے ہاتھ نہین بڑھایا تاہم وہ دل سے اس تحریک کے حامی تھے، چنانچہ اہل یثرب نے جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی اور زمانۂ حج مین ہفتاد[2] انصار نے کفار سے چھپ کر منیٰ کی ایک گھاٹی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس رازداری کے موقع پر حضرت عباسؓ بھی موجود تھے، انھون نے انصار سے خطاب کر کے کہا، گروہ خزرج! تم کو معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان مین معزز و محترم رہے ہین اور دشمنون کے مقابلہ مین ہم نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے، اب وہ تمھارے پاس جانا چاہتے ہین، اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی صاف جواب دیدو، انصارؓ نے اس کے جواب مین جان نثاری و وفاشعاری کی ہامی بھری اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے،

جنگ بدر

مشرکین قریش کے مجبور کرنے پر ان کے ساتھ معرکۂ بدر مین شریک ہوئے، لیکن رسول اللہ

---

[1] اسد الغابہ ذکر عباس بن عبد المطلب ص۱۵۰ ج۳ [2] اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ [3] سیرت ابن ہشام جلد اول ص۲۷۲،

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتِ حال سے آگاہ تھے، آپ نے صحابۂ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ اگر اثنائے جنگ مین ابوالبختری عباس اور دوسرے بنی ہاشم سامنے آجائین تو قتل نہ کئے جائین، کیونکہ وہ زبردستی میدان مین لائے گئے ہین، حضرت ابوحذیفہؓ بول اٹھے کہ ہم اپنے باپ، بیٹے، بھائی سے درگذر نہین کرتے تو بنی ہاشم مین کیا خصوصیت ہے، واللہ اگر عباس مجھ کو ہاتھ آئین گے تو مین ان کو تلوار کی لگام دون گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، ابوحفص! دیکھتے ہو، عمِ رسولؐ کا چہرہ تلوار کے قابل ہے؟، حضرت عمرؓ نے کہا، "اجازت دیجئے کہ اس کا سر اڑا دون"، لیکن حضرت ابوحذیفہؓ ایک بلند پایہ صحابی تھے یہ جملہ اتفاقاً زبان سے نکل گیا تھا آپ نے کچھ مواخذہ نہ فرمایا[1]،

اس جنگ مین دوسرے مشرکین قریش کے ساتھ حضرت عباسؓ، عقیلؓ اور نوفل بن حارث بھی گرفتار ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت عباسؓ کی مشکین اس قدر کسی کر باندھی گئی تھین کہ وہ درد ناک آواز کے ساتھ کراہ رہے تھے، یہان تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کراہ سن کر رات کو آرام نہ فرما سکے جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو انھون نے ان کی مشکین ڈھیلی کر دین[2]،

اسیران جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑے دلوائے، لیکن حضرت عباسؓ کا قد اس قدر اونچا تھا کہ کسی کا کرتا ان کے بدن پر ٹھیک نہین اتتا تھا، عبداللہ بن ابی نے کہ حضرت عباسؓ کا ہم قد تھا اپنا کرتہ منگوا کر دیا[3]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق ہونے کے باوجود مرنے کے بعد اس کی لاش کو اپنا کرتہ پہنانے کے لئے دیا، وہ درحقیقت اسی احسان کا معاوضہ تھا،

دربارِ رسالت نے قیدیون کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا، چونکہ حضرت عباسؓ کی والدہ انصار کے ایک قبیلہ (خزرج) سے تھین، اس لئے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ عباسؓ ہمارے بھانجے ہین ہم ان کا فدیہ چھوڑ دیتے ہین، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابن سعد قسم اوّل جزو دوم ص ۵، [2] ایضاً ص، [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ربع ص،

Marfat.com

نے مساوات کی بنا پر گوارا نہین فرمایا اور دولت مند ہونے کے باعث ان سے ایک بڑی رقم طلب فرمائی[1]

حضرت عباسؓ نے ناداری کا عذر پیش کر کے کہا، مین دل سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا، مشرکین نے مجھ کو بجبر اس جنگ مین شریک کیا، ارشاد ہوا کہ دل کا حال خدا جانتا ہے اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہے تو خدا اس کا اجر دیگا لیکن ظاہری حالت کے لحاظ سے کوئی رعایت نہین ہو سکتی، ناداری کا عذر بھی قابلِ تسلیم نہین کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ مکہ مین ام الفضل کے پاس ایک بڑی رقم رکھ آئے ہین، حضرت عباسؓ نے متعجب ہو کر کہا خدا کی قسم! اس قسم کا حال میرے اور ام الفضل کے سوا کوئی نہین جانتا تھا، بیشک آپ رسولِ خدا ہین اور اپنی طرف سے نیز اپنے بھتیجے عقیل و نوفل بن حارث کی طرف سے گرانقدر فدیہ دے کر مخلصی حاصل کی[2]،

تاخیر اسلام اور قیامِ مکہ کی غایت | حضرت عباسؓ کا ایک عرصہ تک مکہ مین مقیم رہنا اور علانیہ دائرۂ اسلام مین داخل نہ ہونا درحقیقت ایک مصلحت پر مبنی تھا، وہ کفارِ مکہ کی نقل و حرکت اور ان کے رازہائے سربستہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتے تھے، نیز اس سرزمینِ کفر مین جو ضعفائے اسلام رہ گئے تھے ان کے لئے تنہا مامن و ملجا تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے جب کبھی رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے باز رکھا اور فرمایا کہ "آپ کا مکہ مین مقیم رہنا بہتر ہے، خدا نے جس طرح مجھ پر نبوت ختم کی ہے اسی طرح آپ پر ہجرت ختم کرے گا"[3]،

گو حضرت عباسؓ نے عرصہ تک اپنے ایمان و عقیدہ کو مشرکینِ قریش سے مخفی رکھا تاہم وہ اپنے دلی رجحان کو چھپا نہ سکے، ایک مرتبہ حضرت حجاج بن علاطؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ آئے، اس زمانہ مین جنگ خیبر درپیش تھی، اور اہل مکہ نہایت بے چینی کے ساتھ اس کے نتیجہ پر آنکھین لگائے ہوئے تھے، لوگون نے ان کو مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھ کر گھیر لیا اور جنگ کی خبر پوچھی

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۷۲، ۵، [2] مسند جلد ۱ ص ۳۵۳ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۱۰،

Marfat.com

پولے "خیبر کی جنگ مین مسلمانون کو نہایت عبرت ناک شکست ہی، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گرفتار ہوئے، اور ان کے اکثر جان نثار قتل کئے گئے، مین اپنا مال لینے آیا ہون کہ دوسرے تاجرون کو خبر نہ ہونے سے پہلے اہل خیبر سے تمام مالِ غنیمت خرید لون،

اس خبر سے یکایک تمام مکہ مین خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی، وادیٔ بطحاء کا ہر بچہ بادۂ انبساط سے مخمور ہوگیا، گھر گھر خوشی کے ترانے گائے جانے لگے، لیکن حضرت عباسؓ کا گھر ماتم کدہ تھا، وہ افسردہ دل اور مغموم صورت حجاج بن علاطؓ سے تخلیہ مین ملے اور پوچھا، "حجاج! کیا یہ خبر صحیح ہے؟" بولے "نہین! خدا کی قسم آپ کے لئے نہایت خوش آیند خبر ہے، خدا نے آپ کے بھتیجے کو خیبر پر کامل فتح عطا فرمائی، اکثر رؤسائے خیبر قتل کئے گئے، ان کا تمام مال و اسباب مجاہدین اسلام کے ہاتھ آیا اور مین نے رسول اللہ علیہ وسلم کو اس حال مین چھوڑا کہ خیبر کی شہزادی داخلِ حرم ہورہی تھی، مین اسلام قبول کرچکا ہون، اور یہان صرف اس لئے آیا ہون کہ بنطائف الحیل اپنا مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملون، آپ میرے جانے کے بعد تین دن تک اس خبر کو پوشیدہ رکھین، کیونکہ مجھے تعاقب کا خوف ہے"

حضرت عباسؓ کی مسرت و انبساط کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ بمشکل تین دن تک اس کو چھپا سکے اور چوتھے روز نہا دھو کر اور بیش قیمت کپڑے زیب بدن کرکے ہاتھ مین عصا لئے ہوئے خانۂ کعبہ آئے اور طواف کرنے لگے، لوگون نے چھیڑ کر کہا، "خدا کی قسم! یہ مصیبت پر اظہارِ صبر ہے"، بولے "قسم ہے اس ذات کی جس کی تم نے قسم کھائی ہرگز نہین! بالکل غلط ہے، خیبر فتح ہوگیا اور اس کا ایک ایک چپہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کے تصرف مین ہے" لوگون نے تعجب سے پوچھا، "یہ خبر کہان سے آئی؟" فرمایا، "حجاج بن علاطؓ نے بیان کیا جو اسلام قبول کرچکے ہین اور یہان محض اپنا مال لینے آئے تھے، اس جماعت نے مشرکین مکہ کی تمام مسرت خاک مین ملادی اور وہ ایک فریب خوردہ دشمن کی

Marfat.com

طرح دانت پیسنے لگے،[1]

اسلام وہجرت | فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عباسؓ کو ہجرت کی اجازت مل گئی، چنانچہ وہ مع اہل وعیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور علانیہ بیعت کرکے مستقل طور سے مدینہ مین سکونت پذیر ہوئے،

غزوات | مکہ کی فوج کشی مین شریک تھے، حنین کی جنگ مین حضرت خیرالانامؐ کے ہمرکاب تھے، اور رہوار رسالت کی باگ تھامے ہوئے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے، فرماتے ہین کہ اثنائے جنگ مین جب کفار کا غلبہ ہوا اور مسلمانون کے منہ پھر گئے، تو ارشاد ہوا، عباس! نیزہ برداروں کو آواز دو، فطرۃً میری آواز نہایت بلند تھی، مین نے "این اصحاب السمرہ" کا نعرہ مارا تو سب کے سب یکایک پلٹ پڑے اور مسلمانون کا بگڑا ہوا کھیل بن گیا،[2] محاصرۂ طائف، غزوۂ تبوک اور حجۃ الوداع مین بھی شریک تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات | حجۃ الوداع سے واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، مرض روز بروز بڑھتا گیا، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور دوسرے بنی ہاشم تیمارداری کی خدمت انجام دیتے تھے، وفات کے دن حضرت علیؓ باہر نکلے، لوگون نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج کیسا ہے؟ چونکہ حالت بظاہر سنبھل گئی تھی اس لئے انھون نے کہا کہ "خدا کے فضل سے اب آپ اچھے ہین"، لیکن حضرت عباسؓ خاندانِ ہاشم کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے، انھون نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تمھارا کہان خیال ہے؟ خدا کی قسم تین دن کے بعد تم غلامی کروگے، مین آنکھون سے دیکھ رہا ہون کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عنقریب اس مرض مین وفات پائین گے، کیونکہ مین خاندانِ عبدالمطلب کے چہرون سے موت کا اندازہ کرسکتا ہون، آؤ چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لین کہ آپ کے بعد منصب

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حجاج بن علاط ۵ مسند جلد ۱ ص ۲۰۷،

Marfat.com

خلافت کس کو حاصل ہوگا، اگر ہم مستحق ہین تو یہ معلوم ہوجائے گا، ورنہ عرض کرین گے کہ ہمارے لئے وصیت فرماجائین، حضرت علیؓ نے کہا، خدا کی قسم مین نہ پوچھون گا، اگر پوچھنے پر آپ نے انکار کردیا تو پھر آیندہ ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہوجاؤن گا"[1] حضرت علیؓ کے انکار سے حضرت عباسؓ کو بھی جرأت نہ ہوئی،

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز وفات پائی، حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ اور دوسرے بنو ہاشم کی مدد سے تجہیز و تکفین کی خدمت انجام دی، چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے، خاندان ہاشم مین سب سے معمر تھے، اس لئے تعزیت و ماتم پرسی کے خیال سے لوگ ان ہی کے پاس آئے،

بارگاہِ نبوت مین اعزاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عم محترم کی نہایت تعظیم و توقیر فرماتے تھے اور انکی معمولی اذیت سے بھی آپ کو تکلیف ہوتی تھی، ایک مرتبہ انھون نے بارگاہِ نبوت مین شکایت کی کہ قریش جب باہم ملتے ہین تو ان کے چہرون پر تازگی و شگفتگی برستی ہے، لیکن جب ہم سے ملتے ہین تو بشاشت کے بجائے برہمی کے آثار نمایان ہوتے ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر غضبناک ہوئے اور فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کہ جو شخص خدا اور رسول کے لئے تم لوگون سے محبت نہ کرے گا اس کے دل مین نور ایمان نہ ہوگا"[2] چچا باپ کا قائم مقام ہے،

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ مدینہ کے محصل مقرر ہوئے، انھون نے حسب قاعدہ حضرت عباسؓ سے بھی رقم طلب کی، انھون نے انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے سختی سے تقاضا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر صورت واقعہ عرض کی آپ نے فرمایا تم عباس سے کیا چاہتے ہو بدر کے ذریہ مین تم ان سے بہت کچھ لے چکے، عباس رسولِ خدا کا چچا ہے[3] اور چچا باپ کا قائم مقام ہے،

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۷۴۲ [2] استیعاب تذکرہ العباس بن عبد المطلب [3] جامع ترمذی مناقب حضرت عباسؓ و مسند جلد ۱ ص ۲۰۶ و ۲۰۷ جامع ترمذی وغیرہ مناقب عباسؓ،

Marfat.com

خلفائے راشدین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے بھی حضرت عباسؓ کی عزت و احترام کا مخصوص لحاظ رکھا، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اگر کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی طرف سے گذرتے تو تعظیماً اتر پڑتے، اور فرماتے کہ "یہ رسول اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ہین"[1]

حضرت عمرؓ اکثر ان کو اپنے مشورون مین شریک کرتے تھے، اور قحط و خشک سالی کے موقعون پر ان سے دعائین کراتے تھے، قحط عام الرمادہ کے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا، خدایا! پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑ کر حاضر ہوتے تھے، اور اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کا وسیلہ لے کر آئے ہین، ان کے طفیل مین ہم کو سیراب کر"[2] ان کے بعد حضرت عباسؓ نے منبر پر بیٹھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا تو یکایک صاف و شفاف آسمان پر لکہ ہائے ابر نمودار ہوے اور تھوڑی ہی دیر مین باران رحمت سے تمام کوہ و بیابان جل تھل ہو گئے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے،

سال الامام وقد تتابع جدبنا	فسقی الغمام بغرۃ العباس
امام کے دعا مانگنے پر بھی خشک سالی بڑھتی گئی	لیکن عباس کی شرافت کے طفیل مین ابر نے سیراب کر دیا
عم النبی وصنو والدہ الذی	ورث النبی بذاک دون الناس
وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے والد کے حقیقی بھائی ہین	انھون نے تمام لوگون کے مقابلہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی
احیی الالہ بہ البلاد فاصبحت	مخضرۃ الاجناب بعد الباس
ان کے طفیل مین خدا نے ملک کو زندہ کر دیا	اور ناامیدی کے بعد پھر تمام میدان سرسبز ہو گئے

چونکہ بارش نہایت غیر متوقع تھی، اس لئے لوگ فرط مسرت سے ان کے ہاتھ پاؤن چوم چوم کر کہتے تھے "ساقی حرمین! مبارک ہو" "ساقی حرمین! مبارک ہو"[3]

---

[1] استیعاب تذکرۂ عباسؓ [2] بخاری جلد ۱ ص ۵۲۶ [3] استیعاب تذکرۂ عباس بن عبد المطلبؓ،

Marfat.com

وفات حضرت عباسؓ اٹھاسی برس کی عمر پاکر ۳۲ھ مین بماہ رجب یا رمضان جمعہ کے روز رگزین عالمِ جاودان ہوئے، خلیفۂ ثالثؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قبر مین اتر کر سپردِ خاک کیا[1]

اخلاق حضرت عباسؓ نہایت فیاض، مہمان نواز اور رحمدل تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مقام بقیع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو آتے دیکھ کر فرمایا "یہ عباسؓ عم رسول ہین، یہ قریش مین سب سے زیادہ کشادہ دست ہین اور اپنے رشتہ دارون کا خیال رکھتے ہین"[2]

دل نہایت نرم تھا، دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو آنکھون سے سیلِ اشک رواں ہوجاتا، یہی وجہ ہے کہ ان کی دعاؤن مین خاص اثر ہوتا تھا،

تمول و ذریعۂ معاش حضرت عباسؓ ایامِ جاہلیت مین نہایت متمول تھے، چنانچہ جنگِ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیس اوقیہ سونا فدیہ لیا تھا جو دوسرے قیدیون کے مقابلہ مین بہت زیادہ تھا[3]

تجارت ذریعۂ معاش تھی ساتھ ہی وہ سودی لین دین بھی کرتے تھے، لوگون کو سود پر قرض دیتے تھے، یہ سلسلہ فتح مکہ تک قائم رہا، حجۃ الوداع کے موقع پر محرم ۱۰ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا مشہور خطبہ دیا تو اس مین فرمایا "آج سے عرب کے تمام سودی کاروبار بند کئے گئے اور سب سے پہلا سودی کاروبار جس کو مین بند کرتا ہون وہ عباس بن عبدالمطلبؓ کا ہے"[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالِ غنیمت کے خمس اور فدک کی آمدنی سے بھی ان کی اعانت فرماتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انھون نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ خلیفۂ اوّل سے

---

[1] استیعاب تذکرہ عباس بن عبدالمطلبؓ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۰۱ [3] مسند جلد ۱ ص ۲۵۳ و ص ۲۵۴ [4] صحیح مسلم و ابوداؤد

فدک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری متروکہ جائداد مین وراثت کا مطالبہ کیا لیکن "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" کی حدیث سن کر خاموش ہو گئے،

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین باغِ فدک حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا تھا، لیکن وہ دونون باہمی اتفاق سے اس کا انتظام قائم نہ رکھ سکے اور بارگاہِ خلافت مین تقسیم کر دینے کی درخواست پیش کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ محض گذارہ کے لئے دیا گیا ہے، اس مین وراثت کا قاعدہ جاری نہین ہو سکتا،[1]

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا، چہرہ خوبصورت، رنگ سفید اور جلد نہایت نازک،

ازواج و اولاد | حضرت عباسؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین جن سے کثرت سے اولاد ہوئین، سب سے پہلی بیوی لبابہ بنت حارث تھین، ان سے حسب ذیل اولادین ہوئین، فضلؓ، عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمن، قثم، معبد، ام حبیبہ، ام ولد سے یہ اولادین ہوئین، کثیر، تمام، صفیہ، امیمہ، تیسری بیوی جملہ تھین، ان کے بطن سے حارث تھے،[2]

حضرت بلالؓ بن رباح

نام، نسب | بلال نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا، یہ حبشی النژاد غلام تھے لیکن مکہ ہی مین پیدا ہوئے، بنو جمح ان کے آقا تھے،

اسلام | حضرت بلالؓ صورت ظاہری کے لحاظ سے گو سیہ فام حبشی تھے تاہم آئینۂ دل شفاف تھا، اس کو ضیائے ایمان نے اس وقت منور کیا جب کہ وادیٔ بطحاء کی اکثر گوری مخلوق غرورِ حسن و زعمِ شرافت مین ضلالت و گمراہی کی ٹھوکرین کھا رہی تھی، جن معدودے چند بزرگون نے دائیِ حق کو لبیک

[1] بخاری باب غزوۂ خیبر [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ہم ص ۱۲، ۱۳ [3] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۶،

Marfat.com

کہا تھا ان مین صرف سات آدمیون کو اس کے اعلان کی توفیق ہوئی تھی جن مین ایک یہ غلام حبشی بھی تھا، صحیح ہے،

این سعادت بزورِ بازو نیست — تا نہ بخشندہ خدائے بخشندہ

ابتلاء و استقامت

کمزور ہمیشہ سب سے زیادہ ظلم و ستم کا آماجگاہ رہتا ہے، حضرت بلالؓ کی جو ذاتی حالت تھی اس کے لحاظ سے وہ اور بھی اس ناموسِ جفا کے شکار ہوئے، گوناگون مصائب اور طرح طرح کے مظالم سے ان کے استقلال و استقامت کی آزمایش ہوئی، تپتی ہوئی ریگ، جلتے ہوئے سنگریزون اور دہکتے انگارون پر لٹائے گئے، مشرکین کے لڑکون نے گلوے مبارک مین رسیان ڈال کر بازیچۂ اطفال بنایا لیکن ان تمام روح فرسا و جان گسل آزمایشون کے باوجود توحید کا جبل متین ہاتھ سے نہ چھوٹا، ابوجہل ان کو منہ کے بھل سنگریزون پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی چکی رکھدیتا اور جب آفتاب کی تمازت بیقرار کر دیتی تو کہتا، بلال! اب بھی محمد کے خدا سے باز آؤ، لیکن اس وقت بھی دہنِ مبارک سے یہی "احد" "احد" نکلتا،[1]

ستم پیشہ مشرکین بن امیہ بن خلف سے زیادہ پیش پیش تھا، اس کی جدت طراز یون نے ظلم و جفا کے نئے طریقے ایجاد کئے تھے، وہ ان کو طرح طرح سے اذیتین پہنچاتا، کبھی گائے کی کھال مین لپیٹتا، کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر تپتی ہوئی دھوپ مین بٹھاتا اور کہتا "تمہارا خدا لات اور عزی ہے"، لیکن اس واقفِ توحید کی زبان سے "احد" "احد" کے سوا اور کوئی کلمہ نہ نکلتا، مشرکین کہتے کہ تم ہمارے ہی الفاظ کا اعادہ کرو تو فرماتے کہ میری زبان ان کو اچھی طرح ادا نہین کر سکتی،[2]

آزادی

حضرت بلالؓ ایک روز حسبِ معمول وادیٔ بطحا مین منقِ ستم بنائے جا رہے تھے، حضرت

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۶۲ [2] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۶، [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۶۵،

Marfat.com

ابو بکر صدیقؓ اس طرف سے گذرے تو یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور ایک گرانقدر رقم معاوضہ دے کر آزاد کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا، "ابو بکر! تم مجھے بھی اس میں شریک کرتے" عرض کی "یا رسول اللہ! میں آزاد کر چکا ہوں"[1]

ہجرت وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مہمان ہوئے، حضرت ابو رویحہ عبداللہؓ ابن عبدالرحمن خثعمیؓ سے مواخات ہوئی، ان دونوں میں نہایت شدید محبت پیدا ہو گئی تھی، عہد فاروقی میں حضرت بلالؓ نے شامی مہم میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا "بلال! اپنے وظیفہ کون وصول کرے گا؟" عرض کی "ابو رویحہؓ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں میں جو برادرانہ تعلق پیدا کر دیا ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتا"[2]

موذنی مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس اور مجبور نہ تھا، یہاں پہنچنے کے ساتھ شعارِ اسلام و دینِ متین کی اصولی تدوین و تکمیل کا سلسلہ شروع ہوا، مسجد تعمیر ہوئی، خدائے لایزال کی عبادت و پرستش کے لئے نماز پنجگانہ قائم ہوئی اور اعلان عام کے لئے اذان کا طریقہ وضع کیا گیا، حضرت بلالؓ سب سے پہلے وہ بزرگ ہیں جو اذان دینے پر مامور ہوئے[3]

حضرت بلالؓ کی آواز نہایت بلند و دلکش تھی، ان کی ایک صدا توحید کے متوالوں کو بیچین کر دیتی تھی، مرد اپنا کاروبار، عورتیں شبستانِ حرم اور بچے کھیل کود چھوڑ کر والہانہ وارفتگی کے ساتھ ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے، جب خدائے واحد کے پرستاروں کا مجمع کافی ہو جاتا تو نہایت ادب کے ساتھ آستانۂ نبوت پر کھڑے ہو کر کہتے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح الصلوٰۃ یا رسول اللہ! یعنی یا رسول اللہ! نماز تیار ہے، غرض آپ تشریف لاتے اور حضرت بلالؓ کی صدائے سامعہ نواز تکبیرِ اقامت کے نعروں سے بندگانِ توحید کو بارگاہِ ذوالجلال والاکرام میں سربسجود ہونے کے لئے صف بصف

---

[1] الضیاء و بخاری [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۶۷، [3] بخاری باب بدء الاذان

Marfat.com

کھڑا کر دیتی،[1]

حضرت بلالؓ اگر کسی روز مدینہ مین موجود نہ ہوتے تو حضرت ابو محذورہؓ اور حضرت عمرو بن ام مکتومؓ ان کی قائم مقامی کرتے تھے، صبح کی اذان عموماً کچھ رات رہتے ہوئے دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صبح کے وقت دو اذانین مقرر کی گئی تھین، آخری اذان حضرت عمرو بن ام مکتومؓ دیتے تھے، چونکہ وہ نابینا تھے، اس لئے ان کو وقت کا پتہ نہ چلتا تھا جب لوگ ان سے کہتے تھے کہ "صبح ہو گئی"، تو اٹھکر ندا دیتے بکیز فرماتے تھے، اسی بنا پر رمضان مین بھی حضرت بلالؓ کی اذان کے بعد اکل و شرب جائز تھا، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ بلالؓ کی اذان صرف اس لئے ہے کہ جو لوگ رات بھر عبادت الٰہی مین مصروف رہے ہین وہ اب کچھ دیر آرام کرین اور جو تمام رات خواب راحت مین سرشار رہے ہین وہ بیدار ہو کر نماز صبح کی تیاری کرین، لیکن وہ صبح کا وقت نہین ہوتا بلکہ کچھ رات باقی رہتی ہے،[2]

حضرت بلالؓ سفر و حضر ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن خاص تھے، ایک دفعہ سفر درپیش تھا، ایک جگہ رات ہو گئی، بعض صحابہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! اگر اسی جگہ پڑاؤ کا حکم ہوتا تو بہتر تھا، ارشاد ہوا "مجھے خوف ہے کہ نیند تم کو نماز سے غافل کر دے گی، حضرت بلالؓ کو اپنی شب بیداری پر اعتماد تھا، انھون نے بڑھ کر ذمہ لیا کہ وہ سب کو بیدار کر دین گے، غرض پڑاؤ کا حکم ہوا اور سب لوگ مشغول راحت ہوئے، حضرت بلالؓ نے مزید احتیاط کے خیال سے شب زندہ داری کا ارادہ کر لیا اور رات بھر اپنے کجاوہ پر ٹیک لگائے بیٹھے رہے، لیکن اتفاق وقت اس حالت مین بھی آنکھ لگ گئی اور ایسی غفلت طاری ہوئی کہ طلوع آفتاب تک ہشیار نہ ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب راحت سے بیدار ہو کر سب سے پہلے ان کو پکارا اور فرمایا "بلال! تمھاری ذمہ داری کیا ہوئی؟" عرض کی "یا رسول اللہ! آج کچھ ایسی غفلت طاری ہوئی کہ مجھے کبھی ایسا اتفاق نہین ہوا تھا" ارشاد ہوا

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۰ [2] بخاری باب الاذان بعد الفجر و باب اذان الاعمی،

Marfat.com

بیشک خدا جب چاہتا ہے تمھاری روحون پر قبضہ کرلیتا ہے اور جب چاہتا ہے تم مین واپس کردیتا ہے، اچھا اٹھو، اذان دو اور لوگون کو نماز کے لئے جمع کرو"[1]

غزوات

حضرت بلالؓ تمام مشہور غزوات مین شریک تھے، غزوۂ بدر مین انھون نے امیہ بن خلف کو تہ تیغ کیا جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور خود ان کی ایذا رسانی مین بھی اس کا ہاتھ سب سے پیش پیش تھا،[2]

فتح مکہ مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، آپ خانۂ کعبہ مین داخل ہوئے تو اس مؤذن خاص کو معیت کا فخر حاصل تھا،[3] انھین حکم ہوا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر توحید کی پرعظمت صدائے تکبیر بلند کرین، خدا کی قدرت وہ حریم قدس جس کو ابوالانبیاء ابراہیمؑ نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا، بتون صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے نغمۂ توحید سے گونجا،[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے اپنے محسن و ولی نعمت حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کی "یا خلیفۂ رسول اللہ! آپنے خدا کے لئے آزاد کیا ہے، یا اپنی مصاحبت کے لئے"، فرمایا "خدا کے لئے" بولے "مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ راہِ خدا مین جہاد کرنا مومن کا سب سے بہتر کام ہے اس لئے مین چاہتا ہون کہ پیام موت تک اسی عمل خیر کو لازمۂ حیات بنالون"، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "بلال! مین تمھین خدا اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہون کہ تم مجھے اس عالم پیری مین داغِ مفارقت نہ دو"، اس مؤثر فرمان نے حضرت بلالؓ کو عہد صدیقی کے غزوات مین شریک ہونے سے باز رکھا،[5]

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو انھون نے پھر شرکت جہاد کی اجازت طلب کی، خلیفۂ اول کی طرح خلیفۂ دوم نے بھی ان کو روکنا چاہا لیکن جوشِ جہاد کا پیمانہ لبریز

---

[1] بخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت، [2] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۰، [3] کتاب المغازی باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلی مکہ، [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۷، [5] بخاری و طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۸،

Marfat.com

ہو چکا تھا، بعد اصرار کے بعد اجازت حاصل کی، اور شامی مہم میں شریک ہو گئے[1]، حضرت عمرؓ نے ۱۶ھ میں شام کا سفر کیا تو دوسرے افسرانِ فوج کے ساتھ حضرت بلالؓ نے بھی مقام جابیہ میں ان کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کی سیاحت میں ہمرکاب رہے، ایک روز حضرت عمرؓ نے ان سے اذان دینے کی فرمائش کی تو بولے "میں عہد کر چکا ہوں کہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا، تاہم آج آپ کی خواہش پوری کروں گا"، یہ کہکر اس عندلیبِ توحید نے کچھ ایسے لحن میں فدائے ذوالجلال کی عظمت و شوکت کا نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بیتاب ہو گیا، حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ بھی بے اختیار رو رہے تھے، غرض سب کے سامنے عہدِ نبوت کا نقشہ کھنچ گیا اور تمام سامعین نے ایک خاص کیفیت محسوس کی[2]۔

شام میں توطن حضرت بلالؓ کو ملک شام کی سرسبز و شاداب زمین پسند آگئی تھی، انھوں نے خلیفۂ دوم سے درخواست کی کہ ان کو اور ان کے اسلامی بھائی حضرت ابورویحہؓ کو یہاں مستقل سکونت کی اجازت دیجائے، یہ درخواست منظور ہوئی تو ان دونوں نے قصبہ خولان میں مستقل اقامت اختیار کر لی اور حضرت ابوالدرداء انصاریؓ کے خاندان سے جو پہلے ہی یہاں آکر آباد ہو گیا تھا رشتۂ مناکحت کی سلسلہ جنبانی فرمائے ہوئے کہا "ہم دونوں کافر تھے، خدا نے ہماری ہدایت کی، ہم غلام تھے، اس نے آزاد کرایا، ہم محتاج تھے اس نے مالدار بنایا، اب ہم تمھارے خاندان سے پیوستہ ہونے کی آرزو رکھتے ہیں، اگر تم رشتۂ ازدواج سے یہ آرزو پوری کرو گے تو خدا کا شکر ہے ورنہ کوئی شکایت نہیں"، اصلام نے کالے، گورے، حبشی اور عربی کی تفریق مٹا دی تھی، انصاریؓ نے نہایت خوشی کے ساتھ ان کے اس پیام کو لبیک کہا اور اپنی لڑکیوں سے شادی کر دی[3]۔

---

[1] بخاری و طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۸، [2] تاریخ طبری و اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۸ و ۲۰۹ [3] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۸

Marfat.com

حضرت بلالؓ نے ایک عرصہ تک شام مین متوطن رہنے کے بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرما رہے ہین "بلال! یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمھارے لئے وہ وقت نہین آیا کہ ہماری زیارت کرو؟ اس خواب نے گذشتہ زندگی کے پُرلطف افسانے یاد دلا دیئے، عشق و محبت کے مرجھائے ہوئے زخم پھر ہرے ہو گئے، اسی وقت مدینہ کی راہ لی اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے، آنکھون سے سیلِ اشک رواں تھا، اور مضطربانہ جوش و محبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسول یعنی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے، ان دونون نے خواہش ظاہر کی کہ آج صبح کے وقت اذان دیجئے، گو ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ اذان نہ دین گے تاہم ان کی فرمایش ٹال نہ سکے، صبح کے وقت مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اٹھا، اس کے بعد نعرۂ توحید نے اس کو اور بھی پرعظمت بنا دیا، لیکن جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا تو عورتین تک بیقرار ہو کر پردون سے نکل پڑین اور تمام عاشقانِ رسول کے رخسارے آنسوؤن سے تر ہو گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ مین ایسا پُر اثر منظر کبھی دیکھنے مین نہین آیا تھا[1]

وفات | سنہ ۲۰ھ مین اس مخلص باوفا نے اپنے محبوب آقا کی دائمی رفاقت کے لئے دنیائے فانی کو خیرباد کہا، کم و بیش ساٹھ برس کی عمر پائی، دمشق مین باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے،[2]

اخلاق | محاسنِ اخلاق نے حضرت بلالؓ کے پایۂ فضل و کمال کو نہایت بلند کر دیا تھا، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابو بکرؓ سیدنا و اعتقؓ سیدنا یعنی ابو بکرؓ ہمارے سردار ہین، اور انھون نے سردار بلالؓ کو آزاد کیا ہے،[3]

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری ان کا مخصوص مقصدِ حیات تھا، ہر وقت

[1] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۸، [2] ایضاً ص ۲۰۹، [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۸۴،

Marfat.com

بارگاہِ نبوی مین حاضر رہتے، آپ کہین باہر تشریف لیجاتے تو خادم جان نثار کی طرح ہمراہ ہوتے عیدین واستسقاء کے مواقع پر بلم لے کر آگے آگے چلتے[1]، وعظ وپند کی مجلسون مین ساتھ جاتے، افلاس ونادارسی کے باوجود ان کو جو کچھ میسر آجاتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کے لئے پس انداز کرتے، ایک دفعہ برنی کھجورین (جو نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے، آپ نے تعجب سے پوچھا "بلال! یہ کہان سے؟" عرض کی میرے پاس جو کھجورین تھین وہ نہایت خراب قسم کی تھین، چونکہ مجھے حضور کی خدمت مین پیش کرنا تھا اس لئے مین نے دو صاع دے کر یہ ایک صاع اچھی کھجورین حاصل کین، ارشاد ہوا "اُف! اُف!! ایسا نہ کیا کرو، یہ تو عین ربا ہے، اگر تمھین خریدنا تھا تو پہلے اپنی کھجورون کو فروخت کرتے، پھر اس کی قیمت سے اس کو خرید لیتے[2]

حضرت بلال رضؓ مکہ کی زندگی مین جن عبرتناک مظالم ومصائب کے متحمل ہوئے، اس سے انکی غیرمعمولی استقامت واستقلال کا اندازہ ہوا ہوگا، تواضع وخاکساری انکی فطرت مین داخل تھی، لوگ ان کے فضائل ومحاسن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "مین صرف ایک حبشی ہون جو کل تک معمولی غلام تھا، صداقت، بے لوثی اور دیانت داری نے ان کو نہایت معتمد علیہ بنا دیا تھا، ان کے ایک بھائی نے جو بزعم خود اپنے آپ کو عرب سمجھتے تھے، ایک عربی خاتون کے پاس نکاح کا پیام بھیجا، اس کے خاندان والون نے جواب دیا کہ اگر بلال ہمارے پاس آکر تصدیق کرین گے تو ہمکو بخوشی منظور ہے، حضرت بلالؓ نے کہا "صاحبو! مین بلال بن رباح ہون اور یہ میرا بھائی ہے، مین جانتا ہون کہ اخلاق ومذہب کے لحاظ سے یہ بڑا آدمی ہے، اگر تم چاہو تو اس سے بیاہ دو ورنہ

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۶۸ [2] بخاری جلد اس ۳۱۱، [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۶۹)

Marfat.com

انکار کرو،،۔ انھوں نے کہا "بلال! تم جس کے بھائی ہو گے اس سے تعلق پیدا کرنا ہمارے لئے عار نہیں"[1]

مذہبی زندگی

حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنِ خاص تھے، اس بنا پر ان کو ہمیشہ خانۂ خدا میں حاضر رہنا پڑتا تھا، معاملاتِ دنیاوی سے سروکار نہ ہونے کے باعث عبادت و شب زندہ داری ان کا خاص مشغلہ تھا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کو کس عملِ خیر پر سب سے زیادہ ثواب کی امید ہے، عرض کی "میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے، البتہ ہر طہارت کے بعد نماز ادا کی ہے"[2] نمازیں سب سے پہلے آمین کہتے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے سبقت نہ کیا کرو[3]

ایمان کو تمام اعمالِ حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ بولے "خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، پھر جہاد، پھر حج مبرور"[4]

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گوں بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال نہایت گھنے، خمدار اور اکثر سفید تھے[5]

ازواج

حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں، ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں، ابوبکرؓ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرا دیا تھا، بنی زہرہ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے خاندان میں بھی رشتۂ مصاہرت قائم ہوا تھا، لیکن کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی[6]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۸۳، [2] بخاری جلد ۱ ص ۱۱۲۴، [3] اصابہ تذکرۂ بلالؓ بحوالہ بخاری، [4] بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۴، [5] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث صفحہ ۱۷۰، [6] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۶۹،

Marfat.com

حضرت جعفر طیارؓ

نام، نسب جعفر نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبدمناف (ابوطالب) اور والدہ کا نام فاطمہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی القرشی الہاشمی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سگے بھائی تھے، اور عمر میں ان سے تقریباً دس سال بڑے تھے،

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت علیؓ کے ساتھ مشغولِ عبادت تھے، خاندانِ ہاشم کے سردار ابوطالب نے اپنے دو عزیزوں کو بارگاہ صمدیت میں سربسجود دیکھا تو دل پر خاص اثر ہوا، اپنے صاحبزادہ حضرت جعفرؓ کی طرف دیکھ کر کہا "جعفر تم بھی اپنے ابن عم کے ایک پہلو میں کھڑے ہو جاؤ"، حضرت جعفرؓ نے بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی، ان کو خدائے لایزال کی عبادت و پرستش میں ایسا مزہ ملا کہ وہ بہت جلد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زید بن ارقمؓ کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے قبل ہمیشہ کے لئے اس کے پرستاروں میں داخل ہو گئے، اس وقت تک اکتیس[1] یا بتیس آدمی اس سعادت سے مشرف ہوئے تھے،

ہجرتِ حبش مشرکینِ قریش کی ستم آرائیوں سے تنگ آکر جب مسلمانوں کی جماعت نے حبش کی راہ لی تو حضرت جعفرؓ بھی اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن قریش نے یہاں بھی چین لینے نہ دیا، نجاشی کے دربار میں مکہ سے گرانقدر تحائف کے ساتھ ایک وفد آیا اور اس نے درباری پادریوں کو تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ "ہماری قوم کے چند نابکار نوجوان اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۸۰ و ابن سعد جزو ۴ قسم اوّل ص ۲۳،

Marfat.com

حضور کے تلمرو ے حکومت مین چلے آئے ہن، انھون نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے جس کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا، ہم کو ان کے بزرگون اور رشتہ دارون نے بھیجا ہے کہ حضور ان لوگون کو ہمارے ساتھ واپس کر دین"، درباریون نے بھی بلند آہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی، نجاشی نے مسلمانون سے بلا کر پوچھا کہ "وہ کون سا نیا مذہب ہے، جس کے لئے تم لوگون نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا ہے؟"

حضرت جعفرؓ کی دربار حبش مین اسلام پر تقریر

مسلمانون نے نجاشی سے گفتگو کے لئے اپنی طرف سے حضرت جعفرؓ کو منتخب کیا، انھون نے اس طرح تقریر کی "بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریان کرتے تھے، رشتہ دارون اور پڑوسیون کو ستاتے تھے، طاقت ور کمزورون کو کھا جاتا تھا غرض ہم اسی بدبختی مین تھے کہ خدا نے خود ہماری جماعت مین سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا، ہم اس کی شرافت، راستی، دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے، اس نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی، راست بازی، امانت داری، ہمسایہ اور رشتہ دارون سے محبت کا سبق ہم کو سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولین، بے وجہ دنیا مین خونریزی نہ کرین، بدکاری اور فریب سے باز آئین، یتیم کا مال نہ کھائین، شریف عورتون پر بدنامی کا داغ نہ لگائین، بت پرستی چھوڑ دین، ایک خدا پر ایمان لائین، نماز پڑھین، روزے رکھین، زکوٰۃ دین، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر چلے، ہم نے بتون کو پوجنا چھوڑا، صرف ایک خدا کی پرستش کی، اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی، اس نے طرح طرح سے ظلم و تشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کامون مین مبتلا کرنا چاہا، یہان تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم و ستم سے تنگ آکر آپ کی حکومت مین چلے آئے"

نجاشی نے کہا تمھارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی ہو اس کو کچھ سے پڑھ کر سناؤ، حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیتین تلاوت کین تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی، اس نے

Marfat.com

کہا "خدا کی قسم! یہ اور تورات ایک ہی چراغ کے پرتو ہین"، اور قریش کے سفیرون سے مخاطب ہو کر کہا "واللہ! مین ان کو کبھی واپس جانے نہ دون گا"،

سفرائے قریش نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور دوسرے روز دربار مین باریاب ہو کر عرض کی، "حضور! کچھ یہ بھی جانتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان لوگون کا کیا خیال ہے"، نجاشی نے جواب دنے کے لئے مسلمانون کو بلایا، ان لوگون کو سخت تردد تھا کہ کیا جواب دین، حضرت جعفرؓ نے کہا کچھ بھی ہو، خدا اور رسول نے جو کچھ بتایا ہے، ہم اس سے انحراف نہین کرین گے، غرض دربار مین پہنچے، تو نجاشی نے پوچھا "حضرت عیسیٰؑ کی نسبت تمھارا کیا اعتقاد ہے؟" حضرت جعفرؓ نے کہا "ہم ان کو خدا کا بندہ، پیمبر اور اس کی روح مانتے ہین" نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا "واللہ جو کچھ تم نے کہا عیسیٰ بن مریم اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہین ہین" یہ سنکر درباریون کے چہرے جو ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے، نہایت برہم ہوئے، تنفسون سے خرخراہٹ کی آوازین آنے لگین، لیکن نجاشی نے کچھ پروانہ کی، اور قریش کی سفارت ناکام واپس آئی[1]،

حبش سے مدینہ حضرت جعفرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی ہجرت کے چھ سال بعد تک حبش ہی مین رہے، ۷ھ مین وہ حبش سے مدینہ آئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہو گیا تھا اور مسلمان اسکی خوشی منا رہے تھے، کہ مسلمانون کے اپنے ان دور افتادہ بھائیون کی واپسی کی دوہری خوشی ہوئی، حضرت جعفرؓ سامنے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا "مین نہین جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے"[2]،

حضرت جعفرؓ کی واپسی کو ابھی ایک سال بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ ان کے امتحان کا وقت آگیا،

---

[1] مسند احمد جلد ۱ ص ۲۰۱ تا ۲۰۳ [2] طبقات ابن سعد جلد ۴ قسم اوّل ص ۱۲۳ مختصراً بخاری ذکر غزوۂ خیبر مین ہے،

Marfat.com

غزوۂ موتہ | جُمادی الاولیٰ ۸ھ مین موتہ پر فوجکشی ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا علم حضرت زید بن حارثہؓ کو عطا کر کے فرمایا کہ "اگر زید شہید ہون تو جعفرؓ اور اگر جعفر بھی شہید ہون تو عبداللہ ابن رواحہؓ اس جماعت کے امیر ہون گے"[1] چونکہ حضرت جعفرؓ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے کہ شرفِ امارت ان ہی کو حاصل ہوگا، اس لئے انھون نے کھڑے ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ زید کو مجھ پر امیر بنائین گے" ارشاد ہوا "اس کو جانے دو تم نہین جان سکتے کہ بہتر کس مین ہے"[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کے انجام و نتیجہ سے آگاہ تھے، اس لئے فرمایا کہ اگر زید شہید ہون تو جعفر علم سنبھالین، اگر وہ بھی شہید ہون تو عبداللہ بن رواحہ ان کی جگہ لین[3]،

شہادت | موتہ پہنچکر معرکہ کا زار گرم ہوا، تین ہزار غازیانِ دین کے مقابلہ مین غنیم کا ایک لاکھ کا مذہبی دل تھا، امیرِ فوج حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ گھوڑے سے کود پڑے اور علم سنبھال کر غنیم کی صفین چیرتے ہوئے آگے بڑھے، دشمنون کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیغ و تبر، تیر و سنان کی بارش ہو رہی تھی، یہان تک کہ تمام بدن زخمون سے چھلنی ہو گیا، دونون ہاتھ بھی یکے بادیگرے شہید ہوئے مگر اس جانباز نے اس حالت مین بھی توحید کے جھنڈے کو سرنگون ہونے نہ دیا، بالآخر جب شہید ہو کر گرے تو عبداللہ بن رواحہؓ نے اور ان کے بعد حضرت خالد سیف اللہؓ نے علم ہاتھ مین لیا اور مسلمانون کو بچا لائے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس جنگ مین شریک تھے فرماتے ہین کہ مین نے جعفرؓ کی لاش کو تلاش کر کے دیکھا تو صرف سامنے کی طرف پچاس زخم تھے، تمام بدن کے زخمون کا شمار تو نیزہ سے بھی متجاوز تھا[4]

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جلد ۳ ص ۳۲ [3] طبقات ابن سعد حصہ مغازی [4] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۸۸ [5] طبقات ابن سعد حصہ مغازی [6] بخاری باب غزوۂ موتہ،

Marfat.com

لیکن اُن مین سے کوئی زخم پشت پر نہ تھا،[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزن وملال

میدانِ جنگ مین جو کچھ ہو رہا تھا، خدا کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا، چنانچہ خبر آنے سے پہلے ہی آپ نے حضرت جعفرؓ وغیرہ کی شہادت کا حال بیان فرما دیا، اس وقت آپ کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے، اور روے انور پر حزن و ملال کے آثار نمایان تھے،[2]

حضرت جعفرؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہین کہ مین آٹا گوندھ چکی تھی، اور لڑکون کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا رہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا جعفر کے بچون کو لاؤ، مین نے اُن کو حاضرِ خدمت کیا، تو آپ نے آبدیدہ ہو کر اُن کا پیار فرمایا، مین نے کہا میرے ماں باپ فدا ہون، حضور آب دیدہ کیون ہین کیا جعفر اور ان کے ساتھیون کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے فرمایا ہان! وہ شہید ہو گئے، یہ سُن کر مین چیخنے چلانے لگی، محلہ کی عورتین میرے اردگرد جمع ہو گئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے، اور ازواجِ مطہراتؓ سے فرمایا کہ آلِ جعفر کا خیال رکھنا، آج وہ اپنے ہوش مین نہین ہین،[3]

سیدۂ جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کو بھی اپنے عم محترم کی مفارقت کا شدید غم تھا، شہادت کی خبر سُن کر بادیدۂ تر واعماہ! واعماہ! کہتے ہوئے بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک! جعفر جیسے شخص پر رونے والیون کو رونا چاہیے، آپ کو عرصہ تک شدید غم رہا، یہانتک کہ روح الامین نے یہ بشارت دی کہ خدا نے جعفر کو دو کٹے ہوئے بازوؤن کے بدلہ مین دو نئے بازو عنایت کئے ہین جن سے وہ ملائکۂ جنت کے ساتھ مصروفِ پرواز رہتے ہین،[4] چنانچہ ذوالجناحین اور طیار ان کا لقب ہو گیا،

---

[1] بخاری باب غزوۂ موتہ ، [2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۸۰ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۰۹ [4] ایضاً،

Marfat.com

فضائل ومحاسن حضرت جعفرؓ کشادہ دست وفیاض تھے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے مین ان کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ابو المساکین کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ مین اکثر بھوک کے باعث پیٹ کو کنکرون سے دبائے رکھتا تھا، اور آیت یاد بھی رہتی تو اس کو لوگون سے پوچھتا پھرتا، کہ شاید کوئی مجھ کو اپنے گھر لیجائے اور کچھ کھلائے، لیکن مین نے جعفرؓ کو مسکینون کے حق مین سب سے بہتر پایا، وہ ہم لوگون (اصحاب صفہ) کو اپنے گھر لیجاتے تھے، اور جو کچھ ہوتا تھا، سامنے لاکر رکھدیتے تھے، یہان تک کہ بعض اوقات گھی یا شہد کا خالی مشکیزہ تک لادیتے اور اس کو پھاڑ کر ہمارے سامنے رکھدیتے اور ہم اس کو چاٹ لیتے تھے[1]،

حضرت جعفرؓ کے فضائل ومناقب کا پایہ نہایت بلند تھا، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرمایا کرتے تھے کہ "جعفر! تم میری صورت اور سیرت دونون مین مجھ سے مشابہ ہو"[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "مجھ سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہین ان کو صرف سات رفیق دیے گئے تھے لیکن میرے رفقائے خاص کی تعداد چودہ ہے[3]، ان مین سے ایک جعفر بھی ہین"[4]، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعفر سب سے افضل ہین"[5]، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کے صاحبزادہ کو سلام کرتے تو کہتے "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین"[6]، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہین کہ بعض اوقات مین حضرت علیؓ سے کچھ مانگتا تو وہ انکار کردیتے لیکن جب اپنے والد جعفرؓ کا واسطہ دیتا تو بغیر کچھ دیے نہ رہتے،

ازواج واولاد بیویون کی صحیح تعداد نہین معلوم، آپ کی بیوی اسماء سے تین صاحبزادے تھے عبداللہ محمد اور عوف، ان مین صرف عبداللہ سے نسل چلی،

---

[1] صحیح بخاری مناقب حضرت جعفرؓ [2] ایضاً [3] جامع ترمذی مناقب اہل بیت [4] جامع ترمذی مناقب حضرت جعفرؓ [5] صحیح بخاری مغازی موتہ،

Marfat.com

حضرت زید بن حارثہؓ

نام، نسب زید نام، ابو اسامہ کنیت، حبِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لقب، والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب ابن عبد العزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن النعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زیدا للات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ،

ابتدائی حالات گذشتہ بالا نسب سے ظاہر ہوا ہوگا کہ حضرت زیدؓ کے والد حارثہ بنی قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا، ان کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ بنی معن سے تھیں جو قبیلہ طے کی ایک شاخ تھی وہ ایک مرتبہ اپنے صغیر السن بچے حضرت زیدؓ کو ساتھ لے کر اپنے میکہ گئیں اسی اثنا میں بنو قین کے سوار جو غارتگری سے واپس آرہے تھے اس نونہال کو خیمہ کے سامنے سے اٹھا لائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لئے پیش کیا، ستارہ اقبال بلند تھا، غلامی میں بھی سیادت مقدر تھی، حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کی خدمت میں پیش کیا، جن کی وساطت سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف نصیب ہوا جس پر ہزاروں آزادیاں اور تمام دنیا کی شاہنشاہیاں قربان ہیں[1]،

حضرت زیدؓ کے والد حارثہ بن شرحبیل کو قدرتہً اپنے لختِ جگر کے گم ہو جانے کا شدید غم ہوا، آنکھوں سے سیلِ اشک بہائے، دل آتشِ فراق سے بھڑک اٹھا اور محبت پدری نے الفاظ

[1] طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم اوّل ص ۴۰،

Marfat.com

کی رنگ آمیزی سے اس طرح اس رنج والم کا نقشہ کھینچا،

بکیت علی زید ولما درما فعل　　آتی فتیرجی امراتی دونہ اکلجل

جس نے زید پر گریہ وزاری کی لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کیا ہوگیا، آیا زندہ ہے جس کی امید رکھی جائے یا اسے موت آگئی،

فواللہ ما ادری وان کنت سائلا　　اغالک سہل الارض ام غالک الجبل

خدا کی قسم مین نہین جانتا اگرچہ پوچھتا بھی ہون کہ، کیا تجھے نرم زمین نگل گئی یا پہاڑ کھا گیا؟،

فیالیت شعری ہل لک الدہر رجعۃ　　فحسبی من الدنیا رجوعک لی بجل

کاش! مین جانتا کہ آیا تیرا آنا کبھی ممکن ہے؟ پس تیرا واپس آنا ہی میرے لئے دنیا مین کافی ہے،

تذکرینہ الشمس عند طلوعہا　　وتعرض ذکراہ اذا قارب الطفل

آفتاب اپنے طلوع ہونیکے وقت اسکو یاد دلاتا ہے، اور جب غروب کا وقت قریب آتا ہے تو اس کی یاد کو پھر تازہ کردیتا ہے،

وان ہبت الارواح ہیجن ذکرہ　　فیاطول ملحزنی علیہ ویا وجل

بادبہاری کی لپٹ اس کی یاد کو برانگیختہ کردیتی ہے، آہ! مجھے اس پر کس قدر شدید رنج والم ہے،

ساعمل نص العیس فی الارض جاہدا　　ولا اسام التطواف اوتسام الابل

عنقریب مین اونٹ کی طرح چل کر تمام دنیا چھان ماروں گا، مین اس آوارہ گردی سے اپنی زندگی بھر نہین تھکونگا یہانتک کہ اونٹ

حیاتی او تاتی علی منیتی　　وکل امرئ فانٍ وان غرہ الامل

یا مجھ پر موت آجائے ..... ہر آدمی فانی ہے اگرچہ سراب امید اُسے دھوکا دے

واوصی بہ قیسا وعمرا کلیہما　　واوصی یزیدا ثم من بعدہم جبل

مین قیس اور عمر دونون کو اسی کے جستجو کی وصیت کرتا ہون، اور یزید کو پھر ان کے بعد جبل کو وصیت کرتا ہون

جبل سے مراد جبلہ بن حارثہ ہین جو حضرت زیدؓ کے بڑے بھائی تھے اور یزید ان کے اپنے سگے بھائی تھے،

Marfat.com

ایک سال بنی کلب کے چند آدمی حج کے خیال سے مکہ آئے تو انھوں نے اس یوسف گم گشتہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور یعقوب صفت باپ کو جا کر غم کہ سنایا بولے "یقیناً انھوں نے میری فرقت مین نوحہ خوانی کی ہوگی، تم میری طرف سے میرے خاندان والون کو یہ اشعار سنا دینا"

احنّ الی قومی وان کنت نائیا — بانی قطین البیت عند المشاعر

مین اپنی قوم کا مشتاق ہون گو ان سے دور ہون — مین خانہ کعبہ مین مشعر حرام کے قریب رہتا ہون،

فکفوا من الوجد الذی قد شجا کما — ولا تعملوا فی الارض نص الاباعر

اس لئے اس غم سے باز آجاؤ جس نے تم کو یہ الم نبار کھا ہے — اور اونٹون کی طرح مل کر دنیا کی خاک نہ چھانو

فانی بحمد اللہ فی خیر اسرۃ — کرام معدٍ کابرا بعد کابر

الحمد للہ کہ مین بنی معد کے ایک معزز — اور اچھے خاندان مین ہون جو پشتہا پشت سے معزز ہے،

بنی کلب کے زائرون نے واپس جا کر ان کے والد کو اطلاع دی تو تعجب سے ان کی آنکھین چمک اٹھین اور دفور یاس نے یک بیک یقین نہ ہونے دیا بولے "رب کعبہ کی قسم کیا میرا ہی نور نظر تھا؟" ان لوگون نے جب تفصیل کے ساتھ حلیہ، جائے قیام اور مربی کے حالات بیان کئے تو اسی وقت اپنے بھائی کعب بن شراحیل کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف چل کھڑے ہوئے، اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر بصد منت و لجاجت عرض کی "اے ابن عبد اللہ! اے ابن عبد المطلب!! اے اپنی قوم کے رئیس زادہ!! تم اہل حرم اور اس کے مجاور ہو، مصیبت زدون کی دستگیری کرتے ہو، قیدیون کو کھانا دیتے ہو، ہم تمھارے پاس اس غرض سے آئے ہین کہ ہمارے لڑکے کو آزاد کر کے ہم کو ہمین منت بہاؤ، زر فدیہ جس قدر چاہو لو، ہم بیش قرار معاوضہ دینے کو تیار ہین" ارشاد ہوا "وہ کون ہے" بولے "زید بن حارثہ!" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کا نام سنا تو ایک لمحہ تفکر کے بعد فرمایا "کیا اس کے سوا تمھاری کوئی اور حاجت نہین؟"

Marfat.com

عرض کی "نہین"، فرمایا "بہتر زید کو بلاکر اختیار دو، اگر وہ تمھین پسند کرے تو تمھارا ہے اور اگر مجھے ترجیح دے تو خدا کی قسم مین ایسا نہین ہون جو اپنے ترجیح دینے والے پر کسی کو ترجیح دون"، حارثہ اور کعب نے اس شرط پر شکریہ کے ساتھ رضامندی ظاہر کی، حضرت زیدؓ بلائے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "تم ان دونون کو پہچانتے ہو؟" عرض کی "ہان! یہ میرے باپ اور چچا ہین"، آپ نے ان کے ہاتھ مین قرعۂ انتخاب دے کر فرمایا "مین کون ہون؟ اس سے تم واقف ہو میری ہمنشینی کا حال بھی تم کو معلوم ہے، اب تمھین اختیار ہے چاہے مجھے پسند کرو یا ان دونون کو"، حضرت زیدؓ رضی اللہ عنہ کو شہنشاہِ کونینؐ کی غلامی مین جو لطف ملا تھا اس پر صدہا آزادیان نثار تھین، بولے "مین ایسا نہین ہون جو حضور پر کسی کو ترجیح دون، آپ ہی میرے باپ مان ہین"، حضرت زیدؓ کی اس مخلصانہ وفاشعاری نے ان کے باپ اور چچا کو محوِ حیرت کر دیا، تعجب سے بولے "زید! افسوس تم آزادی، باپ چچا اور خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو"، فرمایا "ہان! مجھے اس ذات پاک مین ایسے ہی محاسن نظر آئے ہین کہ مین اس پر کسی کو کبھی ترجیح نہین دے سکتا"

حضرت زیدؓ نے اپنی غیر متزلزل وفاشعاری سے آقائے شفیق کے دل مین محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو مشتعل کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ مین مقام حجر کے پاس ان کو لیجا کر اعلان فرمایا کہ "زید آج سے میرا فرزند ہے، مین اس کا وارث ہون گا، وہ میرا وارث ہوگا"، اس اعلان سے ان کے باپ اور چچا کے افسردہ دل گل شگفتہ کی طرح کھل گئے گو والد کو مفارقت گوارا نہ تھی تاہم اپنے لختِ جگر کو ایک شفیق و معزز باپ کے آغوشِ عاطفت مین دیکھکر اطمینان ہوگیا، اور امتنان و مسرت کے ساتھ واپس گئے،

اس اعلان کے بعد حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے انتساب کے ساتھ زید بن محمدؐ کے نام سے زبان زدِ عام و خاص ہوئے، یہان تک کہ جب اسلام کا زمانہ آیا اور قرآن پاک کی

Marfat.com

الہامی زبان نے صرف اپنے نسبی آباء کے ساتھ انتساب کی ہدایت فرمائی تو وہ پھر حارثہ کی نسبت سے زید بن حارثہ مشہور ہوئے،[1]

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت عطا ہوا تو حضرت زیدؓ نے ابتدا ہی مین شرفِ بیعت حاصل کیا، محققین کا فیصلہ ہے کہ وہ غلامون مین سب سے پہلے مومن تھے، حضرت حمزہؓ ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھائی چارہ کرا دیا، ان دونون مین اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ حضرت حمزہؓ جب غزوات مین تشریف لیجاتے تھے تو ان ہی کو اپنا وصی بنا کر جاتے تھے،[2]

شادی حضرت ام ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا اور کنیز تھین، آپ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، اور امان کہہ کر مخاطب فرماتے تھے، ایک روز آپنے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو ام ایمن سے نکاح کرنا چاہیئے، حضرت زیدؓ نے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہین دیتے تھے) ان سے نکاح کر لیا، چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو اپنے والد کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور ہوئے، ان ہی کے بطن سے مکہ مین پیدا ہوئے،[3]

ہجرت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہ بھی حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مہمان ہوئے، حضرت اسید بن حضیرؓ انصاری جو قبیلہ عبد الاشہل کے معزز رئیس تھے، ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے، وہ اب تک خاندان نبوت کے ایک ممبر کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، لیکن یہان پہنچکر آپنے ان کے لئے ایک علیحدہ مکان مخصوص فرما دیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کر دیا، اس طرح درحقیقت یہ دوسرا طرۂ افتخار تھا جو حضرت

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۴۰ تا ص ۴۲، [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث تذکرۂ حمزہؓ، [3] ایضاً ص ۳۰،

Marfat.com

زید رضی اللہ عنہ کے دستار فضل پہ نصب ہوا، لیکن یہ پیوند زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا، نسبی و خاندانی عدم توازن نے دونون کے سطح مزاج مین نشیب و فراز پیدا کر دیا، حضرت زیدؓ نے دربار نبوت مین بار بار ناموافقت کی شکایت کی اور بالآخر طلاق دینے پر مجبور ہو گئے، انقضائے عدت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کی معرفت پیام نکاح بھیجا تو انھون نے کہا، جب تک خدا کی طرف سے کچھ حکم نہ آئے مین کچھ نہین کر سکتی،، چنانچہ اس کے بعد ہی اس آیت نے ان کو امہات المومنین مین داخل کر دیا،[1]

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا

جب زید نے حاجت پوری کی تو ہم نے اس کو تم سے بیاہ دیا،

حضرت زیدؓ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ اور زید بن محمدؐ کے نام سے مشہور تھے، اس لئے منافقین نے اس واقعہ کو نہایت ناگوار پیرایہ مین شہرت دی اور کہنے لگے،، محمدؐ ایک طرف تو بہو سے نکاح کرنا حرام قرار دیتے ہین اور دوسری طرف خود اپنے لڑکے زید کی بیوی سے نکاح کرتے ہین لیکن قرآن پاک نے اس مفسدہ پردازی کا اس طرح پردہ فاش کر دیا،

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ،

محمد تمھارے مردون مین سے کسی کے باپ نہین بلکہ وہ خدا کے رسول اور انبیاء کی مہر ہین،

اور مسلمانون کو حکم ہوا،

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

لوگون کو ان کے باپ کی نسبت سے پکارو، یہ خدا کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے،

چنانچہ اس کے بعد ہی وہ اپنے والد حارثہ کی نسبت سے زید بن حارثہ مشہور ہوئے،[2]

[1] طبقات ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۳۰ [2] بخاری کتاب التفسیر،

Marfat.com

غزوات حضرت زیدؓ تیر اندازی مین مخصوص کمال رکھتے تھے، ان کا شمار ان مشاہیر صحابہ مین تھا جو اس فن مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے، معرکۂ بدر سے غزوۂ موتہ تک جس قدر اہم و خون ریز معرکے پیش آئے سب مین پامردی و شجاعت کے ساتھ شریک کارزار ہوئے، غزوۂ مریسیع مین چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ مین اپنی جانشینی کا فخر بخشا اس لئے اس مہم مین حصہ نہ لے سکے[1]،

متفرق کارنامے مشہور معرکون کے علاوہ اکثر چھوٹی چھوٹی مہمات خاص ان کی سپہ سالاری مین سر ہوئین، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ جس فوج کشی مین زیدؓ شریک ہوتے تھے، اس مین امارت کا عہدہ ان ہی کو عطا ہوتا تھا[2]، اس طرح نو دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے[3]، ان مہمات مین سے پہلی مہم سریۂ قردہ تھی جس مین انھون نے غنیم کو نہایت کامیابی کے ساتھ شکست دی اور بہت سے اونٹ، مال و اسباب اور دشمن کے ایک سردار فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کر کے لائے[4]،

ربیع الثانی ۶ھ مین بنی سلیم کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مقام جموم مین مسکن گزین تھے، اس مہم مین بھی حضرت زیدؓ کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی، بہت سے اونٹ، بکریان اور قیدی پکڑ کر لائے[5]،

اسی سال قریش کے ایک قافلہ کو جو شام سے واپس آرہا تھا روکنے کا حکم ہوا، حضرت زیدؓ ایک سو ستر سوارون کے ساتھ یکایک مقام عیص مین اس قافلہ پر جا پڑے اور تمام اہل قافلہ کو مع سامان گرفتار کر لائے، مال غنیمت مین چاندی کا ایک بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا جو صفوان بن امیہ کے لئے شام سے آرہا تھا، قیدیون مین ابو العاص بن الربیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے جنھون نے اپنی اہلیہ اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر

---

[1] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی، [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۳۱، [3] ایضاً [4] طبقات حصہ مغازی باب سریۂ قردہ ص ۴۴، [5] ایضاً سریۂ جموم ص ۶۲

Marfat.com

حضرت زینبؓ کی پناہ حاصل کرکے مخلصی پائی،[1]

اسی سال ماہ جمادی الثانی مین مقام طرف پر حملہ آور ہوئے، لیکن کوئی جنگ نہ ہوئی، کیونکہ غنیم پہلے ہی خائف ہوکر بھاگ گیا تھا، اس کے بعد مقام حسمیٰ پر فوج کشی ہوئی، پانچسو جانباز مجاہدان کے زیرِ کمان تھے، حضرت زیدؓ احتیاط کے خیال سے دن کو پہاڑون مین چھپ جاتے تھے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے قطعِ منازل کرتے تھے، یہان تک کہ ایک روز یکایک غنیم پر جاپڑے، ہنیذا اور اس کے خاندان کو جس نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو قسطنطنیہ کی سفارت سے واپس آتے وقت لوٹ لیا تھا، تہ تیغ کیا اور ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بھیڑ، بکریان اور بہت سے قیدی گرفتار کرکے زید بن رفاعہ کے ساتھ دربارِ نبوت مین ارسال کئے، چونکہ اس قوم کے ایک ممبر ابو یزید بن عمرو نے دور اندیشی سے پہلے ہی پہنچکر اسلام قبول کرلیا تھا اس لئے ان کی سفارش پر تمام قیدی رہا کردیئے گئے، اور مال غنیمت واپس کردیا گیا،[2] پھر اسی سال ماہ رجب مین وادی قریٰ کی مہم پر بھیجے گئے اور کامیابی کے ساتھ واپس آئے،

ماہ رمضان المبارک ۶ھ مین حضرت زیدؓ ایک اسلامی کاروانِ تجارت کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کا بہت سا سامانِ تجارت ان کے ساتھ تھا، مدینہ سے سات منزل دور وادیِ قریٰ کے نواح مین پہنچے تو بنی بدر کی ایک رہزن و غارت پیشہ جماعت نے تمام قافلہ کو لوٹ لیا اور کلمہ گویانِ توحید کو سخت اذیتین پہنچائین، حضرت زیدؓ بمشکل جان بچاکر مدینہ واپس آئے اور دربارِ نبوت مین اس واقعہ کی اطلاع دی، چونکہ اس قسم کے متعدد واقعات پیش آچکے تھے، اس لئے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جمعیت کے ساتھ اس قبیلہ کی سرکوبی پر مامور فرمایا، حضرت زیدؓ

[1] طبقات حصہ مغازی باب سریہ عیص ص ۶۳، [2] ایضاً سریہ طرف ص ۶۳، [3] ایضاً ص ۶۳-۶۴،

Marfat.com

کمال احتیاط کے ساتھ دن کو چھپتے ہوئے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے یکایک ان ڈاکوؤن پر جا پڑے اور قرار واقعی سزا دے کر مدینہ واپس آئے، انھون نے آستانۂ نبوت پر پہنچکر دستک دی تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جس حالت مین تھے اُسی حالت مین باہر تشریف لے آئے اور جوشِ مسرت سے گلے لگاکر ان کی پیشانی کا بوسہ دیا، اور دیر تک مفصل کیفیت دریافت فرماتے رہے[1]،

مہم موتہ اور شہادت | موتہ دمشق کے قریب ایک مقام کا نام تھا، حضرت حارث بن عمیر ازدی رضؓ جو شاہِ بصریٰ کے دربار مین سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے اسی مقام پر شرحبیل ابن عمر غسانی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، یہ پہلا واقعہ تھا کہ دربارِ رسالت کے ایک قاصد کے ساتھ اس قسم کی جسارت کی گئی[2]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انتقام کے لئے تین ہزار مجاہدین کی جمعیت فراہم کرکے حضرت زید بن حارثہ رضؓ کو لوائے قیادت عطا کیا اور فرمایا اگر زید شہید ہون تو جعفر اور ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہون گے[3]، حضرت جعفرؓ چونکہ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے کہ امارت کا طغرائے امتیاز ان کے سینہ پر آویزان ہوگا اس لئے انھون نے کھڑے ہوکر عرض کی "یا رسول اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ زید کو مجھ پر امیر بنائین گے" ارشاد ہوا "اس کو جانے دو تم نہین جان سکتے کہ بہتر کیا ہے؟"[4]

جمادی الاولیٰ ۸ھ مین یہ مہم روانہ ہوئی، چونکہ غنیم کو اس فوج کشی کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی اس لئے ایک لاکھ کا مڈی دل امنڈ آیا تھا لیکن حضرت زیدؓ نے اس

---

[1] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی سریہ زید الی ام القریٰ ص ۵، ۶، [2] ایضاً باب غزوۂ موتہ، [3] بخاری باب غزوۂ موتہ،
[4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۳۲،

Marfat.com

کثرت کی پرواہ نہ کی اور علم سنبھال کر پیادہ پا دشمن کی صف مین گھس گئے، ان کے اتباع مین دوسرے سرداران فوج نے بھی ہلہ کر دیا، دیر تک گھمسان جنگ رہی، اس حالت مین نیزہ کے ایک وار نے اسلامی سالار فوج یعنی حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، ان کے بعد یکے بادیگرے حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم سنبھالا اور شدید کشت وخون کے بعد واصل بحق ہوئے، ان کے بعد حضرت خالد سیف اللہؓ نے علم ہاتھ مین لیا اور غازیانِ دین کو مجتمع کر کے ایک ایسا حملہ کیا کہ غنیم کے پاؤن اکھڑ گئے[1]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ سے اطلاع آنے کے قبل ہی لوگون کو امرائے فوج کی خبر شہادت سنادی اور وفور غم سے آبدیدہ ہو گئے[2]، حضرت زیدؓ کی ایک صاحبزادی شفیق باپ کا سایہ اٹھ جانے سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگین تو آپ بھی ضبط نہ فرما سکے اور اس قدر روئے کہ گلو گرفتہ ہو گئے، حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! یہ کیا ہے" فرمایا "یہ جذبۂ محبت ہے"[3]

انتقام | حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محبوب و وفا شعار غلام کی مفارقت کا شدید غم تھا، حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ انتقام پر مامور فرمایا، چونکہ وہ نہایت کمسن تھے اس لئے بعضون نے ان کی سیادت پر ناپسندیدگی ظاہر کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تم لوگ پہلے جس طرح اس کے باپ کی سرداری پر طعن و طنز کرتے تھے اسی طرح اب اس کی امارت کو ناپسند کرتے ہو، خدا کی قسم زید سزاوارِ امارت و محبوب ترین شخص تھا، اور اس کے بعد اسامہ مجھ کو سب سے زیادہ

[1] بخاری باب غزوۂ موتہ [2] ایضاً [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۳۲،

Marfat.com

محبوب ہے،[1]

یہ مہم ابھی روانہ بھی نہین ہوئی تھی کہ آفتاب رسالت غروب ہوگیا، لیکن خلیفۂ اوّل نے ہجومِ مصائب وصعوباتِ گوناگون کے باوجود کوچ کا حکم دیدیا اور حضرت اسامہؓ اپنے پدر شفیق کے قاتلون سے انتقام لیکر غیر معمولی کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے،

اخلاق حضرت زیدؓ کے صحیفۂ اخلاق مین وفا شعاری کا باب سب سے نمایان ہے، گذشتہ واقعات سے اس کا اندازہ ہوا ہوگا، آقائے نامدار کی رضا پسندی ان کا پر لطف مقصد حیات تھا، حضرت ام ایمنؓ گو ایک معمر عورت تھین تاہم انھون نے محض اس لئے ان سے نکاح کرلیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے،[2]

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متعلقین کا بے حد ادب واحترام ملحوظ رکھتے تھے، حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس (جن کو انھون نے ناموافقت کے باعث طلاق دیدی تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیام لیکر گئے تو محض اس خیال سے کہ آپ نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر فرمائی ہے تعظیماً دیکھ نہ سکے اور جو کچھ کہنا تھا منھ پھیر کر کہا،[3]

گو حضرت زیدؓ کے اخلاقی کارنامون کی تفصیل نہین ملتی تاہم درحقیقت ان کے وہ اوصاف حسنہ ومحاسن جمیلہ ہی تھے جس نے ان کو اور ان کی اولاد کو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مین سب سے زیادہ محبوب بنا دیا تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہتے تو آپ ان ہی کو اپنا جانشین بناتے،[4] حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ ان کے پوتے محمد بن اسامہ کو مدینہ کی مسجد مین دیکھا تو تعظیم سے گردن جھکا لی اور بولے "اگر رسول اللہ

---

[1] بخاری ذکر اسامہ بن زیدؓ، [2] طبقات ابن سعد تذکرۂ ام ایمنؓ، [3] مسلم باب ازواج زینب بنت جحشؓ،
[4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۳۱،

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو اس کو بھی محبوب رکھتے،[1]

حلیہ اور عمر | حضرت زیدؓ کا حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، ناک پست اور رنگ گہرا گندمی ۵۴ یا ۵۵ برس کی عمر مین شہادت پائی،[2]

ازواج | مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین بیویون کے نام یہ ہین:-

ام آیمن، ام کلثوم بنت عقبہ، درہ بنت لہب، ہند بنت العوام، زینب بنت جحش، ناموافقت کے باعث ان کو طلاق دیدی اور اس کے بعد وہ امہات المومنین مین شامل کی گئین،[3]

اولاد | دو لڑکے اسامہ بن زید، زید بن زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی، لیکن حضرت اسامہؓ کے سوا مؤخر الذکر دونون بچون نے بچپن ہی مین داغِ مفارقت دیا،[4]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

نام، نسب | عبداللہ نام، ابوالعباس کنیت، والد کا نام عباسؓ اور والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے خواہرزادہ تھے، کیونکہ ان کی والدہ حضرت ام الفضل حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن تھین،

ولادت | حضرت عبداللہؓ ہجرت سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی مین تولد پذیر ہوئے جہان

[1] بخاری ذکر اسامہ بن زیدؓ، [2] اصابہ تذکرہ زید بن حارثہؓ، [3] اسد الغابہ تذکرۂ زید بن حارثہؓ، [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ر ۳۰،

Marfat.com

مشرکین قریش نے تمام خاندان ہاشم کو محصور کر دیا تھا حضرت عباسؓ ان کو بارگاہِ نبوت مین لے کر آئے تو آپ نے منہ مین لعابِ دہن ڈال کر دعا فرمائی،[1]

اسلام | حضرت عباسؓ نے بظاہر فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا، لیکن حضرت عبد اللہؓ کی والدہ حضرت ام الفضلؓ نے ابتدا ہی مین داعیِ توحید کو لبیک کہا تھا، ابن سعد کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتون مین ان کا ایمان سب پر مقدم تھا، اس بنا پر حضرت عبد اللہؓ نے یومِ ولادت ہی سے توحید کی لوریون مین پرورش پائی اور ہوش سنبھالنے کے ساتھ وہ قدرۃً ایک پرجوش مسلم ثابت ہوئے، امام بخاری ترجمۃ الباب مین فرماتے ہین،[2]

كان ابن عباس مع امه من المستضعفين ولم يكن مع ابيه على دين قومه وقال الاسلام يعلو ولا يعلى

ابن عباسؓ اپنی مان کے ساتھ ضعفائے اسلام مین تھے (جو اپنی مجبوریون کے باعث مکہ مین رہ گئے تھے) وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام سربلند رہے گا مغلوب نہ ہوگا،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب یہ آیت تلاوت فرماتے "اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ، تو فرماتے کہ مین بھی اپنی والدہ کے ساتھ ان لوگون مین شامل تھا جن کو خدا نے معذور قرار دیا ہے،[3]

ہجرت | حضرت عباسؓ ۸ھ مین فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے،[4] حضرت عبد اللہ کی عمر اس وقت

[1] اسد الغابہ تذکرۂ عبد اللہ بن عباسؓ، [2] بخاری جلد ۱ ص ۱۸۰، [3] بخاری جلد ۲ ص ۶۶۰، [4] اسد الغابہ تذکرہ عباس بن عبد المطلبؓ،

Marfat.com

گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اپنے والد کے حکم سے اکثر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوتے تھے، ایک روز انھون نے واپس آکر بیان کیا، مین نے رسول اللہ کے پاس ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو مین نہین جانتا ہون، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کون تھے؟" حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ان کو بلا کر فرط محبت سے آپنے آغوشِ عاطفت مین بٹھایا، اور سر پہ ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی "اے خدا اس مین برکت نازل فرما اور اس سے علم کی روشنی پھیلا"[1]

عہد طفولیت و مصاحبتِ رسول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ گو فطرۃً ذہین، سلیم الطبع متین اور سنجیدہ تھے، تاہم انھون نے رسول اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا جو زمانہ پایا وہ درحقیقت ان کا عہد طفولیت تھا، جس مین انسان کو کھیل، کود سے دل آویزی ہوتی ہے، فرماتے ہین کہ مین لڑکون کے ساتھ گلیون مین کھیلتا پھرتا تھا، ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے ایک گھر کے دروازہ مین چھپ گیا، لیکن آپنے آکر مجھے پکڑ لیا اور سر پہ ہاتھ پھیر کر فرمایا "جا معاویہ کو بلا لا"، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، مین دوڑ کر ان کے پاس گیا اور کہا، "چلیے رسول اللہ علیہ وسلم آپ کو یاد فرماتے ہین، کوئی خاص ضرورت ہے"[2]

ام المؤمنین حضرت میمونہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ تھین اور ان کو نہایت عزیز رکھتی تھین، اس لئے وہ اکثر ان کی خدمت مین حاضر رہتے، کبھی کبھی رات کے وقت بھی ان ہی کے گھر سو رہتے تھے، اس طرح ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا، فرماتے ہین کہ "ایک مرتبہ مین رات کے وقت اپنی خالہ (حضرت میمونہؓ) کے پاس سو رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھ کر

---

[1] اصابہ تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ، [2] مسند جلد ۱ ص ۲۹۱،

Marfat.com

استراحت فرما ہوئے، پھر کچھ رات باقی تھی کہ بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے، مین بھی اُٹھ کر بائین طرف کھڑا ہو گیا، آپنے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر لیا،[1]

اسی سلسلہ مین بارہا خدمت گذاری کا شرف بھی حاصل ہوا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے بیدار ہوئے، انھون نے وضو کے لئے پانی لاکر رکھدیا، آپنے وضو فرما کر پوچھا "پانی کون لایا تھا؟" حضرت میمونہؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر دعائین دین اور فرمایا "اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل" یعنی اے خدا! اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا،[2]

ایک دفعہ وہ نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے، آپنے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کر لیا، لیکن وہ جیسے ہی مین کھڑے کے کھڑے رہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا، "تمھارا کیا حال ہے؟" عرض کی "یا رسول اللہ! کیا آپ کے برابر کھڑا ہونا کسی کے لئے مناسب ہے، حالانکہ آپ رسولِ خدا ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ازدیاد علم و فہم کی دعا فرمائی،[3]

خلفائے راشدینؓ کا عہد

حضرت عبداللہ بن عباسؓ صرف تیرہ برس کے تھے کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی، سوا دو برس کے بعد خلیفۂ اوّل نے بھی داغِ مفارقت دیا، خلیفۂ دوم یعنی حضرت عمر فاروقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو وہ سنِ شباب کو پہنچ چکے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کو جوہر قابل پاکر خاص طور سے اپنے دامنِ تربیت مین لے لیا، اور اکابر صحابہؓ کی علمی صحبتون مین شریک کیا، یہان تک کہ لوگون کو ان پر رشک ہوتا تھا

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۹۷ [2] مسند احمد جلد ۱ ص ۲۸۳ و مستدرک جلد ۳ ص ۵۳۴، [3] مسند احمد جلد ۱ ص ۳۲۳ و مستدرک جلد ۳ ص ۵۳۵،

Marfat.com

صحیح بخاری مین خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجھ کو شیوخِ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس پر بعض بزرگون نے کہا کہ آپ اس نو عمر کو ہمارے ساتھ کیون شریک کرتے ہین، اور ہمارے لڑکون کو جو ان کے ہمسر ہین کیون یہ موقع نہین دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا "یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے"[1]

محدث ابن عبدالبر استیعاب مین تحریر فرماتے ہین "کان عمر یحب ابن عباس ویقربہ" یعنی حضرت عمرؓ ابن عباسؓ کو محبوب رکھتے تھے، اور ان کو تقرب دیتے تھے، بسا اوقات حضرت عمرؓ کی مجلس مین کوئی مسئلہ پیش ہوتا، عبداللہ بن عباسؓ اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کم سنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمرؓ ان کی ہمت بندھاتے اور فرماتے "علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہین ہے، تم اپنے نفس کو حقیر نہ بناؤ"[2] حضرت عمرؓ اکثر پیچیدہ اور مشکل مسائل ان سے حل کراتے تھے اور ان کی فطری ذہانت و طباعی سے خوش ہوکر داد دیتے تھے، انشاء اللہ علم و فضل کے بیان مین اس کی تفصیل آئے گی،

خلیفۂ ثالث کے عہد مین عبداللہ بن ابی سرح والیِ مصر کے زیر اہتمام ۲۷ھ مین افریقہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے چل کر اس مہم مین شریک ہوئے اور ایک سفارت کے موقع مین جرجیر شاہِ افریقہ سے مکالمہ ہوا، اس کو ان کی ذہانت و طباعی سے نہایت حیرت ہوئی اور بولا "مین خیال کرتا ہون کہ آپ حبرِ عرب (عرب کے کوئی عالم متبحر) ہین"[3]

امارت حج چونکہ ۳۵ھ مین حضرت عثمانؓ محصور تھے، اس لئے اس سال وہ خود امارتِ حج کا فرض انجام نہ دے سکے، انھون نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بلاکر فرمایا "خالد بن عاص کو

[1] بخاری جلد ۲ ص ۶۱۵، [2] ایضاً ص ۶۵۱، [3] اصابہ تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ ۱۲،

Marfat.com

مین نے مکہ کا والی مقرر کیا ہے، مین ڈرتا ہون کہ امارتِ حج کے فرائض انجام دینے پر شاید ان کی مزاحمت کیجائے اور اس طرح خانۂ خدا مین بھی فتنہ و فساد اٹھ کھڑا ہو، اس لئے مین تم کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتا ہون۔"[1]

حضرت عبداللہؓ اس خدمت کو سرانجام دیکر واپس آئے تو مدینہ نہایت پر آشوب ہو رہا تھا، خلیفۂ ثالث شہید ہو چکے تھے، اور حضرت علیؓ کو بارِ خلافت اٹھانے پر لوگ مجبور کر رہے تھے، انھون نے ان سے مشورہ طلب کیا،

حضرت علیؓ۔ خلافت کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ مین خیال کرتا ہون کہ اس حادثۂ عظیم کے بعد کوئی شخص اس بار کو اٹھانے کی جرأت نہین کر سکتا،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ "یہ ضرور ہے کہ اب جس کے ہاتھ پر بیعت کیجائیگی اس پر خونِ ناحق کا اتہام لگایا جائیگا، تاہم لوگون کو اس وقت آپ کی ضرورت ہے،"

غرض اہل مدینہ کے اتفاقِ عام سے حضرت علیؓ مسند آرائے خلافت ہوئے اور نئے سرے سے ملکی نظم و نسق کا اہتمام شروع ہوا، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے مشورہ دیا کہ سر دست موجودہ عمال و حکام برقرار رکھے جائین، لیکن جب حضرت علیؓ نے سختی کے ساتھ اس سے انکار کیا تو انھون نے دوسرے روز اپنی رائے واپس لے لی، اور کہا "امیر المومنین! مین نے رائے دینے بعد غور کیا تو آپ ہی کا خیال انسب نظر آیا،" حضرت عبداللہ بن عباسؓ فوراً اصل حقیقت کو تاڑ گئے اور بولے "میرے خیال مین مغیرہ کی پہلی رائے خیر خواہی پر مبنی تھی لیکن دوسری دفعہ انھون نے آپ کو دھوکا دیا،"

حضرت علیؓ۔ خیر خواہی کیا تھی؟

[1] طبری واقعات ۳۵ھ

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ آپ جانتے ہین کہ معاویہ اور ان کے احباب دنیادار ہین، اگر احباب ان کو برطرف کردین گے تو وہ تمام ملک مین شورش وفتنہ پردازی کی آگ بھڑکادین گے اور اہل شام وعراق کو خلیفۂ ثالث کے انتقام پر ابھار کر آپ کے خلاف کھڑا کردین گے،

حضرت علیؓ: اس مین شک نہین کہ تمھاری رائے مصالحِ دنیاوی کے لحاظ سے نہایت صائب ہے، تاہم میرا ضمیر اس کو پسند نہین کرتا کہ مین جن لوگون کی بداعمالیون سے واقف ہون، ان کو اپنے عہدون پر برقرار رہنے دون، خدا کی قسم مین کسی کو رہنے نہ دون گا، اگر سرکشی کرین گے تو تلوار سے فیصلہ کرون گا،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ:۔ میری بات مانئے، گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جائیے یا اپنی جاگیر پر ینبع چلے جائیے، لوگ تمام دنیا کی خاک چھان ماریں گے، لیکن آپ کے سوا کسی کو خلافت کے لائق نہ پائین گے، خدا کی قسم اگر آپ ان مصریون کا ساتھ دین گے تو کل ضرور آپ پر عثمانؓ کے خون کا اتہام لگایا جائے گا،

حضرت علیؓ:۔ اب کنارہ کش ہونا میرے امکان سے باہر ہے،

حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر معاویہؓ کے بجائے شام کا والی مقرر کرنا چاہا، لیکن انھون نے انکار کیا، اور بار بار یہی مشورہ دیا کہ آپ معاویہ کو برقرار رکھ کر اپنا طرفدار بنا لیجئے، یہان تک کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے برہم ہوکر نہایت سختی سے انکار کردیا اور فرمایا "خدا کی قسم یہ کبھی نہین ہوسکتا"[1]

غرض اس تشدد آمیز طرزِ عمل پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ واقعہ بن کر سامنے آیا، تمام ملک مین جناب امیرؓ کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی، ایک طرف حضرت

[1] طبری ص ۳۰۸۵،

Marfat.com

طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے مطالبۂ اصلاح و انتقام کا علم بلند کے بصرہ پر قبضہ کر لیا اور دوسری طرف امیر معاویہؓ نے شام مین ایک عظیم الشان جنگ کی تیاریان شروع کر دین،

جنگِ جمل حضرت علیؓ بصرہ کو محفوظ رکھنے کے خیال سے ایک فوجِ گران کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے تھے، لیکن وہ پہلے داعیانِ اصلاح کے قبضہ مین آ چکا تھا، اس لئے طرفین نے میدانِ ذی قارین صف آرائی کی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ جناب امیرؓ کی طرف سے اہل حجاز کی افسری پر مامور ہوئے اور جنگ شروع ہونے پر نہایت شجاعت و جانبازی کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، یہان تک کہ حامیانِ عرشِ خلافت کی فتح پر اس افسوسناک خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا،

ولایتِ بصرہ بصرہ پر دوبارہ قبضہ ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہان کے گورنر بنائے گئے اور زیاد اُن کے مشیر اور بیت المال کے مہتمم مقرر ہوئے،

معرکۂ صفین جنگِ جمل کے بعد امیر معاویہؓ سے معرکۂ صفین پیش آیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ بصرہ سے ایک جماعت فراہم کر کے جناب امیرؓ کی حمایت مین میدانِ جنگ مین پہنچے اور نہایت جانبازی و پامردی کے ساتھ سرگرمِ کارزار ہوئے، حضرت علیؓ نے ان کو میسرہ کا افسر مقرر فرمایا تھا،

چونکہ دونون طرف سے روزانہ تھوڑی تھوڑی فوجین نکل کر معرکہ آرا ہوتی تھین اس لئے اس جنگ کا سلسلہ طویل عرصہ تک قائم رہا، لیکن رفتہ رفتہ حامیانِ خلافت کا پلہ بھاری ہونے لگا، یہان تک کہ ایک روز شامی فوجون نے شکست کے خوف سے اپنے نیزون پر قرآن مجید بلند کر کے صلح کی دعوت دی، گو جناب مرتضیٰؓ اور ان کے ہوا خواہون نے اپنی فوج کو اسی دامِ تزویر سے محفوظ رکھنے کی بے حد کوشش کی تاہم فریق کا جادو چل چکا تھا، ایک بڑی جماعت نے دعوت

Marfat.com

قرآن کو تسلیم کرنے پر اصرار کیا،

ثالثی اور اس کا حشر

غرض جنگ ملتوی ہوگئی اور مسئلہ خلافت کا فیصلہ دو حکم پر محمول ہوا، شامیون نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم مقرر کیا اور اہل عراق کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا انتخاب ہوا، حضرت علیؓ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو ثالث بنانا چاہتے تھے لیکن لوگون نے اس پر اعتراض کیا اور کہا "آپ اور عبد اللہ بن عباسؓ ایک ہی ہین، حکم کو غیر جانبدار ہونا چاہئے"

دونون فریق کے اتفاق سے دومۃ الجندل حکمین کے لئے مقام اجلاس قرار پایا، اور ہر ایک نے اپنے حکم کے ساتھ چار ہزار آدمیون کی جمعیت ساتھ کر دی، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ جو فوج گئی تھی اس کے افسر شریح بن ہانی اور مذہبی نگران حضرت عبد اللہ بن عباسؓ تھے،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نہایت نیک طینت و سادہ مزاج تھے اور جب تخلیہ مین حضرت عمرو بن العاصؓ سے کسی فیصلہ پر متفق ہو کر باہر تشریف لائے تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ان سے کہا، "خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکا دیا ہوگا، اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان مین سبقت نہ کیجئے گا، وہ نہایت چالاک ہین، کیا عجب ہے کہ آپ کے بیان کی مخالفت کر بیٹھین"، بولے "ہم دونون ایک ایسی رائے پر متحد ہوئے ہین کہ اس مین اختلاف کی گنجائش نہین"، غرض دوسرے روز مسجد مین مسلمانون کا مجمع ہوا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے اصرار پر کھڑے ہو کر یہ متفق علیہ فیصلہ سنایا،

صاحبو! ہم نے علیؓ اور معاویہؓ دونون کو معزول کر کے پھر نئے سرے سے مسلمانون کو مجلس شوریٰ کو انتخاب کا حق دیا، وہ جس کو چاہے اپنا امیر بنائے،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ وہ نہایت صحیح ثابت ہوا، عمرو بن العاصؓ نے قرارداد سے منحرف ہو کر کہا "صاحبو! بیشک علیؓ کو جیسا کہ ابو موسیٰ نے معزول کیا ہین بھی معزول

Marfat.com

کرتا ہون، لیکن معاویہ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہون کیونکہ وہ امیر المومنین عثمانؓ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہین"

حضرت ابو موسیٰؓ اس خلاف بیانی پر ششدر رہ گئے، چلا کر کہنے لگے یہ کیا غداری ہے؟ یہ کیا بے ایمانی ہے؟ افسوس! ابن عباسؓ نے مجھے عمرو کی غداری سے ڈرایا تھا، لیکن مین نے اس پر اطمینان رکھا، مجھے کبھی یہ گمان نہ تھا کہ وہ مسلمانون کی خیر خواہی پر کسی چیز کو ترجیح دین گے، غرض اس ثالثی نے گتھی کو سلجھانے کے بجائے اور زیادہ الجھا دیا، جناب امیرؓ کے اعوان و انصار مین تفریق و اختلاف کی ہوا چل گئی اور ایک بڑی جماعت نے لشکر حیدری سے کنارہ کش ہو کر خارجی فرقہ کی بنیاد ڈالی، اس کا عقیدہ تھا کہ معاملاتِ دین مین حکم مقرر کرنا کفر ہے، اس بنا پر دونون حکم اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہین،[1]

حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خارجیون کے پاس بھیجا کہ بحث و مباحثہ سے ان کی ضلالت دور کر دین، لیکن قلوب تاریک ہو چکے تھے، آنکھون پر ضلالت و گمراہی کا پردہ پڑ چکا تھا، اس لیے ارشاد و ہدایت کی تمام کوششین ناکام رہین،

معرکۂ نہروان خارجیون نے نہروان مین مجتمع ہو کر عملاً سرکشی اختیار کی اور تمام ملک مین قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا، حضرت علیؓ دوبارہ شام پر فوج کشی کے خیال سے روانہ ہو چکے تھے، ان سرکشون کا حال سنکر نہروان کی طرف پلٹ پڑے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ گورنری کے عہدہ پر بصرہ پہنچ گئے تھے، وہ وہان سے تقریباً سات ہزار کی جمعیت فراہم کر کے مقام نخیلہ مین افواجِ خلافت سے مل گئے اور نہروان پہونچ کر نہایت بہادری و پامردی کیساتھ سرگرم پیکار رہے،[2]

[1] یہ تمام واقعات طبری سے ماخوذ ہین [2] تاریخ الطوال،

Marfat.com

ایران کی حکومت جنگ نہروان نے گو خارجیون کا زور توڑ دیا تھا تاہم ان کی چھوٹی چھوٹی جماعتون نے فارس، کرمان اور ایران کے دوسرے اضلاع مین پھیل کر ایک عام شورش برپا کر دی، اور ذمیون کو بھڑکا کر آمادۂ بغاوت کر دیا، چنانچہ ایران کے اکثر صوبون مین عمال نکال دیئے گئے، اور عجمیون نے خراج ادا کرنے سے قطعاً انکار کر دیا، حضرت علیؓ نے اپنے تمام عمال کو بلا کر اس شورش کے متعلق مشورہ طلب کیا، حضرت عبداللہؓ نے کہا، مین ایران مین تسلط قائم کرنے کا ذمہ لیتا ہون، چونکہ بصرہ ایران کے باغی اضلاع سے بالکل متصل تھا اور وہ ایک عرصہ سے وہان کا نیابی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دے رہے تھے، اس لئے حضرت علیؓ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کو تمام ایران کا حاکم اعلیٰ بنا دیا،[1]

بغاوت کا استیصال حضرت عبداللہؓ نے بصرہ پہنچکر زیاد بن ابیہ کو ایک زبردست جمعیت کے ساتھ ایران کی بغاوت فرو کرنے پر مامور فرمایا، چنانچہ انھون نے بہت جلد کرمان، فارس اور تمام ایران مین امن وسکون پیدا کر دیا،[2]

مکہ مین عزلت نشینی ایک روایت کے مطابق ۴۰ھ یعنی حضرت علیؓ کی زندگی ہی مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کے عہدۂ امارت سے مستعفی ہوکر مکہ مین عزلت نشینی اختیار کر لی، وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابوالاسود دُئلی قاضیِ بصرہ مین باہم مخالفت تھی، ابوالاسود نے بارگاہ خلافت مین ان کی شکایت لکھی کہ انھون نے بیت المال مین تصرف بیجا کیا ہے، حضرت علیؓ نے اُن سے جواب طلب کیا تو انھون نے لکھا،

ان الذی بلغك باطل وانی لما تحت یدی ضابط قائم لك به وله حافظ فلا

آپ کو جو خبر ملی ہے وہ قطعاً غلط ہے، میرے قبضہ مین جو کچھ ہے مین اس کا محافظ ونگہبان ہون، آپ ان

[1] تاریخ طبری ص ۳۴۹، ۳۴۴، [2] ایضاً،

Marfat.com

تصدق الظنون، بدگمانیون کو باور نہ فرمائین،

حضرت علیؓ نے اس کے جواب مین اُن سے بیت المال کا تمام و کمال حساب طلب کیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یہ ناگوار گذرا، انھون نے برداشتہ خاطر ہو کر لکھا،

فهممت تعظيمك مراجعة ما بلغك انى رزأته من مال اهل هذا البلد فاتبعت الى عملك من احببت فانى ظاعن عنه والسلام

مین سمجھتا ہون کہ آپ اس شکایت کو کہ مین نے اس شہر والون کے مال مین کچھ خورد برد کیا ہے، زیادہ اہمیت دینا چاہتے ہین، اس لئے آپ اپنے کام پر جس کو چاہئے بھیجدیجئے مین اس سے کنارہ کش ہوتا ہون،

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جب زیادہ باز پرس کی تو انھون نے لکھ بھیجا کہ ابھی مین نے اپنا پورا حق نہین لیا ہے اور بیت المال سے ایک بڑی رقم لیکر مکہ چلے گئے،

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کی شہادت تک بصرہ کی گورنری پر مامور تھے البتہ جب حضرت امام حسینؓ اور امیر معاویہؓ مین مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی تو انھون نے بطور حفظ ماتقدم پہلے ہی امیر معاویہؓ کو خط لکھ کر جان و مال کی امان حاصل کی اور مکہ جاکر گوشہ نشین ہو گئے،[1]

حضرت امام حسینؓ کو کوفہ جانے سے منع کرنا

۶۰ھ مین امیر معاویہ کے بعد جب یزید مسند نشین حکومت ہوا تو شیعانِ علی مرتضیٰ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس انقلاب سے فائدہ اٹھانے پر ابھارا اور کوفہ آنیکی دعوت دی چنانچہ وہ مدینہ سے مکہ آئے اور یہان سے عازم کوفہ ہوئے،

چونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو فیون کی غداری کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے، اس لئے انھون نے حضرت امام حسینؓ کو بہ اصرار تمام کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا،

[1] تاریخ طبری ص ۳۴۵۴، [2] طبری ذکر بیعت حسن بن علیؓ

Marfat.com

عبداللہ بن عباسؓ :- اے ابن عم! مین اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہون لیکن وہ نہین ہوتا، اس طریقہ سے جانے مین مجھ کو تمھاری ہلاکت و تباہی کا خوف ہے، اہل عراق نہایت غدار ہین، تم ان کے قول و قرار پر اعتبار نہ کرو، تم اہل حجاز کے سردار ہو، اس لئے کوفہ جانے سے یہان مقیم رہنا زیادہ مناسب ہے، ہان! اگر اہل کوفہ درحقیقت تمھارے عقیدت کیش ہین تو ان کو لکھو کہ وہ پہلے اپنے ملک سے دشمن کو نکال باہر کرین، پھر ان کے پاس جاؤ، اگر یہ منظور نہ ہو تو یمن کی راہ لو، وہان مہبت سے قلعے اور گھاٹیان ہین، ملک نہایت وسیع و فراخ ہے اور تمھارے والد کا اثر بھی خاصہ ہے، علاوہ ازین دشمن کے دور ہونے کے باعث لوگون سے مراسلت و مکاتبت کر سکتے ہو اور تمام ملک مین اپنے داعی پھیلا سکتے ہو مجھے امید ہے کہ اس طرح زیادہ آسانی و اطمینان کے ساتھ تمھارا مقصد حاصل ہو جائیگا"

حضرت امام حسینؓ :- اے ابن عم! خدا کی قسم مین جانتا ہون کہ آپ میرے سچے خیر خواہ و مہربان ہین، لیکن اب سفرِ کوفہ کی تیاریان ہو چکی ہین اور مین نے وہان جانے کا عزم مصمم کر لیا ہے،

عبداللہ بن عباسؓ :- اگر تم جاتے ہو تو خدارا بیوی، بچون کو ساتھ نہ لیجاؤ، خدا کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ کہین تم بھی اس طرح نہ شہید کئے جاؤ جس طرح (حضرت عثمانؓ) اپنی عورتون اور بچون کے سامنے ذبح کئے گئے،

لیکن مشیتِ الٰہی مین کس کو دخل تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ضد و اصرار کے باوجود حضرت امام حسینؓ اپنے تمام خاندان کے ساتھ راہیِ کوفہ ہوئے اور میدانِ کربلا نے وہ خونین منظر پیش کیا جس سے جگر پاش پاش ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے خاندان کی تباہی کا جو روح فرسا صدمہ ہوا ہوگا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ وہ بیس سال سے گوشہ نشین تھے لیکن اس واقعہ کے بعد تمام دنیا ان کے سامنے تیرہ و تار تھی، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اخیر عمر مین نابینا ہو گئے تھے[1]

[1] اسد الغابہ جلد ۳ صـ ۱۹۵،

Marfat.com

شاید یہ اسی جگر خراش سانحہ کا اثر ہو،

عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت سے انکار

اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مین خلافت کا دعویٰ کیا، چونکہ حجاز وعراق مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے معتقدین کی ایک بڑی جماعت تھی، اس لئے انھون نے ان سے بیعت کے لئے بیحد اصرار کیا اور بصورتِ انکار آگ مین جلا دینے کی دھمکی دی، لیکن وہ تمام جھگڑون سے کنارہ کش ہو چکے تھے، اس بنا پر انھون نے نہایت سختی سے انکار کیا، اور ابو الطفیل کو کوفہ بھیجکر اپنے معتقدین سے مدد طلب کی،

ابو طفیل کا بیان ہے کہ ہم کوفہ سے چار ہزار جان نثارون کی ایک جماعت لے کر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے مکہ مین داخل ہوئے تو عبداللہ بن زبیرؓ نے غلاف کعبہ تھام کر پناہ حاصل کی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مکان کے ارد گرد لکڑیون کا انبار لگایا جا چکا تھا، ہم نے ان سے کہا، اگر آپ اجازت دیجئے تو اس شخص سے مخلوق الٰہی کو نجات دین، بولے "نہین! یہ حرم ہے یہان کشت وخون جائز نہین تم صرف میری حفاظت کرو اور مجھے پناہ دو"[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ درحقیقت بنو امیہ کی بہ نسبت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے، ابن ابی ملیکہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین نے ان کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا، کیا آپ ابن زبیر سے لڑکر حرم الٰہی کو حلال کرنا چاہتے ہین؟ بولے "معاذ اللہ! حرم مین خونریزی کرنا تو صرف بنو امیہ اور ابن زبیرؓ کی قسمت مین لکھا ہے، مین خدا کی قسم کبھی ایسی جرأت نہ کرونگا"

مین نے کہا، لوگ ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہین، معلوم نہین ان کو خلافت کا دعویٰ کس بنا پر ہے؟ فرمایا "کیون نہین! ان کے والد زبیرؓ حواریٔ رسول تھے ان کے نانا ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ غار تھے، ان کی ماں اسماءؓ ذات النطاق ہین، ان کی خالہ عائشہؓ ام المومنین

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۹۵،

Marfat.com

تھین،ان کے والد کی پھوپھی خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم تھین اور ان کی دادی صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھین، پھر وہ ایک خود بھی پاکباز مومن اور قاریِ قرآن ہین، خدا کی قسم! اگر وہ میرے ساتھ کوئی احسان کرین گے تو ایک رشتہ دار کا احسان ہوگا اور اگر وہ میری پرورش کرینگے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہوگی[1]

طائف منتقل ہونا لیکن اس دلی ہمدردی وجانبداری کے باوجود انکار بیعت سے جو مخالفت پیدا ہوگئی تھی، اس کی بنا پر مکہ مین ان کا رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا، اس لئے کوئی معاونین کی حفاظت مین مکہ سے طائف منتقل ہوگئے اور بقیہ زندگی کے دن وہین پورے کئے،

وفات ۶۸ھ مین پیمانۂ حیات لبریز ہوگیا، ایک روز سخت بیمار ہوئے، بسترِ علالت کے اردگرد احباب ومعتقدین کا ہجوم تھا، بولے "مین ایک ایسی جماعت مین دم توڑون گا جو روے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ، محبوب، مشرف ومقرب ہے، اس لئے اگر مین تم لوگون مین مرون تو یقیناً تم ہی وہ بہتر جماعت ہو" غرض ہفت روزہ علالت کے بعد طائرِ روح نے قفسِ عنصری چھوڑا، محمد بن حنفیہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سپردِ خاک کرکے کہا "خدا کی قسم! آج دنیا سے جرأت اٹھ گیا" غیب سے ندا آئی

یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً، (فجر) یعنی اے نفس مطمئن، اپنے خدا کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ،[2]

علم وفضل

فضل وکمال کے اعتبار سے ابن عباسؓ اس عہد مبارک کے ممتاز ترین علما مین تھے،

[1] بخاری جلد ۲ ص ۶۷۲ [2] اصابہ جلد ۳ ص ۹۴

Marfat.com

ان کی ذات ایسی زندہ کتاب خانہ تھی جس مین تمام علوم ومعارف بہ ترتیب جمع تھے، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ کوئی علم ایسا نہ تھا جس مین ان کو ید طولیٰ حاصل نہ رہا ہو،

تفسیر بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر وتاویل مین جو مہارت اور آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم مین جو وسعت ان کو حاصل تھی، وہ کم کسی کے حصہ مین آئی، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جو علم وفضل مین ان کے ہمسر تھے، فرماتے تھے کہ عبداللہ بن عباسؓ قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہین، شقیق تابعی راوی ہین کہ ایک مرتبہ حج کے موسم مین عبداللہ بن عباسؓ نے خطبہ دیا اور اس مین سورۂ نور کی تفسیر بیان کی، مین کیا بتاؤن وہ تفسیر کیا تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانون نے سنی تھی، نہ آنکھون نے دیکھی تھی، اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی،[1]

حضرت عمرؓ کی علمی مجلسون مین یہ برابر شریک ہوتے تھے اور قرآن پاک کے فہم مین وہ اکثر بڑے بڑے صحابہؓ سے بازی لیجاتے تھے، ایک دن فاروق اعظمؓ کے حلقۂ مجلس مین اکابر صحابہؓ کا مجمع تھا، ابن عباسؓ بھی موجود تھے، حضرت عمرؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا،

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ (بقرہ ۳۶)

کیا تم مین سے کوئی اس کو پسند کریگا کہ اس کا کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہرین روان ہون، اس کے لئے ہر قسم کے پھل اس مین موجود ہون، اور اس شخص پر بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے ناتوان بچے ہون، اس حالت مین اس باغ مین ایسا گولہ آیا جسمین آگ بھری تھی، اس نے باغ کو جلا دیا ہو،

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۳۰،

Marfat.com

کرتا ہے، شاید تم بچو،

لوگون نے کہا واللہ اعلم! حضرت عمرؓ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آگیا، بولے اگر نہین معلوم تو صاف صاف کیون نہین کہتے کہ نہین معلوم، ابن عباسؓ جھجکتے ہوئے بولے مین کچھ عرض کرنا چاہتا ہون، فرمایا تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو جو دل مین ہو بیان کرو، کہا اس مین عمل کی مثال دی گئی ہے، جواب گو صحیح تھا، تاہم ناکافی تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کیسا عمل؟ ابن عباسؓ اس سے زیادہ نہ بتا سکے، تب خود حضرت عمرؓ نے بتایا کہ اس مین اس دولت مند کی تمثیل ہے جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے، لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہون مین مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہو جاتے ہین[1]،

حضرت عمرؓ ان کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے ان کو شیوخِ بدر کے ساتھ مجلسون مین شریک کرتے تھے، بعض صحابہؓ کو اس سے شکایت پیدا ہوئی، انھون نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسون مین کیون شریک کرتے ہو، ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہین، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد، ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لئے ایک دن ان کو بلا بھیجا اور لوگون سے پوچھا کہ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ الخ (نصر) جب خدا کی نصرت اور فتح آگئی تو اے پیغمبر توبہ اور استغفار کرو

کے بارہ مین تم لوگون کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہین، کسی نے جواب دیا کہ نصرت و فتح پر ہم کو خدا کی حمد و ثنا کا حکم دیا گیا ہے، کوئی خاموش رہا، پھر ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ابن عباسؓ! تمھارا بھی یہی خیال ہے، انھون نے کہا نہین، پوچھا پھر کیا ہے؟ عرض کی اس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] بخاری جلد ۱ کتاب التفسیر باب قولہ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الخ،

Marfat.com

وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا جو تم کہتے ہو یہی میرا بھی خیال ہے،[1] درحقیقت حضرت ابن عباسؓ کی فہم تفسیرِ قرآن مین ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہان تک متکل سے دوسرون کا خیال پہنچ سکتا تھا، چنانچہ اس سورہ کا مقصد خاص محرمانِ اسرار کے علاوہ عام لوگ کم سمجھ سکتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو اکثر صحابہؓ مین مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی کہ اس مین خدا نے فتح ونصرت اور اسلام کی مقبولیت کے ایفاے عہد پہ حمد وثنا کا حکم دیا ہے، لیکن مقرب بارگاہِ رسالت، محرم اسرارِ نبوت، ثانی اثنین فی الغار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھون سے جوے اشک روان ہو گئی، کہ اس کی صبحِ وصل کا نور چھنتا ہوا اور شامِ فراق کی تاریکی چھاتی ہوئی نظر آگئی تھی،[2]

بظاہر اس سورہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کوئی تعلق نہین معلوم ہوتا لیکن اگر انسان کے مقصدِ حیات کو پیشِ نظر رکھ کر اس کی ترتیب اور اس کے معنی پر غور کیا جائے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے، دنیا مین انسان ایک نہ ایک مقصد لیکر آتا ہے، اور اس کے حصول کے بعد اس کے آنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، پھر قیام کی ضرورت باقی نہین رہتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دینِ الٰہی کی تبلیغ کے لئے دنیا مین تشریف لائے تھے، وہ پوری ہو چکی تو خدا نے فرمایا کہ جب خدا کی مدد اور اس کی فتح آچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق درجوق خدا کے دین مین داخل ہو رہے ہین تو اب تم خدا کی تحمید وتقدیس کرو، اس سے مغفرت چاہو، وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، یعنی خدا کو کچھ کام تمھارے ذریعہ لینا تھا وہ لے چکا اب تم کو اس سے ملنے کی تیاری کرنی چاہیئے،

حضرت ابن عباسؓ تفسیر مین ہمیشہ عام، جامع اور قرینِ عقل شق کو اختیار کرتے تھے، سورۂ کوثر مین کوثر کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ اور متعدد اکابر صحابہؓ

[1] بخاری جلد ۱ کتاب التفسیر باب قولہ فسبح بحمد ربک الخ صـ۷۴۳، [2] صحیح بخاری،

Marfat.com

کے ذریعہ سے منقول ہے، حضرت انسؓ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کوثر کے نزول کے وقت پوچھا، جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے" لوگون نے عرض کی خدا اور اسکا رسول خوب جانتا ہے فرمایا خدا نے مجھ سے ایک نہر کا وعدہ کیا ہے جس مین بے شمار بھلائیان ہین، قیامت کے دن اس حوض پر میری امت آئے گی[1]، حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ کوثر سے مراد نہر لیتے ہین اور حضرت ابن عباسؓ "خیر کثیر"[2]، حضرت ابن عباسؓ کی اس تفسیر سے عطیۂ الٰہی کی وسعت اور عظمت بہت بڑھ جاتی ہے، اور دوسری تفسیرین بھی اس کے تحت مین آجاتی ہین، اور قرآنِ پاک کے سلسلۂ کلام کا بھی یہی اقتضا ہے کہ کوثر سے مراد "خیر کثیر" لیا جائے، تاکہ اس کے بعد کفار سے براءت (قل یا ایھا الکافرون) اور فتح و نصرت (فتح مکہ) کی بشارت اسی سلسلہ مین داخل ہو جائے،

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (شوریٰ ۳)

کہدو اے محمد (تبلیغ رسالت کے عوض) مین تم سے کوئی صلہ نہین مانگتا صرف یہ کہ قرابت داری کی محبت ملحوظ رکھو،

عام مفسرین "قربیٰ" سے مراد خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت لیتے ہین، لیکن ابن عباسؓ قریش کے تمام قبائل کو اس مین شامل کرتے ہین، ایک مرتبہ کسی نے ان سے مودۃ فی القربیٰ کی تفسیر پوچھی، سعید بن جبیر بولے اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ہے یعنی آپکے اہل بیت کی قرابت، ابن عباسؓ نے کہا تم نے جلد بازی سے کام لیا، قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ رہی ہو، اس آیت مین یہ سب شامل ہین،[3]

---

[1] مسلم [2] بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر انا اعطیناک الکوثر [3] ایضاً باب قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم الخ

Marfat.com

تفسیرِ قرآن اور فہمِ قرآن کے فطری ملکہ کے علاوہ شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کے بارہ مین اس قدر حاضر المعلومات تھے کہ مشکل کوئی ایسی آیت نکل سکے گی جس کے تمام جزئیات اور مالہٗ وَمَاعَلَیْہِ سے ان کو پوری واقفیت نہ ہو،

لَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، (نساء ۱۳)

اے مسلمانو! (اظہارِ اسلام کے لئے) جو تم کو سلام کرے اس کو تم خوامخواہ نہ کہو تو مسلمان نہین ہے،

بظاہر یہ ایک عام حکم ہے، اس کی تفسیر بھی ابن عباسؓ کی ممنونِ احسان ہے، وہ بیان کرتے ہین کہ کسی غزوہ مین ایک شخص کچھ مالِ غنیمت لئے ہوئے تھا، مسلمانون کا سامنا ہوا تو اس نے سلام کیا، ان لوگون نے (شبہہ مین) مار ڈالا، اور مالِ غنیمت چھین لیا، اس پر یہ حکم نازل ہوا[1]

اسی طریقہ سے اس آیت،

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ،

ہم نے تم مین سے بعض ان لوگون کو جو آگے بڑھ کر کھڑے ہوتے ہین جان لیا ہے اور ان کو بھی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہین،

(حجر ۲)

کے متعلق بیان کرتے ہین کہ ایک خوبصورت عورت جماعت کی نماز مین شریک ہوتی تھی، بعض محتاط اشخاص اگلی صف مین چلے جاتے تھے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعض دیکھنے کی نیت سے پیچھے رہتے تھے، اور رکوع مین بغل کے راستہ سے نظر ڈال لیتے تھے، ان کی اس خیانت پر یہ آیت نازل ہوئی[2]

قرآن مجید کا یہ حکم

[1] بخاری باب قولہ تعالیٰ لاتقولوا، ومسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۲۲۹، ۲۵۲ مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۳۰۵،

Marfat.com

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران ۱۹)

اور جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہین اور جو نہین کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہین تو ایسے لوگون کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائین گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے،

بظاہر انسانی فطرت کے کس قدر خلاف ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے کئے پر خوش ہوتا ہے اور جو نہین کرتا ہے اس پر بھی تعریف کا خواہان رہتا ہے، اگر بہت بلند اخلاق کا شخص ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ دوسرا جذبہ اس مین نہ ہوگا، اس تہدیدی حکم کے استفسار کے لئے مروان نے اپنے دربان کو عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے جاکر پوچھو کہ ہم مین سے کون ایسا ہے، جس کے دل مین یہ جذبہ نہ ہو، اس حکم کے مطابق تو ہم سب عذاب مین مبتلا ہون گے، حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ اس کو ہم لوگون سے کوئی تعلق نہین، یہ ایک خاص موقعہ پر اہل کتاب کے بارہ مین نازل ہوئی تھی، پھر یہ آیت،

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ (آل عمران ۱۹)

جب خدا نے ان لوگون سے جن کو کتاب دی ہے یہ وعدہ لیا کہ وہ اسے لوگون کو کھول کھول کے سنائین گے،

تلاوت کرکے کہا کہ ان کو یہ حکم ملا تھا، مگر انھون نے بالکل اس کے برعکس عمل کیا، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کسی بات کے متعلق استفسار فرمایا، انھون نے اصل جواب جو ان کی کتاب مین تھا چھپا ڈالا اور اپنے حسب منشاء دوسرا فرضی جواب دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیا کہ انھون نے اصل جواب دیا ہے، اور پھر اس فعل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر شادان و فرحان ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہین (جیسا کہ اہل کتاب اپنی چالاکی پر

Marfat.com

خوش ہوئے تھے) اور جو نہین کیا ہے اس پر تعریف کے خواہان ہوتے ہین (جیسا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے خواہان ہوئے تھے) تو ایسے لوگون کے لئے عذاب سے چھٹکارا نہین ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے[1]

ذیل کے واقعہ سے ان کی فراست، طبائی، دقیقہ سنجی، اور قوتِ استنباط کا اندازہ ہوگا، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے مجمع مین سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے تم لوگ اس سے کونسی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتوین، کسی نے پانچوین، کسی نے تیسری بتائی، ابن عباسؓ سے فرمایا تم کیون نہین بولتے، عرض کی اگر آپ فرماتے ہین تو مجھ کو کیا عذر ہوسکتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا مین نے بولنے ہی کے لئے تمھین بلایا ہے، کہا مین اپنی ذاتی رائے دون گا، فرمایا دانی رائے تو پوچھتا ہی ہون، کہا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ سات آسمان، سات زمین، ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس مین غلہ، انگور، شاخ، زیتون، کھجور کے درخت، گنجان باغ، اور میوے اگائے، یہ بھی سات باتین ہین، حضرت عمرؓ نے یہ جواب سنکر فرمایا کہ تم لوگ اس بچہ سے بھی کئے گذرے ہوئے جس کے سر کے گوشہ بھی ابھی درست نہین ہوئے، یہ جواب کیون نہ دیا، گو بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی، کی تعیین کی تھی، لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہین، سبھون نے ایک ایک طاق رات اپنے اپنے قیاس و فہم کے مطابق لی، کسی نے سات کی شب بھی لی، لیکن ابن عباسؓ نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی، حضرت ابن عباسؓ تفسیر مین نہایت دلیری سے کام لیتے تھے، بعض محتاط صحابہؓ اس دلیری کو ناپسند کرتے تھے، لیکن بالآخر ان کو بھی ان کی صداقت

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۲۹۸ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۳۹

Marfat.com

تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا،

ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا، اور اس نے آیت کانتا رتقاً ففتقنا ھما، کا مطلب پوچھا، انھون امتحان کی غرض سے ابن عباسؓ کے پاس بھیدیا کہ ان سے پوچھکر بتاؤ، اس نے جاکر پوچھا، انھون نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے، زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے، سائل نے واپس آکر یہ جواب حضرت ابن عمرؓ کو سنایا، انھون نے کہا ابن عباسؓ کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے، مجھ کو تفسیر قرآن مین ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے[1] حضرت ابن عمرؓ اس کے بعد قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے، بلکہ ابن عباسؓ کے پاس بھیجدیتے تھے، ایک مرتبہ عمرو بن صبشی نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا، انھون نے کہا ابن عباسؓ سے پوچھو، قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہین ان مین سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہین[2]،

علوم قرآنی مین علم الناسخ کی اہمیت بالکل عیان ہے، حضرت ابن عباسؓ اس بحر زخار کے بھی شناور تھے، اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن مین مستحضر تھے، یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ کی لب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے، ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا، اس سے پوچھا ناسخ منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہین، اس نے کہا نہین، فرمایا، تو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسرون کو بھی ہلاک کیا[3]،

گو حضرت ابن عباسؓ قرآن کی تعلیم مین بخل نہ کرتے تھے، اور ان کا دروازہ ہر طالب قرآن کے لئے کھلا ہوا تھا، تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت

[1] اصابہ جلد ۴ ص ۹۲ [2] ایضاً ص ۹۳ [3] کتاب الناسخ والمنسوخ ابو جعفر نحاس،

Marfat.com

ہوگی اور ہر کس و ناکس فہمِ قرآن کا مدعی ہو جائے گا، تو امت مین اختلاف کا دروازہ کھل جائیگا، ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمرؓ کو بھی کرنا پڑا، حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین سارے ممالک محروسہ مین حافظِ قرآن مقرر کر دیئے تھے کہ وہ مسلمانون کو قرآن کی تعلیم دین، ایک دن ابن عباسؓ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حاکم کوفہ کا خط آیا کہ کوفہ والون نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا حضرت عمرؓ نے یہ مژدہ سنکر تکبیر کا نعرہ لگایا، لیکن ابن عباسؓ بولے کہ اب ان مین اختلاف کا تخم پڑ گیا، حضرت عمرؓ نے غصہ سے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، اس واقعہ کے بعد یہ گھر چلے آئے، لیکن حضرت عمرؓ کے دل مین ان کا کہنا کھٹکتا رہا، چنانچہ آدمی بھیجکر ان کو بلا بھیجا، انھون نے عذر کر دیا، دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا، اس تاکید پر یہ چلے آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی، انھون نے کہا پناہ بخدا اب مین کبھی دوبارہ کوئی خیال نہ ظاہر کرون گا، حضرت عمرؓ نے کہا مین طے کر چکا ہون کہ جو تم نے کہا تھا اس کو کہلوا کر رہون گا، اس اصرار پر انھون نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والون نے اتنا اتنا قرآن یاد کر لیا، اس پر مین نے کہا کہ ان لوگون مین اختلاف پیدا ہو گیا، حضرت عمرؓ نے کہا یہ تم نے کیسے جانا، انھون نے سورۂ بقر کی یہ آیتین پڑھ کر سنائین،

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ، وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ

اے محمدؐ! لوگون مین سے بعض ایسے آدمی بھی ہین جن کی باتین تم کو دنیاوی زندگی مین بھلی معلوم ہوتی ہین اور وہ اپنی دلی باتون پر خدا کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ دشمنون مین بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ تمھارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک مین پھرے تاکہ اس مین فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور

Marfat.com

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ،

(بقرہ ع ۲۵)

اللہ فساد کو پسند نہین کرتا اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو ان کو عزتِ نفس گناہ پر آمادہ کرے، ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے، اور لوگون مین کچھ ایسے بھی ہین جو خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہین اور اللہ بندون پر شفقت کرنے والا ہے،

یہ آیتین سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے تم نے سچ کہا ہے[1]

حدیث حضرت ابن عباسؓ ان مخصوص صحابہؓ مین ہین جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہین، اگر حدیث کی کتابون سے ان کی روایتین علٰحدہ کر لی جائین تو اس کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائین گے، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے، ان مین ۵۰ متفق علیہ ہین، یعنی بخاری اور مسلم دونون مین ہین، ان کے علاوہ ۸۸ روایتون مین بخاری منفرد ہین اور ۹۹ مین مسلم[1]

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش و جستجو کا نتیجہ ہین، گو بہت سی روایتین براہِ راست خود زبانِ وحی و الہام سے لی ہین، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۴، ۱۵ سال سے زائد نہ تھی، ظاہر ہے کہ اس عمر مین علم کا اتنا سرمایہ کہان سے حاصل کر سکتے تھے، ان کے ذوقِ علم اور تلاش و جستجو کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہوگا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک انصاری سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۱۰ شرط شیخین [2] تہذیب الکمال ص ۲۰۲

Marfat.com

علیہ وسلم وفات پا گئے، مگر آپ کے اصحاب زندہ ہین چلو ان سے تحصیل علم کرین، انھون نے کہا ابن عباسؓ! مجھکو تم پر حیرت ہوتی ہے تم دیکھتے ہو کہ لوگ علم مین خود تمھارے محتاج ہین، پھر تم دوسرون کے پاس جاتے ہو، یہ جواب سن کر ان کو چھوڑ دیا اور تنہا جہان کہین سراغ ملتا کہ فلان شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے، فوراً مشقت اٹھا کر اس کے پاس پہنچتے اور اطلاع دیتے، وہ گھر سے نکل آتا اور کہتا کہ ابن عم رسولؐ! آپ نے کیسے تکلیف کی، یہ اپنا مدعا بیان کرتے کہ مین نے سنا ہے کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے، وہ کہتا ابن عم رسولؐ! آپ نے کیون زحمت گوارا کی، کسی دوسرے کو بھیج دیا ہوتا، کہتے نہین یہ میرا فرض تھا، اس طریقہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن چن کر خرمنِ علم کا انبار لگایا، جب ان کے فضل و کمال کا چرچا زیادہ ہوا، اس وقت ان انصاری نے جنھون نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تھا، ندامت کے ساتھ اقرار کیا کہ "ابن عباسؓ ہم سے زیادہ عقل مند تھے"[1]

ابو سلمہؓ روایت کرتے ہین کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جس شخص کے متعلق مجھ کو پتہ چلتا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے تو مین خود اس کے مکان پر جا کر حاصل کرتا، حالانکہ اگر مین چاہتا تو راوی کو اپنے یہان بلوا سکتا تھا،[2]

ابو رافعؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، اس لئے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال دیکھنے اور اقوال سننے کا زیادہ موقع ملتا تھا، ابن عباسؓ ان کے پاس کاتب لیکر آتے اور پوچھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان فلان دن کیا کیا کیا، ابو رافعؓ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتا جاتا،[3]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ فضائل ابن عباسؓ [2] سعی ابن عباسؓ فی طلب العلم [3] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۵ [4] اصابہ جلد ۴ ص ۹۲

Marfat.com

اسی تلاش وجستجو نے ان کو اقوال وافعال نبوی کا سب سے بڑا حافظ بنا دیا تھا، اکثر اکابر صحابہؓ کو جو عمر اور مرتبہ مین ان سے کہین زیادہ تھے، ان کے مقابلہ مین اپنے قصورِ علم کا اعتراف کرنا پڑتا تھا، یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ طواف رخصت کئے بغیر لوٹ جائے، حضرت زید بن ثابتؓ انصاری کاتبِ وحی کو معلوم ہوا تو انھون نے پوچھا تم حائضہ عورت کو یہ فتویٰ دیتے ہو، انھون نے کہا ہان، زید بن ثابتؓ نے کہا یہ فتویٰ نہ دیا کرو، انھون نے کہا مین تو یہی دون گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلان انصاریہ سے جاکر پوچھ لیجئے کہ اس کو یہ حکم دیا تھا یا نہین، زید بن ثابتؓ نے جاکر پوچھا تو ابن عباسؓ کا فتویٰ صحیح نکلا چنانچہ ہنستے ہوئے واپس آئے اور بولے تم نے سچ کہا تھا،[1]

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ان مین اور مسور بن مخرمہ مین محرم کے سر دھونے کے بارہ مین اختلاف ہوا، یہ کہتے تھے محرم سر دھو سکتا ہے، مخرمہ اس کے خلاف تھے، اس پر عبداللہ بن عباسؓ نے عبداللہ بن حنین کو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس تحقیق کے لئے بھیجا، یہ اس وقت کپڑا آڑ کئے ہوئے کنوین پر نہا رہے تھے، عبداللہ نے سلام کیا، انھون نے پوچھا کون ہو، کہا مین ہون عبداللہ بن حنین، ابن عباسؓ نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت مین کس طرح سر دھوتے تھے، ابوایوبؓ نے عملاً نقشہ کھینچ کر بتا دیا،[2]

جب صحابۂ کرامؓ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول وفعل کے بارہ مین اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباسؓ کی طرف رجوع کرتے، اس بارہ مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہان سے احرام باندھا؟ صحابہؓ مین بہت اختلاف ہے، سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے کہا کہ ابوالعباس مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ مین آپ کے احرام باندھنے کی

[1] مسند احمد بن حنبل جلد اوّل ص ۲۲۶ [2] ابوداؤد کتاب المناسک باب المحرم یغسل راسہ

Marfat.com

جگہ کی تعیین مین بہت زیادہ اختلاف ہے، انھون نے کہا میرے معلومات اس بارہ مین سب سے زیادہ ہین، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حج کیا ہے، اس لئے لوگون مین اختلاف پیدا ہوگیا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ نے ذوالحلیفہ کی مسجد مین دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا جو لوگ اس وقت موجود تھے، انھون نے اسی کو یاد رکھا، پھر جب آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ چلی تو پھر آپ نے لبیک کہا، اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ یہ سمجھے کہ آپ نے یہین ابتدا کی ہے، چنانچہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہوکر چلے اس وقت سے لبیک کہنا شروع کیا، اس کے بعد جب آپ بلند مقام پہ چڑھے تب لبیک کہا جو لوگ اس وقت آکر ملے، وہ یہان سے ابتدا سمجھے، چنانچہ وہ کہتے ہین کہ جب آپ بلندی پر چڑھے اس وقت سے کہنا شروع کیا، لیکن مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ آپ نے مسجد مین احرام باندھا، اس کے بعد جب اونٹنی چلی تب، اور جب بلند مقام پر چڑھے تب، دونون مرتبہ لبیک کہا۔[1]

روایتون مین احتیاط عموماً کثیر الروایت راویون کے متعلق یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے مین محتاط نہین ہوتے، اور رطب و یابس کا امتیاز نہین رکھتے، لیکن ابن عباسؓ کی ذات اس سے مستثنیٰ اور اس قسم کے شکوک و شبہات سے ارفع و اعلیٰ تھی، وہ حدیث بیان کرتے وقت اس کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے کہ کوئی غلط روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نہ منسوب ہونے پائے، جہان اس قسم کا کوئی خفیف سا بھی خطرہ ہوتا، وہ بیان نہ کرتے، چنانچہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے، جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگون نے ہر قسم کی رطب و یابس حدیثین

[1] ابو داؤد کتاب المناسک باب وقت الاحرام،

Marfat.com

بیان کرنا شروع کردین، اس وقت سے ہم نے روایت ہی کرنا چھوڑ دیا،[1] لوگون سے کہتے کہ تم کو قال رسول اللہ کہتے وقت یہ خوف نہین معلوم ہوتا کہ تم پہ عذاب نازل ہو جائے یا زمین شق ہو جائے اور تم اس مین سما جاؤ،[2] اسی احتیاط کی بنا پر فتویٰ دینے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لیتے تھے[3] کہ آپ کی طرف نسبت کرنے کا بار نہ اٹھانا پڑے،

حلقۂ درس

حضرت ابن عباسؓ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، سینکڑون طلبہ گار روزانہ ان کے خرمنِ کمال سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس کیلئے وقف تھا، کبھی کوئی شخص ان کے چشمۂ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا، اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسین خصوصیت کے ساتھ درس و تدریس اور علمی مذاکرون کے لیے مخصوص تھین، اور ان مین باقاعدہ ہر علم و فن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی، ابو صالح تابعی بیان کرتے ہین کہ "مین نے ابن عباسؓ کی ایک ایسی علمی مجلس دیکھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہوگا، اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباسؓ کے مکان کے سامنے آدمیون کا اتنا اژدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمد و رفت مشکل تھی، مین نے جاکر اس اژدحام کی اطلاع دی تو مجھ سے پانی مانگا، مین پانی لایا، انھون نے وضو کیا، وضو کر کے بیٹھ گئے، پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے جس شعبہ کے متعلق جو سائل ہون، ان کو اطلاع دو، مین نے اطلاع دی، دیکھتے دیکھتے سائلون سے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے، جس نے جو سوال کیا اس کے سوال سے زیادہ اس کو جواب دیکر رخصت کیا، پھر مجھ سے کہا جاؤ حرام و حلال اور فقہ کے سائلون کو بلاؤ، مین نے ان لوگون کو اطلاع دی، چنانچہ ان کا جم غفیر آیا، اور جن کو جو سوالات کرنا تھے پیش کئے، فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے

---

[1] مسند دارمی باب فی الحدیث عن الثقات [2] ایضاً باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم [3] مسند احمد ابن حنبل جلد اول ص ۳۵۰،

Marfat.com

سوالات سے زیادہ جواب دیکر رخصت کیا، پھر فرمایا کہ اب تمھارے دوسرے بھائیون کی باری ہے، اس کے بعد فرائض وغیرہ کے سائلون کو بلایا، ان کی تعداد بھی اتنی بڑی تھی کہ پورا گھر بھر گیا، ان کے پیشرووں کی طرح ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دے کر فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا کہ عربی زبان، شعر و شاعری اور ادب و انشاء کے سائلون کو بلاؤ، چنانچہ مین نے اطلاع دی، یہ لوگ آئے، ان کے ہجوم کا بھی وہی حال تھا، ان لوگون نے جو سوالات کئے، ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیئے، ابو صالح یہ واقعہ بیان کرکے کہتے ہین کہ مین نے کسی شخص کی اتنی بڑی مجلس نہین دیکھی تھی[1]

درس کے ان مستقل حلقون کے علاوہ کبھی کسی نماز کے بعد تقریر اور خطبہ کے ذریعہ سے تعلیم دیتے، عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہین کہ ایک دن ابن عباسؓ نے عصر کے بعد ہم لوگون کے سامنے تقریر کی، اور اتنی دیر تک کرتے رہے کہ آفتاب غروب ہوگیا، اور تارے نکل آئے، لوگون نے نماز نماز کی آوازین بلند کرنا شروع کین، ایک تمیمی نے مسلسل نماز کہنا شروع کیا، ابن عباسؓ جھنجھلا کر بولے لا اُمّ لك، تو مجھ کو سنت کی تعلیم دیتا ہے، مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ ظہر، عصر اور مغرب و عشاء کی نمازین ایک ساتھ پڑھتے تھے، عبداللہ بن شقیق کے دل مین یہ بات کھٹکتی رہی، انھون نے جاکر حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا، حضرت ابوہریرہؓ نے کہا ہان صحیح ہے[2]

حضر کے علاوہ سفر مین بھی ان کا یہ چشمۂ فیض جاری رہتا تھا، چنانچہ جب چند دنون کے لئے حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لیجاتے تھے، اس وقت بھی ان کی قیامگاہ طالبانِ علم کی درسگاہ بنجاتی،[3]

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۳۸ [2] مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرہا باب الجمع بین الصلوٰتین فی الحضر [3] استیعاب جلد اوّل ص ۳۵۳

Marfat.com

ترجمان کا تقرر اسلامی فتوحات کے بعد جب اسلام عرب کے حدود سے نکل کر ایران و مصر وغیرہ مین پھیلا، تو وہ قومین اسلام کے حلقۂ اثر مین آئین جنکی زبان عربون سے جدا تھی، ابن عباسؓ نے ان کی آسانی کے لئے مخصوص ترجمان رکھے کہ ان کو سوال مین زحمت نہ ہو،[1]

تلامذہ ان کی اس فیض رسانی و علم و عرفان کی بارش نے ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا، جن کی تعداد ہزارون تک پہنچ جاتی ہے، مشہور تلامذہ اور شاگردون کی مختصر فہرست یہ ہے،

بیٹون مین محمد اور علی، پوتون مین محمد بن علی، بھائیون مین کثیر، بھتیجون مین عبد اللہ ابن عبید اللہ، اور عبد اللہ بن معبد، عام لوگون مین عبد اللہ بن عمر، ثعلبہ بن حکم، مسور بن مخرمہ، ابو الطفیل، ابو امامہ بن سہل، سعید بن مسیب، عبد اللہ بن حارث، عبد اللہ بن عبد اللہ، عبد اللہ بن شداد، یزید بن اصم، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، ابو حمرہ ضبعی، ابو مجلز لاحق بن حمید، ابو رجاء عطاروی، قاسم بن محمد، عبید بن اسباق، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین، عبید اللہ ابن عبد اللہ بن عتبہ، عکرمہ، عطاء، طاؤس، کریب، سعید بن جبیر، مجاہد، عمرو بن دینار، ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ ربعی، ابو الشعثاء، جابر بن زید، بکر بن عبد اللہ مزنی، حصین بن جندب، حکم بن اعرج، ابو العالیہ، حطان بن خفاف، حمید بن عبد الرحمن بن عوف، رفیع ابو العالیہ، مقسم، ابو صالح السمان، سعد بن ہشام، سعید بن ابو الحسن بصری، سعید بن جویرث، سعید بن ابی ہند، ابو الحباب سعید بن یسار، سلیمان بن یسار، ابو زمیل سماک بن ولید، سنان بن سلمہ، صہیب، طلحہ بن عبد اللہ بن عوف، عامر الشعبی، عبد اللہ بن ابی ملیکہ، عبد اللہ بن کعب ابن مالک، عبد اللہ بن عبید، عبید بن حنین، عبد الرحمن بن مطعم، عبد الرحمن بن وعلہ،

[1] مسلم جلد اوّل

Marfat.com

عبدالعزیز بن رفیع، عبدالرحمٰن بن عابس نخعی، عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور، عبیداللہ بن یزید الملکی، علی بن ابوطلحہ، عمرو بن مرہ، عمرو بن میمون، عمران بن حطان، عمار بن ابی عمار، محمد بن عباد بن جعفر، مسلم بن یسیح، مسلم القریر، موسیٰ بن مسلمہ، میمون بن مہران جزری، نافع بن جبیر بن مطعم، ناعم، نضر بن انس، یحییٰ بن یعمر، ابوالبختری الطائی، ابوالحسان الاعرج، یزید بن ہرمز، ابوحمزہ قصاب، ابوالزبیر مکی، ابوعمر البہرانی، ابوالمتوکل الناجی، ابونضرہ العبدی، فاطمہ بنت حسین، محمد بن سیرین وغیرہم[1]

فقہ وفرائض | حضرت ابن عباسؓ کے فتاویٰ فقہ کی سنگ بنیاد ہیں، اس کی تشریح کے لئے ایک دفتر چاہیئے، اس لئے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں، تاہم ان کی فقہ دانی کا سرسری اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ خلیفہ مامون الرشید کے پروتے نے جو اپنے زمانہ کے امام تھے، ان کے فتاویٰ ۲۰ جلدوں میں جمع کئے تھے[2]

مکہ میں فقہ کی بنیاد ان ہی نے رکھی، وہ تمام فقہاء جن کا سلسلہ مکہ کے شیوخ تک پہنچتا ہے، وہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے خوشہ چین تھے، ایک فقیہ ومجتہد کے لئے قیاس ناگزیر ہے کیونکہ وقتاً فوقتاً بہت سے ایسے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں، جو حضرت حاملِ شریعت علیہ السلام کے عہد میں نہ تھے، اور ان کے متعلق کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے، ایسے وقت میں مجتہد کا یہ فرض ہے کہ وہ منصوصہ احکام اور ان میں علت مشترک نکال کر ان پر قیاس کرکے حکم صادر کرے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجائے گا، حضرت ابن عباسؓ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے جواب مل جاتا تو فبہا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے بھی مقصد برآری نہ

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳

Marfat.com

ہوتی، تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا فیصلہ دیکھتے، اگر اس سے بھی عقدہ نہ حل ہوتا، تو پھر اجتہاد کرتے،[1] مگر اسی کے ساتھ قیاس بالرائے کو برا سمجھتے تھے، چنانچہ وہ اس کی مذمت مین کہتے ہین کہ "جو شخص کسی مسئلہ مین ایسی رائے دیتا ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ مین نہین ہے تو میری سمجھ مین نہین آتا کہ جب وہ خدا سے ملے گا تو اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا"[2]

حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت مین کچھ لوگ مرتد ہو گئے، حضرت علیؓ نے ان کو زندہ جلا دیا، ابن عباسؓ کو معلوم ہوا تو کہا اگر ان کی جگہ مین ہوتا، تو جلانے کے بجائے قتل کی سزا دیتا، کیونکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مذہب تبدیل کرے اس کو قتل کر دو، پھر فرمایا کہ "جو عذاب خدا کا مخصوص ہے، اس کو تم لوگ نہ دو"، یعنی آگ مین کسی کو نہ جلاؤ، حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا ابن عباسؓ پر افسوس ہے،[3]

فقہ کے ساتھ ساتھ فرائض مین بھی درک تھا، اگرچہ وہ اس فن مین حضرت معاذ بن جبلؓ زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے برابر نہ تھے، تاہم عام صحابہؓ مین حضرت ابن عباسؓ بھی اس فن مین ممتاز درجہ رکھتے تھے، عبید اللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حساب اور فرائض مین ابن عباسؓ ممتاز درجہ رکھتے تھے،[4]

دیگر علوم | ان مذہبی علوم کے علاوہ ان تمام علوم مین جو اس زمانہ مین لازمۂ شرافت سمجھے جاتے تھے، کافی دستگاہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ ان کے حلقۂ درس مین عربی شعر و شاعری اور ادب و انشاء کے طالبین بھی آتے تھے، عربون مین شاعری لازمۂ شرافت تھی، بالخصوص قریش کی آتش بیانی مشہور تھی، ابن عباسؓ نہ صرف سخن سنج تھے، بلکہ خود بھی اشعار کہتے تھے، ابن رشیق نے ان کے یہ چند اشعار کتاب العمدہ

[1] اعلام الموقعین جلد اوّل ص ۱۳ [2] ایضاً [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۳۹ [4] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۹۳،

Marfat.com

ین نمونہ کے طور پر نقل کئے ین،

اذا طار قات الھم ضاجعت الفتی واعمل فکر اللیل واللیل عاکر

جب رات کے آنے والے غم کسی جوانمرد کے ساتھ ہم خواب ہوتے ین اور شب کے آخر حصہ ین تفکرات اپنا عمل کرتے ین،

وباکرنی فی صاحبۃ لم یجد بھا سوای ولا من نکبۃ الدھر ناصر

اور وہ صبح کو میرے پاس اسی حالت ین اپنی حاجت لیکر آتا ہے کہ اس ین اور اسکی زمانہ کی بدنصیبون ین اسکا کوئی مددگار نہین ہوتا

فرجت بمالی ھمہ من مقامہ وزائلہ ھم طروق مسامر

تو ین اپنے مال کے ذریعہ اس کا غم دور کرتا ہون اور اس کے رات کی آنے والے تفکرات دور ہو جاتے ین،

وکان لہ فضل علی بظنہ بی الخیر انی للذی ظن شاکر

اور ین اسی کا ممنون ہون کیونکہ وہ میرے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور جو شخص میری ساتھ حسن ظن رکھتا ہو اسکا ین مشکور ہوتا ہون

شعر گوئی کے ساتھ فصیح و بلیغ بھی تھے، اگرچہ خطیب کی حیثیت سے انھون نے کوئی شہرت نہین حاصل کی، تاہم ان کی روزانہ کی گفتگو بھی ادب کی چاشنی سے خالی نہ ہوتی تھی، مسروق کا بیان ہے کہ جب ابن عباسؓ گفتگو کرتے تھے تو فصیح ترین آدمی معلوم ہوتے تھے[1]، حضرت حسینؓ کی وفات کے بعد ان ین اور امیر معاویہؓ ین جو گفتگو ہوئی ہی، وہ حسن بیان کا ایک دل آویز نمونہ ہے[2]،

معاویہؓ: اجرک اللہ ابا العباس فی ابی محمد الحسن بن علی

معاویہؓ: ابو العباس خدا تمھین ابی محمد الحسن بن علی کی موت پر اجر دے،

فقال ابن عباسؓ: انا للہ وانا الیہ راجعون وغلبہ البکاء فرد ثم

ابن عباسؓ:- ابن عباسؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور آنسو ضبط کر کے بولے خدا کی قسم انکی

[1] کتاب العمدہ ص ۵ [2] استیعاب جلد اوّل ص ۳۸۴ [3] کتاب البیان والتبیین جاحظ جلد ۲ ص ۱۸۰،

Marfat.com

قال لا یسد د اللہ سمکانہ حفرتک ولا یدیل موتہ
فی اجلک واللہ لقد اصبنا بمن ھو اعظم
منہ فقد فما ضیعنا واللہ لعلہ

موت سے تمھاری قبر پر نہ ہو جائیگی اور نہ انکی موت سے تمھاری زندگی
مین کچھ اضافہ ہوگا، خدا کی قسم ہم کو ان سے بڑے کی موت کا صدمہ
اٹھانا پڑا خدا کی قسم اس کے بعد ہمارا کیا چارہ تھا،

معاویہؓ:- کم کانت سنہ

معاویہؓ:- ان کی عمر کتنی تھی،

ابن عباسؓ:- مولدہ اشھر من
ان تتعرف سنہ

ابن عباسؓ:- ان کی ولادت اتنی مشہور ہے کہ تم کو
ان کی عمر معلوم کرنے کی ضرورت نہین،

معاویہؓ:- ما خلف ترک اولادا صغارا

معاویہؓ:- میرا خیال ہے کہ انھون نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہونگے

ابن عباسؓ:- کان کلنا صغارا فکرولئن
اختارا للہ لابی محمد لنفسہ ما وقبضہ
الی رحمتہ لقد ابقی اللہ اباعبد اللہ وفی
مثلہ الخلف الصالح،

ابن عباسؓ:- ہم سب چھوٹے تھے پھر بڑے ہوئے،
اگر خدا نے ابو محمد (حسنؓ) کو اپنی رحمت کی طرف بلالیا تو ابھی
اس نے ابو عبد اللہ (حسینؓ) کو زندہ رکھا ہے اور ان کے
ایسے لوگ خلف صالح ہوتے ہین،

تقریر اس قدر شیرین ہوتی تھی کہ بے ساختہ سننے والون کی زبانون سے مرحبا نکل جاتا، ہم نے مستدرک حاکم کے حوالہ سے اوپر کہین نقل کیا ہے کہ شقیق بیان کرتے تھے کہ "ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ حج کے موسم مین سورۂ نور کی تفسیر اس اچھوتے انداز سے بیان کی تھی کہ اس سے بہتر نہ میرے کانون نے سنی تھی، نہ آنکھون نے دیکھی تھی، اگر اس کو فارس و روم سن لیتے تو پھر ان کو اسلام سے کوئی چیز نہ روک سکتی"، ابن ابی شیبہ کی روایت مین اتنا اور اضافہ ہے کہ ایک شخص بولا کہ ابن عباس کی شیرین بیانی اور حلاوت پر میرا بے اختیار دل چاہتا تھا کہ ان کا سر چوم لون"[1]

ابن عباسؓ کی جامعیت

اوپر کی تفصیلات سے ان کی جامعیت کا اندازہ ہوا ہوگا، عبید اللہ بن عبد اللہ

[1] اصابہ بحوالہ ابن ابی شیبہ تذکرہ عبد اللہ بن عباسؓ،

Marfat.com

کے اس تبصرہ سے اس کا پورا اندازہ ہو گا وہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانہ کے علوم مین کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، معاملہ فہمی اور اصابتِ رائے مین وہ سب پر فائق تھے، نسب دانی اور تاویلِ قرآن کے بڑے ماہر تھے، احادیث نبوی اور ابو بکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے فیصلون کا ان سے زیادہ کوئی واقف کار نہ تھا، شعر و شاعری، ادب، تفسیر، حساب اور فرائض مین ممتاز درجہ رکھتے تھے، اور ان سب مین ان کی رائے بے نظیر ہوتی تھی، ان کے علمی مذاکرے کے دن مقرر تھے، کسی دن فقہ کا درس دیتے تھے، کسی دن تاویلِ قرآن پر روشنی ڈالتے، کسی دن مغازی کے واقعات کا تذکرہ کرتے، کسی دن ایامِ عرب کی داستان سناتے، کسی دن شعر و شاعری کا چرچا ہوتا، غرض ان کا چشمۂ فیض ہر دن نئے رنگ سے ابلتا تھا، مین نے کسی بڑے سے بڑے عالم کو نہین دیکھا جو تھوڑی دیر کے لئے ان کی صحبت مین بیٹھا ہو اور ان کے کمالِ علم کے سامنے اس کی گردن نہ جھک گئی ہو، کسی علم کے متعلق کوئی سوال بھی کرتا اس کو اس کا جواب ضرور ملتا"[1]

معاصرین کا اعتراف

حضرت ابن عباسؓ صحابہؓ کی جماعت مین گو عمر مین بہت چھوٹے تھے، مگر ان کا علم سب سے بڑا تھا، ان کے تمام معاصرین جن مین سے بڑے بڑے صحابہؓ تک تھے، ان کے فضل و کمال کے معترف تھے،

حضرت عمرؓ فرماتے تھے ابن عباسؓ ادھیڑ عمر والون مین نوجوان ہین، ان کی زبان سائل اور ان کا ذہن رسا ہے، مجاہد تابعی کہتے تھے کہ مین نے ابن عباسؓ کے فتاوی سے بہتر کسی شخص کا فتوی نہین دیکھا، علاوہ اس شخص کے جو قال رسول اللہ کہتا ہے"، طاؤس کہتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانسو اصحابؓ کو دیکھا ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ مین ابن عباسؓ سے مباحثہ کرتے اور دونون مین اختلافِ رائے ہوتا تو آخر مین ابن عباسؓ ہی کی رائے

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۹۳-۱۹۴،

Marfat.com

پر فیصلہ ہوتا"

عبید اللہ بن عباسؓ کہتے تھے کہ مین نے عبد اللہ بن عباسؓ سے زیادہ سنت کا عالم، ان سے زیادہ صائب الرائے، ان سے بڑا دقیق النظر کسی کو نہین دیکھا، حضرت عمرؓ باوجود اپنے ملکۂ اجتہاد اور مسلمانون کی خیر خواہی کے ابن عباسؓ کو مشکلات کے لئے تیار کرتے تھے، قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ "ہم نے ابن عباسؓ کی مجلس مین کبھی کوئی باطل تذکرہ نہین سنا، اور ان سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنتِ نبوی کے مشابہ نہین دیکھا"، طاؤس تابعی حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بہت رہا کرتے تھے، ابو سلیم نے ان پر اعتراض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہؓ کو چھوڑ کر تم اس چھوکرے سے کیون چمٹے رہتے ہو؟ انھون نے کہا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر اصحابؓ کو دیکھا ہے جب وہ کسی مسئلہ مین گفتگو کرتے تھے تو آخر مین ان کو ابن عباسؓ ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا، حضرت زید بن ثابتؓ کا انتقال ہوا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا آج اس امت کا عالم اٹھ گیا، امید ہے کہ خدا ابن عباسؓ کو ان کا قائم مقام بنائے گا، مشہور عالم صحابی ابی بن کعبؓ کے بیٹے محمد روایت کرتے ہین کہ ابن عباسؓ ایک دن میرے والد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ اٹھ کر چلے تو میرے باپ نے کہا کہ ایک دن یہ شخص اس امت کا حبر (زبردست عالم) ہوگا، حضرت ابی بن کعبؓ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور ابن عباسؓ اپنے کثرت علم کی وجہ سے حبر الامۃ کہلانے لگے،

معاصرین کی عزت اس ذاتی علم و فضل کے باوجود دوسرے علماء کی بڑی عزت کرتے تھے، اور ان سے نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے تھے، ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ سوار ہوئے

۱؎ یہ تمام اقوال استیعاب سے منقول ہین جلد اوّل ص ۳۸۴ ۲؎ اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۹۴ ۳؎ اصابہ جلد ۴ ص ۹۲ ۴؎ ایضاً ص ۹۱ ۵؎ مستدرک حاکم فضائل ابن عباسؓ،

Marfat.com

تو ابن عباسؓ نے احتراماً ان کی رکاب تھام لی، زید بن ثابتؓ نے کہا اے ابن عم رسول! ایسا نہ کیجئے، فرمایا ہم کو اپنے علماء کا ایسا ہی احترام کرنا چاہیئے، زید بن ثابتؓ نے ان کا ہاتھ چوم کر کہا، ہم کو اپنے نبی کے اہل بیت کا ایسا ہی احترام کرنا چاہیئے[1]

بدعت سے نفرت عقیدہ کی صحت مذہب کی روح ہے، اس مین جہان رخنہ پیدا ہوا، مذہب کی بنیادین ہل جاتی ہین، تقدیر کا مسئلہ مذہب مین ایسا نازک اور پیچیدہ ہے کہ اس مین ادنیٰ افراط وتفریط سے عظیم الشان فتنون کا دروازہ کھل جاتا ہے، صحابہؓ کے آخر زمانہ مین نومسلم عجمیون کے ذریعہ سے خیر وشر اور قضا وقدر کی بحث عراق مین پیدا ہوچلی تھی، ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ کو معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے، اس وقت ان کی آنکھون کی بصارت زائل ہوچکی تھی، پھر بھی لوگون سے کہا کہ مجھکو اس شخص تک پہنچادو، لوگون نے پوچھا آپ اس کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کرین گے؟ بولے اگر ہوسکا تو اس کی ناک کاٹ ڈالون گا، اور اگر گردن ہاتھ مین آگئی تو اس کو توڑدون گا، مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ "مین نبو فہر کی عورتون کو دیکھ رہا ہون کہ وہ خزرج کا طواف کر رہی ہین، اور سب کی سب اعمالِ شرک مین مبتلا ہین"، تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے، مین اس ذات کی قسم کھاکر کہتا ہون جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کہ ایسے لوگون کی بری رائے یہین تک نہ محدود رہے گی، بلکہ جس طرح انھون نے خدا کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے، اسی طرح اسکی خیر کی تقدیر سے منکر ہوجائین گے[2]

رسول کی محبت حضرت ابن عباسؓ کو ذات نبویؐ کے ساتھ غیر معمولی شیفتگی اور گرویدگی تھی، آپ کی وفات کے موقع کے ایک واقعہ کو یاد کرتے تو روتے روتے بیقرار ہوجاتے، سعید بن جبیر تابعی

[1] اصابہ جلد ۴ ص ۹۲ [2] مسند احمد بن حنبل جلد اوّل ص ۳۳۰،

Marfat.com

روایت کرتے ہین کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا، پنجشنبہ کا دن، کون پنجشنبہ" اتنا کہنے پائے تھے، ابھی مبتدا کی خبر بھی نہ نکلی تھی کہ زار و قطار رونے لگے، اور اس قدر روئے کہ سامنے پڑے ہوے سنگریزے ان کے آنسوؤن سے تر ہو گئے، ہم لوگون نے کہا ابو العباس! پنجشنبہ کے دن مین کیا خاص بات تھی، بولے اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے شدت پکڑی تھی، آپنے فرمایا، دو لاؤ مین تم لوگون کو ایک پرچہ پر لکھ دون کہ گمراہی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاؤ، اس پر لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبیؐ کے پاس جھگڑا مناسب نہین ہے اور کہنے لگے کہ (بیماری کی تکلیف سے) ہذیان ہو گیا ہے، اور آپسے بار بار پوچھتے تھے کہ یہ حکم آپ جو اس کی حالت مین دے رہے ہین، یا ہذیان ہے، آپنے فرمایا میرے پاس سے ہٹ جاؤ، مین جس حالت مین ہون وہ اس سے بہتر ہے، جس کی طرف مجھے لیجانا چاہتے ہو[1]

رسول کی خدمت

ام المومنین حضرت میمونہؓ ان کی خالہ تھین، یہ ان کے پاس بہت رہا کرتے تھے، اکثر راتون کو بھی رہ جاتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری کا بھی انھین موقعہ ملتا رہتا تھا، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہؓ کے گھر مین تشریف فرما تھے، ابن عباسؓ نے آپکے لئے وضو کا پانی رکھا، حضرت میمونہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابن عباسؓ نے آپکے لئے وضو کا پانی رکھا ہے، آپنے دعا دی "خدایا ان کو دین مین سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما"

ایک دوسری روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاے ضرور سے فارغ ہو کر تشریف لائے، تو ایک طشت مین پانی ڈھکا ہوا رکھا دیکھا پوچھا کس نے رکھا ہے، ابن عباسؓ نے عرض کی مین نے، فرمایا "خدایا ان کو قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما"[2] کبھی کبھی آپ خود

[1] مسند احمد بن حنبل جلد اوّل ص ۳۳۰ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۳۴ و ۵۳۷، بشرط شیخین،

Marfat.com

بھی ان سے کام لیا کرتے تھے، ایک دفعہ یہ بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، سمجھ گئے کہ میرے پاس آرہے ہین، بچپن کا زمانہ تھا، بھاگ کے ایک مکان کے دروازے کی آڑ مین چھپ رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت سے آکر پکڑ لیا، اور فرمایا جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ، معاویہ اس وقت آپکے کاتب تھے، ابن عباسؓ نے جاکر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھاری ضرورت ہے، فوراً چلو[1]

رسول کا احترام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ نماز مین بھی آپکے برابر کھڑا ہونا گستاخی سمجھتے تھے، ایک مرتبہ آخر شب مین نماز کے لئے کھڑے ہوئے، ابن عباسؓ آکر پیچھے کھڑے ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے برابر کر لیا، اس وقت تو یہ ساتھ کھڑے ہو گئے، مگر جیسے ہی آپنے نماز شروع کی، ابن عباسؓ ہٹ کر اپنی جگہ پر آگئے، نماز ختم کرنے کے بعد آپنے پوچھا کہ "مین نے تم کو اپنے ساتھ کھڑا کیا تھا تم پیچھے کیون ہٹ گئے"، عرض کی "کسی کی یہ مجال نہین ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بہ شانہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معقول عذر پر خوش ہوئے اور ان کے لئے فہم و فراست کی دعا فرمائی[2]

امہات المومنین کا احترام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غیر معمولی عقیدت کا فطری اقتضا یہ تھا کہ وہ امہات المومنین کے ساتھ بھی اس عزت و تکریم سے پیش آتے تھے، جب حضرت میمونہؓ کا انتقال ہوا، اور لوگ مقام سرف مین جنازہ کی شرکت کے لئے جمع ہوئے تو انھون نے کہا کہ "لوگو! یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم کا جنازہ ہے، نعش آہستہ اٹھاؤ ہلنے نہ پائے"[3]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۳۴ و ۵۳۷ بشرط الشیخین [2] ایضاً [3] مسلم کتاب الرضاع باب جواز ذہابہا لفرتہا،

Marfat.com

یہ احترام حضرت میمونہؓ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ تمام امہات المومنینؓ کے ساتھ وہ اسی تعظیم سے پیش آتے تھے، البتہ خاندانی مناقشوں کی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے کچھ بدمزگی ہو گئی تھی، مگر ان کی وفات سے پہلے خود ان کے درِ دولت پر حاضر ہو کر صفائی کر لی،

ذکوان حضرت عائشہؓ کے حاجب بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہؓ کے مرض الموت مین ابن عباسؓ آئے، اور حضوری کی اجازت چاہی، مین نے حضرت عائشہؓ سے جا کر عرض کی، اس وقت حضرت عائشہؓ کے بھتیجے، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، انھون نے بھی کہا کہ ابن عباسؓ آنے کی اجازت چاہتے ہین، بولین ان کو آنے کی ضرورت نہین، عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے کہا، اماں! ابن عباسؓ آپ کے سعادت مند بیٹے ہین، وہ سلام کرتے ہین، اور رخصت کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہین، ان کو اجازت دیجئے، فرمایا خیر اگر تم چاہتے ہو تو بلا لو، چنانچہ ان کو باریابی کی اجازت مل گئی، بیٹھنے کے بعد عرض کی، آپ کو بشارت ہو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا چاہتی ہین،) حضرت عائشہؓ نے جواب مین فرمایا "تم کو بھی بشارت ہو"، اس خوش آیند سلسلۂ کلام کے بعد ابن عباسؓ نے عرض کی کہ اب آپ کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اعزہ و احباب سے ملنے مین صرف روح کو جسم کا ساتھ چھوڑنے کی دیر ہے، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ طیب ہی چیز کو محبوب رکھتے تھے، پھر حضرت عائشہؓ کے فضائل بیان کیے،[1]

[1] مسند احمد بن حنبل جلد اوّل صفحہ ۲۷۶،

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

نام، نسب عبداللہ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام ام عبد تھا، شجرۂ نسب یہ ہے:۔ عبداللہ بن مسعودؓ بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر،

حضرت عبداللہؓ کے والد مسعود ایامِ جاہلیت مین عبد بن حارث کے حلیف تھے،[1]

ابتدائی حالات ایامِ جاہلیت مین زمانۂ طفولیت عموماً بھیڑ بکریون کے چرانے مین بسر ہوتا تھا، یہان تک کہ شرفاء و امراء کے بچے بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، گویا یہ ایک درسگاہ تھی جہان سادگی، جفاکشی، وفاشعاری اور راستبازی کا عملی سبق دیا جاتا تھا،

مکہ مین جب دعوتِ توحید کا غلغلہ بلند ہوا تو حضرت عبداللہؓ اسی درسگاہ مین تعلیم پاتے تھے اور عقبہ بن معیط کی بکریان ان کے سپرد تھین،[2]

اسلام ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مونس و ہمدم حضرت ابوبکر صدیقؓ کیساتھ اس طرف سے گذرے جہان یہ بکریان چرا رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے فرمایا، "صاحبزادے! تمھارے پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھاؤ"، بولے "مین آپ کو دودھ نہین دے سکتا کیونکہ یہ دوسرے کی امانت ہے"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تمھارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچے نہ دیئے ہون"، عرض کی "ہان"، اور ایک بکری پیش کی، آپنے

[1] اسد الغابہ جلد ۳ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ، [2] ایضاً،

Marfat.com

تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، یہان تک کہ وہ دودھ سے لبریز ہوگیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو علٰحدہ لیجا کر دوہا تو اس قدر دودھ نکلا کہ تینون آدمیون نے یکے بادیگرے خوب سیر ہوکر نوش فرمایا[1]، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا خشک ہوجا اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا،

اس کرشمۂ قدرت نے حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کے دل پر بے حد اثر کیا، حاضر ہوکر عرض کی "مجھے اس مؤثر کلام کی تعلیم دیجئے"، آپ نے شفقت سے ان کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا "تم تعلیم یافتہ بچے ہو"، غرض اس روز سے وہ معلمِ دینِ مبین کے حلقۂ تلمذ مین داخل ہوئے، اور بلاواسطہ خود مہبطِ وحی والہامؑ سے ستر سورتون کی تعلیم حاصل کی جن مین کوئی ان کا شریک و سہیم نہ تھا[2]،

اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ خدمت بابرکت مین حاضر رہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خادم خاص بنا لیا، انشاء اللہ آگے ایک خاص باب مین خدمت گذاریون کی تفصیل آئے گی،

جوشِ ایمان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس زمانہ مین ایمان لائے تھے جب کہ مومنین کی جماعت صرف چند اصحاب پر مشتمل تھی اور مکہ کی سرزمین مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نے علانیہ بلند آہنگی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی جرأت نہین کی تھی، چنانچہ ایک روز مسلمانون نے باہم مجتمع ہوکر اس مسئلہ پر گفتگو کی اور سب نے بالاتفاق کہا "خدا کی قسم! قریش نے ابتک بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے نہین سنا"، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس پرخطر فرض کو کون انجام دے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۲ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ [2] مسند احمد بن حنبل،

Marfat.com

لوگون نے کہا کہ تمھارا خطرہ مین پڑنا مناسب نہین، اس کام کے لئے تو ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا خاندان وسیع ہو، اور وہ اس کی حمایت مین مشرکین کے دستِ ستم سے محفوظ رہے، لیکن حضرت عبداللہؓ نے جوشِ ایمان سے برانگیختہ ہو کر کہا دمجھے چھوڑ دو! خدا میرا محافظ ہے"!

غرض دوسرے روز چاشت کے وقت جب کہ تمام مشرکینِ قریش اپنی انجمن مین حاضر تھے، اس دارفتۂ اسلام نے ایک طرف کھڑے ہو کر سازِ توحید پر مضراب لگائی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد علّم القرآن کا سحر آفرین راگ چھیڑا، مشرکین نے تعجب اور غور سے سنکر پوچھا دابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟، کسی نے کہا کہ محمدؐ پر جو کتاب اتری ہے اس کو پڑھتا ہے، یہ سننا تھا کہ تمام مجمع غیظ و غضب سے مشتعل ہو کر ٹوٹ پڑا اور اس قدر مارا کہ چہرہ ورم کر آیا، لیکن جس طرح پانی کے چند چھینٹے آگ کو اور زیادہ مشتعل کر دیتے ہین، اسی طرح حضرت عبداللہؓ کا شعلۂ ایمان اس ظلم و تعدی سے بھڑک اٹھا، مشرکین مارتے گئے لیکن ان کی زبان بند نہ ہوئی،

حضرت عبداللہؓ جب اس فرض کو انجام دے کر خستگی و شکستہ حالی کے ساتھ اپنے احباب مین واپس آئے تو لوگون نے کہا کہ ہم اسی ڈر سے تم کو جانے نہ دیتے تھے، بولے "خدا کی قسم! دشمنانِ خدا آج سے زیادہ میری نظر مین کبھی ذلیل نہ تھے، اگر تم چاہو تو کل بن پھر اسی طرح ان کے مجمع مین جا کر قرآن کریم کی تلاوت کرون، لوگون نے کہا، بس جانے دو، اس قدر کافی ہے کہ جس کا سننا وہ ناپسند کرتے تھے اس کو تم نے بلند آہنگی کے ساتھ ان کے کانون تک پہنچا دیا"[1]

[1] اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ،

Marfat.com

ہجرت حضرت عبداللہؓ کے جوش وغیرتِ ایمان نے رفتہ رفتہ تمام مشرکینِ قریش کو دشمن بنادیا، یہان تک کہ ان کی مسلسل وپیہم ایذارسانیون سے تنگ آکر دو دفعہ سرزمینِ حبش کی صحرا نوردی پر مجبور ہوئے، پھر تیسری دفعہ دائمی ہجرت کا ارادہ کرکے یثرب کی راہ لی اور یہان پہنچکر حضرت معاذ بن جبلؓ کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد ان دونون مین بھائی چارہ کرادیا، اور مستقل سکونت کے لئے حضرت عبداللہؓ کو مسجد نبوی کے متصل ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا[1]

غزوات حضرت عبداللہؓ تمام مشہور واہم جنگون مین جانبازی وپامردی کے ساتھ سرگرم پیکار تھے، غزوۂ بدر مین دو انصاری نوجوانون نے سرخیلِ کفار ابوجہل بن ہشام کو تہ تیغ کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ابوجہل کی خبر لاتا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی، اس کی ڈاڑھی پکڑکر کہا کہ ابوجہل تو ہی ہے[2]

غزوۂ احد، خندق، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ مین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، مکہ سے واپس آتے ہوئے راہ مین غزوۂ حنین پیش آیا، اس جنگ مین مشرکین اس طرح یکایک ٹوٹ پڑے کہ مسلمان بدحواسی کے ساتھ منتشر ہوگئے اور دس ہزار کی جماعت مین سے صرف اثنی اصحاب ثابت قدمی کے ساتھ شمعِ نبوت کے اردگرد پروانہ وار اپنی فدویت کے جوہر دکھاتے رہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان ہی جان نثارون مین تھے، فرماتے ہین کہ جب مشرکین نے سخت حملہ کیا تو ہم لوگ تقریباً اثنی قدم تک پسپا ہوئے لیکن پھر جم کر کھڑے ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رہوار کو آگے بڑھاتے تھے لیکن وہ پیچھے کی طرف ہٹتا تھا، اسی حالت مین آپ ایک دفعہ زین سے جھکے، مین نے پکار کر کہا دد آپ سر بلند رہین، خدا نے آپ کو

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جلد ۳ تذکرۂ عبداللہ بن مسعودؓ [2] بخاری جلد ۲ ص ۵۶۵،

Marfat.com

رفعت عطا فرمائی ہے:" فرمایا "مجھے ایک مٹھی خاک اٹھادو"، مین نے خاک اٹھاکر دی، تو آپ نے مشرکین کے منھ کی جانب پھینک دی، جس سے ان کی آنکھین غبار آلود ہوگئین، پھر ارشاد ہوا "مہاجرین و انصار کہان ہین؟"، مین نے اشارہ سے بتایا تو حکم ہوا کہ انھین آواز دے کر بلاؤ، مین نے چیخ کر پکارا تو یکایک سب کے سب پلٹ پڑے، اس وقت ان کی تلوارین نورِ ایمان سے اس طرح چمک رہی تھین، جس طرح شعلہ دہکتا ہے، غرض بگڑا ہوا کھیل پھر بن گیا، مشرکین مغلوب ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے اور میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا[1]

جنگ یرموک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک عزلت نشین رہے، لیکن عہدِ فاروقی مین جن عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ چھڑ گیا تھا اس نے بالآخر ان کی رگِ شجاعت مین بھی ہیجان پیدا کیا، ۱۵ھ مین گوشۂ خلوت سے نکلکر زرمگاہِ شام کی طرف چل کھڑے ہوئے، اور میدانِ یرموک کی فیصلہ کن جنگ مین سرگرم پیکار ہوکر خوب دادِ شجاعت دی،

عہدۂ قضاء ۲۰ھ مین کوفہ کے قاضی مقرر کئے گئے، عہدۂ قضاء کے علاوہ خزانہ کی افسری، مسلمانون کی مذہبی تعلیم، اور والیِ کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی ان کے متعلق تھے، چنانچہ فرمانِ تقرری کے الفاظ یہ ہین،

انی بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرا وابن مسعود معلماً ووزیراً وقد جعلت ابن مسعود علی بیت مالکم وانهما من النجباء من اصحاب محمد من اهل بدر فاسمعوا لهما واطیعوا واقتدوا بهما وقد اثرتکم

مین نے تم پر عمار بن یاسر کو امیر اور ابن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے، ابن مسعود کو بیت المال کی افسری بھی دی ہے، یہ دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ذی عزت اصحاب مین سے ہین جو معرکۂ بدر مین شریک تھے، اس لئے ان کو سمعاً وطاعۃً کہو اور اتباع

[1] مسند احمد جلد ۱ ص ۴۵۳ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵۰،

Marfat.com

یا ابن ام عبد علی نفسی[1]

کرو، حقیقت یہ ہے کہ مین نے تمھارے لئے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعودؓ) کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کامل دس سال تک نہایت مستعدی و خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، اس طویل عرصہ مین بساط سیاست پر گوناگون انقلاب ہوئے، خلیفۂ دومؓ نے وفات پائی، خلیفۂ ثالثؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا، اور خاص کوفہ کی عنان حکومت اہل کوفہ کی شکایت و احتجاج پر یکے بادیگرے مختلف والیون کے ہاتھ مین آئی، لیکن وہ جس احتیاط اور انصاف کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے تھے اس کے لحاظ سے کسی کو ان سے شکایت پیدا نہ ہوئی،

فطری رحم دلی، نرمی اور لطف کے باعث عفو، درگذر اور چشم پوشی ان کا مخصوص شیوہ تھا، لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ بارگاہِ عدالت مین جب کسی مجرم پر کوئی جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ نرمی و درگذر سے پیش آنا درحقیقت نظامِ حکومت کے ارکان و اساطین کو متزلزل کر دینا ہے، اس بنا پر وہ اثبات جرم کے بعد اپنی طبعی نرمی و شفقت کے باوجود قانونِ معدلت کے اجرا مین کبھی دریغ نہ فرماتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے برادرزادہ کو شراب خواری کے جرم مین پیش کیا، حضرت عبداللہؓ نے تحقیقات کے بعد حد جاری کرنے کا حکم دے دیا، لیکن جب درے پڑنے لگے تو اس کا دل رحم و شفقت سے بھر آیا اور منت و سماجت کے ساتھ سفارش کرنے لگا، انھون نے غضبناک ہو کر فرمایا تو نہایت ظالم چچا ہے، اس کو حد شرعی کا مستحق ثابت کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے جو اب ممکن نہین، اسلام مین سب سے پہلے ایک عورت پر حد جاری کی گئی جس نے چوری کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵۸،

Marfat.com

اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ تم لوگون کو اعراض وچشم پوشی سے کام لینا چاہیئے کیا تم اسے پسند نہین کرتے کہ خدا تمھین بخشدے،،

بعض اوقات ایک ہی جرم مجرمون کے اختلافِ حیثیات کے لحاظ سے ان کو مختلف سزاؤن کا مستوجب قرار دیتا ہے، حضرت عبد اللہؓ اس نکتہ سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے، ایک دفعہ ان کو اطلاع دی گئی کہ مسیلمۂ کذاب کے متبعین مین سے کچھ لوگ اب تک موجود ہین جو اس کو رسولِ خدا کہتے ہین، حضرت عبد اللہؓ نے چند سپاہی بھیجکر ان کو گرفتار کرایا اور سب کی توبہ قبول کرکے چھوڑ دیا، لیکن ان کے سرگروہ ابن نواحہ کے لئے قتل کی سزا تجویز کی، لوگون نے اس پر اعتراض کیا تو بولے کہ ابن نواحہ اور ابن آثال دو شخص مسیلمۂ کذاب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سفیر بنکر گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم مسیلمہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ انھون نے کہا ہان،، آپ نے فرمایا کہ "اگر تم سفیر نہ ہوتے تو مین تمھین قتل کرا دیتا،، اس بنا پر جبکہ وہ اب تک اس کے اس باطل عقیدہ سے باز نہین آیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا پورا کرنا ضروری تھا،

حضرت عثمانؓ کے آخری عہدِ خلافت مین جب کوفہ سازش، فتنہ پردازی اور بدامنی کا مرکز ہوگیا تو عہدۂ قضا کے لحاظ سے قدرۃً حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو بھی غیر معمولی دشواریان پیش آئین، ایک دفعہ عقبہ بن ولید کے دورِ امارت مین ایک ساحر کا مقدمہ پیش ہوا، جو امیرِ کوفہ کے سامنے اپنی بازیگری کے کرشمے دکھا رہا تھا، لیکن فیصلہ صادر ہونے سے پہلے ہی جندب نام ایک شخص نے اس کو قتل کر ڈالا، چونکہ یہ صریحاً معاملاتِ حکومت مین مداخلت بیجا تھی، اس لئے انھون نے قاتل کی گرفتاری کا حکم دیکر دربارِ خلافت کو مفصل واقعہ سے مطلع کیا، وہان سے حکم آیا کہ معمولی تنبیہ وتعزیر کے بعد اس کو چھوڑ دو اور لوگون کو سمجھا دو کہ

Marfat.com

پھر آیندہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے، حضرت عبد اللہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اہل کوفہ کو جمع کر کے فرمایا "صاحبو! صرف شک و شبہہ پر کوئی کام نہ کرو اور عدالت کو اپنے ہاتھ مین نہ لو، مجرمون اور خطاکارون کو سزا دینا ہمارا فرض ہے، تم کو اس مین مداخلت کی ضرورت نہین"[1]

اسی سال ولید بن عقبہ والی کوفہ پر شراب خواری کا الزام لگایا گیا اور ایک جماعت نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر شکایت کی کہ وہ تحلیہ مین شراب پیتا ہے، انھون نے جواب دیا کہ جاسوسی میرا فرض نہین ہے، اگر ایک شخص چھپ کر کوئی کام کرتا ہے تو مین اس کی پردہ دری کے درپے نہین ہو سکتا، ولید نے یہ جواب سنا تو ناراض ہو کر ان کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ "کیا مفسدین کو ایسا ہی جواب دینا مناسب تھا؟ مین چھپکر کون کام کرتا ہون، یہ تو اس شخص کے لئے کہا جا سکتا ہے جو مشکوک ہو"، غرض اسی سوال و جواب مین بات بڑھ گئی اور دونون ایک دوسرے سے کشیدہ خاطر اٹھے"[2]

خزانہ کی افسری

حضرت عبد اللہؓ منصب قضا کے ساتھ خزانہ کی افسری پر بھی مامور تھے، کوفہ کی عظمت، وسعت و کثرتِ محاصل کے لحاظ سے اس کا بیت المال نہایت اہمیت رکھتا تھا، اس سے لاکھون روپیے کے وظائف جاری تھے، فوجی مرکز ہونے کے باعث ہزارون سپاہیون کی تنخواہین مقرر تھین، اور خراسان، ترکستان اور آرمینیہ پر وقتاً فوقتاً جو فوجکشی ہوتی رہتی تھی، اس کے مصارف ادا کئے جاتے تھے، اس بنا پر دوسرے اہم مشاغل کے ساتھ اس شعبہ کی اس طرح نگرانی کرنا کہ ایک حبہ بھی ادھر کا ادھر نہ ہونے پائے درحقیقت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی انتظامی قابلیت، بیدار مغزی اور حساب فہمی کا حیرت انگیز

[1] تاریخ طبری ص ۲۸۴۵ [2] ایضاً،

Marfat.com

کارنامہ ہے،

ذاتی حیثیت سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ زہد و بے نیازی کے اقلیم کے بادشاہ تھے، دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتوں کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے، لیکن قومی سرمایہ کے تحفظ مین اس قدر سخت تھے کہ اعزہ، احباب، افسر اور والی ملک کے ساتھ بھی کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہ رکھتے تھے، ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ والی کوفہ نے بیت المال سے قرض لیا، اور ناداری کے باعث عرصہ تک ادا نہ کر سکے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مہتمم بیت المال کی حیثیت سے نہایت سختی کے ساتھ ان سے تقاضا شروع کیا، یہان تک کہ ایک روز تلخ کلامی کی نوبت پیش آئی، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جھلا کر چھڑی زمین پر پھینک دی اور دونون ہاتھ اٹھا کر کہا "اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے"،

چونکہ وہ نہایت مستجاب الدعوات مشہور تھے، اس لئے حضرت عبداللہؓ نے خوف زدہ ہو کر کہا "دیکھو میرے لئے بددعا نہ کرنا"، بولے "خدا کی قسم! اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو تین تمہارے لئے سخت بددعا کرتا"، حضرت عبداللہؓ نے ان کی برافروختگی کا یہ انداز دیکھا تو تیزی کے ساتھ کاشانۂ امارت سے باہر نکل آئے،

اس واقعہ کی رپوٹ دربارِ خلافت مین پہنچی، تو امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے سخت ناراضی ظاہر فرمائی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی بنا کر بھیجا، حضرت عبداللہؓ بھی گو اس ناراضی سے مستثنیٰ نہ تھے، تاہم وہ ایک عرصہ تک اپنے عہدہ پر برقرار رہے[1]،

معزولی حضرت عثمانؓ کے اخیر عہدِ حکومت مین جب سازش و مفسدہ پردازی کا بازار

[1] تاریخ طبری صفحہ ۳۵۱۱،

Marfat.com

گرم ہوا تو مخفی ریشہ دوانیون نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی زیادہ دنون تک اپنے عہدہ پر برقرار رہنے نہ دیا، اور یکایک معزول کر دیئے گئے، معزولی کی خبر نے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنا دیا، اجلہ معتقدین، تلامذہ اور اعیانِ شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمانِ عزل پر سخت ناراضی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مصر ہوئے کہ آپ کوفہ سے تشریف نہ لیجائین، اگر اس کی یاداش مین کوئی مصیبت پیش آئے گی تو ہم سب اپنی جانین قربان کرنے کو حاضر ہین، بولے "امیرالمومنین کی اطاعت مجھ پر فرض ہے، مین نہین چاہتا کہ فتنہ و فساد جو عنقریب برپا ہونے والا ہے اس کی ابتدا میری ذات سے ہو، غرض وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے،[1]

حضرت ابوذرؓ کی تجہیز و تکفین

جب مقام ربذہ مین پہنچے تو وسط راہ مین ایک عورت کو سرگردان و پریشان دیکھ کر پوچھا خیر ہے، کہا ایک مرد مسلمان کی تجہیز و تکفین کیجئے، پوچھا کون؟ کہا ابوذرؓ صحابیِ رسولؐ، آپ فدیتہ بابی و امی کہہ کر مع اپنے ساتھیون کے اتر پڑے، حضرت ابوذرؓ ایک بلند پایہ اور نہایت زاہد و متقشف صحابی تھے، وہ دار الخلافت کی روز افزون تمدنی زندگی سے اس قدر بیزار ہوئے کہ ربذہ کے سنسان جنگل مین اٹھ آئے اور بالآخر اسی سرزمین نے ان کے لئے اپنا آغوشِ شوق پھیلا دیا، یہ لوگ حضرت ابوذرؓ کے پاس پہنچے، ان کا دم واپسین تھا، اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق ضروری ہدایات دیکر واصل بحق ہوئے، حضرت عبداللہؓ نے حضرت ابوذرؓ کی وصیت کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین کر کے نمازِ جنازہ پڑھا کر سپردِ خاک کیا،[2]

حضرت عبداللہؓ نے مکہ پہنچکر امیرالمومنین کو حضرت ابوذرؓ کی وفات کی اطلاع دی، اور

---

[1] اصابہ تذکرۂ عبداللہ بن مسعودؓ [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۶۶، اس روایت مین عبداللہؓ کے نام کی تصریح نہین ہے لیکن مستدرک حاکم مین صراحت کے ساتھ نام موجود ہے،

Marfat.com

عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے کہ زندگی کے بقیہ ایام عزلت نشینی و عبادت الٰہی مین بسر ہون،

علالت

۳۲ھ مین جب کہ حضرت عبداللہؓ کا سن مبارک ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا، ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی "خدا مجھے آپ کی آخری زیارت سے محروم نہ رکھے" مین نے گذشتہ شب کو خواب مین دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہین اور آپ سامنے حاضر ہین، اسی حالت مین ارشاد ہوتا ہے "ابن مسعودؓ! میرے بعد تمھین بہت تکلیف پہنچائی گئی، آؤ میرے پاس چلے آؤ"، فرمایا خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟ بولا "ہان" فرمایا تم میرے جنازہ مین شریک ہو کر مدینہ سے کہین جاؤ گے"

یہ خواب در حقیقت واقعہ ہو کر پیش آیا، چند ہی دنون کے بعد اس طرح بیمار ہوئے کہ لوگون کو ان کی زندگی سے مایوسی ہو گئی، امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے چونکہ ایک گونہ شکر رنجی تھی اور انھون نے دو برس سے ان کا مقررہ وظیفہ مطلقاً بند کر دیا تھا، اس لئے وہ اس آخری لمحۂ حیات مین عفو خواہی و عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس طرح گفتگو شروع کی،

حضرت عثمانؓ "آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟"

حضرت عبداللہؓ "اپنے گناہون کی"

حضرت عثمانؓ "آپ کیا چاہتے ہین؟"

حضرت عبداللہؓ "خدا کی رحمت"

حضرت عثمانؓ "آپ کے لئے طبیب بلاؤن؟"

حضرت عبداللہؓ "مجھے طبیب ہی نے بیمار ڈالا"

حضرت عثمانؓ "آپ کا وظیفہ جاری کر دون؟"

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ: مجھے اس کی ضرورت نہیں،

حضرت عثمانؓ: آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا،

حضرت عبداللہؓ: کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج و دست نگر ہو جانے کا خوف ہے؟ مین نے انھین حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرین، کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ مست نہ ہوگا"[1]

مذکورۂ بالا سوال و جواب سے بعض اصحاب سیر کو یہ غلط فہمی ہے کہ اس آخری وقت مین بھی دونون ایک دوسرے سے صاف نہ ہوئے، لیکن طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ باہمی عفو خواہی کے صیقل نے دونون کے آئینۂ قلب کو بالکل شفاف کر دیا تھا، محمد بن سعد نے اس واقعہ کی صحت پر خاص طور سے زور دیا ہے،[2]

وفات حضرت عبداللہؓ کو جب سفرِ آخرت کا یقین ہو گیا تو انھون نے حضرت زبیرؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر اپنے مال و اسباب اور اولاد نیز خود اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق مختلف وصیتین فرمائین اور ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر پا کر ۳۲ھ مین داعیِ اجل کو لبیک کہا، مستند و صحیح روایت کے مطابق امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو مین سپرد خاک کیا،[3] انا للہ وانا الیہ راجعون،

---

[1] یہ تمام تفصیل، اسد الغابہ سے ماخوذ ہے،

[2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جلد ۳ ص ۱۱۳،

[3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جلد ۳ ص ۱۱۳،

Marfat.com

علم و فضل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان صحابۂ کرام میں ہیں جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کیے گئے ہیں، تم نے پہلے پڑھا ہے کہ وہ ایامِ جاہلیت میں عقبہ بن معیط کی بکریاں چراتے تھے، لیکن خدا کی قدرت معلمِ ربانی کی نگاہ انتخاب نے گلہ بانی کی درسگاہ سے نکال کر اپنے حلقۂ تلمذ میں داخل کر لیا، اور علم و فضل کے آسمان پر مہر منیر بنا کر چمکایا،

علم کا شوق

حضرت عبداللہؓ ابتدا ہی سے علم کے شائق تھے، قبولِ اسلام کے ساتھ ہی انھوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! مجھے تعلیم دیجئے"! بشارت ملی

انک غلام معلم[1] تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو،

اس شوق کا یہ اثر تھا کہ شب و روز سرچشمۂ علم سے مستفیض ہوتے، خلوت، جلوت، سفر حضر، غرض ہر موقع پر ساقیِ معرفت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، لیکن طلبِ صادق کی پیاس نہ بجھتی، یہاں تک کہ آپ جب داخلِ حرم ہوتے تو اپنی والدہ حضرت ام عبدؓ کو بھیجتے کہ وہ خانگی زندگی کے معلومات بہم پہنچائیں[2]،

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و صحبت کا اثر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص میں شامل تھے، مسواک اٹھا کر رکھنا، جوتہ پہنانا، سفر کے موقع پر کجاوہ کسنا اور عصا لے کر آگے چلنا آپ کی مخصوص خدمت تھی، اس خدمت گذاری

---

[1] مسند ابو داؤد طیالسی و مسند احمد جلد ۱ ص ۳۸۹ و ابن سعد و دلائل ابی نعیم و اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵۶

[2] مسند اعظم ص ۱۸۴،

Marfat.com

کے ساتھ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمدم و ہمراز بھی تھے،[1] مخصوص صحبتون مین شریک کئے جاتے، بلا اذن تخلیہ کے موقعون پہ حاضر ہوتے اور راز کی تمام باتین سن سکتے تھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے ان کو حضور کے بستر، مسواک اور وضو کے پانے والے کا مغز خطاب دے رکھا تھا،[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہین کہ "ہم یمن سے آئے اور کچھ دنون تک (مدینہ مین) رہے، ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم ان کو (عرصہ تک) خاندانِ رسالت کا ایک رکن گمان کرتے رہے،[3] غرض اس خدمت گذاری اور ہر وقت کی حاضر باشی نے ان کو قدرۃً سب سے زیادہ خرمنِ کمال کی خوشہ چینی کا موقع دیا،

قرآن قرآنِ کریم جو اصل اصولِ اسلام ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے سب سے بڑے عالم تھے، فرماتے ہین کہ "ستر سورتین مین نے خاص ہبطِ وحی و الہامؑ کے دہنِ مبارک سے سنکر یاد کی تھین،[4] ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید مین کوئی آیت ایسی نہین جس کی نسبت مین یہ نہ جانتا ہون کہ کب، کہان اور کس بارہ مین اتری ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر کوئی شخص قرآن مجید کا مجھ سے زیادہ عالم ہوتا تو مین اس کے پاس سفر کرکے جاتا"، ایک دفعہ انھون نے مجمع عام مین دعویٰ کیا کہ "تمام صحابہ جانتے ہین کہ مین قرآن کا سب سے زیادہ عالم ہون، گو سب سے بہتر نہین ہون"، شقیق اس جلسہ مین موجود تھے وہ کہتے ہین کہ اس واقعہ کے بعد مین اکثر صحابہؓ کے حلقون مین شریک ہوا مگر کسی کو عبداللہ بن مسعودؓ کے دعویٰ کا منکر نہین پایا،

---

[1] مستدرک جلد ۳ ص ۳۱۶ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۰۹ [3] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۴۳

[4] بخاری جلد ۲ ص ۷۴۸،

Marfat.com

ابوالاحوص فرماتے ہین کہ ایک روز ہم اور عبداللہ بن مسعودؓ اپنے چند احباب کے ساتھ ابوموسیٰ اشعریؓ کے مکان مین تھے، حضرت عبداللہؓ چلنے کے قصد سے کھڑے ہوئے تو ابومسعود نے ان کی طرف اشارہ کرکے کہا، مین نہین جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا عالم ہے" ابوموسیٰؓ نے کہا، کیون نہین! یہ اس وقت بارگاہِ رسالت مین حاضر رہتے تھے جب کہ ہم لوگ غائب ہوتے تھے اور ان کو ان موقعون مین باریاب ہونے کی اجازت تھی جب کہ ہم لوگ روک دیئے جاتے تھے"، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرمایا کرتے تھے کہ مین عبداللہ بن مسعودؓ کو اس دن سے بہت دنون تک کہتا ہون جس دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قرآن چار آدمیون سے حاصل کرو" اور سب سے پہلے ابن ام عبدؓ کا نام لیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب وفات پائی تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابومسعودؓ نے ایک دوسرے سے کہا، کیا عبداللہ نے اپنے جیسا کسی کو چھوڑا؟ دوسرے نے کہا "نہین وہ خلوت جلوت ہر موقع پر حاضر رہتے تھے، جبکہ ہم لوگون کے لئے یہ ممکن نہ تھا"[1]

حضرت عبداللہؓ کے پاس عہد نبوت کا جمع کیا ہوا ایک مصحف بھی تھا جس کو وہ نہایت عزیز رکھتے تھے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے جب مصحف صدیقی کے سوا تمام مصاحف کو تلف کردینے کا حکم دیا تو انھون نے نہایت ناگواری کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی،

چونکہ اس مصحف کے نقل و ترتیب کی خدمت حضرت زید بن ثابتؓ نے انجام دی تھی، اس لئے وہ اکثر ان کی ناتجربہ کاری پر معترض ہوتے تھے، شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہین کہ ایک دفعہ انھون نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، ستر سے کچھ زیادہ سورتین مین نے خاص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنکر یاد کی تھین، حالانکہ زید بن ثابتؓ اس وقت لڑکے تھے،

[1] مسلم باب من فضائل عبداللہ بن مسعودؓ،

Marfat.com

اور لڑکون کے ساتھ کھیلتے پھرتے تھے،[1] اس سے بڑھ کر اُن کی قرآن دانی کی اور کیا سند ہو سکتی ہے کہ خود حضور پر نورؐ نے ایک موقع پر لوگون سے فرمایا کہ قرآن چار آدمیون سے سیکھو، عبداللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، معاذؓ اور ابی بن کعبؓ،[2]

تفسیر قرآن مجید کی تفسیر اور مناسب موقعون پر برجستہ آیاتِ قرآنی کی تلاوت مین خاص مہارت رکھتے تھے، ایک دفعہ یہ حدیث زیر بحث تھی کہ "جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مارے گا، قیامت کے روز خدا اس پر نہایت غضبناک ہوگا"، حضرت عبداللہؓ نے اس حدیث کی تصدیق مین برجستہ یہ آیت تلاوت فرمائی،[3]

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ،	بیشک وہ لوگ جو خدا کے عہد اور اپنی قسمون کے معاوضہ مین نفع قلیل حاصل کرتے ہین ان کے لئے آخرت مین کوئی حصہ نہ ہوگا،

اسی طرح ایک دفعہ اپنے حلقۂ درس مین بیان فرما رہے تھے کہ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے، ارشاد ہوا کہ "شرک"، پھر قتلِ اولاد، پھر اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا، اس حدیث کو بیان کرکے انھون نے برجستہ اس آیت سے اس کی تصدیق فرمادی،[4]

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ	جو لوگ خدا کے ساتھ کسی، دوسرے خدا کو نہین پکارتے اور ناحق جان نہین مارتے کہ اللہ نے اسکو حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہین

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵۹ [2] بخاری باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم [3] مسند جلد ۱ ص ۴۴۰، و بخاری جلد ۲ ص ۶۵۲ [4] مسند احمد جلد ۱ ص ۳۸۰،

Marfat.com

یلق اثاما، (سورہ فرقان ع ۷) اور جو شخص ایسا کریگا وہ ان گناہون کا خمیازہ اٹھائے گا،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیرین حدیث و تفسیر کی کتابون مین بکثرت منقول ہین، اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے،

تفسیر بالرائے سے احتراز

محض اپنی رائے و قیاس سے آیات قرآنی کی تشریح و تفسیر کرنا علماے امت کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے، حضرت عبداللہؓ اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو نہایت برہم ہوتے، ایک مرتبہ کسی نے آکر کہا کہ ایک شخص مسجد مین "یوم تاتی السماء بدخان مبین" کی تفسیر محض اپنی رائے سے کر رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ قیامت کے روز اس قدر دھوان ہوگا کہ لوگ اس مین سانس لے کر زکام یا اسی قسم کی ایک بیماری مین مبتلا ہو جائین گے"، بولے "دانشمندی یہ ہے کہ اگر انسان کسی امر سے واقف ہو تو بیان کرے اور اگر ناواقف ہو تو اللہ اعلم کہہ کر خاموش ہو جائے، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ قریش کی نافرمانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے باعث تمام عرب قحط کی مصیبت مین مبتلا تھا، لوگ جب آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے تو بھوک کی شدت اور ضعف و ناتوانی کے باعث زمین سے آسمان تک دھوان ہی دھوان نظر آتا تھا، خداے پاک نے اس موقع پر کفار کو متنبہ کیا کہ اس سے بھی ایک زیادہ ہولناک اور سخت انتقام کا دن آنیوالا ہے، اور وہ جنگ بدر کا دن ہے"[1]

قرأت

قرآت مین غیر معمولی کمال حاصل تھا، صحاح مین بکثرت ایسی روایتین ہین جن کا ماحصل یہ ہے کہ قرآت مین ابن ام عبد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پیروی کیجائے، ایک مرتبہ وہ نماز مین سورۂ نساء تلاوت فرما رہے تھے کہ حضرت خیر الانامؐ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد تشریف لائے اور انکی خوش الحانی اور باقاعدہ ترتیل سے خوش ہو کر فرمایا

[1] مسند جلد ۱ ص ۳۸۱ و بخاری جلد ۲ ص ۷۱۰،

Marfat.com

اسئل تعطہ اسئل تعطہ (جو کچھ) سوال کرو پورا کیا جائے گا، (جو کچھ) سوال کرو پورا کیا جائے گا،

پھر ارشاد ہوا کہ "جو پسند کرتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا سیکھے، جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اس کو قرآۃ ابن ام عبد کی اتباع کرنا چاہئے"[1]

دوسرے روز حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کے پاس بشارت و تہنیت کے خیال سے تشریف لائے، اور پوچھا کہ "رات آپ نے خدا سے کیا دعا مانگی؟" بولے "مین نے کہا اے خدا! مجھے ایسا ایمان عطا کر جسکو کبھی جنبش نہ ہو، ایسی نعمت دے جو کبھی ختم نہ ہو، اور خلد برین مین (حضرت) محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دائمی رفاقت نصیب کر"[2]

وہ تلاوتِ قرآن کے نہایت شائق تھے، اور تنہائی کے موقع مین عموماً اس سے دل بہلایا کرتے، بسا اوقات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے قرآن کی کوئی سورہ پڑھوا کر سنتے اور محظوظ ہوتے، خود کہتے ہین کہ ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ سورۂ نسا پڑھ کر سناؤ، مین نے عرض کی یا رسول اللہؐ! آپ پر نازل ہوا اور آپ کو مین سناؤن! ارشاد ہوا "کیون نہین! لیکن مین دوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہون"، غرض مین نے تعمیل ارشاد کی اور جب اس آیت پر پہنچا "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا"[3]، آپ کی آنکھون مین آنسو بھر آئے،

روایت مین خوف و احتیاط

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو بارگاہِ نبوت مین جو مخصوص تقرب حاصل تھا اس کے لحاظ سے نہایت وسیع معلومات رکھتے تھے، لیکن روایت مین وہ حد درجہ محتاط تھے ابو عمر شیبانی کہتے ہین کہ مین ابن مسعودؓ کی صحبت مین کامل ایک سال رہا، لیکن بہت کم قال رسول اللہ کا لفظ ان کی زبان سے سنا، ایک مرتبہ انھون نے ایک حدیث بیان کی تو تمام جسم

[1] مسند جلد ۱ ص ۴۵۴ [2] ایضاً ص ۴۰۳ و بخاری جلد ۲ ص ۶۵۹،

Marfat.com

ین رعشہ آگیا، اور کہنے لگے آپنے اسی طرح فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب یا اسی کے مشابہ،[1]

عمرو بن میمون فرماتے ہین کہ تقریباً ایک سال تک عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت مین میری آمد و رفت رہی، لیکن مین نے کبھی ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے کچھ بیان کرتے ہوئے نہین سنا، ایک مرتبہ حدیث بیان کرتے ہوئے اتفاقاً ان کی زبان سے قال رسول اللہ کا فقرہ نکل گیا، تو دیکھا کہ ان کا تمام بدن تھرا اٹھا، اور خوف و ہراس سے عرق عرق ہو گئے،[2]

تلامذہ کو احتیاط کی ہدایت

شاگردون کو بھی عموماً روایتِ حدیث مین احتیاط کی ہدایت کیا کرتے اور فرماتے کہ جب تم کوئی حدیث بیان کرو تو اس خیال کو پیشِ نظر رکھو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مقدس، پرہیزگار اور ہدایت یاب تھے،[3]

کثرت روایات کی وجہ

لیکن ان واقعات سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیے کہ وہ مطلقاً حدیثین روایت نہین کرتے تھے، کیونکہ معلم دین ہونے کی حیثیت سے حضرت خیر الانامؐ کی تعلیمات و ارشادات کا پھیلانا ان کے فرائضِ منصبی مین داخل تھا، یہی وجہ ہے کہ خوف و احتیاط کے باوجود صحابہ و مسانید مین ان سے بکثرت روایات منقول ہین، چنانچہ آپ کے جملہ مرویات کی تعداد ۸۴۸ ہے، ان مین سے ۶۴ بخاری اور مسلم دونون مین ہین، ان کے علاوہ ۲۱ بخاری مین ہین اور ۳۵ مسلم مین ہین،[4]

مذاکرۂ حدیث کا شوق

بسا اوقات وہ مذاکرۂ حدیث کے شوق مین تلامذۂ واحباب کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک عہدِ نبوت کا ذکر مذکور رہتا، وابصہ اسدی فرماتے ہین کہ مین کوفہ مین دوپہر کے وقت اپنے گھر مین تھا کہ یکایک دروازہ سے السلام علیکم کی آواز بلند ہوئی، مین نے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۴، [2] ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۱۰، [3] مسند احمد جلد اوّل ص ۳۸۵،

[4] تہذیب الکمال ص ۳۴۳،

Marfat.com

جواب دیا اور باہر نکل کر دیکھا، تو عبد اللہ بن مسعودؓ تھے، ہن نے کہا ابو عبد الرحمٰن! یہ ملاقات کا کون سا وقت ہے؟ بولے "آج بعض مشاغل ایسے پیش آگئے کہ دن چڑھ گیا اور اب فرصت ملی تو یہ خیال آیا کہ کسی سے باتین کر کے عہد مقدس کی یاد تازہ کر لون"، غرض وہ بیٹھ کر حدیثین بیان فرمانے لگے، اور دیر تک یہ لطف صحبت رہی،[1]

آداب روایت | حضرت عبد اللہؓ حدیث روایت کرتے وقت نہایت مؤدب، متین اور سنجیدہ بنجاتے تھے، اور اس طرح نقشہ کھینچ دیتے تھے کہ گویا سامع خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سن رہا ہے، ایک مرتبہ انھون نے ایک طولانی حدیث بیان فرمائی جس مین قیامت، جنت اور مومنین و سبحان رب العزت کے سوال و جواب کا تذکرہ تھا، حدیث ختم کر کے متبسم ہوئے اور فرمایا "تم پوچھتے نہین کہ مین کیون ہنستا ہون؟" لوگون نے کہا آپ کیون ہنستے ہین؟" بولے "اس لئے کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح تبسم فرمایا تھا،[2]

فقہ | حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ان افاضل صحابہؓ مین ہین جو فقہ کے موسس اور بانی سمجھے جاتے ہین، خصوصاً فقہ حنفی کی عمارت تمام تر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہی کے سنگ اساس پر تعمیر ہوئی،

پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عبد اللہؓ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تو اس کے ساتھ تعلیم دین کی خدمت بھی سپرد ہوئی تھی، اس بنا پر ان کو قدرۃً ایک حلقۂ درس قائم کرنا پڑا، اور عام مسلمانون مین مسائل فقہ اور اپنے اجتہادات کی ترویج و اشاعت کا نہایت کافی موقع ہاتھ آیا، اس طرح تمام خطۂ عراق، فقہ مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا پیرو ہو گیا، اور ان کی درسگاہ سے

[1] مسند احمد جلد اوّل ص ۴۱۰ [2] ایضاً مسند عبد اللہ بن مسعودؓ،

Marfat.com

بڑے بڑے اہل کمال سندِ فضیلت لیکر نکلے،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مخصوص تلامذہ مین سے علقمہ اور اسود نے فقہ مین خاص شہرت حاصل کی، پھران کے بعد ابراہیم نخعی نے کوفہ کی فقہ کو بہت کچھ وسعت دی، یہان تک کہ ان کو فقیہ العراق کا لقب ملا،

ابراہیم نخعی کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاوی کا نہایت کافی ذخیرہ تھا، جو ان کو تمامتر زبانی یاد تھا، ان سے حماد نے حاصل کیا، اور حماد سے منتقل ہوکر وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ مین آیا، جنھون نے اپنے علم و اجتہاد سے اسکو اس قدر وسعت دی کہ آج اکثر دنیاے اسلام ان کے فیوض و برکات سے مالا مال ہے،

اصول فقہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس فقہ اسلامی کی عمارت کے چار ستون ہین، اور یہی اصول فقہ کے موضوعِ فن بھی ہین، ان مین سے دونون مؤخر الذکر کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیش آئی، کیونکہ مہبط وحی و الہامؑ کی موجودگی مین اجماع و قیاس کی ضرورت ہی کیا تھی،

اجماع اجماع کو عملی حیثیت سے رواج دینا گو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر فاروقؓ کا خاص طغراے امتیاز ہے، تاہم اصولی حیثیت سے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو مستحسن قرار دیا اور فرمایا،

ما رأی المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن وما رأوا سیئاً فھو عند اللہ سیئ[1]

جس چیز کو تمام مسلمان بہتر سمجھ لین وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس کو برا سمجھ لین وہ خدا کے نزدیک بھی برا ہے

اور یہی درحقیقت اجماع کی اصلی روح ہے،

[1] مسند احمد جلد اوّل ص ۳۷۹،

Marfat.com

قیاس اصولِ فقہ کا چوتھا رکن قیاس ہے، جو درحقیقت قرآن پاک، حدیث نبوی اور اجماع ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن توسیعِ فقہ اور نئے نئے مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لحاظ سے وہ خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث مین تمام جزئیات مذکور نہین، اور نہ اس قدر احاطہ ممکن تھا، اس لئے علت مشترکہ نکال کر ان جزئیاتِ غیر منصوصہ کو احکامِ منصوصہ پر قیاس کرنا فقیہہ یا مجتہد کا سب سے اہم فرض ہے اور درحقیقت یہی وہ موقع ہے جہان اس کی قوتِ اجتہاد بتفریع مسائل و استنباطِ احکام کا امتحان ہوتا ہے،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عملاً قیاس شرعی سے کام لیکر آیندہ نسلون کے لئے ایک وسیع شاہراہ قائم کردی اور ضمناً بہت سے ایسے قاعدے مقرر کردیئے جو آج ہمارے علم اصولِ فقہ کی بنیاد ہین، ہم یہان ان کے چند قیاسی مسائل نقل کرتے ہین جن سے ان کی قوتِ استنباط کا اندازہ ہوگا،

حج یا عمرہ کا ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی احرام باندھ لے اور دشمن کے سدِ راہ ہوجانے سے حج یا عمرہ کے ارکان کو پورا نہ کرسکے تو وہ صرف قربانی کا جانور بھیجکر احرام کھولدے، اور آیندہ جب کبھی موقع میسر آئے اپنے ارادہ کو پورا کرے، جیساکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ "مجبوری" کو علتِ مشترکہ قرار دے کر مریض یا دوسرے مجبور اشخاص کے لئے بھی یہی حکم جاری فرماتے ہین، چنانچہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ "مین عمرہ کے لئے احرام باندھ چکا تھا کہ اتفاقاً سانپ نے کاٹ کھایا اور اب جانے کی طاقت نہین رہی" بولے "تم صرف قربانی بھیجکر احرام کھول دو، اور جب ممکن ہو عمرہ ادا کردو"[1]

[1] موطا امام محمد ص ۲۳۲:

Marfat.com

اس قیاس سے ضمناً دو نہایت اہم اصول منضبط ہوتے ہین (۱) اشتراکِ علت اشتراکِ حکم کا باعث ہے (۲) سبب کا خاص ہونا حکم کی تعمیم پر کچھ اثر نہین ڈالتا،

علم فرائض کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ میت سے جس کو زیادہ قرابت ہوگی، اوس کو وراثت مین ترجیح دیجائے گی، مثلاً حقیقی بھائی کو اخیافی یا علاتی بھائی پر صرف اس لئے ترجیح ہے کہ اوّل الذکر کو مان اور باپ دونون کی طرف سے قرابت ہے، برخلاف اس کے دونون مؤخر الذکر مین صرف ایک ہی حیثیت پائی جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس اصول کو دوسرے قرابت داردن مین بھی پیش نظر رکھتے ہین، مثلاً ایک میت نے زید اور بکر دو چچازاد بھائی چھوڑے اور زید اس رشتہ کے علاوہ میت کا اخیافی بھائی بھی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس صورت مین ازدیاد قربت کی علت مرجحہ سمجھکر زید کو بکر پر ترجیح دیتے ہین، لیکن جمہور علماے اہلِ سنت عصبہ ہونے کی حیثیت سے ان دونون مین کوئی تفریق نہین کرتے،[1]

اجتہاد

مذکورۂ بالا قیاسی مسائل کے علاوہ فقہ اسلامی کی بہت سی پیچیدہ گتھیان صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ناخنِ اجتہاد سے حل ہوئین، آپ استنباطِ احکام و تفریعِ مسائل پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے، اور نصوص شرعیہ مین ناسخ و منسوخ، موقت و مؤبد کی تفریق کرکے صحیح استنباطِ حکم کی راہ پیدا کر لیتے تھے، مثلاً ایک دفعہ استفتا آیا کہ ایک حاملہ عورت کے لئے جس کا شوہر مرگیا ہو، عدت کیا ہے؟ چونکہ قرآن مجید مین عدت کے متعلق مختلف احکام ہین، سورۂ بقرہ مین عام حکم یہ ہے،

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ	تم مین سے جو لوگ مرجائین، اور بیوبان چھوڑین
أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ	تو وہ (عورتین) اپنے آپ کو چار مہینے دس دن

[1] التوضیح والتصریح،

Marfat.com

وَعَشْرًا — تک روکے رکھین

اور سورۂ نساء مین خاص حاملہ عورتون کے لئے جن کے شوہر مرگئے ہون یہ حکم ہے،

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ — اور جو عورتین حاملہ ہون ان کی مدت یہ ہے کہ اپنا حمل وضع کرین،

اس بناپر حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ جس مین زیادہ مدت صرف ہو وہی اس کا زمانۂ عدت قرار دیا دئے، تاکہ دونون آیتون کا توافق پیدا ہو جائے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حاملہ عورت کے حق مین سورۂ بقرہ کی آیت کو سورۂ نساء کی آیت سے منسوخ قرار دے کر وضعِ حمل عدت قرار دی، اور فرمایا کہ مین اس کے لئے مباہلہ کرسکتا ہون کہ سورہ بقرہ سورۂ نساء کے بعد نازل ہوئی ہے[1]،

یہ مسئلہ کہ جہری نمازون مین مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیئے، یا نہین؟ آج تک احناف اور دیگر فرقِ اسلامیہ کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مبحث ہے اور اس کا کسی طرح فیصلہ ہی نہین ہونے پاتا، حضرت عبداللہؓ کے زمانہ مین یہ بحث پیدا ہو چکی تھی، چنانچہ ایک شخص نے بطریق استفتاء اس مسئلہ کو ان کے سامنے پیش کیا، انھون نے جواب دیا،

انصت فان فی الصلوٰۃ شغلا سیکفیک فراک الامام — خاموش رہو کیونکہ نماز مین توجہ قائم نہین رہتی، امام کا پڑھنا تمھارے لئے کافی ہے،

اس جواب مین درحقیقت حسب ذیل تین دلیلون کی طرف اشارہ ہے جو آج بھی احناف کے لئے مخالفین کے مقابلہ مین بمنزلہ سپر ہے،

(۱) اذا قرئ القرآن فاستمعوا — جب قرآن پڑھا جائے تو اسکو سنو اور خاموش رہو،

[1] التوضیح والتلویح ۵۲ موطا امام محمد جلد ۱ ص ۹۶،

Marfat.com

لہ وانصتوا،

(۲) مقتدی کی قرأت سے نمازین توجہ قلب باقی نہین رہتی،

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ، یعنی جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے،

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس فرائض کا یہ استفتاء آیا کہ ایک میت نے ورثہ مین ایک لڑکی ایک پوتی اور ایک بہن چھوڑی ہے، اس کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی، انھون نے جواب دیا کہ لڑکی اور بہن نصف کی مستحق ہین، اور پوتی محروم الارث ہے، حضرت ابو موسیٰؓ کے جواب کے ساتھ ہی استفتاء حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت مین آیا، انھون نے فرمایا کہ "اگر مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ابو موسیٰ کے قول کو ترجیح دون تو مین گمراہ ہون گا، بیشک لڑکی نصف پائے گی، لیکن دو ثلث پورا کرنے کے لئے ایک سدس پوتی کو بھی ملے گا، اور جو باقی رہے گا وہ بہن کا حصہ ہے" یہ جواب حضرت ابو موسیٰؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا "جب تک یہ بڑا عالم ہم مین موجود ہے اس وقت تک ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہین"، چنانچہ آج بھی فتویٰ تمام مسلمانون کا معمول یہ ہے،

معاصرین فضل وکمال کے معترف تھے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تبحر علمی و ملکۂ اجتہاد کے تمام صحابۂ کرامؓ معترف تھے، حضرت عمرؓ جب ان کو دیکھتے تو چہرہ بشاش ہو جاتا اور فرماتے، کیف ملی علما (مستدرک حاکم، مناقب) ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے،

ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے چند کوفیون نے ان کے تقویٰ، حسن خلق اور تبحر علمی کی بہت تعریف کی، انھون نے پوچھا کیا تم سچے دل سے کہتے ہو؟ بولے "ہان" فرمایا تم لوگون نے

لہ مسند احمد جلد ۱ ص ۴۲۸، بخاری کی جلد ۲ ص ۱۹۰ ۵ طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۱۰

عبداللہ بن مسعودؓ کی جو کچھ تعریف کی ہے، مین ان کو اس سے بھی بہتر خیال کرتا ہون[1]

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کسی کے حلق سے بیوی کا دودھ فرد ہو جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے، انھون نے جواب دیا کہ وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے حضرت عبداللہ موجود تھے، انھون نے (روک کر) کہا آپ یہ کیا فتویٰ دیتے ہین؟ رضاعت صرف دو سال تک ہے، حضرت ابو موسیٰؓ نے خوش ہو کر اعتراف فضل کے لہجہ مین لوگون سے کہا، جب تک یہ حبر (یعنی عالم متبحر) تم مین موجود ہے مجھ سے کچھ نہ پوچھو[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جو تہ بند ٹخنون سے نیچے لٹکائے ہوئے تھا کہا، تہ بند ذرا اوپر کر کے باندھو، اس نے کہا ابن مسعود تم بھی تہ بند اوپر کرو، بولے مین تمھارے جیسا نہین ہون، میری ٹانگین پتلی ہین، حضرت عمرؓ نے اس رد و قدح کا حال سنا تو اس شخص کے کوڑے لگوائے کہ تو نے عبداللہ بن مسعودؓ جیسے شخص سے منھ زوری کی[3]

نامعلوم مسائل مین رائے زنی سے احتراز

ایک طرف تو ان کی قوتِ اجتہاد و جلالتِ شان کا یہ حال تھا، لیکن دوسری طرف حزم و احتیاط کا یہ عالم تھا کہ نامعلوم مسائل مین کبھی رائے زنی سے کام نہ لیتے اور اپنے شاگردون کو ہمیشہ ہدایت فرمایا کرتے کہ جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اس کی نسبت یہ نہ کہا کرو کہ میری رائے یہ ہے یا میرا خیال یہ ہے، بلکہ صاف کہہ دیا کرو کہ مین نہین جانتا[4]

مسروق جو ان کے خاص تلامذہ مین ہین بیان کرتے ہین کہ عبداللہ بن مسعودؓ اکثر حسرت و افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے، جب کہ علماء باقی نہ رہین گے اور لوگ ایسے جاہلون کو سردار بنا لین گے جو تمام امور کو محض اپنی عقل و رائے سے

---

[1] طبقات ابن سعد ق جزء ۳ ص ۱۱۰ [2] موطا امام مالک ص ۲۲۳ [3] اصابہ جلد ۳ ص ۱۳۰
[4] اعلام الموقعین ص ۶۴

Marfat.com

قیاس کرین گے[1]

ایک مرتبہ ان کے پاس یہ استفتاء آیا کہ ایک عورت کا نکاح ہوا لیکن اس مین مہر کا کوئی تذکرہ نہین کیا گیا، یہان تک کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اس کے لئے کیا حکم ہے، وہ مہر و وراثت کی مستحق ہے یا نہین؟ چونکہ ان کو اس کے متعلق کوئی واقفیت نہ تھی اس لئے لوگون کے ضد اور اصرار کے باوجود تقریباً ایک مہینہ تک خاموش رہے، لیکن جب زیادہ مجبور کئے گئے تو بولے "میرا فیصلہ یہ ہے کہ وہ مہر مثل اور وراثت کی مستحق ہے اور اس کو عدت مین بیٹھنا چاہیئے"، پھر فرمایا "اگر یہ صحیح ہے تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، خدا اور اس کا رسول اس سے بری ہے"، اس وقت حاضرین مین دو صحابی حضرت جراحؓ اور حضرت ابو سنانؓ موجود تھے، انھون نے اٹھ کر کہا، "ہم گواہی دیتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے حق مین بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا"، اس توافق سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی[2]

فتوی سے رجوع کرنا اگر وہ کبھی کوئی فتوی دیتے اور بعد کو اس کے خلاف ثابت ہو جاتا تو فوراً اس سے رجوع کر لیتے، ایک مرتبہ کوفہ مین ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ "اگر کسی نے اپنی بیوی کو ہاتھ نہ لگایا ہو تو اس کے بعد اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے؟" حضرت عبداللہؓ نے جواز کا فتوی دیا، لیکن جب مدینہ آئے اور لوگون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ربیبہ لڑکیون کے سوا اور تمام صورتون مین ناجائز ہے، چنانچہ انھون نے کوفہ واپس آکر براہ راست مستفتی سے ملاقات کی اور اپنے فتوی سے رجوع کر کے فسخ نکاح کا حکم دیا[3]

معاصرین سے استفادہ نامعلوم مسائل مین ان کو اپنے اہل علم معاصرین سے استفادہ کرنے مین

---

[1] اعلام الموقعین ص ۹۴ ج ۱ [2] ابوداؤد باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا [3] موطا امام مالک ص ۱۹۳

Marfat.com

عار نہ تھا، ایک مرتبہ انھون نے اپنی بیوی سے ایک لونڈی خرید کی اور شرط یہ قرار پائی کہ اگر وہ فروخت کی جائے تو اس کی قیمت ان کی بیوی کو ملے گی، چونکہ ان کو خود اس بیع کی تکمیل مین شک تھا، اس لئے انھون نے حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھا، انھون نے جواب دیا کہ بیع مشروط سے ملکیت حاصل نہین ہوتی تم اس کے قریب نہ جاؤ،[1]

امام محمد نے کتاب الآثار مین روایت کی ہے کہ "صحابہ کرامؓ مین سے چھ شخص مجتہد تسلیم کئے جاتے تھے، اور وہ باہم مسائل فقہیہ مین بحث ومذاکرہ کرتے رہتے تھے، علیؓ، ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ایک ساتھ اور عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ ایک ساتھ،" امام شعبی کا بیان ہے کہ عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ باہم ایک دوسرے سے استفادہ کرتے تھے، اور اسی وجہ سے ان کے مسائل باہم ملتے جلتے ہین،

ارباب علم کی قدرشناسی حضرت عبداللہؓ ارباب علم وفضل کی نہایت عزت کرتے تھے، حضرت عمرؓ کی نسبت ان کا قول تھا کہ "اگر تمام عرب کا علم ایک پلہ مین رکھا جائے اور عمرؓ کا علم دوسرے پلہ مین تو عمرؓ کا پلہ بھاری رہے گا،" وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عمرؓ کے ساتھ ایک گھڑی بیٹھنا مین سال بھر کی عبادت سے بہتر جانتا ہون،[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نسبت فرمایا کرتے تھے "ابن عباسؓ مہبز بن ترجمان قرآن ہین، اگر وہ (عہد رسالت مین) ہم لوگون کا سن پاتے تو کوئی ان کی برابری نہ کرسکتا،"[3]

علقمہ ان کے شاگرد تھے، انھون نے محض اپنی ذہانت وکثرت معلومات کے باعث ان کے حلقۂ درس مین ممتاز عزت حاصل کرلی تھی، حضرت عبداللہؓ ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ "علقمہ کے معلومات سے میرے معلومات زیادہ نہین ہین،"[4]

[1] موطا امام محمد ص ۲۴۳ [2] استیعاب تذکرہ عمر فاروقؓ [3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۳۵ [4] تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۲۷۸

Marfat.com

احترامِ خلافت منصبِ خلافت کا نہایت ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے، اور کبھی خلیفۂ وقت کا کوئی حکم یا فعل سنتِ ماضیہ کے خلاف نظر آتا تو عملاً اس کی مخالفت نہ فرماتے تھے کہ اس سے امتِ مرحومہ مین تفریق و انتشار کا اندیشہ تھا، ایک سال حج کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے منیٰ مین دو کے بجائے چار رکعتین ادا کین، حضرت عبداللہؓ کو خبر ملی تو متاسف ہو کر بولے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتین پڑھین، ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد مین بھی دو ہی رکعتین تھین، اب یہ کیا انقلاب ہے؟[1] لیکن عملاً انھون نے چار ہی رکعتین پڑھین، لوگون نے اس پر تعجب ظاہر کیا تو بولے کہ خلافت کا احترام ضروری ہے،[2]

درس و تدریس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ مین باقاعدہ حدیث، فقہ اور قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے، ان کی درسگاہ مین شاگردون کا بڑا مجمع رہتا تھا، جن مین سے علقمہؒ، اسودؒ، مسروق، عبیدہ، حارث، قاضی شریحؒ اور ابو وائل نہایت نامور ہوئے، خاص کر علقمہ ان کی صحبت مین اس التزام سے رہے تھے اور ان کے طور و طریقہ کے اس قدر پابند تھے کہ لوگون کا بیان تھا کہ جس نے علقمہ کو دیکھ لیا اس نے عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھ لیا،

شاگردون کی ایک جماعت سفر مین بھی عموماً ہمراہ ہوتی تھی، علقمہ اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ اگر خود جانے سے مجبور ہوتے تو اپنے کسی رفیق کو ساتھ کر دیتے، اور تاکید کرتے کہ ہمیشہ حاضرِ خدمت رہین، عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ حج کا قصد کیا، علقمہ نے مجھ کو ان کے ہمراہ بھیجا اور تاکید کی کہ ہر وقت حاضر رہون اور جو کچھ معلومات حاصل ہون ان سے ان کو مطلع کرون،[3]

ایک مرتبہ حضرت خبابؓ نے ان کے وسیع حلقۂ درس کو دیکھ کر کہا، ابو عبدالرحمٰن کیا آپکی

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۱۴۷ [2] مسند اعظم ص ۸۶ [3] مسند احمد جلد ۱ ص ۴۶۱

Marfat.com

طرح آپکے یہ نوجوان شاگرد بھی باقاعدہ قرأت کر سکتے ہین؟ بولے "اگر آپ کی خواہش ہو تو کسی کو سنانے کا حکم دون"، حضرت جنابؓ نے کہا کیون نہین؟ حضرت عبداللہؓ نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا، انھون نے تقریباً پچاس آیتون کی ایک سورہ پڑھ کر سنائی، حضرت عبداللہؓ نے حضرت جنابؓ کی طرف دیکھکر کہا "دیکھا رائے ہے؟" انھون نے نہایت تعریف کی[1]

معتقدین کا ہجوم

تلامذہ کے علاوہ معتقدین کا ایک بڑا مجمع بھی ہر وقت حاضر رہتا تھا، تیفیق کا بیان ہے کہ "ہم لوگ مسجد مین بیٹھکر عبداللہ بن مسعودؓ کے مکان سے برآمد ہونے کا انتظار کرتے رہتے تھے"[2]

طارق بن شہاب کہتے ہین کہ "ہم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کے گرد بیٹھتے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے، ایک روز حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص السلام یا ابا عبدالرحمن کہتا ہوا تیزی کے ساتھ اس طرف سے گذرا، انھون نے جواب دیا، صدق اللہ ورسولہ یعنی خدا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے"، یہ کہکر داخل حرم ہوئے، ہم لوگون کو اس جواب پر سخت حیرت تھی، باہم مشورہ ہوا کہ ان کے برآمد ہونے کے بعد کون اس کے متعلق سوال کرے؟ مین نے کہا کہ مین پوچھون گا، غرض وہ تشریف لائے اور مین نے پوچھا بولے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خاص خاص آدمیون کو سلام کرنا، تجارت کا ترقی کرنا، اغزہ کے ساتھ بدسلوکی، جھوٹی گواہی دینا اور حق کو چھپانا قرب قیامت کی نشانی ہے"[3]

قوتِ تقریر اور وعظ و پند

تقریر و خطابت مین خاص مہارت رکھتے تھے، ایجاز و اختصار کے ساتھ تاثیر ان کی تقریر اور وعظ کی ممتاز صفت تھی، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر تقریر فرمائی، پھر حضرت ابوبکرؓ کو اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کو تقریر کا حکم دیا، ان دونون نے باری باری

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۶۳۰ [2] مسند احمد جلد ۱ ص ۴۳۷، ۴۵۳ ایضاً ص ۴۰۷،

Marfat.com

اختصار کے ساتھ اپنا بیان ختم کیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کو حکم ہوا، انھون نے کھڑے ہو کر حمد و نعت کے بعد کہا،

ایھا الناس ان اللہ ربنا وان الاسلام دیننا وان ھذا نبینا وما بیدہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونرضی ما رضی اللہ لنا ورسولہ، السلام علیکم

صاحبو! بے شک خدا ہمارا مالک ہے، اسلام ہمارا مذہب ہے اور یہ (ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے) ہمارے نبی ہین، خدا اور اس کے رسول نے جو کچھ ہمارے لئے پسند کیا ہے ہم نے بھی اس کو پسند کیا، السلام علیکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر تقریر کی نہایت تعریف کی اور فرمایا "ابن ام عبد نے سچ کہا"[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے مواعظ حسنہ مین عموماً توحید، نماز باجماعت اور خوفِ خدا کی تلقین فرماتے اور تمثیلات سے ذہن نشین کراتے تھے، مثلاً ایک وعظ مین انھون نے فرمایا کہ "ایک شخص نے جس کے نامۂ اعمال مین توحید کے سوا اور کوئی نیکی نہ تھی، مرنے کے وقت وصیت کی کہ میری لاش کو جلا کر اور چکی مین پیس کر سمندر مین ڈال دینا، لوگون نے اس کی وصیت پوری کی، خدا نے اس کی روح سے سوال کیا، تو نے اپنی لاش کے ساتھ ایسا کیون کیا؟ بولا "خدایا تیرے خوف اور ڈر سے"، اس گذارش پر دریاے رحمت جوش مین آیا اور وہ بخشدیا گیا"[2] اس تمثیل سے درحقیقت یہ سمجھانا تھا کہ خشیتِ باری تمام اعمالِ حسنہ کی روح ہے،

کثرتِ وعظ سے احتراز

وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ وعظ و پند کی کثرت اس کے اثر کو زائل کر دیتی ہے، اس بنا پر لوگون کے ضد و اصرار کے باوجود بہت کم منبرِ وعظ پر تشریف لیجاتے

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۳ [2] مسند احمد جلد ۱ ص ۳۹۸،

Marfat.com

اور جو کچھ کہنا ہوتا اس کو نہایت مختصر صاف و سادہ لیکن موثر الفاظ مین فرماتے کہ سامعین تقریر کی طوالت سے گھبرا نہ اٹھین، ایک مرتبہ وعظ سننے کے شوق مین معتقدین کا ہجوم تھا، یزید بن معاویہ نخعی نے ان کو خبر دی، لیکن وہ بہت دیر کے بعد گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا، صاحبو! مجھے معلوم تھا کہ آپ دیر سے میرا انتظار کر رہے ہین، لیکن مین اس ڈر سے باہر نہین آیا کہ کثرتِ بیان آپ کو تھکا دے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کی تکلیف کے خیال سے کئی کئی دن ناغہ دے کر وعظ فرماتے تھے[1]،

یون تو ان کا دولت کدہ ہر وقت طالبانِ علم کا مرجع رہتا تھا لیکن طلوعِ آفتاب کے بعد کا وقت مسئلہ مسائل کے لئے مخصوص تھا، ابووائل بیان کرتے ہین کہ ہم لوگ ایک دن فجر کی نماز کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے، وہ اس وقت تسبیح و تہلیل مین مصروف تھے، طلوعِ آفتاب کے بعد ایک شخص نے پوچھا مین نے رات نماز مین پوری مفصل پڑھین، عبداللہؓ نے کہا شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھی ہون گی، ہم نے قرائن کی تلاوت سنی ہے اور مجھے وہ قرائن یاد ہین، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، آپ دس مفصل اور دو سورتین آل عم کی پڑھتے تھے[2]،

اخلاق سنتِ نبوی کی پیروی کے شوق نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اخلاق و طرز معاشرت مین ایک گونہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم و محامد کی جھلک پیدا کر دی تھی، عبدالرحمن ابن یزید کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا، آپ ہم کو کسی ایسے شخص کا پتہ دیجئے جو خلق و ہدایت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہو تاکہ ہم اس سے

---

[1] مسند احمد جلد ۱ ص ۷۷، [2] مسلم جلد اوّل ص ۲۰۴ مطبوعۂ مصر اس حدیث مین اور واقعات بھی ہین، مگر ان کو تعلق سے تعلق نہین ہے اس لئے ہم نے حذف کر دیئے،

Marfat.com

کچھ حاصل کرین"، بولے "عبداللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت، حسن خلق اور طور طریقے کے پابند تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستون مین سے جو لوگ موجود ہین وہ جانتے ہین کہ بارگاہِ نبوت مین تقرب کے لحاظ سے ابن ام عبد کا درجہ سب سے بلند ہے"[1]

حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے چند دیرینہ احباب ان سے ملنے آئے، حضرت علیؓ نے امتحاناً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نسبت ان کے خیالات دریافت کئے، سب نے بالاتفاق تعریف کی اور کہا "امیر المومنین! ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ متقی، پرہیزگار، خلیق، نرم دل اور بہتر ہمنشین نہین دیکھا، حضرت علیؓ نے فرمایا، "بیشک میرا بھی یہی خیال ہے، بلکہ تم نے جو کچھ تعریف کی مین ان کو اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہون، انھون نے قرآن پڑھا، حلال کو حلال اور حرام کو حرام کیا، وہ دین کے فقیہ اور سنت کے عالم تھے"[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ اپنے ایک دوست ابو عمیر سے ملنے گئے، اتفاق سے وہ موجود نہ تھے، انھون نے ان کی بیوی کو سلام کہلا بھیجا اور پینے کے لئے پانی مانگا، گھر مین پانی موجود نہ تھا، ایک لونڈی کسی ہمسایہ کے یہان سے لانے گئی اور دیر تک واپس نہ آئی، ابو عمیر کی بیوی نے غضبناک ہو کر اس کو سخت وسست کہا اور اس پر لعنت بھیجی، حضرت عبداللہؓ یہ سن کر تشنہ لب واپس چلے آئے، دوسرے روز ابو عمیر سے ملاقات ہوئی تو انھون نے اس قدر جلد بازی کے ساتھ واپس چلے آنے کی وجہ پوچھی، بولے "خادمہ نے جب پانی لانے مین دیر کی تو تمھاری بیوی نے اس پر لعنت بھیجی، چونکہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس پر لعنت بھیجی جاتی ہے اگر وہ بے قصور ہوتا ہے تو بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے، مین نے

[1] جامع ترمذی مناقب عبداللہ بن مسعودؓ [2] طبقات ابن سعد قسم ۱ جلد ۳ ص ۱۱۰،

Marfat.com

خیال کیا کہ خادمہ اگر معذور ہوئی تو بے وجہ مین اس لعنت کے واپس آنے کا باعث ہون گا،[1]

ایک بار انھون نے ایک شخص سے ایک لونڈی خریدی لیکن قیمت بے باق ہونے سے پہلے بائع مفقود الخبر ہوگیا، حضرت عبد اللہؓ نے ایک سال تک اس کو تلاش کیا، مگر کچھ پتہ نہ چلا بالآخر مایوس ہوکر ایک ایک، دو دو درہم کرکے اس کی طرف سے صدقہ کر دیا اور فرمایا کہ اگر وہ واپس آئے گا تو قیمت ادا کردونگا اور یہ صدقہ میری طرف سے ہوگا،[2]

تمیم بن حرام فرماتے ہین کہ مجھ کو اکثر اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہمنشینی کا فخر حاصل ہے، لیکن مین نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے زیادہ کسی کو دنیا سے بے نیاز اور آخرت کا طالب نہ دیکھا، حضرت عثمانؓ نے دو برس تک ان کا وظیفہ بند کر دیا تھا، وفات کے وقت انھون نے ان کی اولاد کے لئے جاری کر دینا چاہا، لیکن حضرت عبد اللہؓ نے نہایت بے نیازی کے ساتھ انکار کر دیا، بولے "کیا آپ کو میری اولاد کے محتاج و دست نگر ہو جانے کا اندیشہ ہے؟ مین نے انھین حکم دیا ہے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرین، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ مست نہ ہوگا"[3]

حضرت عبد اللہؓ کو مہمان نوازی کا نہایت شوق تھا، انھون نے کوفہ مین موضع الرمادہ کا مکان مخصوص طور سے مہمانون کے لئے خالی کر دیا تھا،[4]

مذہبی زندگی

عبید اللہ بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ رات کے وقت جب کہ تمام دنیا محو راحت ہوتی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیٹھکر صبح تک آہستہ آہستہ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے،[5] رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی تمام طاق راتین شب قدر کی تلاش مین بسر ہوتی تھین، ابو عمر

---

[1] مسند احمد جلد ۱ ص ۴۰۸ [2] بخاری جلد ۲ ص ۹۷۰ [3] اصابہ تذکرہ عبد اللہ بن مسعودؓ، [4] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵۹،

[5] تاریخ طبری ص ۲۸۴۲، [6] اسد الغابہ تذکرہ عبد اللہ بن مسعودؓ،

Marfat.com

کہتے ہین کہ مین رمضان مین ایک روز علی الصباح ان کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا کہ مکان کی چھت پہ بیٹھے ہوئے فرما رہے ہین خدا اور اس کے رسول نے سچ کہا، مین نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ مین ہے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس مین شعاع نہین ہوتی، چنانچہ آج مین نے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا، [1]

سارا گھر صبح سویرے بیدار ہوکر عبادت مین مشغول ہوجاتا تھا، خود صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک تسبیح و تہلیل مین مصروف رہتے تھے،

ابو وائل راوی ہین کہ ایک دن ہم لوگ صبح کی نماز پڑھ کر عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے، دروازہ پر کھڑے ہوکر سلام کیا، اندر آنے کی اجازت ملی، لیکن ہم لوگ تھوڑی دیر دروازے پر ٹھہرے رہے کہ اتنے مین لونڈی نے آکر کہا، آتے کیون نہین، ہم لوگ گھر مین گئے تو وہ بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے، کہا اجازت ملنے کے بعد تم لوگون کو اندر آنے سے کس نے روکا تھا؟ ہم لوگون نے کہا کسی نے نہین، خیال ہوا ممکن ہے بعض اہل بیت سو رہے ہون، کہا ابن ام عبد کی اولاد پر تم نے غفلت کا گمان کیا، اس کے بعد پھر تسبیح مین مشغول ہوگئے، جب سمجھے کہ آفتاب نکل چکا تو لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا، اس نے جاکر دیکھا تو ابھی طلوع نہ ہوا تھا، پھر تسبیح مین مشغول ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا، اس نے جاکے دیکھا تو طلوع ہوچکا تھا تو پھر یہ دعا پڑھی، اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمکو آج کے دن معاف کر دیا، مہدی راوی کہتے ہین کہ میرے خیال مین یہ بھی کہا تھا اور ہمارے گناہون کے بدلے مین ہم کو ہلاک نہین کیا، [2]

---

[1] مسند جلد ۱ ص ۴۰۶ . . . [2] مسلم جلد ۱ اول ص ۲۵۵ باب ترتیل القراۃ واجتناب الہذ،

Marfat.com

نمازین نہایت کثرت سے پڑھتے تھے، فرماتے ہین کہ ایک دفعہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر عملِ خیر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا، مین نے کہا پھر کیا ہے؟ فرمایا "والدین کے ساتھ نیکوکاری" مین نے کہا "پھر؟" حکم ہوا "راہ خدا مین جہاد کرنا"، اس کے بعد خاموش ہوگیا، ہان اگر مین اپنا سوال آگے بڑھاتا تو آپ اس پر کچھ اور اضافہ فرماتے[1]، غرض اس ارشاد کے مطابق وہ فرائض ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ ولید بن عقبہ والیِ کوفہ کو پہنچنے مین دیر ہوگئی، حضرت عبد اللہؓ نے بغیر توقف وانتظار نماز پڑھادی، ولید نے برہم ہوکر کہلا بھیجا "آپ نے ایسا کیون کیا؟ کیا امیر المومنین کا کوئی حکم ہے یا اپنی ایجاد؟ انھون نے جواب دیا کہ نہ تو امیر المومنین کا حکم ہے، اور نہ اپنی ایجاد، البتہ خدا کو یہ ناپسند ہے کہ تم اپنے مشاغل مین مصروف رہو اور لوگ نمازین تمھارے منتظر رہین[2]

رمضان کے علاوہ ہفتہ مین دو دن دوشنبہ اور جمعرات عموماً روزون کے لئے مخصوص تھے، عاشورے کا روزہ بھی پابندی کے ساتھ رکھتے تھے، باوجود اس کے عبد الرحمٰن ابن یزید کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ بن مسعودؓ کے سوا اور کسی فقیہ کو اس قدر کم روزے رکھتے ہوئے نہین دیکھا، چنانچہ ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ روزے کیون نہین رکھتے؟ بولے "مین روزہ پر نماز کو ترجیح دیتا ہون، اگر روزے رکھون گا تو ضعف کے باعث نماز نہ ہوسکے گی"[3]

خشیتِ الٰہی اور خوفِ قیامت سے حضرت عبد اللہؓ کا دل ہمیشہ مضطرب رہتا تھا، وہ فرمایا کرتے تھے "کاش! مین مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاتا"[4]

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۷۹ [2] مسند احمد حنبل جلد ۱ ص ۴۵۰ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جلد ۳ ص ۱۰۹

[4] طبقات ابن سعد قسم اول جلد ۳ ص ۱۰۰،

Marfat.com

بیوی بچون سے محبت رکھتے تھے، گھر مین داخل ہوتے تو باہر ہی سے کھکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے تاکہ گھر کے لوگ باخبر ہوجائین، ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینبؓ فرماتی ہین کہ ایک روز عبداللہؓ کھکھارتے ہوئے اندر آئے، اس وقت ایک بڈھی عورت مجھے تعویذ پہنا رہی تھی، مین نے ان کے ڈر سے اس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا، عبداللہؓ آکر میرے پاس بیٹھ گئے، اور گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا "یہ دھاگا کیسا ہے؟" مین نے کہا "تعویذ ہے"، انھون نے اس کو توڑ کر پھینک دیا اور کہا "عبداللہ کا خاندان شرک سے بری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہے کہ تعویذ اور گنڈے شرک مین داخل ہین"، مین نے کہا "آپ یہ کیا فرماتے ہین؟ میری آنکھین جوش کرآتی تھین تو مین فلان یہودی سے تعویذ لینے جایا کرتی تھی اور اس کے تعویذ سے سکون ہوجاتا تھا، بولے یہ سب عمل شیطانی ہے، تمھارے لئے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا کافی ہے[1]

اذهب الباس رب الناس اشف وانت	خوف دور کر اے پروردگار، شفا دے تو ہی شفا دینے
الشافی لا شفاء الا شفاءك شفاء لا	والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا نہین، وہ شفا ایسی ہے
یغادر سقما	جو کسی بیماری کو نہین چھوڑتی۔

پوشاک نہایت سادہ پہنتے تھے، ہاتھ مین ایک آہنی انگوٹھی رہتی تھی[2]، جو غالباً مہر وغیرہ کے کام آتی ہوگی، غذا بھی پر تکلف نہ تھی، کھانے کے بعد عموماً نبیذ (چھوہارون کا شربت) استعمال فرماتے تھے، ایک مرتبہ علقمہ نے ان سے کہا "خدا آپ پر رحم کرے، آپ تمام امت کے مقتدا و پیشوا ہو کر نبیذ پیتے ہین"، بولے "مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیذ پیتے ہوئے دیکھا تھا، اگر مین آپ کو نہ دیکھتا تو استعمال نہ کرتا"[3]

---

[1] مسند احمد جلد ۱ ص ۳۸۱ و ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۸۶۔ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جلد ۳ ص ۱۱۲ [3] مسند اعظم ص ۲۰۱،

Marfat.com

وظیفہ حضرت عبداللہؓ کے لئے بیت المال سے پانچہزار درہم کا سالانہ وظیفہ مقرر تھا جو ان کی وفات سے دو برس پہلے خلیفۂ ثالث کے حکم سے بند کر دیا گیا تھا لیکن حضرت زبیرؓ نے سفارش کرکے ان کی اولاد کے لئے واگذار کرا دیا، اس طرح ان کے پسماندون کو یکمشت دس یا پندرہ ہزار درہم مل گئے، اس کے علاوہ انھون نے تقریباً ۹ ہزار درہم نقد چھوڑے[1]،

حلیہ حلیہ یہ تھا، جسم لاغر، قد کوتاہ، رنگ گندم گون، اور سر پہ کانون تک نہایت نرم وخوبصورت زلف، حضرت عبداللہؓ اس کو اس طرح سنوارتے تھے کہ ایک بال بھی بکھرنے نہین پاتا تھا،

ٹانگین نہایت پتلی تھین، حضرت عبداللہؓ ہمیشہ ان کو چھپائے رکھتے تھے، ایک مرتبہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک توڑنے کے خیال سے پیلو کے درخت پر چڑھے تو اِن کی پتلی پتلی ٹانگین دیکھکر لوگون کو بے اختیار ہنسی آگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم انکی پتلی ٹانگون پر ہنستے ہو حالانکہ یہ قیامت کے روز میزانِ عدل مین کوہِ احد سے بھی زیادہ بھاری ہون گی"[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

نام، نسب، خاندان عبداللہ نام، ابوموسیٰ کنیت، والد کا نام قیس اور والدہ کا نام طیبہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز ابن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہر بن الاشعر بن ادد بن زید بن یشجب،

حضرت ابوموسیٰؓ یمن کے رہنے والے تھے، ان کا خاندان قبیلۂ اشعرین سے تعلق

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جلد ۳ ص ۱۱۳ [2] ایضاً ص ۱۱۰،

Marfat.com

رکھتا تھا، اسی کے انتساب سے وہ اشعری مشہور ہوئے، اور ان کی والدہ طیبہ بنت وہب قبیلہ عک سے تعلق رکھتی تھین، وہ اپنے صاحبزادہ کی ہدایت سے ایمان لائین، اور مدینہ پہنچکر وفات پائی،[1]

اسلام ساقیِ توحید کے صلائے عام پر نزدیک والون نے اپنے کان بند کر لئے تھے، لیکن تشنہ کامانِ حق دور دراز ممالک سے دشوار گذار منزلین طے کرکے آتے تھے، اور اپنی پیاس بجھاتے تھے، حضرت ابوموسیٰؓ یمن سے چل کر مکہ آئے اور بادۂ اسلام کے ایک ہی جام مین سرشار ہوگئے، وہ مکہ مین قبیلۂ عبد شمس سے حلیفانہ تعلق پیدا کرکے پھر مراجعت فرماے وطن ہوے[2] کہ اپنے اعزہ اور احباب کو بھی یہ مژدۂ جانفزا سنائین،

ہجرت حضرت ابوموسیٰؓ اشعری خاندان کے ایک ذی اثر رئیس تھے، اس لئے ان کی دعوتِ حق نے بہت جلد قبولیت عام حاصل کرلی اور وہ تقریباً پچاس حلقہ بگوشانِ اسلام کی ایک جماعت لیکر بحری راستہ سے بارگاہِ نبوت کی طرف چل کھڑے ہوئے، لیکن طوفان و باد مخالف نے اس کشتی کو حجاز کے بجائے حبش پہنچا دیا، حضرت جعفرؓ اور دوسرے ستم زدگانِ اسلام جو یہان ہجرت کرکے آئے تھے اور ابتک موجود تھے، مدینہ منورہ کے قصد سے روانہ ہوئے تو حضرت ابوموسیٰؓ بھی اس قافلہ مین شریک ہوگئے، اور عین اس وقت مدینہ پہنچے جب کہ مجاہدینِ اسلام خیبر فتح کرکے واپس آرہے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰؓ اور ان کی تمام جماعت کو بھی خیبر کے مالِ غنیمت مین حصہ مرحمت فرمایا،[3]

غزوات حضرت ابوموسیٰؓ فتح مکہ اور غزوۂ حنین مین شریک تھے، بنو ہوازن رزمگاہ حنین سے بھاگ کر وادیِ اوطاس مین پھر مجتمع ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعامرؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ ان کے استیصال کا مل پر مامور فرمایا، انھون نے اوطاس پہنچکر بنو ہوازن

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۴۵، [2] ایضاً [3] بخاری جلد ۲ ص ۶۰۸،

Marfat.com

کے سردار دریدؓ بن الصمہ کو قتل کیا اور خدا نے اس کے ساتھیون کو شکست فاش دی لیکن اتفاقاً جشمی نام ایک مشرک کے تیر نے ان کو بھی زخمی کر دیا، حضرت ابوموسیٰؓ اس مہم مین شریک تھے، فرماتے ہین کہ مین نے بڑھ کر اُن سے پوچھا دیا عم! کس نے آپ کو زخمی کیا؟ انھون نے اشارہ سے بتایا تو مین اس پر جھپٹ پڑا، وہ مجھکو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا لیکن مین تعاقب کرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا، کیا تجھے شرم نہین آتی؟ کیا تو ثابت قدم نہ رہے گا؟ غرض وہ دان غیرت انگیز جملون سے جوش مین آکر) پلٹ پڑا اور تلوار کے دو دو ہاتھ چلنے لگے، یہان تک کہ مین نے اس کو قتل کیا، اور ابوعامرؓ کو آکر بشارت دی کہ خدا نے آپکے دشمن کو مار ڈالا،

حضرت ابوعامرؓ کا زخم نہایت مہلک تھا، انھون نے حالتِ نزع مین حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اپنا جانشین بنایا اور کہا دجانِ برادر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میرے لئے دعاے مغفرت فرمائین، اس وصیت کے تھوڑی دیر بعد روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، حضرت ابوموسیٰؓ نے ان کو سپردِ خاک کر کے فوج کو مراجعت کا حکم دیا اور بارگاہِ نبوت مین حاضر ہو کر میدانِ جنگ کی کیفیت اور حضرت ابوعامرؓ کی وصیت بیان کی، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت پانی مانگ کر وضو فرمایا، پھر دونون ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے خدا! ابوعامر کو بخشدے، اے خدا تو اس کو قیامت کے روز اپنی بہت سی مخلوق پر تفوق عطا فرما، حضرت ابوموسیٰؓ نے عرض کی، یارسول اللہ! میرے لئے بھی فرمایا، خدایا عبداللہ ابن قیس کی خطائین بخشدے اور قیامت کے دن اس کا باعزت داخلہ فرما،[1]

۹ھ مین غزوۂ تبوک کا اہتمام شروع ہوا تو حضرت ابوموسیٰؓ کو ان کے ساتھیون نے بھیجا کہ دربارِ نبوت سے ان کے لئے سواریون کا انتظام کرین، اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] بخاری جلد ۲ ص ۶۹۹،

Marfat.com

اس وقت حالتِ غیظ مین تھے لیکن حضرت ابو موسیٰؓ اس کا اندازہ نہ کر سکے، اور عرض کی "یا رسول اللہ میرے ساتھیون نے مجھکو بھیجا ہے کہ حضور ان کو سواریان مرحمت فرمائین"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غصہ مین بیٹھے ہی تھے بہم ہو کر فرمایا "واللہ! تمھین کوئی سواری نہ دون گا"، حضرت ابو موسیٰؓ کچھ اپنی محرومی اور کچھ اس خوف سے کہ شاید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہین، نہایت غمزدہ واپس آکر اپنے ساتھیون کو اس کی اطلاع دی لیکن وہ ابھی اچھی طرح کھڑے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت بلالؓ پکارتے ہوئے آئے "عبد اللہ بن قیس! کہان ہو؟ چلو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے ہین"، وہ ان کے ساتھ پھر بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئے تو آپنے دو ساتھ بندھے ہوئے اونٹون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کو اپنے ساتھیون کے پاس لیجاؤ، حضرت ابو موسیٰؓ ان کو لئے ہوئے اپنی قوم مین آئے اور کہا کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو اونٹ تمھاری سواری کے لئے مرحمت فرمائے ہین، لیکن خدا کی قسم! چند آدمیون کو میرے ساتھ کسی ایسے شخص کے پاس چلنا ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی تھی، تاکہ یہ نہ خیال کرو کہ مین نے پہلے جو کچھ کہا تھا وہ دل سے گڑھ کر کہا تھا"، لوگون نے کہا "خدا کی قسم ہم آپ کو سچا سمجھتے ہین، آئندہ جو آپ کی خوشی ہو"، غرض انھون نے چند آدمیون کو ساتھ لیجا کر لوگون سے تمام واقعہ کی تصدیق کرا دی،[1]

ولایت یمن تبوک سے واپس آنے کے بعد ایک روز دو اشعری بزرگ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنے ساتھ لیکر دربارِ نبوت مین حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عہدہ کی خواہش کی، آپ مسواک فرما رہے تھے، اس سوال پر دفعتہً مسواک رک گئی، اور حضرت ابو موسیٰؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا "ابو موسیٰ! ابو موسیٰ!" انھون نے عرض کی "یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے

[1] بخاری، جلد ۲، ص ۶۳۴،

Marfat.com

آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ مین ان کے دل کے حال سے آگاہ نہ تھا اور نہ یہ جانتا تھا کہ وہ کسی عہدہ کی خواہش کرین گے،، ارشاد ہوا کہ جو کوئی خود سے کسی عہدہ کی خواہش کرے گا اس کو ہرگز اس پر مامور نہ کرون گا، لیکن ابو موسیٰ تم یمن جاؤ مین نے تم کو وہان کا عامل مقرر کیا،[1]

یمن دو حصون پر منقسم تھا، ایک اقصائے یمن جس مین جند اور عدن وغیرہ دور کے اضلاع شامل تھے، اور دوسرا یمن ادنیٰ یا زیرین یمن، اول الذکر پر حضرت معاذ بن جبلؓ کا تقرر ہوا، اور دوسرے پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مامور ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون کو رخصت کرتے وقت حسب ذیل نصیحت فرمائی،

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا او	یعنی ملک والون سے نرمی کے ساتھ پیش آنا، سختی
تطاوعا	نہ کرنا، لوگون کو خوش رکھنا، متنفر نہ کر دینا اور
	باہم میل جول سے رہنا،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے ملک مین جو سے ایک قسم کی شراب بنائی جاتی ہے، اس کو "مزر" کہتے ہین نیز شہد سے ایک طرح کی شراب ہوتی ہے جو "بتع" کے نام سے مشہور ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ "ہر وہ چیز جو نشہ لائے حرام ہے"[2]

حضرت ابو موسیٰؓ چونکہ اپنے وطن مین گورنر ہو کر آئے تھے جہان پہلے سے ان کا اثر موجود تھا، اس لئے قدرۃً انھون نے اپنے خدمات نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیئے، حضرت معاذؓ ابن جبل سے دوستانہ تعلقات و مراسم کا سلسلہ بھی قائم تھا، بسا اوقات یہ دونون بزرگ سرحد پر آکر فروکش ہوتے اور باہم ملاقات کر کے تبادلۂ خیالات فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت معاذؓ

[1] بخاری جلد ۲ ص ۱۰۲۳ [2] بخاری کتاب المغازی،

Marfat.com

ابن جبلؓ حضرت ابوموسیٰؓ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے پاس لوگون کا ہجوم ہے اور ایک شخص کے دونون ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہین، انھون نے تعجب سے پوچھا کہ "عبداللہ بن قیس! یہ کون ہے؟" بولے "یہ مرتد ہوگیا ہے"، انھون نے اس کے قتل کا مشورہ دیا، حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا کہ "یہ اسی لئے گرفتار ہوکر آیا ہے"، آپ گھوڑے سے اتر آئے بولے "جب تک وہ قتل نہ ہوگا، مین نہ اترون گا"، حضرت ابوموسیٰؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو وہ اتر کر اندر آئے اور دیر تک دوستانہ صحبت قائم رہی، حضرت معاذؓ نے پوچھا کہ "آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہین"، بولے کہ "رات، دن مین جب موقع مل جاتا ہے تھوڑا تھوڑا کرکے پڑھ لیتا ہون"، پھر پوچھا کہ "آپ کس طرح تلاوت کرتے ہین؟"، بولے کہ "مین رات کو ایک نیند سوکر اٹھ بیٹھتا ہون اور اس وقت خدا کو جس قدر منظور ہوتا ہے پڑھ لیتا ہون"[1]

حجۃ الوداع مین شرکت

۱۰ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج فرمایا، حضرت ابوموسیٰؓ یمن سے شرکت کے لئے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، "عبداللہ بن قیس! کیا تم حج کے ارادے سے آئے ہو؟" عرض کی "ہان! یارسول اللہ!" فرمایا نیت کیا تھی؟ بولے "مین نے کہا تھا، کہ جو رسول اللہ کی نیت ہے وہی میری نیت ہے"، ارشاد ہوا کہ "قربانی اپنے ساتھ لائے ہو؟"، عرض کی "نہین"، حکم ہوا کہ "تم طواف اور سعی کرکے احرام کھول دو"، یہ اس وجہ سے کہ حجِ قران کی صورت مین قربانی لانا ضروری تھا[2]

یمن مین فتنہ و فساد

حضرت ابوموسیٰؓ حج سے فارغ ہوکر پھر یمن واپس آئے، لیکن یہان اسود عنسی کے ادعائے نبوت نے بہت جلد تمام ملک مین شورش و بغاوت پھیلا دی، یہان تک کہ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے مرکزِ حکومت "مارب" چلے آنے پر مجبور ہوئے، لیکن

[1] بخاری باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن، [2] بخاری جلد ۲ ص ۶۲۳ [3] ایضاً ص ۶۲۴،

Marfat.com

یہ بھی زیادہ دنون تک محفوظ نہ رہ سکا اور بالآخر ان دونون کو حضرموت مین پناہ لینی پڑی[1]،

گو ابن مکتوح مرادی کی تلوار نے بہت جلد اسود عنسی کا قصہ تمام کر دیا، تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دفعۃً پھر ارتداد و سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی، لیکن خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک زبردست فہم بھیجکر از سر نو تسلط قائم کر دیا، اور اس طرح یمن کے امراء اور حکام پھر اپنے اپنے عہدون پر واپس آ گئے، حضرت ابوموسیٰؓ بھی حضرموت سے اپنے دار الحکومت "مارب" واپس آئے اور خلیفۂ دوم کی ابتدائے خلافت تک نہایت تدبر و جانفشانی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دیتے رہے،

فتح نصیبین | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین جب بیرونی فتوحات کا زیادہ وسیع پیمانہ پر انتظام کیا گیا، اور حضرت سعد وقاصؓ کی زیر قیادت رزمگاہِ عراق کی طرف ایک بہت بڑی فہم روانہ ہوئی تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی شوقِ جہاد مین عہدۂ امارت سے مستعفی ہو کر اس فوج کشی مین شریک ہوئے،

عراق کا اکثر حصہ فتح کر لینے کے بعد حضرت سعد وقاصؓ نے ۱۷ھ مین دریائے دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ یعنی الجزیرہ پر ایک عام فوج کشی کا اہتمام کیا، اور حضرت ابوموسیٰؓ کو نصیبین کی فتح پر مامور کیا، انھون نے نہایت کامیابی کے ساتھ یہ مہم سر انجام دی[2]،

ولایتِ بصرہ | اسی سال دربارِ خلافت نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو معزول کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا والی مقرر کیا، اس موقع پر اہل بصرہ کے نام جو فرمان آیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے،

اما بعد فانی قد بعثت ابا موسی امیرا علیکم لیاخذ لضعیفکم من قویکم ولیقا	مین نے ابوموسیٰ کو تم پر امیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ قوی سے کمزور کا حق دلائین، تمھارے دشمنون سے لڑین

[1] تاریخ طبری ص ۱۸۵۴ [2] ایضاً ص ۲۵۰۶،

Marfat.com

بکم عدو وکم ولید فمع عن ذمتکم ویحصی لکم فیئکم ثم لیقسمہ بینکم ولینقی لکم طرقکم[1]،

ذمیون کی حفاظت کریں، تمھاری آمدنی کا تم کو حساب دین، پھر اس کو تم میں تقسیم کریں اور تمھارے راستوں کو تمھارے لئے صاف رکھیں،

فتح خوزستان بصرہ کی سرحد خوزستان سے ملی ہوئی تھی اور وہ اب تک ایرانیوں کے قبضہ میں تھا،

۱۶ھ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اس کو فتح کرنے کے خیال سے اہواز پر فوج کشی کی تو یہاں کے رئیس نے ایک قلیل سی رقم دے کر صلح کر لی، اور حضرت مغیرہؓ وہیں رک گئے، ۱۷ھ میں ان کی جگہ پر حضرت ابو موسیٰؓ آئے، اس انقلاب میں اہواز کے رئیس نے سالانہ رقم بند کر دی، اور علانیہ بغاوت کا اظہار کیا، مجبوراً انھوں نے فوج کشی کی اور اہواز کو فتح کر کے مناذر کا رخ کیا، یہ ایک نہایت مستحکم مقام تھا، حضرت مہاجر بن زیادؓ جو ایک معزز افسر تھے، یہاں ایک معرکہ میں شہید ہوئے، اور قلعہ والوں نے ان کا سر کاٹ کر برج کے کنگرہ پر لٹکا دیا،

حضرت ابو موسیٰؓ حضرت مہاجرؓ کے بھائی ربیعؓ کو اس کے محاصرہ پر چھوڑ کر سوس کی طرف بڑھے، ربیع نے مناذر کو سر کر لیا، اور حضرت ابو موسیٰؓ نے سوس کا محاصرہ کر کے ہر طرف سے رسد بند کر دی، قلعہ میں کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا، مجبوراً رئیس شہر نے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ اس کے خاندان کے سو آدمی زندہ چھوڑ دیئے جائیں، حضرت ابو موسیٰؓ نے منظور کیا، رئیس نے ایک ایک کر کے سو آدمیوں کو پیش کیا، اور وہ سب چھوڑ دیئے گئے، لیکن بدقسمتی سے اس نے شمار میں خود اپنا نام نہیں لیا، چنانچہ جب سو آدمیوں کی تعداد پوری ہو گئی، تو انھوں نے رئیس کو جو شمار سے باہر تھا قتل کرا دیا،

سوس کے بعد رامہرمز کا محاصرہ ہوا، اور آٹھ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہو گئی، یزدگرد

[1] تاریخ طبری ص ۲۵۳۲،

Marfat.com

نوجوان شہنشاہِ ایران اس وقت قم مین مقیم تھا، اس کو حضرت ابوموسیٰؓ کی فتوحات کی خبرین پہنچین تو اس نے اپنے مامون ہرمزان کو خوزستان کی حفاظت کے لئے بھیجا، ہرمزان نے شوستر پہنچکر اس کو مستحکم کیا اور تمام ملک مین جوش پیدا کرکے اپنے گرد ایک بہت بڑی فوج جمع کرلی، حضرت ابوموسیٰؓ نے ان حالات سے دربارِ خلافت کو مطلع کیا، اور مدد کی درخواست کی، وہان سے حضرت عمار بن یاسرؓ کے نام جو کوفہ کے گورنر تھے، حکم آیا کہ نعمان بن مقرن کو ایک ہزار سپاہیون کے ساتھ مدد کو بھیجین، لیکن غنیم کی کثرت اور سروسامان کے مقابلہ مین یہ جمعیت بیکار تھی، حضرت ابوموسیٰؓ نے دوبارہ لکھا جس کے جواب مین حضرت عمار بن یاسرؓ کوفہ سے ایک بڑی فوج لیکر آئے اور دوسری طرف جریر بجلی ایک جرار لشکر لیکر جلولا پر حملہ آور ہوئے، غرض حضرت ابوموسیٰؓ نے اس سروسامان سے شوستر کا رخ کیا اور شہر کے قریب پہنچکر ڈیرے ڈالے، ہرمزان نے خود قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا اور شکست کھاکر پھر قلعہ بند ہوگیا،

شوستر نہایت مستحکم مقام تھا، اس کی تسخیر کے متعلق حضرت ابوموسیٰؓ کی تمام کوششین بے نتیجہ رہین، لیکن خدا نے غیب سے سامان پیدا کردیا، ایک دن شہر کا ایک آدمی چھپ کر ان کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میری جان و مال کو امن دیا جائے تو مین شہر پر قبضہ کرادون، حضرت ابوموسیٰؓ نے منظور کیا، اس نے ایک عرب کو جس کا نام اشترس تھا، ساتھ لیا، اور نہر دجیل سے گذر کر ایک تہ خانہ کی راہ خاص شہر مین داخل ہوا، اشترس کے منہ پر چادر ڈال دی، اور کہا کہ نوکر کی طرح میرے پیچھے چلے آؤ، چنانچہ شہر کے گلی کوچون سے گذرتا ہوا خاص ہرمزان کے محل مین آیا، شہری نے ان کو تمام عمارات کی سیر کرائی اور موقع کے نشیب و فراز دکھاکر، حضرت ابوموسیٰؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، اشترس نے تفصیل کے ساتھ تمام کیفیت بیان کی، اور کہا کہ دوسو جانباز میرے ساتھ ہون تو شہر فوراً فتح ہوجائے، حضرت ابوموسیٰؓ نے فوج کی طرف دیکھا، دوسو

Marfat.com

بہادرون نے بڑھ کر کہا خدا کی راہ مین ہماری جان حاضر ہے، اشترؓ ان کو لے کر اسی تہ خانہ کی راہ شہر مین داخل ہوئے اور پہرہ والون کو تہ تیغ کر کے اندر کی طرف سے دروازے کھولدیئے، اِدھر حضرت ابوموسیٰؓ تمام فوج کے ساتھ موقع پر موجود تھے، دروازہ کھلنے کے ساتھ تمام لشکر ٹوٹ پڑا اور شہر مین ہلچل پڑ گئی، ہرمزان نے بھاگ کر قلعہ مین پناہ لی، مسلمان قلعہ کے نیچے پہنچے تو اس نے برج پر چڑھ کر کہا کہ میرے ترکش مین اب بھی سو تیر ہین، اور جب تک اتنی ہی لاشین یہان نہ ڈھیر ہو جائین مین گرفتار نہین ہو سکتا تاہم مین اس شرط پر اترآتا ہون کہ تم مجھ کو مدینہ پہنچا دو اور جو کچھ فیصلہ ہو عمرؓ کے ہاتھ سے ہو، حضرت ابوموسیٰؓ نے منظور کیا اور اس کو حضرت انسؓ کے ساتھ مدینہ بھیجدیا[1]

شوستر کے بعد جندی سابور پر حملہ ہوا، اس کا کئی دن تک محاصرہ رہا، ایک دن شہر والون نے خود شہر کے دروازے کھولدیئے، اور نہایت اطمینان کے ساتھ تمام لوگ اپنے کاروبار مین مصروف ہوئے، مسلمانون کو ان کے اطمینان پر تعجب ہوا، سبب دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ تم ہم کو جزیہ کی شرط پر امن دے چکے، اب کیا جھگڑا رہا، سب کو حیرت ہوئی کہ امن کس نے دیا؟ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے لوگون سے چھپا کر امن کا رقعہ لکھدیا ہے، حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ ایک غلام کی خودرائی حجت نہین ہو سکتی، شہر والے کہتے تھے کہ ہم آزاد اور غلام نہین جانتے، بالآخر دربار خلافت سے استصواب کیا گیا تو حکم ہوا کہ مسلمانون کا غلام بھی مسلمان ہے، اور جس کو اس نے امان دیدی تمام مسلمان امان دے چکے[2] اس شہر کی فتح نے تمام خوزستان مین اسلام کا سکہ بٹھادیا اور اس طرح نہ صرف فتوحات کی فہرست مین ایک نئے ملک کا اضافہ ہوا، بلکہ بصرہ (جہان حضرت ابوموسیٰؓ عہدہ

[1] طبری ص ۲۵۵۵ [2] ایضاً ص ۲۵۶۸،

Marfat.com

امارت پر بہم فراز تھے) دشمنون سے بالکل محفوظ ہو گیا،

معرکۂ نہاوند

خوزستان کی شکست سے متاثر ہو کر ۲۱ھ مین ایرانیون نے نہاوند مین ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ کی تیاریان کین، حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ بصرہ سے ان کو مدد پہنچائین، چنانچہ وہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ خود کمک لے کر گئے اور نہاوند فتح کر کے واپس آئے[1]

تبادلہ

بصرہ کی کثرتِ آبادی کے لحاظ سے اس صوبہ کا رقبہ نہایت مختصر تھا، اس بنا پر اہلِ بصرہ نے حضرت ابوموسیٰؓ کی وساطت سے دربارِ خلافت مین یہ درخواست پیش کی کہ خوزستان کے مفتوحہ علاقہ مین سے راھرمز، ابذج اور ماہ یا ماسپندان کے اضلاع بصرہ سے ملحق کر دیئے جائین لیکن اہل کوفہ اس علاقہ کی فتح مین برابر کے شریک تھے، انھون نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور حضرت عمار بن یاسرؓ والیِ کوفہ سے درخواست کی کہ وہ اس علاقہ کو کوفہ مین شامل کرنے کی کوشش کرین، لیکن حضرت عمارؓ نے اس معاملہ مین بالکل غیر جانب داری اختیار کر لی، اور فرمایا کہ "مجھے ان جھگڑون مین پڑنے کی کیا ضرورت ہے"

غرض حضرت ابوموسیٰؓ کی تحریک پر یہ اضلاع بصرہ سے ملحق کر دیئے گئے، اور اہلِ کوفہ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے ناخوش ہو کر مسلسل شکایتون کے بعد ان کو معزول کرا دیا، حضرت عمرؓ نے کوفہ والون سے پوچھا کہ تم کس کو اپنا والی بنانا چاہتے ہو؟ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جس خوش اسلوبی کے ساتھ بصرہ والون کی حمایت کی تھی، اس کے لحاظ سے انھون نے حضرت ابوموسیٰؓ کا نام لیا، چنانچہ وہ ان کی درخواست پر ۲۲ھ مین بصرہ سے کوفہ تبدیل کر دیئے گئے[2]

---

[1] تاریخ طبری ص ۲۶۰۱،

Marfat.com

لیکن ایک ہی سال کے بعد یعنی ۲۳ھ مین پھر بصرہ منتقل کیے گئے[1]

الزام | اسی سال ضبہ نام ایک شخص نے حضرت ابو موسیٰؓ کے خلاف دربارِ خلافت مین حسب ذیل شکایتین پیش کین،

(۱) ابو موسیٰ نے اسیرانِ جنگ مین سے ساٹھ رئیس زادے چھانٹ کر اپنے لئے رکھے ہین،

(۲) انھون نے عنانِ حکومت زیاد بن سمیہ کو سپرد کر دی ہے، اور وہی سیاہ و سپید کا مالک ہے،

(۳) انھون نے حطیہ شاعر کو ایک ہزار انعام دیا ہے،

(۴) عقیلہ نام ان کی ایک لونڈی ہے جس کو دونون وقت نہایت عمدہ غذائین بہم پہنچائی جاتی ہین، حالانکہ اس قسم کی غذا عام مسلمانون کو میسر نہین،

حضرت عمرؓ نے ان تمام شکایتون کو اپنے ہاتھ سے قلمبند کیا، اور حضرت ابو موسیٰؓ کو دارالخلافہ طلب کر کے باضابطہ تحقیقات کی، چنانچہ پہلا الزام غلط ثابت ہوا، دوسرے الزام کا انھون نے یہ جواب دیا کہ زیاد صاحبِ تدبیر و سیاست ہے، اس لئے مین نے اس کو اپنا مشیر کار بنایا ہے، حضرت عمرؓ نے زیاد کو بلا کر کے امتحان لیا تو حقیقت مین قابل آدمی تھا، اس لئے انھون نے خود حکامِ بصرہ کو ہدایت کی کہ زیاد کو مشیرِ کار بنائین، تیسرے الزام کے جواب مین حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ حطیہ کو مین نے اپنے جیب خاص سے انعام دیا ہے کہ وہ میری ہجو نہ کہے، لیکن چوتھے الزام کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے، حضرت عمرؓ نے معمولی فہمائش کے بعد ان کو رخصت کر دیا[2]

فتح اصفہان | حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اسی سال یعنی ۲۳ھ مین اصفہان پر فوج کشی کی اور اس کو فتح کر کے اسلامی ممالکِ محروسہ مین داخل کر دیا[3]

---

[1] تاریخ طبری ص ۲۶۰۰ [2] ایضاً ص ۲۶۱۱ [3] ایضاً ص ۲۶۱۳،

Marfat.com

اصفہان فتح کر کے واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو اسی سال بصرہ سے کوفہ کی گورنری پر منتقل کر دیا، لیکن کچھ دنون کے بعد ہی وہ پھر بصرہ تبدیل ہو کر آ گئے،

تعمیر نہر ابی موسیٰ بصرہ مین لوگون کو پانی کی سخت تکلیف تھی، دربار خلافت مین اس کی شکایت پہنچی تو حکم آیا کہ دریائے دجلہ سے نہر کاٹ کر لائی جائے، وہ شہر سے تقریباً دس میل دور تھا، لیکن اس کی ایک شاخ صرف چھ میل پر واقع تھی، حضرت ابو موسیٰؓ نے خود مستعد ہو کر اس شاخ سے شہر بصرہ تک ایک نہر نو والی جو اب تک "نہر ابی موسیٰ" کے نام سے مشہور ہے،

اخیر ذی الحجہ ۲۳ھ مین خلیفۂ دوم نے شہادت پائی اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا، اس انقلاب مین عہد فاروقی کے اکثر عمال و حکام ایک ہی سال کے بعد سبکدوش ہو گئے، لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ۲۹ھ تک بصرہ مین عہدۂ امارت کے فرائض انجام دیتے رہے، بیان کیا جاتا ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے ان کو چار سال تک برقرار رکھنے کی وصیت فرمائی تھی،[1]

معزولی ۲۹ھ مین کردون نے بغاوت کر دی، حضرت ابو موسیٰؓ نے مسجد مین ان کے خلاف جہاد کا وعظ کہا، اور راہِ خدا مین پیادہ پا چلنے کے فضائل بیان کئے، اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے مجاہدین جن کے پاس گھوڑے موجود تھے وہ بھی پیادہ پا چلنے پر تیار ہو گئے، لیکن حضرت ابو موسیٰؓ کے چند مخالفین نے کہا کہ "ہم کو جلدی نہ کرنا چاہیئے، دیکھین ہمارا والی کس شان سے چلتا ہے"، غرض صبح کے وقت دارالامارت کے قریب مجاہدین کا مجمع ہوا، حضرت ابو موسیٰؓ گھوڑے پر سوار ہو کر برآمد ہوئے، لوگون نے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس پر اعتراض کیا،

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۶۳،

Marfat.com

ظاہر ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ کا مقصد یہ نہ تھا کہ جن کے پاس گھوڑے موجود ہون وہ راہ خدا مین ان سے کام نہ لین، لیکن درحقیقت خلیفہ سومؓ کے عہدِ خلافت کا نصفِ اخیر فتنہ اور سازش کا دور تھا، مفسدہ پردازون نے اسی وقت دارالخلافہ کی راہ لی اور دربارِ خلافت سے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان کو معزول کرکے ایک کمسن نوجوان عبداللہ بن عامرؓ کو اس منصب پر مامور فرمایا،[1]

امارت کوفہ ۳۴ھ مین اہلِ کوفہ کی درخواست پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پھر سعید بن العاصؓ کی جگہ کوفہ کے والی مقرر کئے گئے، لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام دنیاے اسلام پر آشوب تھی، اور ملک مین ہر طرف سازش وفتنہ پردازی کا بازار گرم تھا، چونکہ حضرت ابوموسیٰؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یاد تھی، اس لئے ان کو یقین تھا کہ عنقریب ہولناک خانہ جنگیون کا سلسلہ شروع ہوگا، وہ عموماً اپنے وعظ مین اہل کوفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سناتے اور اس آنے والے دورِ فتنہ سے کنارہ کش رہنے کی ہدایت فرماتے تھے، چنانچہ ۳۵ھ مین حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مسند نشینی کے بعد وہ خطرہ بالکل سر پر آگیا،

خانہ جنگی سے اجتناب حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے خلیفۂ ثالثؓ کے قصاص اور مطالبۂ اصلاح کا علم بلند کرکے بصرہ کا رخ کیا، حضرت علیؓ ان کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے چلکر مقام ذی قار مین آئے اور حضرت امام حسنؓ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ بھیجا کہ وہان لوگون کو خلافت کی اعانت پر آمادہ کرین، حضرت امام حسنؓ کوفہ پہنچے تو اس وقت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مسجد مین ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے کہ "سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

[1] تاریخ طبری ص ۲۸۲۸ ج ۱

Marfat.com

نے جس فتنہ کا خوف دلایا تھا وہ اب سر پر ہے، اس لئے اسلحہ بیکار کردو اور عزلت نشین ہو کر بیٹھ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانہ مین سونے والا بیٹھنے والے سے، اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے[1]، اسی اثنا مین حضرت امام حسنؓ داخلِ مسجد ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مخاطب ہو کر کہا، آپ ابھی ہماری مسجد سے نکل جائیے، وہ نہایت سکون و خاموشی کے ساتھ منبر سے اتر آئے، اور ملک شام کے ایک غیر معروف گاؤن مین جا کر گوشہ نشین ہو گئے،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اہل کوفہ کو بارہا جس خطرہ سے آگاہ کیا تھا، اس کو انھون نے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا، جنگِ جمل مین عرب کے ہزارون گھر بے چراغ ہو گئے، اور میدانِ صفین مین حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی آویزش نے بیشمار مسلمانون کا خون پانی کی طرح بہا دیا،

حکم مقرر ہونا معرکۂ صفین مین جب امیر معاویہؓ کے حامیون نے حریف کا پلہ بھاری دیکھا، تو اپنے نیزون پر دمشق کا مصحف اعظم بلند کر کے عجیب و غریب طریقہ پر مصالحت کی دعوت دی، گو جناب امیرؓ اس پر راضی نہ تھے تاہم قرآن کی دعوت کا رد کرنا آسان نہ تھا، خود آپ کی فوج مین پھوٹ پڑ گئی، انجام کار تمام مابہ النزاع امور کا فیصلہ طرفین کے دو ثالث پر محوّل ہوا، امیر معاویہؓ نے اپنی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم مانا اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کا انتخاب ہوا، دومۃ الجندل مقامِ اجلاس قرار پایا، اور دونون حکم ایک مقرر تاریخ پر مجتمع ہوئے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ایک نہایت نکتہ رس اور معاملہ فہم بزرگ تھے، انھون نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ سے علیحدہ علیحدہ گفتگو کر کے ان کی رائے کا اندازہ کیا، تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ دونون کسی امر پر متفق نہین ہو سکتے، کیونکہ اگر ایک طرف کمال

[1] بخاری کتاب الفتن،

Marfat.com

غیر جانبداری و بے لوثی ہے تو دوسری طرف شدید خود غرضی و پاسداری،

غرض دونون حکم باہم مشورہ کے لئے گوشۂ خلوت مین مجتمع ہوئے، حضرت ابو موسیٰؓ نے محض بے لوثی کے ساتھ صرف مسلمانون کی فلاح و بہبود کے خیال سے اس عہدہ کو قبول کیا تھا، ان کی رائے تھی کہ عنانِ خلافت کسی غیر جانبدار کے ہاتھ مین دیدی جائے تو اس خانہ جنگی کا دروازہ خود بخود بند ہو جائے گا، چنانچہ دونون مین حسب ذیل گفتگو ہوئی،

ابو موسیٰؓ:۔ عمرو! تم ایک ایسی رائے کے متعلق کیا خیال رکھتے ہو جس سے خدا کی خوشنودی اور قوم کی بہبودی دونون میسر آئے؟

عمرو بن العاصؓ:۔ وہ کیا ہے؟

ابو موسیٰؓ:۔ عبداللہ بن عمر کو منصبِ خلافت پر متمکن کرنا چاہیئے، کیونکہ انھون نے ان خانہ جنگیون مین کسی طرح حصہ نہین لیا ہے،

عمرو بن العاصؓ:۔ معاویہ مین کیا خرابی ہے؟ آپ جانتے ہین کہ عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے، معاویہ ان کے قصاص کے دعویدار ہین، ام المومنین ام حبیبہؓ ان کی بہن ہین، اور خود ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف حاصل ہے،

ابو موسیٰؓ:۔ معاویہ کے جن فضائل کا تم نے تذکرہ کیا وہ استحقاقِ خلافت کے لئے کافی نہین، اگر فضل و شرف ہی پر معیار ہو تو علیؓ سے بڑھ کر کون ہے، رہا قصاص کا دعویٰ تو اس کے لئے معاویہ کو خلافت کے معاملہ مین مہاجرین اولین پر ترجیح نہین دیجا سکتی، ہان اگر تم مجھ سے اتفاق کرو، تو فاروقِ اعظمؓ کا عہد لوٹ آئے، اور فاضل و عالم عبداللہ اپنے باپ کی یاد پھر تازہ کر دے،

عمرو بن العاصؓ:۔ میرے لڑکے عبداللہ پر آپ کی نظرِ انتخاب کیون نہین پڑتی؟

Marfat.com

فضل ومنقبت مین تو وہ بھی کچھ کم نہیں،،

ابو موسیٰؓ:" بیشک وہ صاحبِ فضل ومنقبت ہین، لیکن ان خانہ جنگیون مین شریک کرکے تم نے ان کے دامن کو بھی داغدار کر دیا ہے، برخلاف اس کے طیب بن الطیب عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ کا لباسِ تقویٰ تمام دھبون سے محفوظ ہے،

عمرو بن العاصؓ:" ابو موسیٰ! اس منصب کی صلاحیت صرف اسی مین ہو سکتی ہے جس کے دو داڑھ ہون، ایک سے کھائے اور دوسرے سے کھلائے،

ابو موسیٰؓ:" عمرو! تمھارا برا ہو، شدید کشت وخون کے بعد مسلمانون نے ہمارا دامن پکڑا ہے، اب ہم ان کو پھر فتنہ وفساد مین مبتلا نہین کرین گے،"

عمرو بن العاصؓ:" پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

ابو موسیٰؓ:" ہمارا خیال ہے کہ علی اور معاویہ دونون برطرف کئے جائین، اور مسلمانون کی مجلسِ شوریٰ کو پھر نئے سرے سے اختیار دیا جائے کہ وہ جس کو چاہے منتخب کرے

عمرو بن العاصؓ:" مجھے بھی اس سے اتفاق ہے،

اس قرارداد کے بعد دونون ایک دوسرے سے جدا ہوئے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس آکر کہا دو خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکا دیا ہوگا، اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان مین سبقت نہ کیجئے گا، کیا عجب ہے کہ وہ آپ کی مخالفت کر بیٹھین، حضرت ابو موسیٰؓ نہایت نیک طینت بزرگ تھے، اونھین دینا کی فریب کاریون کی کیا خبر تھی، بولے" ہم دونون ایک ایسی رائے پر متفق ہوئے ہین کہ اس مین اختلاف کی گنجایش ہی نہین،" غرض دوسرے روز مسجد مین مسلمانون کا مجمع ہوا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عمرو بن العاصؓ سے فرمایا کہ" منبر پر چڑھ کر فیصلہ سنا دو،" بولے" مین آپ پر سبقت

Marfat.com

نہین کرسکتا، آپ فضل و منقبت اور سن و سال مین مجھ سے افضل اور بڑے ہین،" حضرت ابوموسیٰؓ پر ان کا یہ افسون چل گیا، وہ بغیر سوچے سمجھے کھڑے ہو گئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا "صاحبو! ہم نے علی اور معاویہ دونون کو معزول کیا اور پھر نئے سرے سے مجلسِ شوریٰ کو انتخاب کا حق دیا، وہ جس کو چاہے اپنا امیر بنائے۔" ابوموسیٰؓ اپنا فیصلہ سنا کر اتر آئے تو عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا، "صاحبو! علی کو ابوموسیٰ کی طرح مین بھی معزول کرتا ہون، لیکن معاویہ کو اس منصب پر برقرار رکھتا ہون، کیونکہ وہ امیر المومنین عثمانؓ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہین۔"

حضرت ابوموسیٰؓ نہایت متقی، پرہیزگار اور نیک نفس بزرگ تھے، اس خلاف بیانی سے پریشدر رہ گئے، چلا کر کہنے لگے، یہ کیا غداری ہے؟ یہ کیا بے ایمانی ہے؟ سچ یہ ہے کہ تمھاری حالت بالکل اس کتے کی طرح ہے جس پر بوجھ لادو جب بھی ہانپتا ہے اور چھوڑ دو جب بھی ہانپتا ہے (انما مثلك كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث الایہ)

عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا، اور آپ بوجھ بار پائے بروکنا بے چندؤ کی مثل صادق آتی ہے، (مثلك كمثل الحمار يحمل اسفارا)

وفات حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اپنے فریب کھا جانے پر اس قدر ندامت ہوئی کہ وہ اسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور پھر کسی چیز مین حصہ نہ لیا، وفات کے سنہ اور مقام مین مختلف روایتین ہین، بعض لوگ ان کی وفات کا مقام مکہ بتاتے ہین، اور بعض کوفہ، لیکن مرجح مکہ کی روایت ہے، بہرحال باختلافِ روایت ۴۲ھ ۴۴ھ ۵۲ھ مین بیمار پڑے، اور بروایت صحیحہ ذیحجہ ۴۴ھ مین وفات پائی،[1] آخر وقت تک احکام نبوی کا لحاظ رہا، جب حالت زیادہ

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۱،

Marfat.com

نازک ہوئی اور غشی طاری ہوگئی، تو جس عورت کی گود مین سر تھا، اس نے گریۂ وزاری شروع کردی، اس وقت بولنے کی طاقت نہ تھی، ہوش آیا تو کہا جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براءت کی ہے، اس سے مین بھی بری ہون، جیب وگریبان پھاڑنے والی، نوحہ وبکا کرنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی عورتون سے آپنے براءت ظاہر کی ہے،[1]

اس کے بعد کفن ودفن وغیرہ کے متعلق ضروری وصیتین کین کہ جنازہ تیز چال سے لے چلنا، جنازہ کے ساتھ انگیٹھی نہ لے چلنا، لحد اور میری میت کے درمیان کوئی مٹی روکنے والی چیز نہ رکھنا، قبر پر کوئی عمارت نہ بنانا، اور مین نوحہ وبین کرنے والی، جیب وگریبان چاک کرنے والی اور سر نوچنے والی عورتون سے بری ہون،[2] وصیت سے فراغت ہوئی کہ طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کرکے اپنے اصلی نشیمن مین پہنچ گیا، وفات کے وقت ۶۱ سال کی عمر تھی،

حلیہ	پستہ قد اور دلاغز اندام تھے،
اولاد	وفات کے بعد متعدد نسلی یادگارین چھوڑین، نام یہ ہین، ابراہیم، ابوبکر، ابوبردہ، موسیٰ، [3]
ذریعۂ معاش	ابتدا مین تنگدستی کی زندگی تھی، لیکن پھر فارغ البالی کا دور آیا، متعدد مہمین ان کی افسری مین سر ہوئین، مدتون تک مختلف ممالک کے گورنر رہے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ مین دوسرے مہاجرین کے ساتھ ان کا وظیفہ بھی مقرر کیا، غرض اطمینان اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے تھے،

[1] مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۹۷ [3] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۶۲،

Marfat.com

فضل و کمال

حضرت ابوموسیٰؓ ان مخصوص صحابہؓ مین تھے جن کو بارگاہِ رسالت مین خاص تقرب اور شرفِ پذیرائی حاصل تھا، اس لئے وہ نبوت کے چشمۂ فیض سے پوری طرح سیراب تھے، وہ ان چھ آدمیوں مین سے ایک تھے، جن کو خود عہدِ رسالت مین مسائل کے جواب اور فتویٰ دینے کی اجازت تھی،[1]

اسود تابعی کا بیان ہے کہ مین نے کوفہ مین حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ سے زیادہ کسی کو صاحبِ علم نہین دیکھا، حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ "ابوموسیٰ سرتا پا علم کے رنگ مین رنگے ہوئے ہین"[2]

اہلِ علم سے اکثر ان کی علمی صحبتین اور علمی بحثین رہتی تھین، جس نے ان کے علم کو اور چمکا دیا تھا، یون تو ان کے علمی احباب کا حلقہ بہت وسیع تھا، مگر ان مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور معاذ بن جبلؓ سے خاص طور سے وہ علمی گفتگو کرتے تھے، اور کبھی کبھی یہ گفتگو نیک نیتی کے ساتھ بحث ومناظرہ تک پہنچ جاتی، اور جب تک مسئلہ کی پوری تنقیح نہ ہوجاتی برابر جاری رہتی،

ایک مجلس مین تیمم کا مسئلہ چھڑا، حضرت ابوموسیٰؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا اگر کسی کو نہانے کی ضرورت پیش آجائے، اور اس کو ایک مہینہ تک پانی نہ ملے، تو کیا تیمم کرکے نماز پڑھ لے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا نہین، خواہ ایک مہینہ تک پانی نہ ملے جب بھی تیمم نہ کرے، حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا تو پھر سورۂ مائدہ کی اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہو؟

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۱ [2] ایضاً ص ۲۰،

Marfat.com

فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً — پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو،

حضرت عبداللہؓ نے کہا، اگر لوگون کو تیمم کی اجازت دیدی جائے تو سردیون کے موسم مین جب پانی ٹھنڈا ملتا ہے لوگ تیمم ہی پر اکتفا کرنے لگین گے،" اس پر شقیق (راوی) بولے وہ کیا صرف اس خطرہ سے آپ تیمم کو برا سمجھتے ہین، حضرت عبداللہؓ نے کہا ہان، حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، تم نے عمار کا وہ واقعہ جس کو انھون نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا تھا، نہین سنا، کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا، اتفاق سے ان کو راہ مین غسل کی ضرورت پیش آگئی، اور پانی نہ ملا تو انھون نے جانور کی طرح زمین پر لوٹ کر تیمم کیا، اور واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپنے ان کو تیمم کا طریقہ بتا کر فرمایا کہ اس قدر کافی تھا،[1] اس پر عبداللہؓ نے کہا مگر شاید آپ کو یہ نہین معلوم کہ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کو کافی نہ سمجھا،[2]

ایک مرتبہ دونون مین حدیث کا مذاکرہ ہو رہا تھا، حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب علم اٹھ جائے گا، جہالت کا دور دورہ ہوگا، اور قتل وغارت کی گرم بازاری ہوگی،"[3]

اشاعتِ علم علم کی اشاعت اور اس سے دوسرون کو فائدہ پہنچانے کی وہ پوری کوشش کرتے تھے، ان کا اصول یہ تھا کہ جو کچھ کسی کو معلوم ہو اس سے دوسرون کو فائدہ پہنچانا اس کا فرض ہے، ایک مرتبہ خطبہ مین لوگون سے خطاب کرکے کہا کہ "جس شخص کو خدا علم دے، اس کو چاہئے کہ اپنے دوسرے بھائیون کو بھی اس کی تعلیم دے، اسی کے ساتھ جو اس کو معلوم نہ ہو، اس کے متعلق ہرگز ایک لفظ بھی وہ اپنی زبان سے نہ نکالے،"[4]

ان کے درس کے طریقے مختلف تھے، مستقل حلقۂ درس کے علاوہ کبھی کبھی وہ لوگون

[1] بخاری کتاب التیمم باب التیمم ضربۃ [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۹۲، [3] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۸،

Marfat.com

کو جمع کر کے خطبہ دیتے، ایک مرتبہ خطبہ دیا،

"لوگو! شرک سے بچنے کی کوشش کرو کہ یہ چیونٹی کی چال سے زیادہ غیر محسوس ہے"[1]

جہان کہین چند آدمی ایک جگہ ان کو اکٹھا مل جاتے، ان کے کانون تک وہ کوئی نہ کوئی حدیث ضرور پہنچا دیتے، ایک دفعہ بنو ثعلبہ کے چند آدمی کہین جا رہے تھے، ان کو راہ مین ایک حدیث سنادی[2]،

اصفہان کی مہم سے واپس ہوتے وقت ایک جگہ پڑاؤ کیا، کافی مجمع تھا، کہا مین تم لوگون کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہون جو ہم لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی تھی، لوگون نے کہا خدا آپ پر رحم کرے ضرور سنایئے، بولے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے قرب مین "ہرج" زیادہ ہوگا، لوگون نے پوچھا "ہرج" کیا؟ کہا قتل اور جھوٹ، لوگون نے کہا کیا اس سے بھی زیادہ قتل ہوگا، جتنا ہم لوگ کرتے ہین؟ فرمایا اس سے مقصد کفار کا قتل نہین ہے، بلکہ باہمی خونریزی ہے، حتی کہ پڑوسی پڑوسی کو، بھائی بھائی کو، بھتیجا چچا کو، اور چچا بھتیجے کو قتل کرے گا، لوگون نے کہا سبحان اللہ عقل وہوش رکھتے ہوئے؟ کہا عقل وہوش کہان عقل وہوش تو اس زمانہ مین باقی نہ رہے گا، حتی کہ آدمی خیال کرے گا کہ وہ کسی (حق) بات پر ہے، لیکن درحقیقت وہ کسی (حق) بات پر نہ ہوگا"، یہ حدیث سنا کر بولے کہ ہم مین تم مین سے کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی سے نہ نکل سکے گا، اس سے نکلنے کی صرف یہ صورت ہے کہ ہم بلا کچھ کئے ہوئے اس طریقہ سے پاک وصاف نکل جائین جس طرح اس مین شریک ہوئے تھے[3]،

حضرت ابوموسیٰ اشعری کے تعلیم دینے کا طریقہ نہایت نرم تھا، اگر کبھی کوئی شخص نادانی سے بھی کوئی اعتراض کرتا، تو خفا ہونے کے بجائے نہایت نرمی سے اس کو سمجھا دیتے، عبداللہ الرقاشی

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۴۰۳ [2] ایضاً ص ۴۱۱ [3] ایضاً ص ۴۰۲،

Marfat.com

روایت کرتے ہین کہ "مین ایک مرتبہ ابوموسیٰؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، وہ قعدہ مین تھے کہ کسی نے زور سے ایک ایسا فقرہ کہا جو مسنون دعاؤن مین سے نہ تھا، ابوموسیٰؓ نماز ختم کر چکے، تو پوچھا یہ کس نے کہا تھا، لوگ خاموش رہے، پھر پوچھا فلان بات کس نے کہی تھی، لوگ پھر چپ رہے، تو بولے حطان شاید تم نے کہا ہوگا، انھون نے کہا مین نے نہین کہا، مجھ کو پہلے ہی خطرہ تھا کہ آپ مجھ ہی پر ڈانٹ ڈپٹ کرین گے، اتنے مین ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے کہا اور اس سے میرا مقصد بدنیتی نہ تھی، بلکہ بھلائی تھی، ابوموسیٰؓ نے کسی قسم کی ترش روئی کے بغیر مسنون نماز کا پورا طریقہ بتادیا،[1]

قرآن پاک قرآن پاک اسلام کے تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے، اس کے ساتھ حضرت ابوموسیٰؓ کو غیر معمولی شغف و انہماک تھا، فرصت کا سارا وقت قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی تعلیم مین صرف ہوتا، مین کی گورنری کے زمانہ مین معاذ بن جبلؓ القرآن سے ملنے آتے، اور دیر تک علمی صحبت رہتی، ایک مرتبہ انھون نے پوچھا، آپ قرآن کس طرح تلاوت کرتے ہین، بولے رات دن مین جب موقع مل جاتا ہے تھوڑا تھوڑا کرکے پڑھ لیتا ہون،[2]

قرآن نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے، یہ اس قدر خوش گلو اور شیرین آواز تھے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "ان کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے"[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا قرآن پڑھنا بہت پسند تھا، جہان ان کو قرآت کرتے ہوئے سنتے کھڑے ہو جاتے، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کہین تشریف لئے جا رہے تھے، ابوموسیٰؓ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا، وہین کھڑے ہو گئے اور سنکر آگے بڑھے، صبح کو جب ابوموسیٰؓ حاضر ہوئے، تو فرمایا کہ ابوموسیٰ کل تم قرآن پڑھ رہے تھے، ہم نے تمھاری قرأت سنی تھی، عرض کیا اے

[1] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ [2] بخاری [3] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۸۰،

Marfat.com

خدا کے رسول اگر مجھکو حضور کی موجودگی کا علم ہوتا، تو مین آوازین اور دلکشی پیدا کرتا،[1]

ایک مرتبہ مسجد نبوی مین بلند آواز سے عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے، آواز سنکر ازواج مطہراتؓ اپنے اپنے حجرون مین پردون کے پاس آکر کھڑی ہوکر سننے لگین، صبح کو جب ان کو اطلاع ہوئی تو کہا اگر اس وقت مجھکو معلوم ہوجاتا تو مین ان کو قرآن کا اس سے بھی زیادہ مشتاق بنادیتا،[2]

ابوعثمان نہدی بیان کرتے تھے کہ ابوموسیٰؓ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، ان کی آواز اتنی سریلی اور دلکش ہوتی تھی کہ چنگ و بربط مین بھی وہ دلکشی نہین،[3]

کبھی کبھی حضرت عمرؓ فرمایش کرتے کہ ابوموسیٰؓ خدا کی یاد دلاؤ، یہ قرآن پڑھکر سناتے، ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰؓ نے انس بن مالکؓ کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا، انھون نے پوچھا، ابوموسیٰ کا کیا حال ہے، کہا لوگون کو قرآن پڑھاتے ہین، فرمایا وہ بلند مرتبہ آدمی ہین، مگر اس کو ان کے سامنے نہ کہنا،[4]

ان کی غیر معمولی قرأت دانی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور عالم قرآن حضرت معاذ بن جبلؓ کے ساتھ ان کو بھی نومسلمون کی تعلیم قرآن کیلئے یمن بھیجا تھا،[5]

حدیث قرآن کے ساتھ ان کو حدیث کے علم سے بھی وافر حصہ ملا تھا، حفظ حدیث کے اعتبار سے وہ اپنے معاصرون مین امتیازی پایہ رکھتے تھے، کوفہ مین مستقل حلقۂ درس تھا جس سے بڑے بڑے اربابِ کمال پیدا ہوئے، ان کے نام آیندہ آئین گے، ان کی مرویات کی تعداد ۳۶۰ تک پہنچتی ہے، ان مین ۵۰ متفق علیہ ہین، ان کے علاوہ ۱۸ بخاری اور ۲۵ مسلم مین ہین،[6]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۶۶. [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ۴ ص ۸۰. [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۹۵، [6] تہذیب الکمال،

Marfat.com

ان مین سے اکثر روایات خود صاحبِ حدیثؐ کی زبان سے سنی ہوئی ہین، ان کے بعد پھر حضرت ابوبکر، عمر، علی، ابن عباس، ابی بن کعب، عمار بن یاسر، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے روایتین کی ہین، تلامذہ کی تعداد بھی کافی ہے مختصر فہرست یہ ہے،

ابراہیم، ابوبکر، ابوبردہ، موسیٰ، انس بن مالکؓ، ابوسعید خدریؓ، طارق بن شہاب، ابو عبدالرحمٰن سلمی، زر بن حبیش، زید بن وہب، عبید بن عمیر، ابوالاحوص، عوف بن مالک، ابو الاسود دیلی، سعید بن مسیب، ابوعثمان نہدی، قیس بن ابی حازم، ابورافع صائغ، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، مسروق بن اوس حنظلی، ہزیل بن شرجیل، مرہ بن شرجیل، اسود بن یزید، عبدالرحمٰن بن یزید، حطان بن عبداللہ رقاشی، ربعی بن خراش، زہدم بن مضرب، ابووائل شقیق ابن سلمہ، صفوان بن محرز وغیرہم[1]،

اس فضل وکمال کے باوجود ان کو اپنی غلطی اور دوسرون کے کمال کے اعتراف مین بخل نہ تھا، ایک مرتبہ کسی نے لڑکی، پوتی اور بہن کی وراثت کے متعلق فتویٰ پوچھا، انھون نے جواب دیا لڑکی اور بہن کو نصف نصف ملے گا، مستفتی نے جاکر یہ جواب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سنایا اور ان سے بھی فتویٰ دریافت کیا، انھون نے کہا، اگر مین اس کی تائید کرون تو گمراہ ہون، مین اس مسئلہ مین وہی فیصلہ کرون گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، لڑکی کو آدھا ملے گا، پوتی کو دو تہائی پورا کرنے کے لئے چھٹا حصہ ملے گا باقی جو بچے گا وہ بہن کا حصہ ہے، مستفتی نے یہ جواب جاکر ابوموسیٰؓ کو سنایا، انھون نے کہا جب تک یہ عالم تم مین موجود ہے اس وقت تک مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہین[2]،

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۶۳،

[2] بخاری کتاب الفرائض باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ،

Marfat.com

اخلاق و عادات

خشیتِ الٰہی اور رقتِ قلب مذہب کی روح ہے، حضرت ابوموسیٰؓ مین یہ دونون وصف موجود تھے، خود بھی روتے اور دوسرون کو بھی رُلاتے، بصرہ کے قیام کے زمانہ مین ایک مرتبہ خطبہ دیا، کہ "لوگو! خوب روؤ اگر نہ رو سکتے ہو تو کم از کم رونی صورت بناؤ کیونکہ دوزخی (جنھون نے دنیا نہیں کر گذاری) اس قدر روئین گے کہ آنسو خشک ہو جائین گے، پھر خون کے آنسو روئین گے، آنسوون کی فراوانی کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس مین کشتیان چلائی جائین تو بہ نکلین"[1]

اتباع سنت ابوموسیٰؓ کی پوری زندگی حیات نبوی کا آئینہ تھی، وہ کوشش کرتے تھے کہ ان کی نقل و حرکت، قول و فعل بلکہ ہر ہر اداۓ نبویؐ کا نمونہ بن جائے، ایک موقعہ پر انھون نے اپنی حرص کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے،

ابو مجلز راوی ہین کہ ایک مرتبہ ابوموسیٰؓ مکہ سے مدینہ آرہے تھے، راستہ مین عشاء کی نماز کا وقت آیا تو دو رکعت نماز پڑھی، پھر کھڑے ہو کر سورۂ نساء کی ۱۰۰ آیتین ایک رکعت مین پڑھین، لوگون نے اس پر اعتراض کیا، انھون نے کہا میری ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھا ہے وہین مین بھی قدم رکھون، اور جو کام آپ نے کیا ہے وہی مین بھی کرون"[2]

رمضان کے روزون کے علاوہ نوافل کے روزے محض اس لئے رکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے، عاشورہ کا روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر رکھا کرتے تھے، یہ لوگون کو

---

[1] ابن سعد قسم اوّل جزو ۴ ص ۱۸ [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۴۱۹،

Marfat.com

ہدایت کرتے کہ عاشورہ کا روزہ رکھو،

سنت سے لے کر مستحبات تک کی خود پابندی کرتے اور اپنے اہل وعیال سے پابندی کراتے

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مسنون ہے، حضرت ابو موسیٰؓ لڑکیون تک کو حکم دیتے تھے

کہ وہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرین[1]،

احکام نبوی کا لحاظ ہر آن وہر لمحہ رہتا تھا، کسی موقع پر فروگذاشت نہ ہونے پاتی، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جب کوئی شخص کسی کے یہان جائے تو اجازت لے کر گھر مین داخل

ہو، اگر تین مرتبہ اجازت مانگنے پر بھی اجازت نہ دے تو لوٹ جائے، حضرت ابو موسیٰؓ اس فرمان

نبوی پر اس سختی سے عامل تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت

چاہی، آپ غالباً کسی کام مین مشغول تھے، اس لئے کوئی توجہ نہ کی، انھون نے ۳ مرتبہ اجازت

مانگی، پھر لوٹ آئے، دوسرے وقت حضرت عمرؓ نے کہا تم کیون واپس ہو گئے تھے، کہا مین

نے تین مرتبہ اجازت مانگی، جب نہ ملی، تو لوٹ گیا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ اگر تم کو ۳ مرتبہ اجازت مانگنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جانا چاہیئے، حضرت

عمرؓ نے فرمایا "شاہد لاؤ تمھارے علاوہ کسی دوسرے نے بھی اس حکم کو سنا ہے"، یہ گھبرائے ہوئے

انصاری اصحاب کی مجلس مین آئے، ابی بن کعبؓ کو یہ حکم معلوم تھا انھون نے جاکر شہادت دی[2]

یہی پاس ولحاظ زندگی کے آخر لمحہ تک رہا،

مرض الموت مین اپنے گھر کی کسی عورت کی گود مین سر رکھے ہوئے تھے، اسی حالت مین

غشی طاری ہو گئی، عورت نے گریہ وزاری شروع کر دی، اس وقت تو بولنے کی طاقت

نہ تھی، ہوش آیا تو کہا جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت ظاہر کی ہے، اس سے

[1] بخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح ضحیۃ غیرہ [2] بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلثاً،

Marfat.com

ین بھی بری ہون، جیب وگریبان پھاڑنے والی، نوحہ وبکا کرنے والی، سر نوچنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی عورتون سے آپنے برأت کی ہے،[1]

موت سے پہلے کفن ودفن وغیرہ کی وصیتون کے ساتھ ساتھ یہ بھی وصیت کی کہ کوئی میری موت پر نوحہ اور بین نہ کرے جیب اور گریبان نہ چاک کرے، سر کو نہ نوچے، ان سب سے بین بری ہون،[2]

تقویٰ | ابو موسیٰ اشعریؓ کا دامنِ عفاف کبھی معصیت کی آلودگیون سے داغدار نہ ہوا، وہ اس درجہ محتاط تھے کہ غیر عورتون کی ہوا تک لگنا گوارا نہ کرتے تھے، کہا کرتے تھے کہ عورتون کی لپٹ سے مجھکو سڑے ہوئے مردار کی عفونت زیادہ خوش آیند ہے،[3]

طہارت اور صفائی کے خیال سے ہمیشہ نشیبی مین پیشاب کرتے تھے کہ کوئی چھینٹ نہ پڑنے پائے، دوسرے صحابہؓ اس غیر ضروری شدت کو محسوس کرتے اور اس کا اظہار بھی کردیتے تھے، حذیفہؓ نے لوگون سے کہا کہ کاش تمھارے ساتھی اتنا تشدد نہ کرتے،[4]

توکل | خدا کی ذات پر پورا اعتماد اور قضا وقدر پر پورا یقین تھا، چنانچہ وبائی مقامات سے الگ نہ ہوتے تھے، ایک مرتبہ طاعون کی وبا پھیلی، ابو بردہؓ نے کہا یہان سے ہٹ کر وابق چلے جائیے، کہا مین خدا کے پاس جاؤن گا، وابق نہ جاؤن گا،[5]

خدمتِ رسول | خطرناک سے خطرناک موقعون پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور آپ کی حفاظت کی سعادت حاصل کرتے تھے، کسی غزوہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، راستہ مین رات گذارنے کے لئے مجاہدین نے قیام کیا، جنگ کا زمانہ تھا، دشمن ہر وقت تاک مین

---

[1] مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۹۷ [3] ابن سعد جزو ۴ قسم اوّل ص ۸۳ [4] مسلم کتاب الطہارت باب المسح علی الخفین، [5] ابن سعد قسم اوّل جزو ۴ ص ۸۳،

Marfat.com

رہتے تھے، اس خطرہ سے یہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے پاس پہنچے، اتفاق سے آپ موجود نہ تھے، یہ تلاش مین نکلے، راستہ مین ایک اور صحابی جو اسی نیت سے نکلے تھے، مل گئے، دونون آگے بڑھے، اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہوئے دکھائی دیئے، ان دونون نے عرض کیا کہ اس وقت آپ دشمن کی زمین مین ہین، آپکے متعلق ہر وقت خطرہ ہے، اس لئے جب آپ کو کوئی ضرورت پیش آیا کرے تو کسی کو حکم دیدیا کیجئے وہ ساتھ ہو جایا کرے[1]"

شرم وحیا الحیاء شعبۃ من الایمان، حضرت ابوموسیٰؓ مین ایمان کا یہ عنصر بہت غالب تھا، رات کو سوتے وقت خاص قسم کا کپڑا پہن لیتے تھے کہ نیند کی غفلت مین ستر نہ کھل جائے، ایک مرتبہ کچھ اشخاص کو دیکھا وہ پانی کے اندر ننگے نہا رہے ہین، تو بولے مجھکو بار بار مر کر زندہ ہونا پسند ہے مگر یہ فعل پسند نہین ہے[2]

سادگی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی زندگی کے مختلف دور تھے، ابتدائی دور نہایت عسرت کا تھا، مگر جیسے جیسے اسلام کو فروغ ہوتا گیا، ان کی عسرت مین کمی آتی گئی، متعدد مہمین ان کی ماتحتی مین سر ہوئین، برسون تک مختلف صوبون کے حاکم رہے، لیکن ان دونون حالتون مین ان کی ظاہری زندگی مین کوئی فرق نہ آیا، نہ مال و دولت جمع کیا، نہ نخوت و رعونت پیدا ہوئی، گورنری کے بعد ایک مرتبہ مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ سے ملاقات ہوئی، ابوذرؓ فقیر منش آدمی تھے، دنیا سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا، حضرت ابوموسیٰؓ بھائی بھائی کہتے ہوئے دوڑ کر لپٹ گئے، لیکن ابوذرؓ بار بار یہ کہکر ہٹاتے تھے، اب تم میرے بھائی نہین ہو اس منصب سے پہلے بھائی تھے، دوبارہ جب پھر ملاقات ہوئی تو پہلے کی طرح لپکے، انھون نے کہا ابھی ہٹے رہو، پہلے میرے سوالات کے جوابات دیدو، پھر پوچھا تم نے لوگون پر حکومت کی ہے؟ ابوموسیٰؓ نے کہا

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۴۱۵، [2] ابن سعد قسم اول جزو ۴ ص ۸۲،

Marfat.com

ہان، کہا عمارتین تو نہین نبوالین، زراعت تو نہین کی، جانور تو نہین پالے؟ انھون نے سب کی نفی کی تو پھر ان سے دل کھول کر ملے،[1]

اسی خاکساری اور تواضع کی وجہ سے وہ اپنی مذہبی خدمات کا اظہار برا سمجھتے تھے، ابو بردہؓ روایت کرتے ہین کہ ابو موسیٰؓ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم ۶ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ مین نکلے، ان چھ مین صرف ایک اونٹ تھا، اسی پر سب باری باری سوار ہوتے تھے، پیادہ پا چلنے کی مشقت سے ہمارے پاؤن پھٹ گئے اور ناخن گر گئے، تو ہم لوگون نے چیتھڑے لپیٹ لئے، اسی لئے اس غزوہ کو ذات الرقاع (چیتھڑے والا) کہتے ہین، راوی کا بیان ہے کہ ابو موسیٰؓ اس واقعہ کو بیان تو کر گئے مگر بعد مین اتنے واقعہ کا اظہار بھی برا سمجھا،[2]

امت مسلمہ کی خیر خواہی

امت مسلمہ کی خیر خواہی اور اس کا مفاد ہر وقت پیش نظر رہتا تھا، اس کے مقابلہ مین وہ بڑی سے بڑی منفعت کو ٹھکرا دیتے تھے، جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان کشمکش شروع ہوئی تو امیر معاویہؓ نے ان کے پاس لکھ بھیجا کہ عمرو بن العاص نے میری بیعت کر لی ہے، اگر تم بھی بیعت کر لو، تو مین حلفیہ وعدہ کرتا ہون کہ تمھارے ایک لڑکے کو بصرہ اور دوسرے کو کوفہ کی امارت پر سرفراز کرون گا، اور تمھاری ضروریات کے لئے میرا دروازہ ہر وقت کھلا رہے گا، مین اپنے خاص قلم سے یہ خط لکھ رہا ہون، امید ہے کہ تم بھی اپنے دست و قلم سے اس کا جواب دو گے، اس خط کو پڑھکر انھون نے یہ جواب لکھا "تم نے امت محمدی کے بہت اہم اور نازک معاملہ کی بابت لکھا ہے، جو چیز تم نے میرے سامنے پیش کی ہے اس کی مجھ کو حاجت نہین ہے"[3]

---

[1] ابن سعد قسم اوّل جزو ۴ ص ۱۰۹، [2] مسلم کتاب الجہاد و السیر باب غزوہ ذات الرقاع، [3] ابن سعد قسم اوّل جزو ۴ ص ۸۳،

Marfat.com

جنگِ جمل اور جنگ صفین دونون مین غیر جانبدار رہے، اور دوسرون کو بھی اس کی شرکت سے روکتے تھے، جب حضرت علیؓ نے عمار بن یاسرؓ کو کوفہ بھیجا کہ وہ کوفہ والون کو حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کی شرکت پر آمادہ کرین، تو ابو موسیٰؓ اور ابو مسعودؓ نے ان سے جاکر کہا کہ "جب سے تم اسلام لائے ہو آج تک ہمارے نزدیک اس جنگ کی شرکت سے زیادہ تم نے کوئی ناپسند کام نہین کیا"[1]

ان کے بھائی ابو رہم بہت ہنگامہ پسند تھے، اور شورشون اور ہنگامون مین نہایت ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے، اور ابو موسیٰؓ فتنہ و فساد سے سخت متنفر تھے، وہ ان کو برابر سمجھاتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلوار اٹھائین گے اور ایک دوسرے کو قتل کرین گے تو دونون جہنم مین جائین گے"[2]

ان کی اس بے لوثی اور غیر جانبداری کی بنا پر جنگِ صفین مین حضرت علیؓ نے ان کو ثالث مقرر کیا، اس وقت رفع فساد کے خیال سے ان کو مجبوراً گوشۂ عزلت سے نکلنا پڑا اور نہایت نیک نیتی سے مصالحِ امت کا خیال رکھتے ہوئے حضرت علیؓ اور معاویہؓ دونون کو معزول کرکے کسی تیسرے کو خلیفہ منتخب کرنے کا مشورہ دیا، مگر افسوس ہے کہ عمرو بن العاص کی چالاکی نے نیک نیتی کے مشورہ کو بیکار کردیا،

امت کے اس تفرقہ کے خیال سے بسا اوقات وہ اپنا فتویٰ مسترد کردیتے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج مین شریک ہوچکے تھے، آپ نے بیت اللہ کے طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کے بعد احرام کھلوا دیا تھا، آپ کے بعد بھی اسی پر عمل رہا، ابو موسیٰؓ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے، حضرت عمرؓ اپنے زمانہ مین حج تمام ہونے کے بعد احرام کھلوانے لگے، ایک مرتبہ

[1] بخاری کتاب الفتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۴۰۳،

Marfat.com

حج کے موقع پر لوگون نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ آپ فتویٰ دینے مین اتنی عجلت نہ کیجئے، امیر المومنین نے اس مین ترمیم کردی ہے، اگرچہ ابو موسیٰؓ اس فتویٰ مین حق بجانب تھے، مگر اختلاف کے خیال سے فوراً اعلان کردیا، لوگو جس جس کو مین نے فتویٰ دیا ہو اس کو ابھی ٹھہر جانا چاہیئے امیر المومنین آتے ہین انکی اقتدا کرنی چاہیئے[1]

مخصوص فضائل

ان مذکورہ فضائل کے علاوہ بعض مخصوص فضائل ایسے تھے جو ان کے لئے طغرائے امتیاز ہین، ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ محمدؐ جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا، اس کو پورا کرو، آپنے فرمایا ابشر یعنی بشارت ہو، اس نے کہا، بشارت ہو چکی کچھ دلواؤ، اس جاہلانہ جواب سے چہرۂ مبارک پر برہمی کے آثار نمایان ہوگئے، پھر حضرت بلال اور ابو موسیٰؓ سے کہا کہ اس نے بشارت سے انکار کردیا تم دونون قبول کرو، عرض کیا ہے نصیب، پھر ایک برتن مین پانی منگا کر اس مین ہاتھ منھ دھویا اور کلی کرکے ان دونون کی طرف بڑھایا کہ اس کو پیو، اور سینہ اور چہرہ پر ملو، انھون نے اس آب حیات کو پیا اور سینہ اور چہرہ پر ملا، حضرت ام سلمہؓ پردہ کی آڑ سے دیکھ رہی تھین، آواز دی کچھ تھوڑا میرے لیے بھی، چنانچہ اس شراب طہور کے چند جرعے انکو بھی ملے[2]، بظاہر یہ واقعہ نہایت معمولی ہے، مگر یہ بشارت کیا تھی؟ اور اس شراب طہور مین کیا نشہ تھا؟ اس کا جواب عشق و محبت کی زبان سے سننا چاہیے،

غزوۂ حنین کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر کو ایک دستہ کے ساتھ اوطاس روانہ کیا، ابو موسیٰؓ کو بھی ان کی مشایعت کا حکم ملا، اوطاس مین مشرکین کا مقابلہ ہوا، ابو عامر سخت زخمی ہوئے، ابو موسیٰؓ نے قاتل کا تعاقب کرکے اس کو قتل کیا، پھر لوٹ کر ابو عامر کے

---

[1] مسلم کتاب الحج باب فی نسخ التحلل من الاحرام و الامر بالتمام

[2] مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی موسیٰؓ،

Marfat.com

گھٹنے سے تیر نکالا، زخم سے خون جاری ہوگیا، زخم کاری تھا بچنے کی امید نہ تھی، ابوموسیٰؓ سے کہا میری طرف سے حضور انورؐ کی خدمت مین سلام کے بعد دعائے مغفرت کی درخواست کرنا، یہ کہکر ابوعامرؓ واصل بحق ہوگئے، حضرت ابوموسیٰؓ نے لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ان کا پیام پہنچا دیا، آپنے وضو کرکے ان کے لئے دعاے مغفرت فرمائی، حضرت ابوموسیٰؓ نے عرض کی، حضور میرے لئے بھی دعا فرمائین، آپنے دعا فرمائی، خدایا عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ) کے گناہون کو بخشدے اور قیامت کے دن ان کا معزز اور شریفانہ داخلہ فرما،[1]

حضرت عمار بن یاسرؓ

نام، نسب، خاندان

عمارؓ نام، ابوالیقظان کنیت، والد کا نام یاسر اور والدہ کا نام سمیہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین، بن الودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن یام بن عنس بن مالک العنسی القحطانی،[2]

حضرت عمارؓ کے والد حضرت یاسرؓ قحطانی النسل تھے، یمن ان کا اصلی وطن تھا، اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش مین دوسرے دو بھائی حارث اور مالک کے ساتھ مکہ پہنچے، وہ دونون واپس لوٹ گئے، لیکن انھون نے یہین طرحِ اقامت ڈالدی، اور بنو مخزوم سے حلیفانہ تعلق پیدا کرکے ابوحذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی ایک لونڈی سمیہ نام سے شادی کرلی جس سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے، ابوحذیفہ نے حضرت عمارؓ کو ان کے بچپن ہی مین آزاد کرکے تاحیات دونون باپ بیٹے کو لطف و محبت سے اپنے ساتھ رکھا،[3]

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ اوطاس [2] اسد الغابہ تذکرۂ عمار بن یاسرؓ [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۷۷،

Marfat.com

اسلام | ابو حذیفہؓ کی وفات کے بعد ہی اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، حضرت عمارؓ اور حضرت صہیب ابن سنانؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے، فرماتے ہین کہ مین نے صہیب کو ارقم بن ابی ارقمؓ کے دروازہ پر دیکھ کر پوچھا، "تم کس ارادہ سے آئے ہو؟" بولے "پہلے تم اپنا ارادہ بیان کرو،" مین نے کہا "محمدؐ سے مل کر ان کی کچھ باتین سننا چاہتا ہون،" بولے "میرا بھی مقصد یہی ہے،" غرض دونون ایک ساتھ داخل ہوئے، اور ساقیٔ اسلامؐ کے ایک ہی جام نے دونون کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا، حضرت عمارؓ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ان کے والدین بھی مشرف بہ اسلام ہوئے[1]

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمارؓ جس وقت ایمان لائے، تو انھون نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے علاوہ صرف پانچ غلام اور دو عورتون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا،[2] یہ وہ حضرات تھے جنھون نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا تھا، ورنہ صحیح روایت کی بنا پر اس وقت تک تیس اصحاب سے زیادہ اس دائرہ مین داخل ہو چکے تھے، جنھون نے مشرکین کے خوف سے اعلان نہین کیا تھا،[3]

حضرت عمارؓ گو ایک بے یار و مددگار غریب الوطن تھے، دنیاوی وجاہت و طاقت بھی حاصل نہ تھی، اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہؓ اس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہین ہوئی تھین، تاہم جوشِ ایمان نے ایک دن سے زیادہ مخفی ہو کر رہنے نہ دیا، مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ مشقِ ستم بنا لیا، طرح طرح کی اذیتین دین، ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریگ مین لٹایا، دہکتے ہوئے انگارون سے جلایا، اور گھنٹون پانی مین غوطے دیئے، لیکن جلوۂ توحید نے کچھ ایسا دارفتہ کر دیا

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۷۰ [2] بخاری باب مناقب الصدیقؓ، [3] فتح الباری جلد ۷ ص ۱۱، اسد الغابہ جلد ۴ ص ۴۴

Marfat.com

تھا کہ ان تمام سختیون کے باوجود وہ ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے،[1]

حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابو جہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ سے شہید کیا، چنانچہ تاریخ اسلام کی یہ پہلی عبرتناک شہادت تھی، جو استقلال و استقامت کے ساتھ راہِ خدا مین واقع ہوئی، ان کے والد حضرت یاسرؓ اور بھائی حضرت عبداللہؓ بھی اسی گرداب اذیت مین جان بحق ہوئے،[2]

ایک دفعہ مشرکین نے حضرت عمارؓ کو دہکتے ہوئے انگارون پر لٹا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گذرے تو ان کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا "اے آگ! تو ابراہیمؑ کی طرح عمارؓ پر ٹھنڈی ہو جا"، اسی طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گذرتے اور خاندانِ یاسرؓ کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو فرماتے "اے آلِ عمارؓ صبر کرو تمھارے لئے بشارت ہو جنت تمھاری منتظر ہے"[3]

ایک دفعہ حضرت یاسرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گردشِ زمانہ کی شکایت کی، ارشاد ہوا، "صبر کرو اصبر کرو!" پھر دعا فرمائی "اے خدا! آلِ یاسر کو بخشدے"[4]

ایک دفعہ مشرکین نے ان کو پانی مین اس قدر غوطے دیئے کہ بالکل بدحواس ہو گئے، یہان تک کہ اسی حالت مین ان جفاکارون نے جو کچھ چاہا ان کی زبان سے اقرار کرا لیا، اس کے بعد گو اس مصیبت سے گلو خلاصی ہو گئی، تاہم غیرت نے عرق عرق کر دیا، دربارِ نبوت مین حاضر ہوئے تو آنکھون سے آنسوؤن کا دریا جاری تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، "عمار! کیا خبر ہے؟" عرض کی "یارسول اللہ! نہایت ہی بری خبر ہے" آج مجھے اس وقت تک خلاصی نہ ملی جب تک مین نے آپ کی شان مین برے الفاظ اور ان کے معبودون کے حق

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۷۰ [2] اصابہ تذکرہ سمیہؓ ام عمارؓ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۸۸

[4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۷،

Marfat.com

مین کلماتِ خیر استعمال نہ کئے،، ارشاد ہوا ،، تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟،، عرض کی ،، میرا دل ایمان سے مطمئن ہے،، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھون سے آنسو کے قطرے پوچھے، فرمایا ،، پھر کچھ مضائقہ نہین اگر یہ پھر ہو تو پھر ایسا ہی کرو،، اس کے بعد ہی قرآن پاک مین یہ آیت نازل ہوئی،[1]

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (نحل - ۱۴)	جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کرے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے (اس سے کوئی مواخذہ نہین)

ایک مرتبہ حضرت سعید بن جبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ ،، کیا قریش مسلمانون کو اس قدر اذیت پہنچاتے تھے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر مجبور ہو جائین؟،، بولے ،، خدا کی قسم ہان! وہ ان کو مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے، یہان تک کہ ضعف اور کمزوری سے وہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی مجبور ہو جاتے تھے، اسی حالت مین وہ جو کچھ چاہتے تھے عنبر کے خلاف ان سے اقرار کرا لیتے تھے[2]،، غرض حضرت عمارؓ بھی انھین گرفتارانِ مصائب مین تھے جنھون نے راہِ خدا مین صبر و استقامت کے ساتھ گوناگون مصائب اور مظالم برداشت کئے، لیکن آئینۂ دل سے توحید کا عکس زائل نہ ہوا، ضعیفی کے عالم مین جن لوگون نے ان کی پیٹھ ننگی دیکھی تھی وہ بیان کرتے ہین کہ اس وقت تک کثرت کے ساتھ سیاہ لکیرین، پپڑی ہوئی ریگ اور دہکتے ہوئے انگارون کے داغ ان کی پیٹھ مین موجود تھے[3]،

ہجرت | ان کے حبشہ کی ہجرت کے متعلق اربابِ سیر مین اختلاف ہے، بعضون کا خیال ہے کہ

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۷۸ [2] اسد الغابہ تذکرۂ عمارؓ [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۷۵،

Marfat.com

وہ دوسری ہجرت مین شریک تھے، مدینہ کی ہجرت کا عام حکم ہوا تو حضرت عمارؓ نے بھی اس سرزمین امن کی راہ لی، اور حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہان حضرت حذیفہؓ بن الیمان انصاری سے بھائی چارہ کرا دیا، اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا،[1]

تعمیر مسجد مدینہ کی ہجرت کے چھ سات مہینون کے بعد مسجد نبویؐ کی بنا ڈالی گئی، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو جوش دلانے کیلئے خود کام مین حصہ لیا، حضرت عمارؓ اینٹ گارا لالا کر دیتے تھے اور زبان پر رجز جاری تھا،

نحن المسلمون نبتنی المساجدا[2] ہم مسلمان ہین، ہم مسجد بناتے ہین،

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹ اٹھاتے تھے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گذرے تو آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سر سے غبار صاف کر کے فرمایا افسوس عمار! تمھین باغی گروہ قتل کرے گا،[3] تم اسے خدا کی طرف دعوت دوگے اور وہ تمھین جہنم کی طرف بلائے گا،[4]

ایک دفعہ کسی نے ان کے سر پر اس قدر بوجھ لاد دیا کہ لوگ چلا اٹھے "آج عمار مر جائین گے" آج عمار مر جائین گے" وہ اس سے پہلے بھی تکلیف مالایطاق کی شکایت کر چکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو کچھ اینٹین اتار کر پھینکدین اور فرمایا وہ افسوس! ابن سمیہ تمھین گروہ باغی قتل کرے گا،[5]

غزوات غزوۂ بدر سے غزوۂ تبوک تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے، سب مین وہ جانبازی

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۷۹، [2] ایضاً، [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۸۷، [4] بخاری جلد ۱

[5] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۸۱،

Marfat.com

وشجاعت کیساتھ حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، عہدِ صدیقی کی اکثر خون ریز جنگون مین بھی خوب دادِ شجاعت دی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ یمامہ کی جنگ مین ان کا ایک کان شہید ہوگیا جو سامنے ہی زمین پر پھڑک رہا تھا لیکن وہ بے پرواہی کے ساتھ حملے پر حملے کر رہے تھے اور جس طرف رخ کرتے تھے صفین کی صفین تہ وبالا کر دیتے تھے، ایک دفعہ مسلمانون کے پاؤن پیچھے پڑنے لگے، انھون نے ایک بلند چٹان پر کھڑے ہوکر للکارا "اے گروہِ مسلمانان! کیا جنت سے بھاگ رہے ہو؟ مین عمار بن یاسر ہون، آؤ میرے پاس آؤ"، اس صدا نے سحر کا کام کیا اور جنت کے شیدائی یکایک سنبھل کر ٹوٹ پڑے،

کوفہ کی حکومت | خلیفۂ دوم رضؓ نے ۲۰ھ مین ان کو کوفہ کا والی بنایا، اور اہلِ کوفہ کے نام حسب ذیل فرمان جاری فرمایا،

اما بعد فانی بعثت الیکم عمار بن	اما بعد، مین عمار بن یاسر کو امیر اور ابن مسعود کو
یاسر امیرا وابن مسعود معلما ووزیرا،	معلم اور وزیر مقرر کرکے بھیجتا ہون، خزانہ کا اہتمام
وقد جعلت ابن مسعود علی بیت	وانصرام بھی ابن مسعود کے متعلق کیا ہے، یہ دونون
مالکم وانهما من النجباء من اصحاب	(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ان شریف اصحاب
محمد من اهل بدر فاسمعوا لهما	مین سے ہین جو غزوۂ بدر مین شریک تھے، اس لئے
واطیعوا واقتدوا بهما وقد اثرتکم	ان دونون کی فرمان برداری، اطاعت اور
بابن ام عبد علی نفسی وبعثت عثمان	پیروی کرو، مین نے ام عبد کے بیٹے (عبداللہ بن
بن حنیف علی السواد ورزقتهم کل	مسعودؓ) کو اپنے سے الگ کرکے تمھارے پاس
یوم شاة فاجعل شطرها وبطنها	بھیجکر تم کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے، عثمان بن

لہ طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۸۱،

Marfat.com

لعباس والشطر الباقی بین ھو، کلاء
الثلاثۃ[1]

ضیف کو عراق (کی پیمائش) پر مامور کرکے بھیجا
ہون اور ان کے رسد کے لئے روزانہ ایک بکری
مقرر کیجاتی ہون جس کا ایک حصہ اور شکم عمار کے
لئے مخصوص رہے گا، اور باقی حصے ان تینون
مین منقسم ہونگے،

حضرت عمارؓ نے ایک سال ۹ ماہ تک نہایت خوش اسلوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیئے، لیکن اسی اثنا مین اہل بصرہ اور اہل کوفہ کی باہمی منافست اور حضرت عمارؓ کی غیر جانبداری نے کوفہ کے رئیسون کو ان سے ناراض کر دیا، واقعہ کی تفصیلی کیفیت یہ ہے،

بصرہ کی کثرت آبادی کے لحاظ سے اس صوبہ کا رقبہ نہایت مختصر تھا، اس بنا پر عمرو بن سراقہ نے بصرہ والون کی طرف سے دربار خلافت مین درخواست کی کہ کوفہ کے وسیع علاقہ سے ماہ یا ماہسندان کا پرگنہ بصرہ مین شامل کر دیا جائے، کوفہ والون کو خبر ہوئی تو وہ حضرت عمار بن یاسرؓ والی کوفہ سے خواستگار ہوئے کہ وہ اس کی مخالفت کرین اور راہرمز اور اہواز کے اضلاع پر بھی اپنا دعویٰ پیش کرین، کیونکہ ان دونون کو اہل بصرہ کی اعانت و امداد کے بغیر ہم لوگون نے فتح کیا تھا، لیکن حضرت عمارؓ نے سرد مہری کے ساتھ اس کو ٹال دیا، اور فرمایا "مجھے ان جھگڑون کی کیا ضرورت ہے"؟ اس پر ایک کوفی رئیس عطارد نے غضبناک ہو کر کہا "او اے کن کٹے! پھر تو ہم سے خراج کس بنا پر طلب کرتا ہے"؟ حضرت عمارؓ صرف یہ کہکر خاموش ہو رہے "افسوس! تم نے میرے سب سے زیادہ بہتر اور محبوب کان کو گالی دی"[2]

غرض حضرت عمارؓ نے اس معاملہ مین بالکل غیر جانبداری اختیار کرلی، اور کوفہ والون کے

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۸۲، [2] تاریخ طبری ص ۲۶۷۰،

Marfat.com

اجتماع کے باوجود رامہرمز، ایذج اور ماہ کا علاقہ بصرہ مین شامل کردیا گیا، یہ نقصان ایسا تھا جو والی کی طرف سے اہل کوفہ کے دلون مین ناراضی کی گرہ نہ ڈالتا، اس کے بعد ہی شکوہ شکایت اور سازش کا سلسلہ شروع ہوا اور امیرالمومنین کو باور کرایا گیا کہ وہ اس منصب کی اہلیت نہین رکھتے، انجام کار دارالخلافہ بلا کر اس عہدہ سے معزول کئے گئے،[1] حضرت عمرؓ نے معزولی کے بعد دوسرے روز بلا کر پوچھا کہ "تم میرے اس طریق عمل سے کچھ ناراض تو نہ ہوئے؟" بولے "جب آپ پوچھتے ہین تو حقیقت یہ ہے کہ مین نہ تو پہلے اپنی تقرری سے خوش ہوا تھا اور نہ اب اپنی معزولی سے ناراض ہون"[2]

تحقیقات پر مامور ہونا

خلیفہ ثالثؓ کے عہد حکومت مین تمام ملک شورش و فتنہ پردازی کا آماجگاہ ہوگیا، ۳۵ھ مین خلیفہ وقت نے اس شورش کے اصلی اسباب کی تحقیق و تفتیش کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن مرتب کیا، حضرت عمار بن یاسرؓ بھی اس کے ایک رکن قرار پائے اور فتنہ پردازی کے اصلی مرکز صوبہ مصر کی طرف روانہ کئے گئے،

خلیفہ ثالثؓ سے اختلاف

تحقیقاتی کمیشن کے تمام ارکان نے بہت جلد اپنے متعلقہ مقامات سے واپس آکر قابل اطمینان رپوٹ پیش کردی، لیکن حضرت عمارؓ کی واپسی مین غیر معمولی تاخیر ہوگئی، اور دارالخلافہ مین ان کی نسبت طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے یہان تک کہ عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے ایک خط نے توقف کی اصلی وجہ ظاہر کردی، اس خط کے فقرے یہ ہین:

ان عمارا قد استمالہ قوم بمصر وقد اتبعوا	عمار کو مصر کی ایک قوم نے اپنا طرفدار بنالیا ہے
الیہ منھم عبداللہ بن السوداء وحالد	اور ان مین سے عبداللہ بن السوداء اور خالد
بن ملجم وسودان بن حمران وکنانہ بن بشر	سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر ان کی طرف

[1] تاریخ طبری ص ۶۰، ۶۰، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۸۳،

Marfat.com

جاملے ہین[1]

غرض وہ مصر سے واپس آئے تو انقلاب پسند جماعت کا اثر ان کے خیالات مین نمایان تھا، عام مجمعون مین علانیہ حضرت عثمانؓ کے طرز حکومت اور عمال کی بے اعتدالیون پر نکتہ چینی کرتے تھے، یہان تک کہ اسی حالت مین کبھی کبھی طرفداران خلافت سے جھڑپ بھی ہوگئی، ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے غلامون نے ان کو اس قدر مارا کہ تمام جسم درم کرگیا، شکم مین خراش آگئی، اور پسلی کی ایک ہڈی کو سخت صدمہ پہنچا، بنی مخزوم نے جن سے جاہلیت مین حلف وموالات کا تعلق تھا یہ سنکر کاشانۂ خلافت کو گھیر لیا اور دھمکی دی کہ اگر عمار بن یاسرؓ اس صدمہ سے جانبر نہ ہون گے تو ہم ضرور انتقام لین گے،

اس قسم کے واقعات سے اختلاف کی خلیج روز بروز زیادہ وسیع ہوتی گئی، یہان تک کہ جب مصری مفسدین مدینہ پہنچے اور حضرت عثمانؓ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کی معرفت کہلا بھیجا کہ وہ اپنے اثر سے ان کو واپس کردین تو انھون نے صاف انکار کردیا، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محاصرہ کی کارروائی مین شریک تھے،

سفارتِ کوفہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلافت کا بارگران حضرت علیؓ کے سر ڈالا گیا، حضرت عمارؓ کو ان سے جو خاص انس وخلوص تھا اس کے لحاظ سے تمام مہماتِ امور مین وہ ان کے دست وبازو ثابت ہوئے، حضرت عائشہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ نے جب شہید خلیفہ کے قصاص کا مطالبہ کرکے جنگی تیاریون کے لیے بصرہ کا رخ کیا تو خلیفہ چہارمؓ کے حکم سے وہ حضرت امام حسنؓ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے کہ اہلِ کوفہ کو خلافت کے تحفظ وحمایت پر آمادہ کرین،

[1] تاریخ طبری ص ۲۹۴۳ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۴۳۴ [3] طبری

Marfat.com

حضرت عمارؓ کوفہ پہونچے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جامع مسجد مین ایک مجمع کے سامنے غیر جانبداری کا وعظ بیان کر رہے تھے، حضرت امام حسنؓ نے ان سے فرمایا "تم ابھی ہماری مسجد سے نکل جاؤ،، اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک نہایت پر جوش تقریر کی،[1] حضرت عمارؓ بھی ان کے ساتھ منبر پر چڑھ گئے اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا "صاحبو! بیشک مین جانتا ہون کہ عائشہؓ دنیا اور آخرت مین حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم ہین، لیکن اس وقت خدا ہماری آزمایش کر رہا ہے کہ تم اس کی فرمان برداری کرتے ہو یا عائشہؓ کا ساتھ دیتے ہو،[2] حجر بن عدی نے حضرت عمارؓ کی تائید کی، اور دوسرے روز صبح کے وقت تقریباً ساٹھ نو ہزار جانباز سپاہیون کی ایک فوج گران حضرت عمارؓ کے ساتھ ہو گئی،[3]

جنگ جمل | ماہ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ مین دونون طرف کی فوجین مقام ذی قار مین مجتمع ہوئین، حضرت زبیرؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عمارؓ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ ہین تو انھین نظر آنے لگا کہ وہ غلطی پر ہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حق عمار کے ساتھ ہے اور باغی گروہ ان کو قتل کرے گا، اس کے ساتھ ہی حضرت علیؓ نے ایک ایسی بات یاد دلائی کہ وہ اسی وقت اس خانہ جنگی سے کنارہ کش ہو گئے،

جمعرات کے روز جنگ شروع ہوئی، حضرت عمارؓ میسرہ پر متعین تھے، چونکہ انھین یقین تھا کہ وہ حق کا ساتھ دے رہے ہین، اس لئے غیر معمولی جوش سے لڑے، یہان تک کہ حامیانِ خلافت کی فتح پر اس افسوسناک جنگ کا خاتمہ ہوا،

جنگ صفین | جنگِ جمل کے بعد امیر معاویہؓ سے صفین کا معرکہ پیش آیا، حضرت عمارؓ اس جنگ مین بھی حضرت علیؓ کی طرف تھے، اس وقت ۹۱ برس کا ان کا سن تھا، لیکن حمایتِ حق کے

[1] اخبار الطوال ص ۱۴۶، [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۶۵ [3] اخبار الطوال ص ۱۴۱، [4] ایضاً ص ۱۴۹،

Marfat.com

جوش نے اکانوے برس کے بڈھے کو شجاعت و جانبازی کا مجسم پتلا بنا دیا تھا، رعد کی طرح گرجتے ہوئے جس طرف گھس جاتے تھے صفین کی صفین درہم برہم کر دیتے تھے، ایک دفعہ اثنائے جنگ مین حضرت امیر معاویہؓ کے علم بردار حضرت عمرو بن العاصؓ پر نظر پڑی تو بولے، مین اسی علمبردار سے تین دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت مین لڑ چکا ہون، اب یہ چوتھی مرتبہ ہے، خدا کی قسم اگر وہ ہم کو شکست دیتے ہوئے مقام ہجر تک بھی پسپا کر دین جب بھی مین یہی سمجھونگا کہ ہم لوگ حق پر ہین، اور وہ غلطی پر[1]،

شہادت ایک روز شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو رہا تھا اور جنگ پورے زور کے ساتھ جاری تھی، حضرت عمارؓ دودھ کے چند گھونٹ حلق سے فرو کر کے بولے "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ دودھ کا یہ گھونٹ تیرے لیے دنیا کا آخری توشہ ہے"، اور کہتے ہوئے غنیم کی صف مین گھس گئے کہ "آج مین اپنے دوستون سے ملون گا، آج مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملون گا"، کچھ ایسے عزم و استقلال سے حملہ آور ہوئے تھے کہ جس طرف نکل گئے پرے کا پرا صاف ہو گیا، اور جس پر وار کیا ڈھیر ہو کر رہ گیا، واقف کار مسلمان ان پر ہاتھ اٹھانے سے پہلو بچاتے تھے، لیکن اسی حالت مین ابن الغاویہ کے نیزہ نے ان کو مجروح کر کے زمین پر گرا دیا، اور ایک دوسرے شامی نے بڑھ کر سر تن سے جدا کر دیا، یہ دونون قاتل جھگڑتے ہوئے امیر معاویہؓ کے دربار مین پہنچے، کیونکہ ان مین کا ہر ایک اس کارنامہ کو اپنی طرف منسوب کرتا تھا، حضرت عمرو بن العاصؓ حاضرِ دربار تھے، انھون نے کہا، "خدا کی قسم یہ دونون جہنم کے لئے جھگڑ رہے ہین"، امیر معاویہؓ نے برہم ہو کر کہا، "عمرو! تمھاری یہ کیا حالت ہے؟ جو لوگ ہمارے لیے اپنی جانین قربان کر رہے ہین، ان کو ایسا کہتے ہو"، بولے خدا کی قسم ایسا ہی ہے

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۸۵، [2] ایضاً ص ۱۸۴،

Marfat.com

کاش آج سے بیس برس پہلے مجھے موت آگئی ہوتی،[1]

حضرت عمرو بن العاصؓ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت سے سخت پریشانی لاحق ہوئی اور اس جنگ سے کنارہ کش ہونے کے لئے تیار ہوگئے، لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے یہ کہکر تسلی دی کہ عمارؓ کے قاتل ہم نہین ہین بلکہ وہ جماعت ہے جو ان کو میدانِ جنگ مین لائی،[2]

حضرت عمارؓ کی شہادت سے درحقیقت حق و ناحق کا فیصلہ ہوگیا، حضرت خزیمہ بن ثابتؓ جنگِ جمل اور معرکۂ صفین مین شریک تھے، لیکن اس وقت تک کسی طرف سے اپنی تلوار بے نیام نہین کی تھی، حضرت عمارؓ کی شہادت نے ثابت کردیا کہ انھین حیدر کرارؓ کا ساتھ دینا چاہیئے، چنانچہ اس کے بعد تلوار کھینچکر شامی فوج پر ٹوٹ پڑے اور شدید کشت و خون کے بعد شہادت حاصل کی،[3] اسی طرح تمام دوسرے محتاط صحابہؓ بھی جو پس و پیش کر رہے تھے، اس صریح فیصلہ کے بعد حضرت علیؓ کے طرفدار ہوگئے،

تجہیز و تکفین حضرت علیؓ نے اپنے مونس و جان نثار کی شہادت کی خبر سنی تو آہ سرد کھینچکر فرمایا، خدا عمارؓ پر رحم کرے جس دن اسلام لائے، خدا نے رحم کیا، جس دن شہید ہوئے، اور خدا ان پر رحم کرے گا، جس دن زندہ اٹھائے جائینگے، مین نے ان کو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا تھا جب کہ صرف چار یا پانچ صحابہؓ کو اعلانِ ایمان کی توفیق عطا ہوئی تھی، قدیم صحابہؓ مین سے کوئی بھی ان کی مغفرت مین شک نہین کرسکتا، عمارؓ اور حق لازم و ملزوم تھے، اس لئے ان کا قاتل یقیناً جہنمی ہوگا،[4] اس کے بعد تجہیز و تکفین کا حکم دیا، خود جنازہ کی نماز پڑھائی، اور خون آلود پیراہن کے ساتھ ۹۱ برس کی عمر مین اس حامیِ حق کو زیرِ زمین نہان کردیا،[5] انا للہ وانا

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۸۵ [2] ایضاً ص ۱۸۰ و مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۸۰ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۸۱ [4] ایضاً ص ۱۸۰،

الیہ راجعون، کوفہ کی زمین کو صحابیِ رسول کو اپنے دامن مین لینے کا یہ پہلا موقع تھا،[1]

اخلاق حضرت عمارؓ کا معدنِ اخلاق گرانمایہ جواہر سے لبریز تھا، خاکشی، استقامت، استقلال اور حقانیت کے واقعات پہلے گذر چکے ہین، ورع و تقویٰ کے باعث سکوت و کم سخنی ان کا خاص شعار تھا، فتنہ و فساد سے ہمیشہ پناہ مانگا کرتے تھے، لیکن خدا نے سب سے بڑے فتنہ مین ان کا امتحان لیا اور کامیابی کے ساتھ حق کا طرف دار بنا دیا،[2]

سادگی، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ فرشِ خاک ان کے لئے سب سے زیادہ راحت بخش بستر تھا، غزوۂ ذات العشیرہ کے موقع مین بنی مدلج کے چند آدمی ایک نخلستان سے نہر نکال رہے تھے، حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا، "ابو الیقظان چلو دیکھین یہ لوگ کیا کر رہے ہین"، غرض وہان پہنچکر گھنٹون تماشا دیکھتے رہے، یہان تک کہ نیند کا غلبہ ہوا، اور دونون اسی جگہ ایک درخت کے نیچے فرشِ خاک پر بے تکلفی کے ساتھ سو رہے،[3]

عہدِ فاروقی مین کوفہ کے والی تھے، لیکن ایک گورنر کی سادگی و بے تکلفی یہ تھی کہ خود بازار جاکر سودا سلف خریدتے، اور اپنی پیٹھ پر لاد کر لے آتے تھے، اسی طرح اپنا تمام کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، حضرت مطرفؒ فرماتے ہین کہ ایک دفعہ کوفہ مین مین اپنے ایک دوست سے ملنے گیا، اثنائے گفتگو مین حضرت علیؓ کی بعض بے اعتدالیون کا تذکرہ آیا تو ایک شخص نے جو وہان بیٹھا ہوا اپنے چرمی پیرہن مین پیوند ٹانک رہا تھا برہم ہو کر کہا، "اے فاسق کیا تو امیر المومنین کی مذمت کر رہا ہے؟" میرے دوست نے عفو خواہی کر کے کہا، "ابو الیقظان! جانے دو یہ میرے مہمان ہین" اس وقت مین نے پہچانا کہ عمار بن یاسر یہی ہین،[4]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۸۲، [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۸۳، [3] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۶۳، [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۸۲

Marfat.com

حضرت عمارؓ کا ہر ایک قدم صرف خدائے پاک کی خوشنودی و رضامندی کی راہ مین اٹھتا تھا، جنگ جمل اور غزوۂ صفین مین بھی درحقیقت اسی مطمحِ نظر نے حضرت علیؓ کے زیرِ علم لاکر کھڑا کیا، صفین کی فوجکشی مین ساحلِ فرات کی راہ سے میدانِ جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے اور بار بار کہتے جاتے تھے "اے خدا! اگر مین جانتا کہ پہاڑ سے کود کر آگ مین جلکر یا پانی مین ڈوب کر جان دینا تیری خوشنودی کا باعث ہوگا تو ضرور تجھے خوش کرتا، مین لڑنے جاتا ہون لیکن اس مین بھی تیری رضاجوئی مقصود ہے، امید ہے کہ تو مجھے اس مقصد مین ناکام نہ رکھے گا"[1] آپ کی اخلاقی عظمت اور قوتِ ایمانی کا ضامن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ "عمار کے رگ و پے مین ایمان سرایت کئے ہوے ہے" اور شیطان سے مامون رہنے کی دعا ہے[2]

مذہبی زندگی حضرت عمارؓ کو خدائے واحد کی عبادت و پرستش مین خاص لطف حاصل ہوتا تھا، رات رات بھر نماز اور وظائف مین مشغول رہتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہین کہ یہ آیت

امن ھو قانت اناء اللیل ساجداً وقائماً یحذر الاخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ (زمر ۱)	کیا وہ شخص جو رات کو بندگی کرتا ہے سجدہ کرکے اور کھڑا ہوکر آخرت سے خوف کھاتا ہے اور اپنے خدا کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے (کہین نافرمان بندون کے برابر ہوسکتا ہے)

حضرت عمارؓ ہی کی نسبت نازل ہوئی ہے[3] خشوع و خضوع اور توجہ الی اللہ کو نماز کی اصل روح سمجھتے تھے، ایک دفعہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو جلدی جلدی دوگانہ ادا کرکے بیٹھ رہے، لوگون نے پوچھا کہ آپنے اس قدر عجلت کیون کی؟ بولے اس وقت مجھے شیطان

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۸۴ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۹۳ [3] ایضاً جلد ۳ ص ۸۰،

Marfat.com

سے مسابقت کرنا پڑی[1]، معذوری کی حالت مین بھی نماز قضا نہین ہوتی تھی، ایک مرتبہ سفر کے موقع پر غسل کی حاجت پیش آئی اور باوجود سعی و کوشش پانی دستیاب نہ ہوا، چونکہ جانتے تھے کہ مٹی پانی کا نعم البدل ہے، اس لئے تمام جسم پر خاک مل کر نماز پڑھ لی، جب سفر سے واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد ہوا "ایسی حالت مین بھی صرف تیمم کافی ہے"[2]

جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھ کر عموماً سورۂ یٰسین تلاوت فرماتے تھے[3]، خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا اور اس مین ایجاز و اختصار خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، ایک دفعہ کسی نے اس اختصار پر اعتراض کیا تو بولے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ نماز کو طول دینا اور خطبہ مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی علامت ہے"[4]

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا، نرگسی آنکھین، سینہ چوڑا اور بدن خوب بھرا ہوا، شہادت کے وقت گو ان کی عمر نوے اکانوے برس کی تھی تاہم بظاہر ہری کے آثار بہت کم طاری ہوئے تھے[5]،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ

نام و نسب عبداللہ نام، ابو محمد اور ابو عبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام عمرو بن العاص رضؓ اور والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن مبد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی القرشی،

اسلام حضرت عبداللہ رضؓ اپنے والد حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے[6]،

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۰۳، [2] ایضاً [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۸۲ [4] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۰۳، [5] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۸۹ [6] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۳

Marfat.com

مصاحبتِ رسول | وہ دربارِ نبوت مین اکثر حاضر رہتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیضِ ترجمان سے جو کچھ سنتے اس کو لکھ لیتے تھے، ایک مرتبہ قریش کے چند بزرگون نے ان کو اس سے منع کیا اور کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ غیظ و انبساط مین خدا جانے کیا کچھ فرماتے ہین، آپ سب کو قلمبند نہ کیا کیجئے"۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد ہوا کہ "تم لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کہ میری زبان سے صرف حق ہی نکل سکتا ہے"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے جو وقت بچتا تھا وہ تمام تر یاد حق مین صرف ہوتا تھا، دن عموماً روزون مین بسر ہوتا، اور رات عبادت مین گذر جاتی تھی، رفتہ رفتہ یہ مشغلہ اس قدر بڑھا کہ اہل و عیال اور تمام دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہوگئے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے دربارِ نبوت مین ان کی اس راہبانہ زندگی کی شکایت کی تو آپ نے ان کو بلا کر اپنے والد کی اطاعت کی تاکید کی اور فرمایا، "عبداللہ! روزے رکھو اور افطار کرو، نمازین پڑھو اور آرام کرو، نیز بیوی بچون کا حق ادا کرو، یہی میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ میری امت سے نہین ہے"[2]

غزوات | عہدِ نبوت کے بعض غزوات مین شریک تھے، جہاد و فوج کشی کے موقع پر عموماً سواری و بار برداری کا اہتمام ان کے سپرد ہوتا تھا، ایک مرتبہ عمرو بن حریش نے ان سے پوچھا "ابو محمد! ہم لوگ ایسی جگہ رہتے ہین جہان درہم و دینار کا چلن نہین، مویشی اور جانور ہمارے مال و اسباب ہین، ہم آپس مین بکریون کے عوض اونٹ، گائے کے بدلے گھوڑے اور گھوڑون کے عوض اونٹ ادھار خرید و فروخت کرتے ہین، اس مین کوئی مضائقہ تو نہین؟" فرمایا تم

[1] مسند احمد جلد ۲ ص ۱۹۲ [2] ایضاً ص ۱۵۸،

Marfat.com

ایک واقف کار شخص کے پاس آئے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو شتر سواروں کی ایک فوج مرتب کرنے کا حکم دیا، چنانچہ میرے اہتمام مین جس قدر اونٹ تھے ایک ایک کرکے سب پر لوگون کو مین نے سوار کرایا، تاہم کچھ لوگ ایسے رہ گئے جن کے پاس کوئی سواری نہ تھی، مین نے بارگاہ نبوت مین عرض کی "یارسول اللہ! تمام سواریان تقسیم ہوگئین لیکن پھر بھی ایک جماعت ایسی رہ گئی جس کو کوئی سواری نہ مل سکی"، ارشاد ہوا کہ "ایک اونٹ کے عوض صدقہ کے دو دو، تین تین اونٹون کا وعدہ کرکے کچھ اونٹ خرید لو"، چنانچہ اس طرح مین نے حسب ضرورت اونٹ فراہم کرلئے،[1]

جنگ یرموک یرموک کی عظیم الشان جنگ مین نہایت جانبازی کے ساتھ سرگرم پیکار تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس جنگ مین اپنا علم و پادشاہ ان کے ہاتھ مین دیدیا تھا،[2]

واقعۂ صفین حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت امیر معاویہؓ کے طرفدار تھے، اس لئے جب واقعۂ صفین پیش آیا تو انھون نے حضرت عبداللہؓ کو امیر معاویہؓ کی فوج مین شریک ہونے پر مجبور کیا، لیکن درحقیقت وہ اس خانہ جنگی سے سخت متنفر تھے، یہی وجہ ہے کہ انھون نے جنگ مین عملاً کوئی حصہ نہین لیا اور بارہا اپنے والد کو اس سے کنارہ کش ہونے کا مشورہ دیا،[3]

حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت علیؓ کی طرف سے سرگرم پیکار تھے، وہ شہید ہوئے تو حضرت عبداللہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یاد آگئی اور اپنے والد سے مخاطب ہوکر کہا "کیا آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہین سنا کہ افسوس! ابن سمیہ کو گروہ باغی قتل کریگا؟" حضرت عمرو بن العاصؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف دیکھ کر کہا، "آپ نہین سنتے، عبداللہ کیا کہہ رہے ہین"، امیر معاویہؓ نے تاویل کرتے ہوئے کہا، "یہ ہمیشہ ایک نیا طرفہ لے کر آتے ہین، کیا عمار

[1] دارقطنی، [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۴ [3] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶،

Marfat.com

کو ہم نے قتل کیا ہے؟ درحقیقت ان کے قتل کی ذمہ داری اس پر ہے جو ان کو اپنے ساتھ لایا"[1]

حضرت عمار بن یاسرؓ پر دو آدمیون نے ایک ساتھ حملہ کیا تھا، وہ دونون جھگڑتے ہوئے امیر معاویہؓ کے دربار مین آئے کیونکہ ان مین سے ہر ایک اس کارنامہ کو تنہا اپنی طرف منسوب کرتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ حاضر دربار تھے، انھون نے کہا، "تم مین سے کسی کو بخوشی اپنے فریق کا دعویٰ تسلیم کر لینا چاہیئے، کیونکہ مین نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا" امیر معاویہؓ نے برہم ہو کر ان کے والد سے کہا، "عمرو! تم اپنے اس مجنون کو مجھ سے الگ نہین کرو گے؟" اور خود ان سے کہا، "اگر ایسا ہے تو تم کیون میرے ساتھ ہو؟" حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے جواب دیا، "مین صرف اس لئے آپ کے ساتھ ہون کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ جب تک زندہ رہنا اپنے باپ کے مطیع و فرمان بردار رہنا"[2]

گو اس خانہ جنگی مین حضرت عبداللہؓ کا دامن قتل و خون ریزی سے ملوث نہین ہوا تاہم وہ اس نام نہاد شرکت پر بھی سخت نادم و پشیمان تھے، نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے "مین اور صفین مین، اور مسلمانون کی خونریزی، کاش! اس سے بیس سال پہلے مین دنیا سے اٹھ گیا ہوتا"[3]

اعتذار | حضرت رجاءؓ فرماتے ہین کہ مسجد نبویؐ مین ایک مرتبہ مین ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، عبداللہ بن عمرو اور ابو سعید خدریؓ بھی موجود تھے، عبداللہ بن عمروؓ نے (حضرت امام) حسین بن علیؓ کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا، "کیا تمھین اس شخص سے آگاہ نہ کرون جو آسمان والون کے نزدیک دنیا مین سب سے زیادہ محبوب ہے؟" لوگون نے کہا "کیون نہین؟" فرمایا "وہ یہ ہے

[1] مسند احمد جلد ۲ ص ۱۶۱ [2] ایضاً ص ۲۰۶ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۴،

Marfat.com

جو تمھارے سامنے ہوا ہے، واقعۂ صفین کے بعد سے اس سے مجھ سے کوئی گفتگو نہین ہوئی، حالانکہ اس کی خوشنودی میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے، ابوسعید خدریؓ نے کہا وہ کیا آپ ان سے مل کر عذر خواہی نہ کرین گے؟ بولے کیون نہین؟ دوسرے روز ابوسعید خدریؓ کو ساتھ لیکر عذر خواہی کے لئے تشریف لے گئے، حضرت امام حسینؓ کو ان سے ملنے مین پس وپیش تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اصرار کے بعد اندر آنے کی اجازت حاصل کی اور واقعۂ صفین مین اپنی شرکت کی عذر خواہی کرتے ہوئے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق مین اپنے والد کی اطاعت پر مجبور تھا، لیکن خدا کی قسم! مین نے اس جنگ مین نہ تو اپنی تلوار پر منہ کی، نہ نیزہ سے کسی کو زخمی کیا اور نہ کوئی تیر چلایا،[1]

وفات ۶۵ھ مین حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فسطاط مین وفات پائی، لوگون نے ان کو گھر ہی مین دفن کر دیا، کیونکہ اس زمانہ مین مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوجون مین نہایت شدید جنگ ہو رہی تھی اور جنازہ کا عام قبرستان تک پہنچنا سخت دشوار تھا،[2]

حلیہ یہ تھا قد بلند بالا، پیٹ بھاری، رنگ سرخ، اخیر عمر مین سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے،

علم وفضل حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے طبقۂ صحابہؓ مین خاص امتیاز رکھتے تھے، انھون نے اپنی مادری زبان کے علاوہ عبرانی مین بھی مخصوص دستگاہ حاصل کی تھی، اور توریت وانجیل کا نہایت غور سے مطالعہ کیا تھا، احادیثِ نبوی کا جس قدر کثیر ذخیرہ ان کے پاس تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ تک کو اعتراف تھا کہ وہ عبداللہ ابن عمروؓ کو مجھ سے زیادہ حدیثین یاد تھین، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے تھے

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۴ [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶،

Marfat.com

لکھ لیتے تھے اور مین لکھتا نہ تھا،[1]

مجموعۂ حدیث کے پہلے مدون

انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و ملفوظات کا ایک مجموعہ جمع کیا تھا، جس کا نام صادقہ رکھا تھا، چنانچہ جب ان سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس کے متعلق انھین زبانی کچھ یاد نہ ہوتا تو وہ اس مین دیکھکر جواب دیتے تھے، ابو قبیل فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین نے پوچھا کہ "قسطنطنیہ پہلے فتح کیا جائے گا یا رومیہ؟" ان کو زبانی یاد نہ تھا، انھون نے صندوق منگا کر ایک کتاب نکالی اور اس کو ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے لکھ رہے تھے کہ کسی نے یہی سوال کیا، ارشاد ہوا کہ "ہرقل کا شہر (یعنی قسطنطنیہ) پہلے فتح کیا جائے گا"[2]

حضرت عبداللہ رضؓ اس مجموعہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے، مجاہد بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ مین ان کی خدمت مین حاضر ہوا اور بستر کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر دیکھنے لگا، انھون نے منع کیا، مین نے کہا "آپ تو مجھ کو کسی چیز سے منع نہ فرماتے تھے، یہ کیا ہے؟" فرمایا "یہ وہ صحیفہ حق ہے جس کو مین نے تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر جمع کیا تھا" پھر فرمایا "اگر یہ صحیفہ اور قرآن اور وہظ کی جاگیر مجھکو دیدی جائے تو پھر مجھکو دنیا کی کچھ پروا نہ ہو"[3]

مرویات کی تعداد

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ کی مرویات کی تعداد سات سو (۷۰۰) ہے جس مین ۱۷ بخاری اور مسلم دونون مین ہین، ان متفق علیہ حدیثون کے علاوہ ۸۹ بخاری مین ہین اور ۲۰ مسلم مین،[4]

حلقۂ درس

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا، لوگ دور دراز ممالک سے سفر کرکے تحصیلِ حدیث کے لئے ان کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے، اور وہ جہان پہنچ جاتے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶ [2] مسند احمد جلد ۲ ص ۱۷۶، [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۴ و ۲۳۵ [4] تہذیب ص ۳۰۸،

Marfat.com

تھے شایقینِ علم کا ایک مجمع ان کے گرد و پیش ہو جاتا تھا، ایک شخص شیخ کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ مین ایلیا، کی مسجد مین جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پہلو مین آکر کھڑا ہوا، نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے اس کے پاس سمٹ آئے، دریافت سے معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ یہی ہین،[1]

وہ اپنے تلامذہ کے ساتھ نہایت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، ایک دفعہ ان کے گرد بہت بڑا مجمع تھا، ایک شخص اس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا، لوگون نے روکا تو فرمایا، "اس کو آنے دو"، غرض وہ ان کے پاس آکر بیٹھا اور بولا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان یاد ہو تو بیان کیجئے، فرمایا، "مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "مسلم وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہین، اور مہاجر وہ ہے جو خدا کی منع کی ہوئی باتون کو چھوڑ دے"[2]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے خرمنِ علم سے اہل بصرہ نے زیادہ خوشہ چینی کی کیونکہ ان کے حلقۂ درس مین نسبتہً بصرہ والون کا زیادہ ہجوم رہتا تھا،[3]

ارباب علم کی قدرشناسی | وہ اپنے ذی علم معاصرین کی نہایت عزت کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تذکرہ کیا گیا تو بولے، "تم لوگون نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس کو مین اس دن سے بہت دوست رکھتا ہون جس دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیون سے حاصل کرو اور سب سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا،[4]

اخلاق | حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے زہد و تقویٰ اور کثرتِ عبادت کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے، طبیعت فطرۃً رہبانیت کی طرف مائل تھی، دن عموماً روزون مین بسر ہوتا اور رات عبادت مین گذر جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے بلا کر فرمایا، "عبداللہ!

---

[1] مسند احمد جلد ۲ ص ۱۹۰، [2] ایضاً ص ۱۹۲، [3] تذکرۃ الحفاظ ص ۷۶، [4] مسلم باب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ،

Marfat.com

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے عہد کیا ہے کہ تمام عمر دن کو روزے رکھو گے اور رات عبادت مین بسر کرو گے، بولے "ہان! یارسول اللہ (بابی انت وامی) فرمایا کہ "تم اس کی طاقت نہین رکھتے روزہ رکھو اور افطار کرو، نمازین پڑھو اور آرام کرو، مہینہ مین صرف تین روزے رکھا کرو کیونکہ ہر نیکی کا معاوضہ دس گنا ہوتا ہے، لیکن اس کا ثواب تمام عمر روزہ رکھنے کے برابر ہے"، عرض کی "یارسول اللہ! مین اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہون" ارشاد ہوا کہ "ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو"، بولے "مین اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہون"، حکم ہوا کہ "ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، (داؤد علیہ السلام) کا یہی طریقہ تھا اور یہ روزون کی بہترین صورت ہے"، عرض کی "مین اس سے بھی بہتر روزے رکھ سکتا ہون"، ارشاد ہوا کہ "اس سے بہتر کوئی روزہ نہین"[1]

اسلام کا مطمح نظر رہبانیت نہین، بلکہ انسان کے تمام فطری تعلقات کو خوشگوار بنانا ہے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ کے پاس تشریف لیجاتے اور ان کو تاکید فرماتے کہ شوقِ عبادت مین حقوقِ عباد کو بھول نہ جائین، فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر پر تشریف لاکر فرمایا کہ "روزے رکھو اور افطار کرو، نمازین پڑھو اور آرام کرو، کیونکہ تمھارے جسم کا، تمھاری آنکھون کا، تمھارے اہل وعیال کا اور تمھارے دوستون کا تم پر حق ہے"، مین نے عرض کی "داؤد (علیہ السلام) کا روزہ کیا ہے؟"، ارشاد ہوا کہ "نصف عمر"[2]

غرض انھون نے تمام عمر روزون مین حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کی، اور رات کا اکثر حصہ عبادت مین بسر کیا، تلاوت کا اس قدر شوق تھا کہ ہر تیسرے روز قرآن ختم کر لیتے

[1] بخاری باب صوم الدہر ص۲ ایضاً باب حق الجسم فی الصوم،

Marfat.com

تھے لیکن اخیر عمر میں جب کہ قوی مضمحل ہو گئے تو اس قدر سخت ریاضت دشوار گذرنے لگی، فرمایا کرتے تھے "کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت قبول کر لیتا"[1]

ذریعۂ معاش | حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو اپنے والد سے وراثت میں بہت بڑی دولت اور بہت سے خدم و حشم ملے تھے، طائف میں وہط کے نام سے ان کی ایک جاگیر تھی جس کی قیمت کا سرسری تخمینہ دس لاکھ درہم تھا[2]، حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی طرف سے یہاں زراعت ہوتی تھی[3]، ایک مرتبہ عنبسہ بن ابی سفیان سے اس کے متعلق کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا تھا، یہاں تک کہ دونوں طرف سے کشت و خون کی تیاریاں ہو گئی تھیں، خالد بن العاصؓ حضرت عبداللہ کو سمجھانے کے لئے آئے تو انھوں نے جواب دیا، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے[4]"

حضرت صہیب بن سنانؓ

نام و نسب | صہیب نام، ابو یحییٰ کنیت، والد کا نام سنان اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت قعید تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلہ بن جذیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم بن اوس مناۃ بن النمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار الربعی النمری[5]،

ابتدائی حالات | حضرت صہیبؓ کا اصلی وطن ایک قریہ تھا جو باختلافِ روایات موصل کے قریب الہب، دجلہ یا الجزیرہ میں واقع تھا، ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اُبلّہ کے عامل تھے،

---

[1] بخاری باب منی المحجم فی الصوم [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۲ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۴ [4] مسند احمد جلد ۱ ص ۱۷۲ و ۱۷۵ [5] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۰

Marfat.com

انھون نے ابھی دنیا کی صرف چند بہارین دیکھی تھین کہ رومی فوجون نے ابلہ پر چڑھائی کی، اور دوسرے مال و اسباب کے ساتھ اس نونہال کو بھی ساتھ لے گئے، سنان کے چمن زار پر اس گل سرسبد کے فقدان سے خزان آگئی، ان کی بہن سمیہ اور چچا لبید نے ان کی تلاش و جستجو مین دنیا کی خاک چھان ڈالی، تمام مجامع، میلون اور موسمی بازارون کا جائزہ لیا لیکن اس یوسف گم گشتہ کا کہین سراغ نہ لگا،[1]

دو رومیون ہی مین پرورش پاکر جوان ہوئے، نبی کلب نے ان کو خرید کر مکہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن الجدعان نے لے کر آزاد کر دیا[2] لیکن ایک دوسری روایت ہے کہ وہ خود بھاگ کر آئے تھے، اور عبداللہ سے صرف حلیفانہ تعلق تھا، غرض وہ مکہ مین اس کی زندگی تک اس کے ساتھ رہے،[3]

اسلام | مکہ مین اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو تفتیش و تحقیق کے خیال سے آستانۂ نبوت پر حاضر ہوئے، اتفاق سے حضرت عمارؓ بھی اسی خیال سے آرہے تھے، انھون نے ان کو دیکھ کر پوچھا، تم کس ارادہ سے آئے ہو؟، بولے، پہلے تم اپنا مقصد ظاہر کرو، انھون نے کہا، مین محمدؐ سے مل کر ان کی گفتگو سننا چاہتا ہون، بولے "میرا بھی یہی مقصد ہے"، غرض دونون ایک ساتھ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے،[4] حضرت صہیبؓ پہلے رومی تھے جنھون نے صدائے توحید کو لبیک کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ صہیب رومی کا پہلا پھل ہے، آپ اس وقت ارقم بن ابی ارقم کے مکان مین پناہ گزین تھے، اور تیس سے زیادہ صحابہ کرامؓ اس دائرہ مین داخل ہو چکے تھے جنھین اکثرون نے مشرکین کے خوف سے اس کو ظاہر نہین کیا تھا،[5]

---

[1] اصابہ جلد ۲ تذکرہ صہیب بن سنانؓ، [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۹۰، [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۶۱

[4] اسد الغابہ جلد ۴ تذکرہ عمار بن یاسرؓ، [5] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۶۲،

Marfat.com

ابتلاؤ استقامت | حضرت صہیبؓ گو غریب الوطن تھے اور اس سرزمینِ کفر مین ان کا کوئی حامی ومعاون نہ تھا، تاہم غیرتِ ایمان نے چھپ کر رہنا پسند نہ کیا، انھون نے ابتدا ہی مین اپنے تبدیلِ مذہب کا حال ظاہر کر دیا اور راہِ خدا مین گوناگون مصائب ومظالم برداشت کئے لیکن استقامت صبر اور تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا،[1]

ہجرت | حضرت صہیبؓ سب سے آخری مہاجر تھے، انھون نے رختِ سفر درست کر کے ہجرت کا قصد فرمایا، تو مشرکینِ قریش نہایت سختی کے ساتھ سدِ راہ ہوئے اور بولے "تم ہمارے یہان مفلس ومحتاج آئے تھے، مکہ مین رہ کر دولت وثروت جمع کی، اور اب یہ تمام سرمایہ اپنے ساتھ لئے جاتے ہو، خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا"، حضرت صہیبؓ نے اپنا ترکش دکھا کر کہا "اے گروہِ قریش! تم جانتے ہو کہ مین تم لوگون مین سب سے زیادہ صحیح نشانہ باز ہون، خدا کی قسم جب تک اس مین ایک تیر بھی ہے تم میرے قریب نہین آسکتے، اس کے بعد پھر اپنی تلوار سے مقابلہ کرون گا، ہان اگر مال ودولت چاہتے ہو تو کیا اس کو لے کر میرا راستہ چھوڑ دوگے؟" مشرکین نے اس پر رضامندی ظاہر کی، اور حضرت صہیبؓ اپنے مال ومنال کے عوض متاعِ ایمان کا سودا خرید کر مدینہ پہنچے،[2] حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم قبا مین حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مہمان تھے، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی حاضرِ دربار تھے، کھجورون کا نقل ہو رہا تھا کہ حضرت صہیبؓ پہنچے اور بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر اس پر ٹوٹ پڑے، چونکہ سفر مین ان کی ایک آنکھ آشوب کرآئی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے تعجب سے کہا "یا رسول اللہ! آپ صہیب کو ملاحظہ نہین فرماتے کہ آشوبِ چشم کے باوجود کھجورین کھا رہے ہین"، آپ نے فرمایا "صہیب! تمھاری آنکھ جو شکرآئی ہے اور تم کھجورین کھاتے ہو؟"، مزاح نہایت بذلہ سنج تھا، بولے "مین صرف اپنی ایک تندرست

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۲ [2] ایضاً ص ۱۶۳

Marfat.com

آنکھ سے کھاتا ہون" اس حاضر جوابی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے اختیار ہنس پڑے،[1]

جب بھوک کی شدت کسی قدر رفع ہوئی تو شکوہ و شکایت کا دفتر کھلا، حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگے کہ آپنے باوجود وعدہ مجھے شریک سفر نہ فرمایا، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! آپنے بھی خیال نہ فرمایا، قریش نے مجھے تنہا دیکھ کر روک رکھا، بالآخر تمام دولت و ثروت کے عوض اپنی جان خرید کر حاضر ہوا"، ارشاد ہوا "ابو یحییٰ! تمھاری تجارت پر منفعت رہی"، اس کے بعد ہی قرآن پاک نے اس عظیم الشان قربانی کی ان الفاظ مین داد دی،[2]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ	لوگون مین کچھ ایسے لوگ بھی ہین جو خدا کی رضا
مَرْضَاتِ اللّٰهِ، (بقرہ)	جوئی کیلئے اپنی جانین بیچدیتے ہین،

حضرت صہیبؓ مدینہ مین حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مہمان ہوئے اور حضرت حارث بن الصمہ الضاریؓ سے مواخات ہوئی،[3]

غزوات تیر اندازی مین کمال رکھتے تھے، غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام دوسرے معرکون مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، عالم پیری مین وہ لوگون کو جمع کرکے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارنامون کی دلچسپ داستان سنایا کرتے تھے،

مسند خلافت حضرت عمرؓ ان سے نہایت حسن ظن رکھتے تھے اور خاص لطف و محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، انھون نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ حضرت صہیبؓ ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائین اور اہل شوریٰ جب تک مسئلۂ خلافت کا فیصلہ نہ کرین وہ امامت کا فرض انجام دین چنانچہ انھون نے تین دن تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس فرض کو

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۹۹ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ۳ ص ۱۶۳ [3] ایضاً مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۹۸ [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۳،

Marfat.com

انجام دیا،[1]

وفات ۳۸ھ مین پیمانۂ حیات لبریز ہوگیا، ۷۲ برس کی عمر مین وفات پائی اور بقیع کے گورِ غریبان مین مدفون ہوئے،[2]

اخلاق حضرت صہیبؓ سرچشمۂ اخلاق سے بہت زیادہ مستفیض ہوئے تھے، فرماتے ہین کہ نزولِ وحی سے پہلے ہی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا فخر حاصل تھا،[3] اس بنا پر ان مین تمام اوصاف حسنہ مجتمع ہوگئے تھے، حسن خلق، فضل و کمال کے ساتھ حاضر جوابی، بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی نے ان کی صحبت کو نہایت پُر لطف بنا دیا تھا،[4]

مہمان نوازی، سخاوت و غربا پروری مین نہایت کشادہ دست تھے، یہان تک کہ لوگون کو اسراف کا دھوکا ہوتا تھا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، صہیب! تمھاری باتین مجھے ناپسند ہین، اوّل یہ کہ تم نے ابو یحییٰ اپنی کنیت قرار دی، جو ایک پیغمبر کا نام ہے اور اس نام کی تمھاری کوئی اولاد نہین، دوسرے اسراف کرتے ہو اور تیسرے یہ کہ اپنے کو عرب کہتے ہو، بولے "یہ کنیت میری نہین بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز کردہ ہے، رہا اسراف تو اس مین میرا اساس عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے خیارکم من اطعم الطعام ورد السلام (یعنی تم لوگون مین سب سے بہتر وہ ہے جو لوگون کو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے) رہا سوم کا جواب یہ ہے کہ مین درحقیقت عرب ہون چونکہ رومیون نے بچپن ہی مین مجھے غلام بنا کر اہل و عیال سے جدا کر دیا اس لئے مین اپنے خاندان اور قوم کو بھول گیا،[5]

حلیہ حضرت صہیبؓ کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ بلکہ ایک حد تک کوتاہ، چہرہ نہایت سرخ، سر کے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۳ [2] ایضاً [3] استیعاب تذکرہ صہیبؓ [4] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۲، [5] مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۶،

Marfat.com

بال گھتے، زمانۂ پیری مین مہندی کا خضاب کرتے تھے[1]، زبان مین لکنت تھی، ایک دفعہ وہ اپنے ایک باغ مین یخنس غلام کو نیاس، نیاس کہہ کر پکار رہے تھے، حضرت عمرؓ نے سنا تو تعجب سے پوچھا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے جو لوگون کو پکار رہے ہین، حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی "وہ لوگون کو نہین پکارتے بلکہ اپنے غلام یخنس کو پکار رہے ہین، لیکن لکنت کی وجہ سے اس نام کو ادا نہین کر سکتے"[2]

حضرت مصعب بن عمیرؓ

نام، نسب | مصعب نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام خناس بنت مالک تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی القرشی[3]،

ابتدائی حالات | حضرت مصعبؓ مکہ کے ایک نہایت حسین و خوشرو نوجوان تھے، ان کے والدین ان سے نہایت شدید محبت رکھتے تھے، خصوصاً ان کی والدہ خناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لختِ جگر کو نہایت ناز و نعم سے پالا تھا، چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ مین میسر آسکتی تھی استعمال فرماتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "مکہ مین مصعب سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوشاک اور پروردہ نعمت نہین ہے"[4]

اسلام | خدائے پاک نے حسن ظاہری، سلامتِ ذوق اور طبعِ لطیف کے ساتھ آئینۂ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا، صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دلربا خط و خال نے شرک سے متنفر کر دیا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدائیون مین داخل ہو گئے، یہ وہ زمانہ

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۰۱ [2] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۲ [3] اسد الغابہ تذکرۂ مصعب بن عمیرؓ
[4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۸۲،

Marfat.com

تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین تھے اور مسلمانون پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی، اس بنا پر حضرت مصعبؓ نے ایک عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے رہے، لیکن ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی ماں اور خاندان والون کو خبر کر دی، انھون نے سنا تو محبت نفرت سے مبدّل ہو گئی اور مجرم توحید کے لئے مشرک کی عدالت نے قیدِ تنہائی کا فیصلہ سنایا،[1]

ہجرت حبشہ | حضرت مصعبؓ ایک عرصہ تک قید کے مصائب برداشت کرتے رہے، لیکن زندان خانہ کی تلخ زندگی نے بالآخر ترکِ وطن پر مجبور کر دیا، اور متلاشیانِ امن وسکون کے ساتھ سرزمینِ حبش کی راہ لی، اس ناز پروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم ونازک کپڑون کی حاجت تھی نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش وتنعم کی فکر تھی، صرف جلوۂ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی ساز وسامان سے بے نیاز کر دیا، غرض ایک مدت کے بعد حبش سے پھر مکہ واپس آئے، ہجرت کے مصائب سے رنگ وروپ باقی نہ رہا تھا، تو خود ان کی ماں کو اپنے نورِ نظر کی پریشان حالی پر رحم آگیا اور ضبط کے ارادہ سے باز آگئی،[2]

تعلیم دین واشاعتِ اسلام | اس اثنا مین خورشیدِ اسلام کی ضیا پاش شعاعین کوہِ فاران کی چوٹیون سے گذر کر وادیِ یثرب تک پہنچ چکی تھین اور مدینہ منورہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، انھون نے دربارِ نبوت مین درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم وتلقین پر کسی کو مامور فرمایا جائے، حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ جوہر شناس نے اس خدمت کے لئے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو منتخب کیا اور چند زرین نصائح کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا،[3]

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ مصعب بن عمیرؓ طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۸۲ [2] ایضاً ص ۸۳،

Marfat.com

حضرت مصعبؓ مدینہ پہنچکر حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر تعلیم قرآن و اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے، اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گویون کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تو نماز و تلاوتِ قرآن کے لئے کبھی حضرت اسعدؓ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے گھر پر سب کو جمع کیا کرتے تھے، ایک روز حضرت مصعبؓ حسب معمول بنی ظفر کے گھر مین چند مسلمانون کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلۂ عبدالاشہل کے سردار (حضرت) سعد بن معاذؓ نے اپنے رفیق (حضرت) اسید بن خضیرؓ سے کہا، "اس داعیِ اسلام کو اپنے محلہ سے نکال دو جو یہان آکر ہمارے ضعیف الاعتقاد اشخاص کو گمراہ کرتا ہے، اگر اسعد (میزبانِ حضرت مصعبؓ) سے مجھ کو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو مین تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا"۔ یہ سن کر حضرت اسیدؓ نے نیزہ اٹھایا اور حضرت مصعبؓ و اسعدؓ کے پاس آکر خشم آلود لہجہ مین کہا، "تمھین یہان کس نے بلایا ہے کہ ضعیف رائے والون کو گمراہ کرو؟ اگر تم کو اپنی جانین عزیز ہین تو بہتر یہ ہے کہ ابھی یہان سے چلے جاؤ"۔ حضرت مصعبؓ نے نرمی سے جواب دیا "ذرا بیٹھ کر ہماری باتین سنو، اگر پسند آئے، قبول کرو ورنہ ہم خود چلے جائین گے"۔ حضرت اسیدؓ نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے اور غور سے سننے لگے، حضرت مصعبؓ نے چند آیاتِ کریمہ تلاوت کرکے اس خوبی کے ساتھ عقائد و محاسنِ اسلام بیان فرمائے کہ تھوڑی ہی دیر مین حضرت اسیدؓ کا دل نورِ ایمان سے چمک اٹھا اور بیتاب ہوکر بولے، "کیسا اچھا مذہب ہے! کیسی بہتر ہدایت ہے!! اس مذہب مین داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟" حضرت مصعبؓ نے فرمایا "پہلے نہاد ھوکر پاک کپڑے پہنو، پھر صدقِ دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو"۔ انھون نے فوراً اس ہدایت کی تعمیل کی اور کلمہ پڑھ کر کہا، "میرے بعد ایک اور شخص ہے جس کو ایمان پر لانا ہوگا، اگر وہ اس دائرہ مین داخل ہوگیا تو تمام قبیلۂ عبدالاشہل اسکی پیروی کرے گا، مین ابھی اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہون"۔

Marfat.com

حضرت اسیدؓ غیظ و غضب کے عوض عشق و محبت کا سودا خرید کر اپنے قبیلہ مین واپس آئے تو حضرت سعد بن معاذؓ نے دور ہی سے دیکھ کر فرمایا "خدا کی قسم اس شخص کی حالت مین ضرور کچھ انقلاب ہو گیا ہے" اور جب قریب آئے تو پوچھا "کہو کیا کر آئے؟" بولے "خدا کی قسم وہ دونون ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے، مین نے ان کو منع کیا تو وہ بولے کہ ہم وہی کرین گے جو تم پسند کرو گے، لیکن مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بنی حارثہ اس وجہ سے اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے نکلے ہین کہ وہ تمھارا خالہ زاد بھائی ہے تاکہ اس طرح تمھاری تذلیل ہو" چونکہ بنی حارثہ اور عبدالاشہل مین دیرینہ عداوت تھی اس لئے حضرت اسیدؓ کا افسون کارگر ہو گیا، حضرت سعد بن معاذؓ جوش غضب سے اٹھ کھڑے ہوئے اور تخالف مذہبی کے باوجود اسعد کی مدد کے لئے دوڑے، لیکن جب یہان پہنچکر بالکل سکون و اطمینان دیکھا تو سمجھ گئے کہ اسیدؓ نے ان دونون سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے محض استعمال دلایا ہے، غرض نسبی ترحم فوراً مذہبی تعصب سے مبدّل ہو گیا اور خشمگین لہجہ مین بولے "ابو امامہ خدا کی قسم اگر رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو مین تمھارے ساتھ نہایت سختی کے ساتھ پیش آتا، تمھین کیونکر ہمارے محلہ مین علانیہ ایسے عقائد پھیلانے کی ہمت ہوئی جس کو ہم سخت ناپسند کرتے ہین، حضرت مصعبؓ نے نرمی سے جواب دیا کہ پہلے ہماری باتین سنو، اگر پسند آئین تو قبول کرو ورنہ ہم خود تم سے کنارہ کش ہو جائین گے، حضرت سعدؓ نے اس کو منظور کر لیا، تو انھون نے ان کے سامنے بھی اس خوبی سے اسلام کا نقشہ پیش کیا کہ حضرت سعدؓ کا چہرہ نور ایمان سے چمک اٹھا، اسی وقت مسلمان ہوئے اور جوش مین بھرے ہوئے اپنے قبیلہ والون کے پاس آئے اور بیانگ بلند سوال کیا "اے بنی اشہل! بتاؤ مین تمھارا کون ہون" انھون نے کہا "تم ہمارے سردار اور ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو" بولے "خدا کی قسم تمھارے مردون اور تمھاری عورتون سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم خدا اور اس کے رسول

Marfat.com

پر ایمان نہ لاؤ،،اس طرح عبدالاشہل کا تمام قبیلہ حضرت سعد بن معاذؓ کے اثر سے اسلام کا حلقہ بگوش ہوگیا،[1]

حضرت مصعبؓ ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مہمان رہے لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد شروع کیا تو حضرت سعد بن معاذؓ کے مکان پر اٹھ آئے اور یہین سے اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے، یہان تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے چند مکانات کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر روشن ہوگئے،[2]

مدینہ مین جمعہ قائم کرنا

مدینہ منورہ مین جب کلمہ گویون کی ایک معتدبہ جماعت پیدا ہوگئی تو حضرت مصعبؓ نے دربارِ نبوت سے اجازت حاصل کرکے حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مکان مین جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ کی بنا ڈالی، پہلے کھڑے ہوکر ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا، پھر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور بعد نماز حاضرین کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی، اس طرح وہ شعار اسلامی جو عبادت الٰہی کے علاوہ ہفتہ مین ایک دفعہ برادرانِ اسلام کو باہم بغلگیر ہونے کا موقع دیتا ہے، خاص حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تحریک سے قائم کیا گیا،[3]

بیعت عقبہ ثانیہ

عقبہ کی پہلی بیعت مین صرف بارہ انصار شریک تھے، لیکن حضرت مصعبؓ نے ایک ہی سال مین تمام اہلِ یثرب کو اسلام کا فدائی بنا دیا، چنانچہ دوسرے سال ستر کبرا کی پرعظمت جماعت اپنی قوم کی طرف سے تجدید بیعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ مین مدعو کرنے کے لئے روانہ ہوئی، ان کے معلمِ دین حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ساتھ تھے، انھون نے مکہ پہنچتے ہی سب سے پہلے آستانۂ نبوت پہ حاضر ہوکر اپنی حیرت انگیز کامیابی کی مفصل داستان

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۳۹ و خلاصۃ الوفا، ص ۹۱ [2] سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۳۹ و خلاصۃ الوفا، ص ۹۱،

[3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۸۳،

Marfat.com

عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت دلچسپی کے ساتھ تمام واقعات سنے اور ان کی محنت و جانفشانی سے بیحد محظوظ ہوئے،[1]

حضرت مصعبؓ کی ماں نے بیٹے کے آنے کی خبر سنی تو کہلا بھیجا "اے نافرمان فرزند کیا تو ایسے شہر مین آئے گا جس مین مین موجود ہون اور تو پہلے مجھ سے ملنے نہ آئے؟" انھون نے جواب دیا "مین رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی سے ملنے نہین جاؤن گا" حضرت مصعبؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملازمت حاصل کر چکے تو اپنی ماں کے پاس آئے، اس نے کہا "مین سمجھتی ہون کہ تو اب تک ہمارے مذہب سے برگشتہ ہے" بولے "مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین برحق اور اس اسلام کا پیرو ہون جس کو خدا نے خود اپنے لئے اور اپنے رسول کے لئے پسند کیا ہے" ماں نے کہا "کیا تم اس مصیبت کو بھول گئے جو تم کو ایک دفعہ سرزمین حبش مین برداشت کرنا پڑی اور اب یثرب مین سہنا پڑتی ہے؟ افسوس دونون دفعہ تم نے غمخواری کا کچھ شکریہ ادا نہ کیا" حضرت مصعبؓ سمجھ گئے کہ شاید پھر مجھ کو قید کرنے کی فکر مین ہے، چلا کر بولے "کیا تو جبراً کسی کو اس کے مذہب سے پھیر سکتی ہے؟ اگر تیرا منشا ہے کہ پھر مجھ کو قید کر دے تو پہلا شخص جو میری طرف بڑھے گا اس کو یقیناً قتل کر ڈالون گا" ماں نے یہ تیور دیکھے تو کہا "بس تو میرے سامنے سے چلا جا" اور یہ کہہ کر رونے لگی،

حضرت مصعبؓ اس کیفیت سے متاثر ہوئے اور کہنے لگے "اے میری ماں! مین تجھے خیر خواہی و محبت سے مشورہ دیتا ہون کہ تو گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول برحق ہین" اس نے کہا "چمکتے ہوئے تارون کی قسم! مین اس مذہب مین داخل ہو کر اپنے آپ کو احمق نہ بناؤن گی، جا مین تجھ سے اور تیری باتون سے ہاتھ دھوتی ہون' اور اپنے مذہب سے وابستہ رہون گی"[2]

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۸۳ [2] ایضاً،

Marfat.com

ہجرتِ مدینہ حضرت مصعبؓ نے مکہ آنے کے بعد ذی الحجہ، محرم اور سفر کے مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت مین بسر کئے، اور پہلی ربیع الاوّل کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ دن پہلے مستقل طور پر ہجرت کر کے مدینہ کی راہ لی،[1]

غزوات ۲ھ سے حق و باطل مین خونریز معرکون کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت مصعب بن عمیرؓ میدانِ فصاحت کی طرح عرصۂ وغا مین بھی نمایان رہے، غزوۂ بدر مین جماعتِ مہاجرین کا سب سے بڑا علم ان کے ہاتھ مین تھا، غزوۂ احد مین بھی علمبرداری کا تمغائے شرف ان ہی کو ملا،

شہادت اس جنگ مین ایک اتفاقی غلطی نے جب فتح و شکست کا پانسہ پلٹ دیا اور فاتح مسلمان ناگہانی طور سے مغلوب ہو کر منتشر ہو گئے تو اس وقت بھی یہ علمبردارِ اسلام یکہ و تنہا مشرکین کے نرغہ مین ثابت قدم رہا، کیونکہ لوائے توحید کو پیچھے کی طرف جنبش دینا اس فدائی ملت کے لئے سخت عار تھا، غرض اسی حالت مین مشرکین کے شہسوار ابن قمئہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جس سے داہنا ہاتھ شہید ہو گیا، لیکن بائین ہاتھ نے فوراً علم کو پکڑ لیا، اس وقت ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی،

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ع ۱۵)

اور محمدؐ صرف رسول ہین، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہین،

ابن قمئہ نے دوسرا وار کیا تو بایان ہاتھ بھی قلم تھا، لیکن اس دفعہ دونون بازؤن نے حلقہ کر کے علم کو سینہ سے چمٹا لیا، اس نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور اس زور سے نیزہ تاک کر مارا کہ اس کی انی ٹوٹ کر سینہ مین رہ گئی اور اسلام کا سچا فدائی اسی آیت کا اعادہ کرتے ہوئے فرشِ خاک پر دائمی راحت کی نیند سو رہا تھا، لیکن اسلامی پھریرا سرنگون ہونے کے لئے نہین آیا

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۹۴،

Marfat.com

تھا، ان کے بھائی ابوالروم بن عمیرؓ نے بڑھ کر اس کو سنبھالا اور آخر وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے،[1]

تجہیز و تکفین لڑائی کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش کے قریب کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی،

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الْآيَةَ — مومنین مین سے چند آدمی ایسے ہین جنھون نے خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا اُس کو سچا کر دکھایا،

پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا، مین نے تم کو مکہ مین دیکھا تھا جہان تمھارے جیسا حسین و خوش پوشاک کوئی نہ تھا، لیکن آج دیکھتا ہون کہ تمھارے بال الجھے ہوئے ہین اور جسم پر صرف ایک چادر ہے، پھر ارشاد ہوا، بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی مین حاضر رہوگے، اس کے بعد غازیانِ دین کو حکم ہوا کہ کشتگانِ راہِ خدا کی آخری زیارت کر کے سلام بھیجین اور فرمایا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کہ روزِ قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجیگا وہ اس کا جواب دین گے،[2]

اس زمانہ مین غربت و افلاس کے باعث شہدانِ ملت کو کفن تک نصیب نہ ہوا، حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش پر صرف ایک چادر تھی کہ جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤن برہنہ ہو جاتے، اور پاؤن چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا، بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا، پاؤن پر اذخر کی گھانس ڈالی گئی،[3] اور ان کے بھائی حضرت ابوالروم بن عمیرؓ نے حضرت عامر بن ربیعہؓ اور حضرت سویبط بن سعدؓ کی مدد سے سپردِ خاک کیا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ،[4]

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۸۵ [2] ایضاً [3] بخاری باب غزوۂ احد ص ۸۰۵ [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۸۶،

Marfat.com

فضل وکمال حضرت مصعبؓ نہایت ذہین، طبّاع اور خوش بیان تھے، یثرب مین جس سرعت کے ساتھ اسلام پھیلا اس سے ان کے ان اوصاف کا اندازہ ہوسکتا ہے، قرآن شریف جس قدر نازل ہوچکا تھا اس کے حافظ تھے، مدینہ مین نمازِ جمعہ کی ابتدا، ان ہی کی تحریک سے ہوئی اور یہی سب سے پہلے امام مقرر ہوئے،[1]

اخلاق اخلاقی پایہ نہایت بلند تھا، فطرت کے مکتب نے مزاج مین صرف متانت ہی پیدا نہ کی تھی بلکہ مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا، خصوصاً ملک حبش کی صحرانوردیون نے جفاکشی، استقلال و استقامت کے نہایت زرین اسباق دیئے تھے اور اچھی طرح سکھا دیا تھا کہ دشمنون مین رہ کر کس طرح اپنا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلمون کی تعلیم و تربیت اور اشاعتِ اسلام جیسے اہم خدمات پر ان کو مامور فرمایا تھا،

مزاج قدرۃً نہایت لطافت پسند تھا، اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے، حضرمی جوتا جو اس زمانہ مین صرف امراء کے لئے مخصوص تھا وہ ان کے روزمرہ کے کام مین آتا، غرض ان کے وقت کا اکثر حصہ آرایش، زیبایش اور زلفِ مشکین کے سنوارنے مین بسر ہوتا تھا، لیکن جب اسلام لائے تو شرابِ توحید نے کچھ ایسا مست کر دیا کہ تمام تکلفات بھول گئے، ایک روز دربارِ نبوت مین اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لئے صرف ایک کھال کا ٹکڑا تھا جس مین جا بجا سے پیوند لگے ہوئے تھے، صحابۂ کرام نے دیکھا تو سب نے عبرت سے گردنین جھکا لین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، الحمد للہ! اب دنیا اور تمام اہل دنیا کی حالت بدل جانا چاہئے، یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ مین کوئی ناز پروردہ نہ تھا لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا اور رسول کی محبت نے اس کو تمام چیزون سے بے نیاز کر دیا،[2]

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۸۳ [2] ایضاً ص ۸۴،

Marfat.com

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قدمیانہ، چہرہ حسین نرم و نازک اور زلفین نہایت خوبصورت تھین[1]

اہل وعیال | حضرت مصعبؓ کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا جس سے زینب نام ایک لڑکی یادگار چھوڑی[2]

حضرت عثمان بن مظعون رضؓ

نام، نسب | عثمان نام، ابوالسائب کنیت، والد کا نام مظعون اور والدہ کا نام سخیلہ بنت العنبس تھا پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:- عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص ابن کعب بن لوئی بن غالب القرشی الجمحی[3]

قبل اسلام | حضرت عثمانؓ فطرۃً سلیم الطبع، نیک نفس و پاکباز تھے، ایام جاہلیت مین عرب کا ہر بچہ مست خرابات تھا لیکن ان کی زبان اس وقت بھی بادۂ ارغوانی کے ذائقہ سے ناآشنا تھی، اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی چیز پینے سے کیا فائدہ جس سے انسان کی عقل مین فتور آجائے ذلیل و کم رتبہ آدمی اس کو مضحکہ بنائین اور نشہ کی حالت مین ماں بہن کی تمیز بھی جاتی رہے[4]

اسلام | اس فطری پاکیزگی کے باعث ان کا لوحِ دل بالکل صاف تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و تلقین نے بہت جلد توحید کا نقش ثبت کر دیا، ارباب سیر کا بیان ہے کہ اس وقت تک صرف تیرہ صحابہؓ ایمان لائے تھے[5]، ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت عبیدہ بن الحارثؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۸۶ [2] ایضاً ص ۸۱ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۸۵ [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۸۶، [5] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۸۵،

Marfat.com

ہونے سے پہلے ایک ساتھ مشرف باسلام ہوئے تھے،[1]

ہجرتِ حبشہ ومعاودت

سنہ نبوی مین بلاکشانِ اسلام کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ملک حبش کی راہ لی، حضرت عثمان بن مظعونؓ اس بے خانمان گروہ کے امیر تھے،[2] ایک عرصہ تک وہان مقیم رہنے کے بعد اس غلط افواہ کی بناپر کہ تمام قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے پھر واپس تشریف لائے، لیکن جب مکہ کے قریب پہنچکر خبر بے بنیاد نکلی تو سخت پریشان ہوئے کیونکہ دوبارہ اتنی دور لوٹ جانا بھی دشوار تھا، اور دوسری طرف مکہ مین داخل ہونے سے مشرکین کا خوف دامنگیر ہوتا تھا، غرض اسی حیص بیص مین جہان تک پہنچے تھے وہین رک گئے اور جب ان کے تمام ساتھی ایک ایک کرکے اپنے مشرک اعزہ واحباب کی پناہ مین مکہ پہنچ گئے تو وہ بھی ولید بن مغیرہ کی حمایت حاصل کرکے مکہ مین داخل ہوئے،[3]

ولید بن مغیرہ کے اثر نے گو حضرت عثمانؓ کو اذیتون سے محفوظ کردیا تھا تاہم وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور دوسرے صحابہ کرامؓ کو مبتلاے مصیبت دیکھ کر اس ذاتی راحت واطمینان کو گوارا نہ کرسکے اور ایک روز خود بخود اپنے نفس کو ان الفاظ مین ملامت فرمائی، "افسوس! میرے احباب اور خاندان والے راہِ خدا مین طرح طرح کے مصائب برداشت کر رہے ہین اور مین ایک مشرک کی حمایت مین اس چین اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہون!! خدا کی قسم یہ میرے نفس کی بہت بڑی کمزوری ہے" اس خیال نے بیتاب کردیا، اسی وقت ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور فرمایا "اے ابوعبد شمس! تمھاری ذمہ داری پوری ہوچکی، اس وقت تک مین تمھاری پناہ مین تھا لیکن اب خدا اور اس کے رسول کی حمایت مین رہنا پسند کرتا ہون، میرے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا نمونہ بس ہے" ولید نے کہا "شاید تمھین کسی نے اذیت

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۲۸۶، [2] سیرت ابن ہشام جلد ۱ باب الہجرۃ الی الحبشۃ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۰۵،

Marfat.com

پہنچائی؛ بولے "نہین اصل یہ ہے کہ اب مجھے خدا کے سوا اور کسی کی حمایت درکار نہین، تم ابھی میرے ساتھ خانۂ کعبہ چلو اور جس طرح تم نے میری حمایت کا اعلان کیا تھا اسی طرح اس کو واپس لینے کا اعلان کر دو"، غرض ولید نے اصرار سے مجبور ہو کر ان کی خواہش کو مجمع عام مین بیان کیا، حضرت عثمان بن مظعونؓ نے کھڑے ہو کر اس کی تصدیق کی، اور فرمایا "صاحبو! مین نے ولید کو نہایت ہی باوفا اور مہربان پایا، لیکن چونکہ اب مجھے خدا کے سوا اور کسی کی حمایت پسند نہین ہے، اس لئے مین خود ہی اس بارِ احسان سے سبکدوش ہوتا ہون"،

حضرت عثمان بن مظعونؓ اس اعلان کے بعد لبید بن ربیعہ کے ساتھ قریش کی ایک مجلس مین تشریف لائے، لبید چونکہ اس زمانہ کا مشہور شاعر تھا، اس لئے اس کے پہنچتے ہی شعر و شاعری شروع ہو گئی، اس نے جب اپنا قصیدہ سناتے ہوئے یہ مصرعہ پڑھا "الا کل شی ماخلی اللہ باطل" (یعنی خدا کے سوا تمام چیزین باطل ہین) تو حضرت عثمانؓ نے بے اختیار داد دی کہ "تم نے سچ کہا"، لیکن جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا "وکل نعیم لامحالۃ زائل" (یعنی تمام نعمتین یقیناً زائل ہو جائین گی)، تو بول اٹھے "جھوٹ کہتے ہو"، اس پر ایک دفعہ تمام مجمع نے ان کی طرف نگاہ غضب آلود ڈال کر لبید سے اس شعر کو مکرر پڑھنے کی فرمایش کی، اس نے امادہ کیا، تو حضرت عثمانؓ نے پھر پہلے مصرعہ کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کر کے فرمایا "تم جھوٹ کہتے ہو، جنت کی نعمتین کبھی زائل نہ ہون گی"، لبید نے خفیف ہو کر کہا "گروہ قریش! خدا کی قسم تمھاری مجلسون کا یہ حال نہ تھا"، اس اشتعال انگیز جملہ سے تمام مجمع مین برہمی پھیل گئی، اور ایک بدکردار نے حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھ کر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ایک آنکھ زرد پڑ گئی، لوگون نے کہا "عثمان! خدا کی قسم تم ولید کی حمایت مین نہایت معزز تھے اور تمھاری آنکھ اس صدمہ سے محفوظ تھی"، بولے "خدا کی حمایت سب سے زیادہ پامن و ذی عزت ہے اور جو میری آنکھ صحیح و تندرست ہے وہ بھی اپنے رفیق کے صدمہ مین شریک

Marfat.com

ہونے کی متمنی ہے،، ولید نے کہا،، کیا اب بھی تم میری پناہ مین آنا قبول کرتے ہو؟،، فرمایا میرے لئے صرف خدا کی پناہ بس ہے،،[1]

ہجرتِ مدینہ حضرت عثمانؓ ایک عرصہ تک مکہ مین صبر و سکون کے ساتھ مظالم برداشت کرتے رہے، یہان تک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً تمام صحابۂ کرامؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو وہ اپنے خاندان کے ساتھ جس مین ان کے دونون بھائی حضرت قدامہ بن مظعونؓ، حضرت عبداللہ ابن مظعونؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت سائب بن عثمانؓ شامل تھے، اس سرزمینِ امن مین پہنچکر حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانیؓ کے مکان پر فروکش ہوئے، حضرت عثمانؓ نے اپنے اعزہ سے اس طرح مکہ کو خالی کر دیا تھا کہ ان کے خاندان کا ایک ممبر بھی وہان رہنے نہ پایا اور تمام مکانات بند کر دیئے گئے،[2]

مواخات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچکر حضرت عثمانؓ اور ان کے بھائیون کو مستقل سکونت کے لئے وسیع قطعاتِ زمین مرحمت فرمائے اور حضرت ابوالہیثم بن التیہانؓ سے بھائی چارہ کرا دیا،[3]

غزوۂ بدر اور وفات حق و باطل کی اوّل کشمکش یعنی معرکۂ بدر مین شریک تھے، میدانِ جنگ سے واپس آکر اسی سال بیمار ہوئے، انصاری بھائی اور ان کی بیوی بچون نے دلسوزی کے ساتھ تیمارداری کی لیکن موت کا ازالہ ممکن نہ تھا، ہجرت کے ۳۰ ماہ بعد یعنی ۳۲ھ کے اخیر مین وفات پائی،[4]

حضرت ام العلاء انصاریہؓ جن کے گھر مین انھون نے وفات پائی، فرماتی ہین کہ جب تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ تیار ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مین نے کہا،، ابوالسائب! تم پر خدا کی رحمت ہو مین گواہی دیتی ہون کہ خدا نے تم کو معزز کیا،، ارشاد ہوا،، تمھین کس طرح معلوم ہوا کہ خدا

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۸۵ و ۳۸۶ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۲۸۸ [3] ایضاً ص ۲۸۸

[4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۲۸۸،

Marfat.com

خدا نے معزز کیا؟ مین نے عرض کی میرا باپ آپ پر فدا ہو یا رسول اللہ پھر خدا کس کو معزز کرے گا؟" فرمایا "عثمان کو درجۂ یقین حاصل تھا اور مین اس کے لئے بہتری کی امید رکھتا ہون، لیکن خدا کی قسم مین رسولِ خدا ہو کر بھی نہین جانتا کہ میرا کیا انجام ہوگا"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزن وملال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان بن مظعونؓ کی مفارقت کا شدید غم تھا، آپ نے تین دفعہ جھک کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس قدر چشم پرنم ہوئے کہ اشک مبارک سے حضرت عثمانؓ کے رخسارے تر ہو گئے[2]، پھر سر مبارک اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز مین فرمایا "ابو السائب! مین تم سے جدا ہوتا ہون، تم دنیا سے اس طرح نکل گئے کہ تمھارا دامن ذرا بھی اس سے ملوث نہ ہوا"[3]

قبر

اس وقت تک مدینہ مین مسلمانون کا کوئی خاص قبرستان نہ تھا، حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بقیع کو اس کے لئے منتخب فرمایا، چنانچہ وہ پہلے صحابی تھے جو اس گورِ غریبان مین مدفون ہوئے، آپ نے خود جنازہ کی نماز پڑھائی، قبر کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے اہتمام سے دفن کرایا، اور قبر کے سر ہانے پر کوئی چیز بطور علامت نصب کر کے فرمایا "اب جو مرے گا وہ اسی کے آس پاس مدفون ہوگا"[4]

اخلاق

حضرت عثمانؓ کا اخلاقی پایہ نہایت ارفع تھا، شراب سے ایام جاہلیت ہی مین متنفر تھے، صبر، تحمل اور اسلامی حمیت کے نمونے پہلے گذر چکے ہین، مزاج مین شرم وحیا کا عنصر غالب تھا، ایک روز بارگاہِ نبوت مین عرض کی "یا رسول اللہ! مین اپنی بیوی کو بھی اپنا ستر عورت دکھانا پسند نہین کرتا" ارشاد ہوا "کیون؟" عرض کی "حیا دامنگیر ہوتی ہے" فرمایا "خدا نے اس کو تمھارے لئے اور تم کو اس کے

---

[1] بخاری کتاب الجنائز جلد ۱ ص ۱۷۶ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۲۸۸ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۸۰ [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۲۸۹ [5] ایضاً ص ۲۸۸

Marfat.com

لئے بے پردہ بنایا ہے"، وہ جب کچھ دیر کے بعد دربار سے چلے گئے تو آپ نے فرمایا "عثمان بن مظعون نہایت باحیا، و پردہ پوش ہے"[1]

رہبانیت کی طرف میلانِ طبع

تبتل و رہبانیت کی طرف شدید میلان تھا، ایک دفعہ انھوں نے چاہا کہ قوائے شہوانیہ کو فنا کر کے صحرانوردی اختیار کریں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باز رکھا اور فرمایا "کیا میری ذات تمھارے لئے اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟ میں اپنی بیویوں سے ملتا ہوں، گوشت کھاتا ہوں، روزے رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں، بیشک میری امت کا خصی ہونا صرف روزے رکھنا ہے، اس لئے جو شخص خصی کرے گا یا خصی بنے گا وہ میری امت سے نہیں ہے"[2]

عبادت

عبادت و شب زندہ داری حضرت عثمانؓ کا نہایت ہی پرلطف مشغلہ تھا، رات بھر نمازیں پڑھتے، دن کو عموماً روزے رکھتے، انھوں نے اپنے گھر میں عبادت کے لئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا تھا جس میں رات دن معتکف رہتے تھے، ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرہ کے پاس تشریف لائے اور اس کی چوکھٹ پکڑ کر دو یا تین مرتبہ فرمایا، "عثمان! خدا نے مجھے رہبانیت کے لئے مبعوث نہیں کیا ہے، سہل اور آسان دین حنیفی خدا کے نزدیک تمام ادیان سے بہتر ہے"[3]

شوقِ عبادت نے بیوی بچوں سے بالکل بے نیاز کر دیا تھا، ایک روز ان کی زوجۂ محترمہ حرم نبویؐ میں آئیں، امہات المومنینؓ نے ان کو خراب حالت میں دیکھکر پوچھا "تم نے ایسی ہیئت کیوں بنا رکھی ہے؟ تمھارے شوہر سے زیادہ تو قریش میں کوئی دولت مند نہیں"، بولیں "مجھے ان سے کیا سروکار وہ رات رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں"، امہات المومنینؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ اسی وقت حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "عثمان بن مظعون! کیا میری ذات تمھارے لئے نمونہ نہیں ہے؟" بولے "میرے باپ ماں آپ

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۲۸، [2] ایضاً و صحیح بخاری کتاب الصوم و کتاب النکاح [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ۳ ص ۲۸

پر فدا ہون کیا بات ہوئی؟" ارشاد ہوا "تم رات بھر عبادت کرتے ہو، دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو" عرض کی "ہان" ایسا کرتا ہون" حکم ہوا "ایسا نہ کرو، تمھاری آنکھ کا، تمھارے جسم کا اور تمھارے اہل وعیال کا تم پر حق ہے، نمازین بھی پڑھو اور آرام بھی کرو، روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو، غرض اس فہمایش کے بعد ان کی بیوی بھر امہات المومنینؓ کی خدمت مین حاضر ہوئین، تو ایک دلہن کی طرح معطر تھین[1]

اہل وعیال حضرت عثمان بن مظعونؓ نے اپنی زوجۂ محترمہ حضرت خولہ بنت حکیمؓ سے دو لڑکے عبدالرحمن اور سائب یادگار چھوڑے[2]

حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم

نام، نسب ارقم نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبدمناف، ابوالارقم کنیت اور والدہ کا نام امیمہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے:- ارقم بن ابی الارقم بن اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، حضرت ارقمؓ کا خاندان ایام جاہلیت مین مخصوص عزت و اقتدار کا مالک تھا، ان کے دادا ابوجندب اسد بن عبداللہ اپنے زمانہ مین مکہ کے ایک نہایت سربرآوردہ رئیس تھے،

اسلام حضرت ارقمؓ گیارہ یا بارہ اصحاب کے بعد ایمان لائے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام کلمہ گویون کی زندگی نہایت خطرہ مین تھی، مشرکین قریش چاہتے تھے کہ اس تحریک کو بااثر ہونے سے پہلے معدوم کر دین، لیکن اسلام فنا ہونے کے لئے نہین آیا تھا، حضرت ارقمؓ نے مہبط وحی والہام اور تمام مسلمانون کو اپنے مکان مین چھپایا، حضرت عمر فاروقؓ اسی گھر مین اسلام لے آئے، ان کے اسلام لانے کے وقت کم و بیش چالیس آدمی شرف اسلام سے مشرف ہو چکے تھے، آپ کے اسلام لانے سے مسلمانون مین قوت پیدا ہو گئی، اس وقت اس خطیرۂ قدس کو چھوڑا[3]

---

[1] طبقات ابن سعد جز ۳ ص ۲۸۷ [2] ایضاً ص ۲۸۶ [3] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۷۰ و اصابہ تذکرۂ ارقم،

Marfat.com

ہجرت | بعثت کے تیرہوین سال ہجرت کا حکم ہوا، تو حضرت ارقمؓ بھی دوسرے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ مدینہ پہنچے، یہان حضرت ابو طلحہؓ زید بن سہل سے مواخات ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقل سکونت کے لئے بنی زریق کے محلہ مین ایک قطعۂ زمین عطا فرمایا،[1]

غزوات | حق و باطل کی اوّل کشمکش یعنی غزوۂ بدر مین شریکِ کارزار تھے، اس جنگ مین حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تلوار مرحمت فرمائی تھی، احد، خندق، خیبر اور تمام دوسرے اہم معرکون مین بھی پامردی و شجاعت سے لڑے،[2]

عہدہ | زمانۂ رسالت مین تحصیلِ زکوٰۃ کی خدمت پر مامور تھے،[3]

وفات | ۹۳ برس کی عمر پاکر ۵۳ھ مین رحلت گزینِ عالمِ جاودان ہوئے، انھون نے وصیت فرمائی تھی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنازہ کی نماز پڑھائین، لیکن وہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر مقام عقیق مین تھے، ان کے آنے مین دیر ہوئی تو مروان بن حکم والیِ مدینہ نے کہا کہ ایک شخص کے انتظار مین جنازہ کب تک پڑا رہے گا؟ اور چاہا کہ خود بڑھ کر امامت کرے، لیکن عبید اللہ بن ارقمؓ نے اجازت نہ دی اور قبیلۂ بنی مخزوم ان کی حمایت پر تیار ہوگیا، غرض بات بڑھ چلی تھی کہ اسی اثنا مین حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تشریف لے آئے اور انھون نے نماز پڑھا کر بقیع کے گورستان مین دفن کیا،[4] انا للہ وانا الیہ راجعون

اخلاق | تقویٰ، تدین، زہد و راستبازی حضرت ارقمؓ کے نمایان اوصاف تھے، عبادت و شب زندہ داری سے بیحد شوق تھا، ایک دفعہ انھون نے بیت المقدس کا قصد کیا اور رختِ سفر باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے آئے، آپ نے پوچھا کہ تجارت کے خیال سے جاتے ہو یا کوئی خاص ضرورت ہے؟ بولے "میرے باپ ماں آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ! کوئی

---

[1] طبقات ابن سعد ق ا جزو ۳ ص ۱۲۶ [2] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۶۰ [3] ایضاً [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ۳ ص ۱۲۶

Marfat.com

ضرورت نہین ہے، صرف بیت المقدس مین نماز پڑھنا چاہتا ہون،" ارشاد ہوا کہ میری اس مسجد کی ایک نماز مسجد حرام کے سوا تمام مساجد کی ہزار نمازون سے بہتر ہے، حضرت ارقمؓ یہ سنتے ہی بیٹھ گئے اور ارادہ فسخ ہوگیا،[1]

ذریعۂ معاش | مختلف جاگیرون کے علاوہ اصلی ذریعۂ معاش تجارت تھی،

مکہ کا تاریخی مکان | ہجرت کے بعد مدینہ وطن ہوگیا تھا، اس لئے انھون نے مکہ کے مکان کو جو اپنی تاریخی عظمت کے لحاظ سے مرجع زائرین تھا، وقف علی الاولاد کردیا، تاکہ بیع و وراثت کے جھگڑون سے محفوظ رہے،[2]

یہ مکان کوہِ صفا کے نیچے ایسے موقع پر تھا کہ جو لوگ حج مین صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے، وہ بھک اس کے دروازے پر سے ہو کر گذرتے تھے، ۱۴۰ھ مین خلیفہ منصور عباسی کے عہد تک وہ بجنسہٖ اپنی حالت پر موجود تھا، لیکن اسی سال محمد بن عبداللہ بن حسن نے مدینہ مین خروج کیا، چونکہ حضرت ارقمؓ کے پوتے عبداللہ بن عثمان ان کے معاونین مین تھے، اس لئے منصور نے والیِ مدینہ کو لکھ کر ان کو گرفتار کرایا اور اپنے ایک معتمد خاص شہاب بن عبدرب کو بھیجکر اس مکان کو فروخت کرنے کی ترغیب دی، عبداللہ بن عثمان نے پہلے انکار کیا، لیکن پھر قید سے مخلصی پانے کی بشارت اور گرانقدر معاوضہ کے طمع نے بیچنے پر راضی کردیا، غرض منصور نے سترہ ہزار دینار پر ان کا حصہ خرید لیا، رفتہ رفتہ دوسرے شرکاء بھی راضی ہوگئے، لیکن ان کا زرِ معاوضہ اس کے علاوہ تھا،

ابوجعفر منصور کے بعد خلیفہ مہدی نے اپنی جاریہ خیزران کو دیدیا جس نے منہدم کرکے نئے سرے سے ایک محل تعمیر کرایا، پھر گردشِ ایام نے اس مین گوناگون تغیرات پیدا کئے، اور

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۰۴ [2] ایضاً

Marfat.com

اس طرح آغازِ اسلام کی وہ پرعظمت یادگار جو عرصہ تک مطلعِ انوارِ الٰہی و مہبطِ ملائکہ آسمانی رہی تھی صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گئی،[1]

اولاد | حضرت ارقمؓ نے دو لڑکے عبیداللہ، عثمان اور تین لڑکیاں امیہ، مریم اور صفیہ یادگار چھوڑیں۔[2]

حضرت مقدادؓ بن عمرو

نام، نسب | مقداد نام، ابو الاسود کنیت، عمرو کندی کے لختِ جگر تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے،

مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود البہرانی،

حضرت مقدادؓ دراصل بہرا کے رہنے والے تھے، چونکہ ان کے خاندان کے ایک ممبر نے کسی ہمسایہ قبیلہ میں خونریزی کی تھی، اس لئے انتقام کے خوف سے کندہ چلے آئے تھے، لیکن یہاں بھی یہی مصیبت پیش آئی، بالآخر مکہ آکر آباد ہوئے اور اسود بن عبد یغوث کے خاندان سے حلیفانہ تعلق پیدا کر لیا جس نے محبت سے ان کو اپنا متبنیٰ کر لیا تھا، چنانچہ عمرو کے بجائے اسود ہی کے انتساب سے مشہور ہوئے،[3]

اسلام | وہ مکہ میں ابھی اچھی طرح توطن گزیں بھی نہ ہونے پائے تھے کہ صدائے توحید کانوں میں آئی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ نے ان کو اسلام کا شیدائی بنا دیا، یہ وہ پرآشوب زمانہ تھا کہ علانیہ ایک کو ایک کہنا قلمروِ شرک میں شدید ترین جرم خیال کیا جاتا تھا، لیکن حضرت مقدادؓ نے اپنی بے بسی و غریب الوطنی کے باوجود اخفائے حق گوارا نہ کیا، چنانچہ وہ ان سات بزرگوں کی صف میں نظر آتے ہیں جنھوں نے ابتدا ہی میں اپنے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا اعلان کر دیا تھا،[4]

[1] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۲۱۷ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۳ [2] اسد الغابہ تذکرۂ مقداد بن عمرو [3] ایضاً،

Marfat.com

ہجرت

اس حق پسندی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طرح طرح کے مصائب اور گوناگون مظالم کا نشانہ بنائے گئے، یہان تک کہ پیمانۂ صبر و تحمل لبریز ہوگیا اور مکہ چھوڑ کر عازمِ حبش ہوئے،[1]

کچھ دنون کے بعد سرزمینِ حبش سے واپس آئے تو مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاریان ہورہی تھین، لیکن وہ ایک عرصہ تک اپنی بعض دشواریون کے باعث مدینہ جانے سے مجبور رہے، یہان تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے اور کفر و اسلام مین فوجی چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو یہ اور حضرت عتبہ بن غزوانؓ ایک قریشی سنحس دستۂ فوج کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، عکرمہ بن ابی جہل اس کا امیرِ عسکر تھا، راہ مین مجاہدینِ اسلام کی ایک جماعت سے مٹ بھیڑ ہوئی، حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اس کے افسر تھے، یہ دونون موقع پاکر مسلمانون سے مل گئے اور مدینہ پہنچکر حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مہمان ہوئے،[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی عدیلہ کے محلہ مین مستقل سکونت کے لئے زمین مرحمت فرمائی، کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ کی دعوت پر انھون نے اسی حصہ مین رہنا پسند کیا تھا،[3]

غزوات

۲ھ سے شرک و توحید مین باقاعدہ معرکہ آرائیون کا سلسلہ شروع ہوا اور مشرکین قریش کا ایک خوفناک سیلاب میدانِ بدر کی طرف امنڈ آیا، چونکہ جان نثارانِ رسول کے لئے یہ اولین آزمائش تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مشورہ طلب کرکے اس قلیل لیکن اولوالعزم جماعت کا امتحان لینا چاہا، چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی صداقت شعاری کا جوہر دکھایا، پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک تقریر مین اپنے خلوص و وفاشعاری کا اظہار کیا، لیکن حضرت مقدادؓ نے جس جوش و وارفتگی کے ساتھ اپنی فدویت و جان نثاری کا ثبوت دیا، اس نے یکایک تمام فدائیون کے جذبۂ سرفروشی مین ہیجان پیدا کردیا، انھون نے عرض کی،

[1] طبقات ابن سعد ق جزء ۳ ص ۱۱۴ [2] اسد الغابہ تذکرہ مقداد بن عمرو [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۱۴،

Marfat.com

"ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہین کہین گے کہ "تو اور تیرا خدا جاکر لڑے" بلکہ ہم آپ کے داہنے، بائین، آگے اور پیچھے اپنی جانبازی کے جوہر دکھائین گے" بلکہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہم کو برک غماد تک لے چلین گے تو ہم آپ کے ساتھ جاکر لڑین گے"[1] اس سادہ لیکن پرجوش اظہار فدویت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ فرطِ انبساط سے چہرۂ مبارک چمک اٹھا[2]

حضرت مقدادؓ تیر اندازی، نیزہ بازی اور شہسواری مین کمال رکھتے تھے، جنگِ بدر مین صرف یہی یکہ و تنہا شہسوار تھے جو اپنے سمجھ بوجھ کر فقار کو تیز کر رہے تھے، محدثین و اصحابِ سیر کا عام طور پر اتفاق ہے کہ اس جنگ مین ان کے سوا اور کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا، غزوۂ بدر کے علاوہ احد، خندق اور تمام دوسرے مشہور معرکون مین پامردی و جانبازی کے ساتھ شریکِ کارزار تھے[3]

فتح مصر ۲۰ھ مین جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور حضرت عمرو بن العاصؓ امیر عسکر نے دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار سپاہی اور چار افسر جن مین سے ایک حضرت مقدادؓ بھی تھے ان کی مدد کے لئے روانہ فرمایا اور لکھا کہ ان افسرون مین سے ہر ایک دشمن کے ایک ہزار سپاہیون کے برابر ہے، چنانچہ درحقیقت اس کمک کے پہنچتے ہی جنگ کی حالت بدل گئی اور نہایت قلیل عرصہ مین تمام مصر زمینِ فراعنہ فرزندانِ توحید کا ورثہ بن گئی[4]

وفات حضرت مقدادؓ عظیم البطن تھے، ایام پیری مین یہ مرض زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا تو ان کے ایک رومی غلام نے اس پر عمل جراحی کیا، جو غلطی سے ناکام رہا، بالآخر وہ خوف و ندامت کے باعث روپوش ہوگیا اور انھون نے اسی حالت مین مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف مین وفات پائی[5]

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر [2] سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۳۵۲ [3] بخاری باب غزوۂ بدر۔
[4] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۴۰، [5] مقریزی جلد ۱ ص ۶۵،

Marfat.com

جنت کو لبیک کہا، یہ ۳۳ھ مین خلیفۂ ثالث کا عہد تھا، خود امیر المومنینؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور لاش مدینہ لاکر بقیع کے گورِ غریبان مین دفن کیگئی، انھون نے کم و بیش ستر برس کی عمر پائی،[1]

اخلاق حضرت مقدادؓ گوناگون محاسنِ اخلاق کے مظہر اتم تھے، انھون نے غزوۂ بدر کے موقع پر جس جوش فدویت کا اظہار کیا وہ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے لئے باعثِ رشک تھا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرمایا کرتے تھے "کاش! مین اُس وقت جنگ مین شریک ہوتے کے لائق ہوتا، اور یہ جملے میری زبان سے ادا ہوتے!" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہین کہ مین جنگِ بدر مین مقداد بن اسودؓ کے ساتھ تھا، حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس جنگ مین ان کے ساتھ ہونا اس قدر محبوب ہے کہ تمام دنیا اس کے آگے ہیچ ہے،[2]

سپاہیانہ سادگی، صاف گوئی، اور ملنساری کے ساتھ زندلی اور حاضر جوابی نے ان کی صحبت کو نہایت دلچسپ بنا دیا تھا، ایک دفعہ وہ کسی صراف کی دکان پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان کے بلغمی تن و توش پر طعنہ زن ہو کر کہا "ابو الاسود! خدا نے تم کو جہاد مین شریک ہونے سے معاف کر دیا ہے"، برجستہ بولے "نہین! انفروا خفافا وثقالا کا حکم اس سے منکر ہے"[3]

وہ نہایت صاف گو اور سادہ مزاج تھے، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ان سے کہا کہ تم شادی کیون نہین کرتے؟ سادگی کے ساتھ بولے "تم اپنی لڑکی سے بیاہ دو!" حضرت عبدالرحمن اس بیباکی و صاف گوئی پر سخت برہم ہوئے اور برا بھلا کہنے لگے، حضرت مقدادؓ نے ان کی اس برہمی کی شکایت دربارِ نبوت مین پیش کی تو ارشاد ہوا، اگر کسی کو انکار ہے تو ہونے دو مین تم کو اپنی بنتِ عم سے بیاہ دون گا، چنانچہ اس کے بعد ہی حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ بن

---

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۴۵۵ [2] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر،

[3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ۳ ص ۱۱۵،

Marfat.com

عبدالمطلب ان کے عقدِ نکاح مین آئین،[1]

آغازِ اسلام کی عسرت و ناداری نے ان کو حد درجہ جفاکش و قانع بنا دیا تھا، فرماتے ہین کہ جب مین ہجرت کرکے مدینہ آیا، تو یہان میرے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا کوئی سہارا نہ تھا، بھوک سے حالت تباہ تھی،، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اور میرے دونون ساتھیون کو اپنے میزبان کلثوم بن ہدمؓ کے گھر مین جگہ دی، آپکے پاس اس وقت صرف چار بکریان تھین جن کے دودھ پر ہم لوگون کا گذارا تھا، ایک دفعہ رات کے وقت آپ باہر تشریف لے گئے اور دیر تک تشریف نہ لائے، مین نے خیال کیا کہ آج کسی انصاری نے دعوت دی ہوگی، اور آپ آسودہ ہوکر تشریف لائین گے،، اس خیال کے آتے ہی مین نے اٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا، لیکن پھر خیال آیا کہ اگر یہ قیاس غلط ثابت ہوا تو بڑی ندامت ہوگی، غرض مین اسی شش و پنج مین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دودھ کی طرف بڑھے، دیکھا تو پیالہ خالی تھا، مجھے اپنی غلطی پر سخت ندامت ہوئی، خصوصاً جب کہ آپنے کچھ کہنے کے لئے دونون ہاتھ اٹھائے تو میرے خوف و ہراس کی کوئی انتہا نہ تھی اور اندیشہ ہوا کہ عنقریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ہماری دنیا و آخرت تباہ ہوجائے گی، لیکن آپنے فرمایا اللھم اطعمہ من اطعمنی واسق من سقانی، یعنی "خدایا جو مجھے کھلائے اس کو کھلا اور جو مجھے سیراب کرے اس کو سیراب کر،، اس دعا سے کچھ ہمت بڑھی، اٹھکر بکریون کے پاس گیا کہ شاید کچھ دودھ نکل آئے لیکن خدا کی قدرت جس تھن پر ہاتھ پڑا وہ دودھ سے لبریز نظر آیا، غرض کافی مقدار مین دوھکر خدمت بابرکت مین پیش کیا، آپنے پوچھا، کیا تم لوگ پی چکے ہو؟ عرض کی "یارسول اللہ! آپ پہلے نوش فرمالین تو پھر مفصل واقعہ عرض کرون،، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب سیر ہوکر نوش

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۴۵۴،

Marfat.com

فرمالیا تو مجھے اپنی گذشتہ غلطی و ندامت پر بے اختیار ہنسی آگئی، آپنے پوچھا، ابوالاسود! یہ کیا ہے؟ مین نے تمام واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا "یہ خدا کی رحمت تھی تم نے اپنے دونون ساتھیون کو کیون بیدار نہ کردیا کہ وہ بھی اس سے مستفیض ہوتے"[1]

خوشامدانہ مداحی سے سخت متنفر تھے، ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے دربار مین چند آدمیون نے ان کے روبرو تعریف و توصیف شروع کی، حضرت مقدادؓ اس تملق اور چاپلوسی پر اس قدر برہم ہوئے کہ ان کے منہ پر خاک ڈالنے لگے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا "مقداد! یہ کیا ہے؟" بولے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ خوشامدیون کے منہ مین خاک بھر دو"[2]

ایک دفعہ ایک تابعی نے ان کے پاس آکر کہا، مبارک ہین آپ کی آنکھین جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، کاش! مین بھی اس زمانہ مین ہوتا" حضرت مقدادؓ ان پر سخت برہم ہوئے، لوگون نے تعجب سے پوچھا کہ یہ برہمی کی کیا بات تھی؟ بولے "حاضر کو چھوڑ کر غائب کی تمنا عبث ہے، جن لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے ان مین بہت سے ایسے ہین جن کو ایمان نہ لانے کے باعث خدا نے جہنم واصل کردیا، اس کو کیا معلوم کہ وہ اس وقت کس گروہ مین ہوتا؟ تم لوگون کو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ بغیر امتحان و آزمائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے مستفیض ہوئے"[3]

کسی شخص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے مین نہایت محتاط تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مین صرف نتائج پر نظر رکھتا ہون خصوصاً جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ انسان کا دل نہایت تغیر پذیر ہے"[4]

جاگیر و ذریعۂ معاش	تجارت اصلی ذریعۂ معاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر مین جاگیر

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۴ [2] ایضاً جلد ۶ ص ۵ [3] ایضاً [4] ایضاً،

Marfat.com

بھی مرحمت فرمائی تھی، جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہدِ حکومت مین ان کے ورثہ سے ایک لاکھ درہم مین خرید لیا تھا[1]

حلیہ حضرت مقدادؓ طویل القامت، عظیم البطن و فربہ اندام تھے، سر کے بال گھنے، ابرو پیوستہ اور ڈاڑھی نہایت موزون و خوبصورت تھی[2]

اولاد حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ سے ایک لڑکی کریمہ نام یادگار چھوڑی[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ

نام، نسب عبدالرحمٰن نام، ابو عبداللہ کنیت، خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے، والدہ کا نام ام رومان تھا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ دونون حقیقی بھائی بہن تھے،

ابتدائی حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تمام خاندان ابتدا ہی مین حلقہ بگوشِ اسلام ہوا، لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ اس سے مستثنیٰ تھے، وہ عرصہ تک اپنے قدیم مذہب کے حامی رہے، غزوۂ بدر مین مشرکینِ قریش کے ساتھ تھے، اثنائے جنگ مین انھون نے آگے بڑھکر ھل من مبارز، کا نعرہ لگایا، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھون مین خون اتر آیا، انھون نے خود بڑھکر مقابلہ کرنا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی[4]

غزوۂ احد مین بھی وہ مشرکینِ مکہ کے ساتھ تھے،

اسلام حضرت عبدالرحمٰنؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان لائے اور مدینہ پہنچکر اپنے والد کے ساتھ رہنے لگے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تمام کام اور ذاتی کاروبار زیادہ تر یہی انجام دیتے تھے، اور نہایت اطاعت شعاری کے ساتھ ان کے غیظ و غضب کو برداشت کرتے تھے، ایک مرتبہ

[1] طبقات ابن سعد قسم اجزء ۳ ص ۱۱۵ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۷۴،

Marfat.com

شب کے وقت چند اصحابِ صفہ حضرت ابوبکرؓ کے یہان مہمان تھے، انھون نے حضرت عبدالرحمنؓ کو ہدایت فرمائی کہ "مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جاتا ہون تم میرے واپس آنے سے پہلے ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہوجانا"، حضرت عبدالرحمنؓ نے حسبِ ہدایت وقت پر مہمانون کے سامنے ماحضر پیش کیا لیکن انھون نے صاحبِ خانہ کی غیر موجودگی مین کھانے سے انکار کردیا، اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت دیر کے بعد تشریف لائے اور یہ معلوم کرکے کہ مہمان اب تک بھوکے بیٹھے ہین، حضرت عبدالرحمنؓ نہایت برہم ہوئے اور گالی دے کر کہا، "خدا کی قسم! اس کو کھانے مین شریک نہین کرون گا"، حضرت عبدالرحمنؓ ڈر سے مکان کے ایک گوشہ مین چھپ رہے تھے، وہ کسی قدر جرأت کرکے سامنے آئے اور بولے "آپ مہمانون سے پوچھ لیجئے کہ مین نے کھانے کے لئے اصرار کیا تھا"، انھون نے تصدیق کی اور کہا، "واللہ! جب تک آپ عبدالرحمن کو نہ کھلائین گے ہم لوگ بھی نہ کھائین گے"، غرض اس طرح ان کا غصہ فرو ہوا، اور دسترخوان بچھایا گیا، حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہین کہ اس روز کھانے مین اس قدر برکت ہوئی کہ ہم لوگ کھاتے جاتے تھے، لیکن وہ کسی طرح ختم نہین ہوتا تھا، یہان تک کہ مین اس مین سے کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھی لے کر حاضر ہوا جس کو آپ اور ان کے سب اصحاب نے تناول فرمایا[1]

غزوات حضرت عبدالرحمنؓ فطرۃً نہایت شجاع و بہادر تھے خصوصاً تیر اندازی مین کمال رکھتے تھے، واقعۂ حدیبیہ کے بعد عہدِ نبوت مین جس قدر معرکے پیش آئے وہ ان مین سے اکثر مین جانبازی و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے،

جنگ یمامہ یمامہ کی خونریز جنگ مین حضرت عبدالرحمنؓ نے اپنی قادر اندازی کا غیر معمولی کمال

[1] بخاری جلد ۲ ص ۹۰۶،

Marfat.com

دکھایا، انھون نے اس جنگ مین غنیم کے سات بڑے بڑے جانباز افسرون کو نشانہ بنا کر دھم جہنم کیا،

قلعہ یمامہ کی دیوار ایک جگہ سے شق ہوگئی تھی، مسلمان اس راستہ سے اندر گھسنا چاہتے تھے لیکن دشمن کا ایک سردار محکم بن طفیل نہایت جانبازی کے ساتھ اس جگہ اڑا ہوا تھا، حضرت عبدالرحمنؓ نے تاک کر اس کے سینہ پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہین تڑپ کر ڈھیر ہوگیا، اور مسلمان اس کے ساتھیون کو ریلتے ہوئے اندر گھس گئے،[1]

یزید کی بیعت سے انکار امیر معاویہؓ نے یزید کی جانشینی کے لئے اپنی زندگی ہی مین کوشش شروع کردی تھی، ایک دفعہ ان کی ایماء سے مروان بن حکم والیِ مدینہ نے مسجدِ نبوی مین لوگون کو جمع کرکے یزید کے لئے بیعت لینا چاہا، اس وقت جن لوگون نے اس کی مخالفت مین صدا بلند کی ان مین ایک حضرت عبدالرحمنؓ بھی تھے، انھون نے مروان سے غضب آلود لہجہ مین کہا، "کیا تم لوگ خلافت کو موروثی بادشاہت بنادینا چاہتے ہو؟" مروان نے برہم ہوکر کہا، "صاحبو! یہ وہی ہے جس کی نسبت قرآن مین آیا ہے" والذی قال لوالدیہ اف لکما، (یعنی والدین کی اطاعت نہ کرنے پر خدا نے قرآن مین ان کی مذمت کی ہے) ام المومنین حضرت عائشہؓ اپنے حجرہ سے یہ گفتگو سن رہی تھین، وہ غضبناک ہوکر بے اختیار بول اٹھین "نہین! واللہ نہین!! عبدالرحمن کے متعلق نہین ہے، اگر چاہو تو مین اس کا نام لے سکتی ہون جس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی تھی،"[2]

امیر معاویہؓ کو حضرت عبدالرحمنؓ کی مخالفت کا حال معلوم ہوا تو انھون نے ان کو خوش کرنے کے لئے ان کے پاس ایک لاکھ درہم کے توڑے بھیجدیئے، لیکن حضرت عبدالرحمنؓ نے غایت بے نیازی کے ساتھ واپس کردیا اور فرمایا، "واللہ! مین دین کو دنیا کے عوض فروخت

[1] اصابہ جلد ۴ ص ۱۶۸ [2] اسد الغابہ جلد ۳ یہ واقعہ بخاری مین بھی مذکور ہے،

Marfat.com

نہین کرسکتا،[1]

وفات | حضرت عبدالرحمٰنؓ اس واقعہ کے بعد مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے، اور شہر سے تقریباً ۱۰ میل کے فاصلہ پر "ذو طبشی" نام ایک مکان مین اقامت پذیر ہوئے، یہان تک کہ ۵۳ھ مین ایک روز ناگہانی طور پر اسی گوشۂ عزلت مین واصل بحق ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے سے ان کو اپنی صحت کے متعلق کسی قسم کی کوئی شکایت نہ تھی، وفات کے دن حسب معمول سوئے مگر ایسی نیند سوئے کہ پھر نہ اٹھے، حضرت عائشہؓ کے دل مین اس ناگہانی حادثہ کے باعث شبہہ ہوا کہ کسی نے زہر وغیرہ دیکر مار ڈالا، لیکن کچھ دنون کے بعد ایک عورت حضرت عائشہؓ کے گھر آئی، بظاہر توانا و تندرست تھی، ایک مرتبہ سجدہ کیا اور ایسا سجدہ کہ پھر اس سے سر نہ اٹھایا، اس واقعہ کے بعد سے ان کا نتک جاتا رہا،[2]

ام المومنین حضرت عائشہؓ کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو وہ حج کی نیت سے مکہ آئین اور بھائی کی قبر پر کھڑی ہو کر بے اختیار روئین، اس وقت ان کی زبان پر یہ اشعار تھے،

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ — من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا — لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

پھر مرحوم بھائی کی روح سے مخاطب ہو کر بولین "بخدا! اگر مین تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی تو اس قدر نہ روتی اور تم کو اسی جگہ دفن کرتی جہان تم نے وفات پائی تھی"[3]

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ

نام، نسب | حاطب نام، ابو محمد یا ابو عبداللہ کنیت اور والدہ کا نام ابو بلتعہ تھا، سلسلۂ نسب مین

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۴۰۵ [2] مستدرک جلد ۳ ص ۴۷۶ [3] ایضاً،

Marfat.com

اختلاف ہے، بعض قحطانی النسل قرار دیتے ہین اور بعض بنو نجم بن عدی کا ایک ممبر بتاتے ہین جو ایام جاہلیت مین قبیلۂ بنو اسد کے حلیف تھے، تاہم اصحاب سیر کا عام رجحان یہ ہے کہ ان کا آبائی وطن ملک یمن تھا، مکہ مین غلامی یا حلیفانہ تعلق کے باعث سکونت پذیر تھے[1]

قبل از اسلام | ایام جاہلیت مین شاعری و شہسواری کے لحاظ سے مخصوص شہرت کے مالک تھے[2]

اسلام | قبل از ہجرت ایمان لائے اور جب مدینہ اسلام کا مرکز قرار پایا تو وہ بھی اپنے غلام حضرت سعدؓ کے ساتھ وارد یثرب ہوئے، ایمان، حضرت منذر بن محمد انصاریؓ نے ان کو اپنا مہمان بنایا، اور حضرت خالد بن رخیلہؓ سے مواخات ہوئی[3]

غزوات | غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام مشہور معرکون مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے[4]

دربار مصر مین تبلیغ اسلام | غزوۂ حدیبیہ سے واپس آکر ۶ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مقوقس والی مصر کے پاس مبلغ اسلام بنا کر بھیجا، رقعۂ دعوت کا مضمون یہ تھا،

اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام	مین تم کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہون،
اسلم تسلم واسلم یؤتک اللہ اجرک	اسلام قبول کرو گے تم محفوظ رہو گے اور خدا
مرتین فان تولیت فان علیک اثم	تم کو دونا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر روگردانی
اھل القبط یا اھل الکتاب تعالوا	کرو گے تو تمام قبطیون کا گناہ تم پر عائد ہوگا،
الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا	اے اہل کتاب! تم ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو
نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا	ہم مین اور تم مین باہم مساوی ہے یعنی ہم لوگ
ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من	صرف ایک خدا کی پرستش کرین، کسی چیز کو
دون اللہ[5]	اس کا شریک نہ بنائین اور ہم مین سے بعض

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حاطب بن ابی بلتعہ [2] اصابہ جلد ۱ ص ۳۱۴ [3] طبقات ابن سعد قسم اجزء سابق [4] ایضاً [5] زاد المعاد جلد ۱ ص ۵

Marfat.com

آپنے بعض کو خدا کے آگے پروردگار نہ بنائے،

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مصر پہنچکر مقوقس کے دربار مین نامۂ مبارک پیش فرمایا اور حسب ذیل مکالمہ سے اس کو اسلام کی ترغیب دی،

حضرت حاطبؓ۔ تم سے پہلے یہان ایک ایسا فرمان روا گذرا ہے جو بزعم خود اپنے آپ کو خدا سے برتر سمجھتا تھا، لیکن حق سبحانہ نے اس کو دنیا و آخرت کے عذاب مین گرفتار کرکے عبرتناک انتقام لیا، تم کو غیرون سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ تم خود مرقعِ عبرت بنجاؤ،

مقوقس۔ ہم ایک مذہب کے پابند ہین جس کو اس وقت تک نہین چھوڑ سکتے جب تک کوئی دوسرا مذہب اس سے بہتر ثابت نہ ہوجائے،

حضرت حاطبؓ۔ ہم تم کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے ہین جو تمام مذاہب مین سب سے زیادہ مکمل ہے، اس نبی نے جب لوگون کو اس کی دعوت دی تو قریش نے سخت مخالفت کی، اس طرح یہودیون نے سب سے زیادہ عداوت ظاہر کی، لیکن نصاریٰ نسبتہً قریب تر تھے، قسم ہے کہ موسیٰ نے جس طرح عیسیٰ کی بشارت دی، اسی طرح عیسیٰ نے محمد کی بشارت دی ہے، اور جس طرح تم یہودیون کو انجیل کی طرف بلاتے ہو اسی طرح ہم تم کو قرآن کی دعوت دیتے ہین،

انبیاءؑ کے زمانۂ بعثت مین جو قوم موجود ہوتی ہے وہ ان کی امت ہوتی ہے اور اُس پر ان کی اطاعت فرض ہے، چونکہ تم نے ایک نبی کا زمانہ پایا ہے، اس لئے اس پر ایمان لانا ضروری ہے، ہم تم کو دینِ مسیحؑ سے پھیرتے نہین، بلکہ اسی راہ پر لے جانا چاہتے ہین[1]،

مقوقس۔ کیا درحقیقت محمد نبی ہین؟

حضرت حاطبؓ۔ کیون نہین!

[1] زاد المعاد جلد ۲ ص ۵۷،

Marfat.com

مقوقس،، قریش نے جب ان کو اپنے شہر سے نکال دیا، تو انھون نے بددعا کیون نہ کی؟

حضرت حاطبؓ،، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ عیسیٰ بن مریم رسولِ خدا ہین؟ اگر ایسا ہے تو انھون نے صلیب پر کیون نہین اپنی قوم کے لئے بددعا فرمائی؟

اس دلنشین جواب پر مقوقس نے بے اختیار صداے تحسین وآفرین بلند کی اور بولا بیشک تم حکیم ہو اور ایک حکیم کی طرف سے آئے ہو، مین نے جہان تک غور کیا ہے، یہ نبی کسی لغو کام کا حکم نہین دیتا اور نہ پسندیدہ امور سے باز رکھتا ہے، مین اس کو نہ تو گمراہ جادوگر کہہ سکتا ہون، اور نہ جھوٹا کاہن، اس مین نبوت کی بہت سی نشانیان ہین، مین عنقریب اس پر غور کرون گا،، اس کے بعد اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک لے کر ہاتھی دانت کے ایک ڈبہ مین بند کیا، اور مہر لگا کر اپنی پیش خدمت کنیز کی حفاظت مین دیا،

مقوقس نے حضرت حاطبؓ کو نہایت عزت واحترام سے رخصت کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گرانقدر تحائف ساتھ کر دیئے جن مین ماریہ وسیرین دو لونڈیان، دلدل نام ایک خچر، اور بہت سے قیمتی کپڑے تھے[۲]،

غزوۂ فتح

۸ھ مین فتحِ مکہ کی تیاریان ہوئین اور غنیم کو بے خبر رکھنے کے لئے تمام احتیاطی تدبیرین عمل مین لائی گئین، حضرت حاطبؓ گو مکہ کے رہنے والے نہ تھے، تاہم ایام جاہلیت مین قریش سے جو تعلقات پیدا ہو گئے تھے اس نے ان کو احباب قدیم کی مواسات پر برانگیختہ کیا، انھون نے ان تیاریون کے متعلق خط لکھ کر ایک عورت کی معرفت مکہ کی طرف روانہ فرمایا لیکن کشافِ غیب نے قبل از وقت اس راز کو طشت از بام کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو حکم دیا کہ روضۂ خاخ کے پاس جا کر اس عورت سے خط چھین لائین

[۲] اسد الغابہ تذکرہ حاطب بن ابی بلتعہؓ و زاد المعاد جلد ۲ ص ۵،

Marfat.com

غرض خط گرفتار ہو کر آیا اور پڑھا گیا تو آپ نے تعجب سے فرمایا "حاطب! یہ کیا ہے؟" عرض کی یا رسول اللہ میرے معاملہ میں عجلت نہ فرمائیے، میں قریشی نہیں ہوں تاہم ایام جاہلیت میں اُن سے تعلقات پیدا ہو گئے تھے، چونکہ تمام مہاجرین اپنے کی اعزہ و اقارب کی حمایت و مساعدت کرتے رہتے ہیں، اس لئے میں نے بھی چاہا کہ اگر نسبی تعلق نہیں ہے تو کم سے کم اس احسان کا معاوضہ ادا کر دوں جو قریش میرے رشتہ داروں کے ساتھ مرعی رکھتے ہیں، میں نے یہ کام مذہب سے مرتد ہو کر یا کفر کو اسلام پر ترجیح دے کر نہیں کیا ہے"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ سچی بات تھی، اس نے ظاہر کر دی، اس لئے اس کو کوئی بہانہ کہے، حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ خدا اور رسول اور مسلمانوں کی خیانت کا مرتکب ہوا ہے، اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں" ارشاد ہوا، کیا وہ معرکۂ بدر میں شریک نہ تھا، خدا نے تمام اہل بدر کو اجازت دیدی ہے کہ تم جو چاہو کرو، تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے"، رحمۃ للعالمینؐ کی اس شانِ درگذر پر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے[2]

اس واقعہ کے بعد اعدائے اسلام سے الفت و مودت کی ممانعت کی گئی اور قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی[3]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي	اے وہ لوگ جو کہ ایمان لائے ہو میرے دشمن
وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ	اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی
وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ	طرف محبت سے پیش آتے ہو حالانکہ تمہارے
(ممتحنہ ع ۱)	پاس جو (مذہب) حق آیا ہے اس کا انکار

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ فتح [2] بخاری باب فضل من شہد بدراً [3] بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الممتحنہ،

Marfat.com

نے انکار کیا ہے،

مصر کی سفارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ اوّل نے ان کو دوبارہ مقوقس کے دربار مین بھیجکر ان کی وساطت سے ایک معاہدہ ترتیب دیا جو حضرت عمرو بن العاصؓ کے حملۂ مصر تک طرفین کا معمول بہ تھا[1]

وفات ۶۵ برس کی عمر پاکر ۳۴ھ مین یہ گنجینۂ علم جاودان ہوئے، حضرت عثمانؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور مسلمانون کے ایک بڑے مجمع نے سپردِ خاک کیا[2] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

اخلاق وفاشعاری، احسان پذیری اور صاف گوئی ان کے مخصوص اوصاف ہین، اجانب اور رشتہ دارون کا بیحد خیال رکھتے تھے، فتح مکہ کے موقع مین انھون نے مشرکین کو جو خط لکھا وہ درحقیقت ان ہی جذبات پر مبنی تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی نیت خیر و صاف دلی کو ملحوظ رکھکر ان سے درگذر فرمایا،

مزاج مین ذرا سختی تھی، چنانچہ وہ اپنے غلامون کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے وقت ان کی اصلاح کرکے دباتے تھے، ایک دفعہ ان کے ایک غلام نے دربارِ نبوت مین تشدد کی شکایت پیش کرکے کہا "یارسول اللہ! حاطب ہمیشہ جہنم مین جائے گا" ارشاد ہوا "تو جھوٹ کہتا ہے، جو شخص بدر و حدیبیہ مین شریک ہوا ہے وہ جہنم مین نہین جاسکتا"[3]

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین بھی بارہا غلامون کے ساتھ ان کے تشدد کی شکایتین سنی گئین، ایک دفعہ ان کے غلام نے قبیلۂ مزینہ کے ایک شخص کا اونٹ ذبح کردیا تو انھون نے

[1] استیعاب جلد ۱ ص ۱۳۵ [2] ایضاً [3] ایضاً،

Marfat.com

اس کی پاداش مین نہایت سخت سزا مقرر کی، یہان تک کہ خود خلیفۂ وقت نے ان کو بلا کر کہا "معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے غلامون کو بھوکا رکھتے ہو" اور تنبیہ و تادیب کے خیال سے ان کے معاوضہ مین دو چند قیمت پیش کی،[1]

ذریعۂ معاش | تجارت اصلی ذریعۂ معاش تھی، انھون نے کھانے کی ایک دکان (رسٹورانٹ) سے نہایت کثیر نفع حاصل کیا، چنانچہ وفات کے وقت چار ہزار دینار نقد اور بہت سے مکانات چھوڑے،[2]

حلیہ | یہ تھا، موزون اندام، چہرہ خوبصورت، انگلیان موٹی اور قد کسی قدر چھوٹا،[3]

حضرت عبداللہ بن سہیل رضؓ

نام، نسب | عبداللہ نام، ابو سہیل کنیت، والد کا نام سہیل اور والدہ کا نام فاختہ بنت عامر تھا، شجرۂ نسب یہ ہے :- عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل ابن عامر بن لوی،

اسلام | مکہ مین ایمان لائے اور سرزمین حبش کی دوسری ہجرت مین شریک ہوئے،[4]

حبش سے واپس آئے تو ان کے والد نے پکڑ کر مقید کر لیا اور سخت اذیت پہنچائی، بالآخر حضرت عبداللہؓ ان جفا کاریون سے تنگ آکر جمالِ توحید کو شرک کے پردہ مین چھپانے پر مجبور ہو گئے، یہان تک کہ ان کے والدین اور مشرکینِ قریش نے ان کی ظاہری حالت سے یقین کر لیا کہ وہ بندگانِ توحید کے دائرہ سے باطل پرستون کے حلقہ مین پھر واپس آگئے اور غزوۂ بدر مین شرک کی حمایت پر اپنے ساتھ لے گئے، لیکن انھین کیا خبر تھی کہ جو دل نورِ ایمان سے ایک دفعہ روشن ہو چکا ہے وہ کبھی تاریک نہین ہو سکتا؟ غرض میدانِ بدر مین جب حق و باطل کے فدائی

[1] استیعاب جلد ۱ ص ۱۳۵ [2] طبقات ابن سعد قسم ۱ جزء ۳ ص ۸۰ [3] ایضاً [4] استیعاب جلد ۱ ص ۳۹۰

Marfat.com

ایک دوسری کے مقابل صف آرا ہوئے تو حضرت عبداللہؓ شرک کا ظاہری جامہ چاک کرکے آغازِ جنگ سے پہلے لوائے توحید کے نیچے آکھڑے ہوئے،

غزوات | اس واقعہ پر ان کے والد کو سخت غصہ آیا اور جنگ شروع ہونے پر غیظ و غضب کے ساتھ حملہ آور ہوئے، لیکن اب وہ آزاد تھے، اخوانِ ملت کی پشت پناہی اور ہادیِ دین کے سایۂ عاطفت نے دل بڑھا دیا تھا، نہایت بہادری و شجاعت سے لڑے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی فتح پر جنگ کا خاتمہ ہوا[1]

غزوۂ بدر کے علاوہ تمام مشہور معرکوں میں جانبازی و پامردی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، مکہ فتح ہوا تو انھوں نے دربارِ نبوت میں اپنے والد کے لئے امان طلب کی، آپ نے امان دیکر حاضرین سے فرمایا "سہیل بن عمرو کو کوئی نگاہِ حقارت سے نہ دیکھے، قسم ہے کہ وہ نہایت ذی عزت و دانشمند ہے، ایسا شخص محاسنِ اسلام سے ناواقف نہیں ہو سکتا، اور اب تو اس نے دیکھ لیا ہے کہ وہ جس کا حامی تھا اس میں کوئی منفعت نہیں"، حضرت عبداللہؓ نے اپنے والد کے پاس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا اور امان کی بشارت دی تو ان کا دل اپنے صاحبزادہ کی سعادت مندی پر تشکر آمیز شفقت سے لبریز ہو گیا، بولے "فدا کی قسم یہ بچپن ہی سے سعادت مند و نیکوکار ہے"[2]

شہادت | حضرت عبداللہؓ تقریباً ۳۰ برس کی عمر پاکر ۱۲ھ میں یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے[3]

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

حضرت ابوبکرؓ حج کے لئے مکہ آئے تو ان کے والد سہیل کے پاس تعزیت کے لئے گئے، عابر و شاکر باپ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شہدا اپنے ۷۰ اہل خاندان کی شفاعت

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ۳ ص ۲۹۵ [2] استیعاب جلد ۱ ص ۳۹۵ [3] ایضاً،

Marfat.com

کرے گا، مجھ کو امید ہے کہ میرا لڑکا اس وقت مجھ کو فراموش نہ کرے گا،[1]

حضرت عتبہؓ بن غزوانؓ

نام و نسب عتبہ نام، ابو عبداللہ کنیت، غزوان بن جابر کے لختِ جگر تھے، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہیب بن نسیب بن زید بن مالک بن الحارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر، ایامِ جاہلیت میں ان کا خاندان بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا،[2]

اسلام حضرت عتبہؓ ان بزرگوں میں ہیں جنھوں نے ابتدا ہی میں داعیِ توحید کو لبیک کہا تھا،[3] چنانچہ ایک دفعہ انھوں نے تقریر میں دعویٰ کیا تھا کہ سابقینِ اسلام میں ان کا ساتواں نمبر ہے،[4] لیکن صحیح یہ ہے کہ اس وقت تک صحابہ کرامؓ کا حلقہ اس سے زیادہ وسیع ہو چکا تھا،

ہجرت کفارِ مکہ کی ستم آرائیوں سے تنگ آکر ملک حبش کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے، لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس چلے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مکہ میں موجود تھے،[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور کفر و اسلام میں باہم فوجی چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو یہ اور حضرت مقدادؓ ایک قریشی متجسس دستہ فوج کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، عکرمہ بن ابی جہل اس کا امیرِ عسکر تھا، راہ میں مجاہدینِ اسلام کی ایک جماعت سے مٹ بھیڑ ہوئی، حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اس کے افسر تھے، یہ دونوں موقع پاکر مسلمانوں

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۹۶ و ۹۷ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۹۰
[4] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴ [5] ایضاً،

Marfat.com

سے مل گئے،[1] اور مدینہ پہنچکر حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانیؓ کے مہمان ہوئے، یہان حضرت عتبہؓ اور حضرت ابو دجانہ انصاریؓ مین باہم مواخات ہوئی،[2]

غزوات | تیر اندازی کے لحاظ سے ان کا شمار کاملینِ فن مین تھا،[3] بدر، احد اور ان تمام معرکون مین جنمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس حصہ لیا، شجاعت و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے،[4]

۱۴ھ مین خلیفۂ دوم نے ان کو بندرگاہ ابلہ میسان اور اس کے ملحقہ مقامات کی فتح پر مامور فرمایا، فرمان کے الفاظ یہ تھے،

"خدا کی نوازش و برکت پر اعتماد کرکے عرب کے انتہائی حدود اور مملکتِ عجم کے قریب ترین حصہ کی طرف اپنے ساتھیون کو لے کر روانہ ہو جاؤ، جہان تک ممکن ہو تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ، اور خیال رکھو کہ تم دشمن کی سرزمین مین جا رہے ہو، مجھے امید ہے کہ خدا تمھاری مدد فرمائے گا،

مین نے علاء بن الحضرمی کو لکھا ہے کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیجکر تمھاری مدد کرین، وہ دشمن کے مقابلہ مین ایک نہایت سرگرم مجاہد اور صاحبِ تدبیر شخص ہین، تم ان کو اپنا مشیر بناؤ اور اہل عجم کو خدا کی دعوت دو، جو قبول کرے اس کو پناہ دو اور جو اس سے انکار کرے وہ محکومانہ عاجزی کے ساتھ جزیہ دے، ورنہ تلوار سے فیصلہ کرو، راہ مین جن عربی قبائل سے گذرو ان کو جہاد اور دشمن سے لڑنے پر برانگیختہ کرو اور ہر حال مین خدا سے ڈرتے رہو،"[5]

حضرت عتبہؓ نے حسبِ فرمان اس مہم کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا، یعنی دریائے دجلہ کا تمام ساحلی علاقہ جو ابلہ، ابرقباذ اور میسان وغیرہ جیسے اہم مقامات پر مشتمل تھا، اسلام کا

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۶۹ [3] مستدرک جلد ۳ ص ۶۰۰ [4] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴ [5] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴ [6] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴

Marfat.com

زیر نگین کر دیا،[1]

تعمیر بصرہ | اسی سال ان کو بندرگاہ ابلہ کے قریب جہان خلیج فارس کے ذریعہ سے ہندوستان و فارس کے جہازات لنگر کرتے تھے، ایک شہر بسانے کا حکم دیا گیا، حضرت عتبہؓ آٹھ سو آدمیون کے ساتھ اس کفدست میدان مین تشریف لائے اور شہر کی داغ بیل ڈالی، ہر قبیلہ کے لئے ایک ایک محلہ مخصوص کر دیا،[2] اور حضرت مجشن بن الادرعؓ کو جامع مسجد کی تعمیر پہ مامور فرمایا، عمارتین اول اول گھانس پھوس سے چھوائی گئی تھین، چنانچہ جامع مسجد کی عمارت بھی بانس اور پھوس سے بنائی گئی تھی،[3]

ولایت | حضرت عتبہؓ اس نئے شہر کے سب سے پہلے والی مقرر ہوئے اور چھ مہینے تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ فرائض منصبی انجام دیتے رہے،[4] لیکن زہد و بے نیازی نے اس سے کنارہ کش ہونے پر آمادہ کر دیا، ۱۵ھ مین حضرت مجاشع بن مسعودؓ کو جانشین بنا کر فرات کی طرف فوجکشی کا حکم دیدیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو امامت کی خدمت سپرد کر کے حج کے خیال سے مکہ معظمہ تشریف لائے، یہان امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے، ان کی خدمت مین اپنا استعفا پیش کیا، لیکن انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا، اور بصرہ واپس جانے کی ہدایت کی،[5]

وفات | حضرت عتبہؓ دل سے کنارہ کشی کے متمنی تھے، خلیفۂ وقت کے حکم سے مجبور ہو کر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے، تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی "خدایا تو مجھے بصرہ نہ پہنچا"، دعا مقبول ہوئی، اتفاقاً راہ مین اونٹ سے گر کر واصل بحق ہوئے اور ۵۰ برس کی مفارقت کے بعد خاک کا پتلا خاک سے مل گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

اخلاق | ان کا چمن اخلاق گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ ہے، تقویٰ، زہد، جفاکشی اور خاکساری

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۳ [2] فتوح البلدان بلاذری ذکر تعمیر البصرہ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴ [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۶۹ [5] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۴ [6] ایضاً،

Marfat.com

اس باغ کے سب سے خوش آیند پھول ہین، فرماتے ہین کہ مین نے اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو لبیک کہا تھا جب کہ صرف چھ آدمیون کو اس کی توفیق عطا ہوئی تھی، اور عسرت و ناداری کے باعث درخت کے پتون پر گذارہ کرنا پڑتا تھا جس سے آنتون مین زخم پڑ جاتے تھے[1]،

زہد و بے نیازی نے منصبِ امارت جیسے پر فخر اعزاز سے متنفر کر دیا تھا، تکبر و غرور سے قطعی نفرت تھی، فرمایا کرتے تھے "مین خدا سے پناہ مانگتا ہون کہ لوگون کی نظرون مین حقیر رہنے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھون"[2] انھون نے بصرہ کی جامع مسجد مین ایک خطبہ دیا تھا، یہان اس کے چند فقرے نقل کئے جاتے ہین، ان سے ان کے خوفِ قیامت، زہد اور خاکساری کا اندازہ ہوگا،

"صاحبو! دنیا رفتنی و گذشتنی ہے، اس کا بڑا حصہ گذر چکا ہے اور اب صرف ریزش باقی ہے، جس طرح کسی ظرف کا پانی پھینک دینے کے بعد آخر مین کچھ دیر تک تقاطر کا سلسلہ قائم رہتا ہے، ہان! تم یقیناً اس دنیا سے ایک جگہ منتقل ہونے والے ہو جس کو کبھی زوال نہین تو پھر کیون نہین بہتر سے بہتر تحائف اپنے ساتھ لے جاتے ہو؟ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر پتھر کا کوئی ٹکڑا جہنم کے کنارہ سے لڑھکایا جائے تو ستر برس مین بھی وہ اس کی گہرائی کو طے نہین کر سکتا، لیکن خدا کی قسم تم اس کو بھر دو گے، کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ خدا کی قسم مجھ سے بیان کیا گیا ہے، کہ جنت کے دروازے اس قدر وسیع ہون گے کہ چالیس سال مین اس کی مسافت طے ہو سکتی ہے، لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا، جب کہ ان پر سخت اژدحام ہوگا،

مین جب ایمان لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چھ آدمی تھے، عسرت و ناداری کی یہ حالت تھی کہ درخت کے پتون پر گذارہ تھا جس سے آنتون مین زخم پڑ جاتے تھے، مجھے ایک دفعہ ایک چادر مل گئی جس کو چاک کر کے مین نے اور سعد نے تہ بند بنایا لیکن ایک دن

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۷۴ و ۱۷۵ اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۶۵،

Marfat.com

وہ بھی آیا جب ہم مین سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، مین خدا سے پناہ مانگتا ہون کہ خدا کے نزدیک حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھون، نبوت ختم ہو چکی ہے، انجام کار بادشاہت قائم ہوگی اور تم عنقریب ہمارے بعد امیرون کو آزماؤ گے،[1]

حلیہ | یہ تھا قد طویل، مجموعی حیثیت سے حسین و خوبرو،[2]

حضرت عامر بن فہیرہؓ

نام، نسب | عامر نام، ابو عمرو کنیت، والد کا نام فہیرہ تھا، یہ طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہؓ کے اخیافی بھائی اور قبیلۂ ازد کے ایک ممبر تھے،[3]

اسلام | حضرت عامرؓ نے ابتدا ہی مین دعوتِ توحید کو آویزۂ گوش و ہوش بنایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک ارقم بن ابی الارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے، غلامانہ بے بسی کے ساتھ اس حق پسندی نے قدرۃً ان کو سخت سے سخت مصائب مین مبتلا کیا، طرح طرح کی اذیتین پہنچائی گئین لیکن آخر وقت تک استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، یہان تک کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق کے دستِ کرم نے قید غلامی سے نجات دلائی،[4]

ہجرت | ہجرت کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ غارِ ثور مین پوشیدہ ہوئے تو حضرت عامر بن فہیرہؓ کے متعلق یہ خدمت تھی کہ وہ دن بھر مکہ کی چراگاہ مین حضرت ابو بکرؓ کی بکریان چراتے، شام کو غار کے پاس لے آتے، یہان ان کا دودھ دوہ کر استعمال کیا جاتا، صبح کے وقت حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ جو عموماً شب کے وقت حاضر ہو کر مکہ کی سرگذشت سنایا کرتے تھے،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۳۰۴ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۶۹ [3] کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع و بئر معونۃ [4] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۹۱،

Marfat.com

واپس جاتے تو بکریون کو ان کے نشانِ قدم پر لے چلتے کہ مشرکین کو کچھ شبہہ نہ ہو، غرض جب یہ قافلہ غارِ ثور سے آگے بڑھا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، مدینہ پہنچکر وہ حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مہمان ہوئے، اور حضرت حارث بن اوسؓ ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے،[1]

ابتدا مدینہ کی آب و ہوا جن لوگون کو راس نہ آئی ان مین سے ایک حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی تھے، یہ اس قدر سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے یاس ہو گئی، شدتِ ہجران کے وقت یہ اشعار ورد زبان ہوتے تھے،[2]

انی وجدت الموت قبل ذوقه	ان الجبان حتفه من فوقه
مین نے موت سے پہلے اس کا مزہ چکھ لیا	بیشک بزدل کی موت اوپر ہی سے ہے
کل امرء مجاهد بطوقه	کالثور یحمی انفه بروقه
ہر شخص اپنی طاقت سے کوشش کرتا ہے	جسطرح بیل اپنی ناک کو سینگ سے محفوظ رکھتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مہاجرین کرامؓ کی علالت کی خبر ملی تو آپنے دعا فرمائی اے خدا تو مدینہ کو مکہ طرح یا اس سے بھی زیادہ ہمارے لئے پسندیدہ بنا اور اس کی بیماریون سے پاک کر، دعا مقبول ہوئی اور حضرت عامر بن فہیرہؓ بستر علالت سے اٹھ کھڑے ہوئے،[3]

غزوات غزوۂ بدر و احد مین شریک تھے، ۴ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قاریون کی ایک جماعت کو مشرکینِ بیر معونہ کی تبلیغ و تلقین پر مامور فرمایا، حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی اس مین شامل تھے، قبائلِ رعل و ذکوان وغیرہ نے غداری کے ساتھ اس تمام جماعت کو شہید کر دیا، صرف حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ زندہ گرفتار ہوئے، عامر بن طفیل نے ان سے ایک لاش کی طرف اشارہ

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۶۴ [3] اصابہ تذکرہ فہیرہؓ [4] بخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ،

Marfat.com

کرکے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ بولے "عامر بن فہیرہؓ"، اس نے کہا کہ مین نے ان کو مقتول ہونے کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھالئے گئے، یہان تک کہ آسمان وزمین کے درمیان بالکل معلّق نظر آئے پھر زمین پر رکھدیئے گئے،[1]

تعجب انگیز شہادت حضرت عامر بن فہیرہؓ کے سینہ سے جس وقت جبار بن سلمی کا نیزہ پار ہوا تو بیساختہ ان کی زبان سے نکلا، "خدا کی قسم مین کامیاب ہوگیا"، لاش تڑپ کر آسمان کی طرف بلند ہوئی، ملائکہ نے تجہیز وتکفین کی، اور روح اقدس کے لئے اعلیٰ علیین کے دروازے کھولدیئے گئے، جبار بن سلمی کو اس کرشمۂ قدرت نے سخت متعجب کیا اور وہ متاثر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے،[2]

اخلاق حضرت عامر بن فہیرہؓ صورت ظاہری کے لحاظ سے گو سیاہ فام حبشی تھے، ذاتی وجاہت کا یہ حال تھا کہ ۴۰ سالہ زندگی کا بڑا حصہ ستم پیشہ آقاؤن کی غلامی مین بسر ہوا، لیکن فطری جوہر اخلاق ان ظاہر فریب آرایشون کا محتاج نہین، وہ حلۂ شہی وخرقۂ گدائی مین یکسان اپنی چمک دکھاتا ہے انھون نے گوناگون مصائب ومظالم کے مقابلہ مین جس طرح استقلال واستقامت کا اظہار فرمایا وہ یقیناً ان کے دستارِ فضل کا ایک نہایت خوشنما طرہ ہے،

رازداری کا یہ حال ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نازک سے نازک موقع پر ان کو اپنا معتمد علیہ بنایا، شوقِ شہادت نے ان کو دنیا سے بے نیاز کردیا تھا، چنانچہ غزوۂ بیر معونہ مین جب برچھی جگر سے پار ہوگئی تو یہ کلمہ زبان پر تھا، "فزت واللہ"، یعنی خدا کی قسم مین کامیاب ہوگیا،[3]

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع،

[2] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی ص ۳۰،

[3] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی ص ۳۰،

Marfat.com

حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد

نام، نسب عبد اللہ نام، ابو سلمہ کنیت، والد کا نام عبد الاسد اور والدہ کا نام برہ بنت عبد المطلب تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:- عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی[1]

ان کی والدہ حضرت برہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اس لحاظ سے وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی نیز بروایت صحیحین رضاعی بھائی تھے،

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین ہونے سے پہلے حلقۂ مومنین میں داخل ہوئے، ان کی بیوی حضرت ام سلمہؓ نے بھی ان کا ساتھ دیا، حضرت ابو سلمہؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ، حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے[2]

ہجرت حضرت ابو سلمہؓ سرزمین حبش کی دونوں ہجرتوں میں شریک تھے، ان کی بیوی حضرت ام سلمہؓ بھی رفیق سفر تھیں، پھر حبش سے واپس آکر عازم مدینہ ہوئے، بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو وارد یثرب ہوئے، لیکن دوسری روایت میں اولیت کا سہرا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے سر باندھا گیا ہے، علامہ ابن حجر ان دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں "(حضرت) ابو سلمہؓ جب حبش سے مکہ واپس آئے تو مشرکین نے پھر ان کو ہدف اذیت بنایا، اس بنا پر ان کا مدینہ آنا مشرکین کے خوف سے تھا، مستقل ہجرت کا ارادہ نہ تھا، برخلاف اس کے (حضرت) مصعب بن عمیرؓ اس وقت پہنچے جب کہ مستقل ہجرت کا حکم ہو چکا تھا، اس لئے ان دونوں روایتوں

[1] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۸۱ [2] ایضاً،

Marfat.com

ہین باہم تخالف نہین ہے[1] بہرحال حضرت ابو سلمہؓ سب سے پہلے مدینہ پہنچے، یہ محرم کی دسوین تاریخ تھی، خاندان عمرو بن عوف نے ان کو کامل دو ماہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک اپنا مہمان رکھا[2]

مواخات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خیثمہؓ انصاری سے مواخات کرادی اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا[3]

غزوات غزوۂ بدر و اُحد مین سرگرم پیکار رہے، معرکۂ اُحد مین ابو اسامہ جشمی کے ایک تیر نے ان کا بازو زخمی کردیا جو کامل ایک ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد بظاہر مندمل ہوگیا، لیکن غیر محسوس طریقہ پر اندر ہی اندر زہر پھیلا تا رہا[4] اسی اثنا مین وہ سریۂ قطن پر مامور ہوئے جس کی تفصیل یہ ہے،

سریۂ قطن قبد کے اطراف مین قطن ایک پہاڑ کا نام ہے جس کا دامن بنو اسد بن خزیمہ کا مسکن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ طلیحہ اور اسد بن خویلد یہان اپنی قوم اور دوسرے زیر اثر قبائل کو جنگ کے لئے اُبھار رہے ہین، اس بنا پر اوائل محرم ۴ھ مین حضرت ابو سلمہؓ کے زیر سیادت تقریباً ڈیڑھ سو مجاہدین کی ایک جماعت جس مین مہاجرین و انصار دونون شریک تھے قبل از وقت اس فتنہ انگیز تحریک کو دبانے پر مامور ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہؓ کو علم دے کر فرمایا "روانہ ہو جاؤ یہان تک کہ بنو اسد کی سرزمین مین پہنچکر ان کی جمعیت کے فراہم ہونے سے پہلے ان کا شیرازہ منتشر کردو"

حضرت ابو سلمہؓ غیر معروف راستہ سے یلغار کرتے ہوئے، یکایک بنو اسد پر جا پڑے، وہ اس ناگہانی حملہ سے بدحواس ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے تو انھون نے اپنی جماعت کو تین دستون پر منقسم کرکے ان کے تعاقب پر مامور فرمایا چنانچہ وہ دشمن کو دور تک بھگا کر نہایت کثرت کے ساتھ اونٹ اور

[1] فتح الباری جلد ۷ ص ۲۰۳، [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۰۱، [3] ایضاً [4] ایضاً،

Marfat.com

بھیڑ بکریان جمین لائے جن کو حضرت ابو سلمہؓ نے مدینہ پہنچکر بطور مالِ غنیمت دربارِ نبوت مین پیش کیا،[1]

وفات حضرت ابو سلمہؓ اس مہم سے واپس آئے تو زخم پھر عود کر آیا اور ایک عرصہ تک بیمار رہ کر ۳ جمادی الآخر ۴ھ مین واصل بحق ہوئے، اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین حالتِ نزع مین عیادت کے لئے تشریف لائے تھے، روح دیدارِ جمال کی منتظر تھی، ادھر آپ تشریف لائے اور اُدھر روح نے جسم کا ساتھ چھوڑا، آپنے دست مبارک سے ان کی دونون آنکھین بند کرکے فرمایا، "انسان کی روح جس وقت اٹھائی جاتی ہے تو اس کی آنکھین اس کے دیکھنے کے لئے کھلی رہجاتی ہین"[2]

ایک طرف پردہ کے پیچھے گھر کی عورتین مصروفِ ماتم تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے روک کر فرمایا کہ یہ دعاے خیر کا وقت ہے کیونکہ ملائکہ آسمانی جو میت کے پاس موجود ہوتے ہین وہ دعا گویون کی دعا پر آمین کہتے ہین، پھر خود اس طرح دست بدعا ہوئے "خدایا! اس کی قبر کو کشادہ و روشن کر، اس کو پُر نور بنا، اس کے گناہون کو بخشدے اور ہدایت یاب جماعت مین اس کا درجہ بلند فرما"[3]

تجہیز و تکفین حضرت ابو سلمہؓ نے مدینہ کے قریب مقام عالیہ مین وفات پائی کیونکہ وہ قبا، سے منتقل ہوئے تو یہین آکر سکونت پذیر ہوئے تھے، بنی امیہ بن زید کے کنوئین بیرہ[4] کے پانی نے غسل دیا اور مدینہ کی خاک پاک نے اپنے دامن مین چھپایا،[5] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

فضائل و محاسن حضرت ابو سلمہؓ کا پایۂ فضل و کمال نہایت بلند ہے، وہ بیمار ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کی عیادت فرمایا کرتے تھے،[6]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ ایک روز ابو سلمہ دربارِ نبوت سے خوش خوش گھر واپس آئے،

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی سریہ ابو سلمہ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۱۷۲ [3] ایضاً [4] ایام جاہلیت مین یہ کنوان برعبر کے نام سے مشہور تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بدل کر برسیرہ نام رکھا، (ایضاً ص ۱۷۲) [5] ایضاً ص ۱۷۱ [6] تذکرۂ ابو سلمہ،

Marfat.com

اور کہنے لگے کہ آج مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد نے بیحد محظوظ کیا، آپنے فرمایا ہے کہ جو مصیبت زدہ مسلمان اپنی مصیبت مین خدا کی طرف رجوع کرکے کہتا ہے "اے خدا! اس مصیبت مین میری مدد کر اور بہتر نعم البدل عطا فرما"، تو خدا اس کی دعا قبول فرماتا ہے، چنانچہ ابو سلمہؓ کی وفات نے جب مجھے صدمہ پہنچایا تو مین نے خدا کی طرف رجوع کرکے کہا "اے خدا! میری مدد کر اور تلافی بالخیر فرما"، لیکن پھر یہ خیال گذرا کہ میرے لئے ابو سلمہ کا نعم البدل کون ہو سکتا ہے؟ عدت گذرنے کے بعد جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیام بھیجا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ خدا نے تلافی بالخیر کی صورت پیدا کر دی،[1]

اولاد حضرت ابو سلمہؓ نے دو لڑکے سلمہ و عمر اور دو لڑکیان زینب اور درّہ یادگار چھوڑین، ان کی تمام اولاد حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ سے ہوئی تھی جو ان کے بعد امہات المومنین رضؓ مین داخل کی گئین،[2]

حضرت عبداللہ بن جحشؓ

نام، نسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام جحش اور والدہ کا نام امیمہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی،

حضرت عبداللہؓ کی والدہ امیمہ عبدالمطلب کی صاحبزادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھین، ایام جاہلیت مین وہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے، بعضون نے قبیلۂ بنی عبد شمس کو ان کا حلیف لکھا ہے، لیکن ان دونون روایتون مین باہم کوئی تضاد نہین ہے، کیونکہ حرب بن امیہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص، ۳۲۰ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص، ۱۰۰

Marfat.com

اسی قبیلہ کا ایک ممبر تھا[1]

اسلام | حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے ابتدا ہی مین داعیِ اسلام کو لبیک کہا تھا، اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقم رضؓ کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے[2]

ہجرت | مشرکینِ قریش کے دستِ تظلم سے یہ خاندان بھی محفوظ نہ تھا، انھون نے دو دفعہ سرزمینِ حبش کی طرف ہجرت فرمائی، آخری سفر مین تمام خاندان یعنی دو بھائی ابو احمد، عبیداللہ اور بہنین زینب، ام حبیبہ، حمنہ بنت جحش نیز عبیداللہ کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان ساتھ تھین،

عبیداللہ نے حبش مین نصرانیت اختیار کر لی اور وہین پیوندِ خاک ہوا، حضرت عبیداللہ ابن جحش رضؓ اپنے بقیہ خاندان کو پھر مکہ واپس لائے، اور یہان سے اپنے قبیلہ یعنی بنی غنم بن دودان کے تمام ممبرون کو جو سب کے سب دائرۂ اسلام مین داخل ہو گئے تھے ساتھ لے کر مدینہ پہنچے، انھون نے اپنے رشتہ دارون سے اس طرح مکہ کو خالی کر دیا تھا کہ محلہ کا محلہ بے رونق ہو گیا، اور بہت سے مکانات مقفل ہو گئے[3]

مدینہ مین حضرت عاصم بن ثابت بن ابی رفلح انصاریؓ نے ان کے تمام قبیلہ کو اپنا مہمان بنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون مین بھائی چارہ کرا دیا تھا[4]

غزوات | ماہ رجب ۲ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جمعیت کی امارت سپرد کی اور سربمہر فرمان دے کر حکم دیا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھین اور اس کی ہدایتون کو اپنا طرزِ عمل بنائین، حضرت عبداللہؓ نے حسب ارشاد دو منزلون کے بعد کھول کر پڑھا، اس مین حکم دیا گیا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہان پہنچکر قریش کی نقل و حرکت اور دوسرے

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۳۱ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۷۲، [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۷۲ و ۷۳، [4] ایضاً ص ۷۲

Marfat.com

ضروری حالات کا پتہ چلائین، انھون نے نہایت ادب کے ساتھ اس حکم پر سمعًا و طاعۃً کہا اور اپنے ساتھیون سے مخاطب ہوکر بولے "صاحبو مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو پورا کرکے رہون گا، تم لوگون مین سے جو شہادت کا آرزومند ہو ساتھ چلے اور جو اس کو ناپسند کرتا ہو وہ لوٹ جائے، مین کسی کو مجبور نہین کرتا"، اس تقریر پر سب نے جوش کے ساتھ رفاقت و جان نثاری کی ہامی بھری اور نخلستان پہنچکر قریش کے تجسس مین مصروف ہوئے، اتفاقًا اس طرف سے ایک تجارتی قافلہ گذرا، گو ماہِ رجب مین مراسمِ جاہلیت کے مطابق قتل و خونریزی ناجائز تھی، تاہم مسلمانون نے اس پر حملہ آور ہونے کی رائے قائم کرلی، اور یکایک ٹوٹ پڑے عمرو بن حضرمی جو اس قافلہ کا سرگردہ تھا مارا گیا، عثمان بن عبداللہ اور حکیم بن کیسان گرفتار ہوئے، بہت سامالِ غنیمت ہاتھ آیا، حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس مین سے ایک خمس نکال کر باقی بہ حصۂ مساوی تمام شرکائے جنگ مین تقسیم فرمادیا، اس وقت تک تقسیمِ غنیمت کے متعلق کوئی قانون وضع نہین ہوا تھا، لیکن حضرت عبداللہؓ کا اجتہاد صحیح ثابت ہوا، اور قرآن مین اسی کے مطابق خمس کی آیت نازل ہوئی،

حضرت عبداللہ بن جحشؓ مالِ غنیمت کا خمس لے کر دربارِ نبوت مین حاضر ہوئے تو آپ نے اس کے لینے مین پس و پیش کیا اور فرمایا کہ مین نے تم کو ماہ حرام مین خونریزی کا حکم نہین دیا تھا، مسلمانون نے بھی اس جسارت پر ملامت کی، قریش نے اس واقعہ کو زیادہ شہرت دی اور کہنے لگے کہ محمد اور ان کے اصحاب نے ماہِ محرم کو حلال کرلیا، اور قتل و خونریزی کرکے اس کی بیحرمتی کی لیکن وحیِ الٰہی نے ان کو اور ان کے ساتھیون کو ان جگردوز طعنون سے بری کردیا،[1]

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ — لوگ تم سے ماہ حرام کی نسبت پوچھتے ہین

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۶۴۴، ۶۴۵،

Marfat.com

فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ،

(بقرہ ع ۲۷)

کہ اس مین لڑنا (جائز) ہے، کہدو کہ اس مین لڑنا بڑا گناہ ہے اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس کا نہ ماننا اور مسجد حرام سے (باز رکھنا) اور اس کے اہل کو اس سے نکالنا خدا کے نزدیک اس سے (بھی) بڑھ کر ہے اور فساد کشت وخون سے زیادہ برا ہے،

حضرت عبداللہ بن جحشؓ غزوۂ بدر واحد مین شریک تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہین کہ جنگ احد کے ایک روز پہلے مین نے اور عبداللہ نے ایک ساتھ دعا مانگی تھی، میرے الفاظ یہ تھے، "اے خدا! کل جو دشمن میرے مقابلہ مین آئے، وہ نہایت بہادر اور غضبناک ہو تاکہ مین تیری راہ مین اس کو قتل کرون"، عبداللہ نے آمین کہا، پھر دست بدعا ہوئے "خدایا! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور سریع الغضب ہو، مین تیری راہ مین اس سے معرکہ آرا ہون، یہان تک کہ وہ مجھے قتل کرکے میرا مثلہ کرے گا"، [1]

شہادت | غرض ۳ شوال ۳ھ سنیچر کے روز معرکۂ کارزار گرم ہوا، حضرت عبداللہ بن جحشؓ اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی جس نے ان کے ہاتھ مین تلوار کا کام دیا، دیر تک لڑتے رہے، بالآخر اسی حالت مین ابوالحکم

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۳۱،

Marfat.com

ابن اُنیس ثقفی کے وار نے شہادت کی تمنا پوری کر دی، مشرکین نے مثلہ کیا اور ان کے ناک کان کاٹ کر دھاگے مین پرو ئے، حضرت سعدؓ نے دیکھا تو بولے "خدا کی قسم عبداللہ کی دعا، میری دعا سے بہتر تھی"[1]

چالیس برس سے کچھ زیادہ عمر پائی، اپنے ماموں سید الشہدا حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر مین مدفون ہوے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

اخلاق | گذشتہ واقعات سے ان کے مذہبی جوش و وارفتگی کا اندازہ ہوا ہوگا، جفاکشی اُن کی فطرت مین داخل تھی، چنانچہ نخلستان کی مہم پر مامور کئے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھیون سے فرمایا تھا "گو عبداللہ بن جحش تم لوگون مین سب سے بہتر نہین ہے تاہم بھوک پیاس کی سختیون کو زیادہ برداشت کر سکتا ہے"[2] خدا اور رسول کی محبت نے ان کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا، انھین اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جانِ عزیز کسی طرح راہ خدا مین نثار ہو جائے چنانچہ یہ آرزو پوری ہوئی، اور المجدع فی اللہ یعنی گوش بریدۂ راہِ خدا اُن کے نام کا فصل امتیازی ہو گیا،[3]

حلیہ | حلیہ یہ تھا قد میانہ، سر کے بال نہایت گھنے،[4]

اولاد | حضرت عبداللہؓ کے ازواج و اولاد کی تفصیل معلوم نہین، غالباً ایک لڑکا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ولی تھے اور آپ نے اس کے لئے خیبر مین جائداد بھی خرید فرمائی تھی،[5]

حضرت عکاشہ بن محصنؓ

نام، نسب | عکاشہ نام، ابو محصن کنیت، محصن بن حرثان کے نورِ نظر تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۳۱. [2] ایضاً ص ۱۳۲. [3] اصابہ تذکرۂ عبداللہ بن جحش [4] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۳۲ [5] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۹۴ [6] ایضاً،

Marfat.com

عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی، ایام جاہلیت مین بنی عبد شمس کے حلیف تھے[1]

اسلام و ہجرت مکہ مین قبل ہجرت باوہ ایمان سے مخمور ہوئے، ساقی اسلامؐ نے جب تبرب کا رخ کیا تو یہ بھی قدح خوارانِ توحید کے ساتھ مدینہ پہنچے[2]

غزوات غزوہ بدر مین غیر معمولی جانبازی و شجاعت کے ساتھ سرگرمِ کارزار تھے، ان کی تیغ دودم ریزے ریزے ہوکر ٹوٹ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک چھڑی مرحمت فرمائی جس نے خنجر خارا شگاف بنکر دشمن کا صفایا کر دیا، وہ آخر وقت تک اس سے لڑتے رہے، یہان تک کہ حق نے فتح پائی اور باطل مغلوب ہوا[3]

اس معرکہ کے علاوہ احد، خندق اور تمام دوسری مشہور جنگون مین جوش و پامردی کے ساتھ نبرد آزما تھے، ماہ ربیع الاول ۶ھ ہجری مین چالیس آدمیون کی ایک جمعیت کے ساتھ غنوا اسد کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مدینہ کی راہ مین چشمۂ غمر پر خیمہ افگن تھے، حضرت عکاشہؓ نہایت تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے موقع پر جا پہنچے لیکن وہ خائف ہوکر پہلے ہی بھاگ گئے تھے اس لئے کوئی جنگ پیش نہ آئی، صرف دو سو اونٹ اور بکریان گرفتار کرکے لے آئے[4]

شہادت ۱۲ھ مین خلیفۂ اولؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ کی بیخ کنی پر مامور فرمایا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم نبوت بلند کیا تھا، حضرت عکاشہؓ اپنے رہوار رزام اور حضرت ثابت بن اقرمؓ اپنے گھوڑے مجر پر سوار ہوکر اس فوج کے آگے آگے طلیعہ کی خدمت انجام دے رہے تھے، اتفاقاً راہ مین غنیم کے سواروں سے مڈبھیڑ ہوگئی، جسمین خود طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ بن خویلد شامل تھا، طلیحہ نے حضرت عکاشہؓ پر حملہ کیا اور سلمہ حضرت ثابت بن اقرمؓ پر جا پڑا، وہ شہید

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۳۴۲ [2] ایضاً ص ۳۴۳ [3] استیعاب تذکرۂ عکاشہ [4] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی ص ۱۰۱

Marfat.com

ہوئے تو طلیحہ نے پکار کر کہا، سلمہ! جلدی میری مدد کو آؤ، یہ مجھے قتل کئے ڈالتا ہے،، وہ فارغ ہو چکا تھا اس لئے یکایک ٹوٹ پڑا اور دونون نے اس شیر کو نرغہ مین لے کر شہید کر دیا،[1]

تجہیز و تکفین اسلامی فوج ظفر موج جب ان دونون شہیدانِ ملت کے قریب پہنچی تو ایسے جواہر پارون کے فقدان کا سب کو نہایت شدید قلق ہوا، حضرت عکاشہؓ کے جسم پر نہایت خوفناک زخم تھے اور تمام بدن چلنی ہو گیا تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ امیر عسکر گھوڑے سے اتر پڑے اور تمام فوج کو روک کر اسی خون آلودہ پیراہن کے ساتھ زیر زمین نہان کیا،[2] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

فضل و کمال فضل و منقبت کے لحاظ سے اکابر و ساداتِ صحابہؓ مین شمار تھا، صاحبِ اسد الغابہ لکھتے ہین، کان من سادات الصحابۃ و فضلاءھم،[3] ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب بخشدیئے جائین گے،، انھون نے معصومانہ سادگی کے ساتھ عرض کی ،، یا رسول اللہ! مین،، فرمایا ،، تم بھی ان ہی مین ہو،، اس پر ایک دوسرے شخص نے اپنی نسبت پوچھا تو ارشاد ہوا ،، عکاشہ تم پر سبقت لے گیا،، اس واقعہ کے بعد سے یہ جملہ ضرب المثل ہو گیا، اور جب کوئی کسی پر سبقت لے جاتا تو کہتے ،، فلان عکاشہ کی طرح سبقت لے گیا،،[4]

حضرت ابوحذیفہؓ

نام، نسب ہشیم نام، ابوحذیفہ کنیت، والد کا نام عتبہ اور والدہ کا نام ام صفوان تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:- ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی،[5]

اسلام حضرت ابوحذیفہؓ کے والد عتبہ ان ذی اثر رؤسائے قریش مین تھے جنھون نے اسلام کی مخالفت مین اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی لیکن ارادۂ خداوندی مین کون مانع ہو سکتا

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۷۱ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳ [4] بخاری، [5] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۷۰،

Marfat.com

ہے؟ خود عتبہ کے لختِ جگر حضرت ابوحذیفہؓ نے اس وقت داعیِ اسلام کو لبیک کہا جب کہ بظاہر اس دعوت کے کامیاب ہونے کی کوئی صورت نہ تھی اور فرزندانِ توحید کی ایک نہایت مختصر جماعت کسمپرسی کے ساتھ اسیرِ پنجۂ ظلم وجفا تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک ارقم بن ابی الارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے،[1]

ہجرت | حضرت ابوحذیفہؓ سرزمینِ حبش کی دونون ہجرتون مین شریک تھے، ان کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیلؓ بھی رفیق سفر تھین، چنانچہ محمد بن ابی حذیفہؓ حبش ہی مین پیدا ہوئے تھے،[2] حبش سے مکہ واپس آئے، یہان ہجرت کی تیاریان ہو رہی تھین، اس بنا پر اپنے غلام حضرت سالمؓ کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے اور حضرت عباد بن بشرؓ کے مہمان ہوئے،[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون مین باہم مواخات کرادی،[4]

غزوات | عہد نبوی کے تمام اہم مشہور معرکون مین جوش وپامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے خصوصاً غزوۂ بدر مین کیسا عبرت انگیز منظر تھا جب کہ ایک طرف سے ان کے والد اور دوسری طرف سے یہ جوہر شجاعت دکھا رہے تھے، حقانیت کے جوش نے خویش وبیگانہ کی تمیز اٹھا دی تھی، انھون نے اپنے والد کو مقابلہ کے لئے للکارا، اس پر ان کی بہن ہند بنت عتبہ نے اشعارِ ذیل مین ملامت کی،

لاہم الا ثکل الشئوم طائرہ	ابوحذیفۃ شر الناس فی الدین
اہل بڑے دانت والا جس کا طائر بخت شوم ہے	یعنی ابوحذیفہ جو مذہب مین نہایت برا ہے.
اما شکرت ابا ک ربک من صغر	حتی شببت شبابا غیر مجحون
کیا تو اپنے باپ کا مشکور نہین ہے جس نے بچپن سے تیری پرورش کی	یہان تک کہ تو نے بے داغ جوانی پائی،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۵۹ [2] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۰۰ [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۵۹،
[4] استیعاب تذکرۂ ابوحذیفہؓ [5] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۵۹،

Marfat.com

معرکۂ بدر مین عتبہ بن ربیعہ اور اکثر رؤساے قریش تہ تیغ ہوئے اور ایک غار مین ڈالدیئے گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرداً فرداً نام لے کر فرمایا، اے عتبہ! اے شیبہ! اے امیہ بن خلف! اے ابو جہل!! کیا تم نے وعدۂ الٰہی کو حق پایا؟ مجھ سے تو جو کچھ وعدہ ہوا تھا وہ سچ ثابت ہوا[1]، ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس وقت حضرت ابوحذیفہؓ کا چہرہ نہایت اُداس تھا، آپ نے غمگین دیکھکر پوچھا، ابوحذیفہ! شاید تم کو اپنے باپ کا کچھ افسوس ہے،، عرض کی خدا کی قسم نہین! مجھے اُس کے مقتول ہونے کا صدمہ نہین ہے لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ایک ذی عقل، پختہ کار و صاحب رائے شخص تھا، اس بنا پر امید تھی کہ وہ دولتِ ایمان سے متمتع ہوگا، لیکن جب کہ حضور نے حالتِ کفر پر اس کے مرنے کا یقین دلادیا تو مجھے اپنے غلط توقع پر افسوس ہوا[2]،

شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی مین مسیلمۂ کذاب نے یمامہ مین علمِ نبوت بلند کیا، دار الخلافت سے جو فوج اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئی اس مین شریک ہوئے اور دادِ شجاعت دیکر ۵۴ برس کی عمر مین واصل بحق ہوئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[3]،

اخلاق حضرت ابوحذیفہؓ اپنی اخلاقی بلندی کے لحاظ سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی صف مین نہایت ممتاز نظر آتے ہین، حق پسندی، جفاکشی و جوشِ ایمان کا اندازہ گذشتہ واقعات سے ہوا ہوگا، غلامون کے ساتھ نہایت شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے، حضرت سالمؓ ان کی بیوی حضرت ثبیتہ انصاریہؓ کے غلام تھے، انھون نے ان کو آزاد کردیا تو حضرت ابوحذیفہؓ نے اپنا متبنّٰی بنالیا، چنانچہ وہ عموماً سالم بن ابی حذیفہ کے نام سے مشہور تھے[4]،

حضرت ابوحذیفہؓ نہایت غیور تھے، قرآن پاک نے جب اس کی تصریح کردی کہ منھ بولا بیٹا محرم نہین ہوتا تو ان کو حضرت سالمؓ کا زنانخانہ مین آنا جانا ناگوار گذرنے لگا، چنانچہ ان کی زوجۂ محترمہ

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۵۶۶ [2] سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۶۹ [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۶۴ ایضاً،

Marfat.com

حضرت سہلہ بنت سہیلؓ نے دربارِ نبوت مین حاضر ہوکر عرض کی "یارسول اللہ! سالم اپنے لڑکے کی طرح گھر مین آتا جاتا تھا، لیکن ابوحذیفہ کو ناگوار گذرتا ہے" ارشاد ہوا کہ اس کو دودھ پلا دو تو تمہارا محرم ہوجائے گا،[1] غرض اس طرح متبنّیٰ ہونے کے ساتھ وہ رضاعی فرزند بھی ہوگئے،

حلیہ	یہ تھا قد بلند و بالا، چہرہ خوبصورت، چشم اخول، سامنے کی طرف ایک دانت زیادہ،
ازواج	حضرت ابوحذیفہؓ نے متعدد شادیان کین، بیویون کے نام یہ ہین، سہلہؓ بنت سہیلؓ، آمنہ بنت عمرو، ثبیتہ بنت یعار الضاریہ،[2]
اولاد	محمد بن ابی حذیفہ حضرت سہلہؓ کے بطن سے حبش مین پیدا ہوئے، حضرت عثمانؓ کی مخالفت مین پیش پیش تھے، طرفدارانِ امیر معاویہؓ کے ہاتھ سے مصر مین مقتول ہوے، عاصم بن ابی حذیفہؓ حضرت آمنہ بنت عمروؓ سے پیدا ہوئے، چونکہ یہ دونون لاولد فوت ہوئے، اس لئے حضرت ابو حذیفہؓ کا سلسلہ نسل منقطع ہوگیا،[3]

حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ

نام و نسب	سالم نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کے نام مین اختلاف ہے، بعض عبید بن ربیعہ اور بعض معقل لکھتے ہین، یہ ایرانی الاصل ہین، اصطخر ان کا آبائی مسکن تھا، حضرت ثبیتہؓ بنت یعار انصاریہؓ کی غلامی مین مدینہ پہنچے، انھون نے آزاد کردیا، تو حضرت ابوحذیفہؓ نے ان کو اپنا متبنّیٰ کرلیا، اس لحاظ سے ان مین انصار و مہاجر کی دونون حیثیتین مجتمع ہین،[4]

وہ عموماً سالم بن ابی حذیفہ کے نام سے مشہور تھے، حضرت ابوحذیفہؓ بھی ان کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتے تھے اور اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے بیاہ دیا تھا، لیکن جب قرآن مین یہ آیت نازل

[1] بخاری [2] طبقات ابن سعد ص ۵۹، ۳ ایضاً [4] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۴۵،

Marfat.com

ہوئی "ادعوھم لابائھم" یعنی لوگون کو اپنے نسبی آبا کے انتساب سے پکارا کرو، تو حضرت سالمؓ بھی ابن کے بجائے مولیٰ ابی حذیفہ کے لقب سے مشہور ہوئے[1]

حضرت سالمؓ جوان ہوئے اور قرآن نے خود ساختہ ابوت و بنوت کے تعلق کو کالعدم کر دیا تو حضرت ابوحذیفہؓ کو ان کا زنان خانہ مین آنا جانا ناگوار گذرنے لگا، چنانچہ ان کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیلؓ نے بارگاہِ نبوت مین حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ! سالم کو ہم اپنا لڑکا سمجھتے تھے اور وہ ہمیشہ گھر مین آتا جاتا تھا، لیکن اب ابوحذیفہ کو ناگوار گذرتا ہے"، ارشاد ہوا کہ اس کو دودھ پلا دو تو وہ تمھارا محرم ہو جائے گا، غرض اس طرح وہ حضرت ابوحذیفہؓ کے رضاعی فرزند ہو گئے، لیکن ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ یہ سالم کے لئے مخصوص اجازت تھی، ورنہ جوانی کی حالت مین رضاعت ثابت نہین ہوتی[2]

اسلام و ہجرت | حضرت سالمؓ غالباً مکہ مین حضرت ابوحذیفہؓ کے ساتھ مسکن گزین تھے، دعوتِ اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو انھون نے ابتدا ہی مین لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے مواخات کرا دی[3]

ہجرت کے موقع مین حضرت ابوحذیفہؓ کے ہمراہ تھے، مدینہ پہنچکر حضرت عباد بن بشرؓ کے مہمان ہوئے اور حضرت معاذ بن ماعص انصاریؓ سے مواخات ہوئی[4]

غزوات | غزوۂ بدر، احد، خندق اور عہدِ نبویؐ کی تمام جنگون مین معرکہ آرا تھے، عہد صدیقی مین یمامہ کی مہم پر بھیجے گئے، مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ مین تھا، ایک شخص نے اس پر نکتہ چینی کی اور کہا "ہم کو تمھاری طرف سے اندیشہ ہے، اس لئے ہم کسی دوسرے کو علمبردار بنائین گے" بولے "اگر مین بزدلی دکھاؤن تو مین سب سے زیادہ بدبخت حاملِ قرآن ہون" یہ کہکر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور

[1] ابوداؤد کتاب النکاح باب فی من حرم [2] ایضاً [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۱۱ [4] ایضاً،

Marfat.com

ہوئے اور درحقیقت انھون نے اپنے کو بہترین حاملِ قرآن ثابت کیا، اثنائے جنگ مین داہنا ہاتھ قلم ہوا تو بائین ہاتھ نے قائم مقامی کی، وہ بھی شہید ہوا تو دونون بازوؤن نے حلقہ مین لیکر لوائے توحید کو سینہ سے چمٹا دیا، زبان پر یہ فقرہ جاری تھا،[1]

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ،

محمد صرف ایک رسول ہین، اور کتنے انبیاء ایسے ہین جن کے ساتھ بہت سے اللہ والون نے جہاد کیا ہے،

(آل عمران ع ۱۵)

شہادت زخمون سے چور ہو کر گرے تو پوچھا، "ابو حذیفہ نے کیا کیا؟" لوگون نے کہا، "شہید ہوئے" بولے "اس شخص نے کیا کیا جس نے مجھ سے اندیشہ ظاہر کیا تھا؟" جواب دیا گیا کہ وہ بھی شہید ہوئے فرمایا "مجھے ان دونون کے درمیان دفن کرنا"[2]

ابن سعد کی روایت ہے کہ جنگِ یمامہ کے موقع پر جب مسلمانون کے پاؤن پیچھے پڑنے لگے تو حضرت سالمؓ نے کہا، "افسوس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ہمارا یہ حال نہ تھا" وہ اپنے لئے ایک گڑھا کھود کر اس مین کھڑے ہو گئے اور علم سنبھالے ہوئے آخری لمحۂ حیات تک جانبازانہ شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے، اختتامِ جنگ کے بعد دیکھا گیا تو اس شہیدِ ملت کا سر اپنے منھ بولے باپ (حضرت) ابو حذیفہؓ کے پاؤن پر تھا،[3] اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ،

فضل و کمال حضرت سالمؓ ان بزرگون مین تھے جو طبقۂ صحابہؓ مین فنِ قرأت کے امام سمجھے جاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ قرآن چار آدمیون سے حاصل کرو یعنی ابن مسعودؓ سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے،[4] خدائے پاک نے خوش گلو اس قدر بنایا تھا کہ جب آیات قرآنی تلاوت فرماتے تو لوگون پر ایک عام محویت طاری ہو جاتی اور

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۴۶ [2] ایضاً [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۰ [4] بخاری،

Marfat.com

راہ گیر ٹھٹک کر سننے لگتے، ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے مین دیر ہوئی، آپ نے توقف کی وجہ پوچھی تو بولین کہ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا، اس کے سننے مین دیر ہوگئی اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود چادر سنبھالے ہوئے باہر تشریف لے آئے، دیکھا تو سالم مولیٰ ابی خذیفہ ہین، آپ نے خوش ہوکر فرمایا، خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمھارے جیسے شخص کو میری امت مین بنایا،[1]

حضرت سالمؓ اپنی خوش الحانی و حفظِ قرآن کے باعث صحابۂ کرامؓ مین نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے جس قدر مہاجرین مدینہ پہنچے تھے، (حضرت) سالمؓ مسجد قبا مین انکی امامت کرتے تھے،[2]

وہ مسجد قبا کے امام تھے، مہاجرین اولین جن مین حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، اکثر ان کے پیچھے نمازین پڑھتے تھے،[3] غرض قرآنِ کریم کی برکت اور علم و فضل نے ان کو غیر معمولی عظمت و شرف کا مالک بنا دیا تھا،

حضرت عمر فاروقؓ ان کی بے حد تعریف فرمایا کرتے تھے، یہان تک کہ جب دم واپسین کے وقت انھون نے منصبِ خلافت کے متعلق وصیت فرمائی تو کہا "اگر سالم موجود ہوتے تو مین اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ مین پیش ہونے نہ دیتا" یعنی وہ ان کو اپنا جانشین بناتے،[4]

اخلاق | حضرت سالمؓ کے قبائے فضل پر محاسنِ اخلاق کا طغرا نہایت خوشنما ہے، گذشتہ واقعات سے ان کی استقامت، وقار، استغنا و پارسائی کا اندازہ ہوا ہوگا، اہلِ حاجت کے لیے دستِ کرم کشادہ تھا، چونکہ کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے انھون نے اپنے متروکہ مال و اسباب مین سے ایک

---

[1] اصابہ تذکرۂ سالم [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ العبد والمولی [3] بخاری کتاب الاحکام [4] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۴۶

Marfat.com

ایک ثلث مختلف اسلامی ضروریات اور غلامون کی گلوخلاصی کے لئے اور ایک ثلث اپنے سابق آقاؤن کے لئے وصیت فرمائی تھی، حضرت ابو بکرؓ نے ان کی سابق مالکہ حضرت تبیتہ بنت یعارؓ کے پاس ان کا حصہ بھیجا تو انھون نے لینے سے انکار کیا اور بولین کہ مین نے بغیر قید صلہ آزاد کیا تھا، اس لئے حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین اس حصّہ کو بیت المال مین داخل فرمادیا،[1]

حضرت عبیدہؓ بن الحارث رضؓ

نام و نسب | عبیدہ نام، ابوالحارث یا ابو معاویہ کنیت، والد کا نام حارث، اور والدہ کا نام سخیلہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے:- عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف بن قصی القرشی،[2]

اسلام | حضرت عبیدہؓ حضرت ابوسلمہ بن اسدؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ اور حضرت عثمانؓ ابن مظعونؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک ارقم بن ابی الارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے،[3] مکہ مین حضرت بلالؓ ان کے اسلامی بھائی قرار پائے،[4]

ہجرت | مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو حضرت عبیدہؓ اور ان کے دونون بھائی حضرت طفیلؓ، حضرت حصینؓ اور حضرت مسطح بن اثاثہؓ ایک ساتھ روانہ ہوئے، اتفاقاً راہ مین حضرت مسطح کو بچھو نے ڈنک مارا، اس لئے وہ پیچھے چھوٹ گئے، لیکن دوسرے روز خبر ملی کہ وہ نقل و حرکت سے بالکل مجبور ہین تو پھر واپس آئے اور ان کو اٹھا کر مدینہ لائے، یہان حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہؓ عجلانی نے خوش آمدید کہا اور لطف و محبت کے ساتھ میزبانی کا حق ادا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] استیعاب تذکرہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۵۶ [3] ۳ [4] ایضاً ص ۵، ۳۵ [4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۳۵،

Marfat.com

وسلم نے تشریف لانے کے بعد حضرت عمیر بن حمام الضاریؓ سے مواخات کرادی اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا جس مین ان کا تمام خاندان آباد ہوا،[1]

غزوات ہجرت کے آٹھ مہینے بعد رمضان شوال مین ساٹھ مہاجرین کے ایک دستہ پر افسر مقرر ہوکر مشر کین قریش کی دیدبانی کے لئے وادی رابغ کی طرف بھیجے گئے، تاریخ اسلام مین یہ دوسرا علم امارت تھا جو حضرت عبیدہؓ کو عطا ہوا،

وہ رابغ کے قریب پہنچے تو ابوسفیان کی زیر امارت دوسو مشرکین کی ایک جمعیت سے مٹ بھیڑ ہوئی لیکن جنگ وخونریزی کی نوبت نہ آئی، صرف معمولی طور سے چند تیرون کا تبادلہ ہوا،[2]

غزوۂ بدر اس مہم کے بعد حق وباطل کی پہلی کشمکش یعنی غزوۂ بدر مین شریک ہوئے، صف آرائی کے بعد مشرکین کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید نے نکلکر "ھل من مبارز" کا نعرہ بلند کیا، لشکر اسلام سے چند انصاری نوجوان مقابلہ کے لئے بڑھے تو انھون نے پکار کر کہا کہ "محمدؐ! ہم ناخلفون سے نہین لڑسکتے، ہمارے مقابل والون کو بھیجو"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، جنبشِ لب کی دیر تھی کہ یہ تینون نبرد آزما بہادر نیزے ہلاتے ہوئے اپنے اپنے حریف کے سامنے جا کھڑے ہوئے، حضرت عبیدہؓ اور ولید مین دیر تک کشمکش جاری رہی، یہان تک کہ دونون زخمی ہوگئے، چونکہ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ اپنے دشمنون سے فارغ ہوچکے تھے، اس لئے وہ ایک ساتھ ولید پر ٹوٹ پڑے اور اس کو تہ تیغ کرکے حضرت عبیدہؓ کو میدانِ جنگ سے اٹھالائے،[3]

حضرت عبیدہؓ کا ایک پاؤن شہید ہوگیا تھا اور تمام بدن زخمون سے چور تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسکینِ خاطر کے لئے ان کے زانو پر سر مبارک رکھدیا، انھون نے عرض

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۳۰ [2] ایضاً [3] ابوداؤد کتاب الجہاد باب المبارزہ،

Marfat.com

کی "یارسول اللہ! اگر ابوطالب مجھے دیکھتے تو انھین یقین ہوجاتا کہ مین ان سے زیادہ ان کے اس قول کا مستحق ہون،[1]

ونسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل عن ابنائنا والحلائل[2]

ہم محمدؐ کی حفاظت کرین گے یہان تک کہ ان کے اردگرد مارے جائین گے اور اپنے بچون اور بیبیون سے غافل ہوجائین گے،

اختتام جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر سے واپس آئے لیکن زخم ایسے کاری تھے کہ جانبر نہ ہوسکے، ترسٹھ برس کی عمر مین داعی جنت کو لبیک کہا اور مقام صفراء کی خاک پاک نے ان کو اپنے دامن مین چھپا لیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،[3]

فضل وکمال ان کو دربار نبوت مین غیر معمولی رفعت حاصل تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نہایت قدر فرماتے تھے، ایک دفعہ آپ مقام صفراء مین خیمہ افگن ہوئے، صحابہ کرامؓ نے عرض کی "یارسول اللہ یہان مشک کی لپٹ آتی ہے" فرمایا "یہان ابومعاویہ کی قبر موجود ہوتے ہو تمھین اس پر تعجب کیون ہے؟"[4]

حلیہ یہ تھا قد میانہ، رنگ گندم گون اور چہرہ خوبصورت،[5]

اولاد حضرت عبیدہؓ نے متعدد بیویون سے حسب ذیل لڑکے اور لڑکیان یادگار چھوڑین،[6] معاویہ، عون، منقذ، حارث، محمد، ابراہیم، رملہ، خدیجہ، سخیلہ، صفیہ،

حضرت شماس بن عثمانؓ

نام ونسب شماس نام، والد کا نام عثمان، اور والدہ کا نام صفیہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵۷ [2] ایضاً، [3] استیعاب تذکرہ عبیدہ بن الحارث، [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۳۵ [5] ایضاً،

Marfat.com

شماس بن عثمان بن الشرید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم القرشی المخزومی،

ہشام کلبی کی روایت ہے کہ ان کا اصلی نام عثمان تھا، شماس اس لئے نام پڑا کہ ایک دفعہ ایامِ جاہلیت مین ایک نہایت حسین وجمیل نصرانی جس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمکتا تھا مکہ آیا، لوگ اس کے غیر معمولی حسن وجمال پر سخت متعجب تھے، عتبہ بن ربیعہ نے (جو حضرت شماسؓ کا ماموں تھا) دعوی کیا کہ اس کے پاس اس سے زیادہ بہتر شماس یعنی رخ تابان موجود ہے، اور مقابلہ مین حضرت ابن عثمانؓ کو پیش کیا، چنانچہ اس دن سے ان کا نام ہی شماس ہوگیا[1]

اسلام | حضرت شماسؓ اور ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت ربیعہؓ نے بھی ابتدا ہی مین دعوتِ توحید پر صدائے لبیک بلند کیا تھا[2]

ہجرت | مشرکین کے ظلم سے مجبور ہوکر راہی حبش ہوئے، حضرت صفیہؓ بھی ہمراہ تھین، وہان سے واپس آکر پھر مدینہ کی راہ لی اور حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ کے مہمان ہوئے، یہان حضرت حنظلہ ابن ابی عامر انصاریؓ سے مواخات ہوئی[3]

غزوات | غزوۂ بدر واحد مین جانبازی و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے، معرکۂ احد مین جب کہ اتفاقاً جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، غازیان اسلام کی فتح شکست سے مبدل ہوگئی اور صرف چند جان نثار میدان مین رہ گئے تو حضرت شماسؓ بھی ان ہی پروانون مین تھے جو شمع نبوت کے گرد گرد وفاکاری کے جوہر دکھا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مین شماس کے لئے "سپر" کے سوا کوئی تشبیہ نہین پاتا، آپ چپ وراست جس طرف دیکھتے حضرت شماسؓ ہی سر بکف نظر آتے، غرض انھون نے اپنے آپ کو مہبطِ وحی والہام کے لئے سپر بنا دیا، یہان کہ زخمون سے چور ہوکر گر گئے، اختتامِ جنگ کے بعد دیکھا گیا تو دمِ واپسین کے چند انفاس باقی تھے،

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۷۵ [2] استیعاب تذکرۂ شماس [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۰۵

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ اٹھا کر لائے گئے، حضرت ام سلمہؓ ان کی تیمارداری پر مامور ہوئیں لیکن اس فدائے ملت کا فرض پورا ہو چکا تھا، دربارِ خداوندی سے حصولِ انعام کی دعوت آچکی تھی، ایک شبانہ روز توقف کے بعد انھوں نے داعیِ حق کو لبیک کہا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی خونین پیرہن کے ساتھ بغیر نماز جنازہ احد کے گورِ شہیدان میں دفن کرنے کا حکم دیا[1]، غرض چونتیس برس کی عمر میں سپردِ خاک ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون[2]

حلیہ حضرت شماسؓ نہایت حسین و خوبرو تھے، چنانچہ اسی تابانی رنگ نے ان کو شماس کے نام سے مشہور کیا[3]،

اولاد ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی ام حبیب یادگار چھوڑی، لیکن یہ دونوں لاولد فوت ہوئے اس لئے سلسلۂ نسل منقطع ہو گیا[4]،

حضرت شجاع بن وہبؓ

نام، نسب شجاع نام، ابو وہب کنیت، والد کا نام وہب تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن خزیمہ ایامِ جاہلیت میں ان کا خاندان بنو عبد شمس کا حلیف تھا[5]،

اسلام، ہجرت حضرت شجاعؓ ان بزرگوں میں ہیں جنھوں نے ابتدا ہی میں داعیِ توحید کو لبیک کہا تھا، اور مشرکین کے دستِ تظلم سے مجبور ہو کر سرزمینِ حبش کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے تھے[6]،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۴ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۱۷۶ [3] ایضاً ص ۱۷۵ [4] ایضاً [5] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۸۶ [6] اصابہ جلد ۳ ص ۱۳۸،

Marfat.com

جنس مین جب یہ افواہ پھیلی کہ تمام قریشِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اطاعت خم کردی ہے تو وطن کی محبت ان کو پھر مکہ کھینچ لائی، لیکن یہان پہونچکر افواہ غلط ثابت ہوئی، اس لئے چند روز قیام کے بعد متلاشیانِ امن کے ساتھ مدینہ پہنچے، یہان حضرت اوس بن خولی سے مواخات ہوئی،[1]

غزوات بدر، احد اور تمام دوسرے مشہور غزوات مین شریک تھے،[2] ماہ ربیع الاوّل ۸ھ مین بنو ہوازن کی ایک جماعت کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مدینہ سے پانچ دن کی مسافت پر مقام رئی مین خیمہ افگن تھی، حضرت شجاعؓ اپنے ساتھ چوبیس جانباز مجاہدین کی ایک جمعیت لیکر دن کو چھپتے ہوئے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے یکایک ان پر جا پڑے اور شکست دے کر بہت سے اونٹ اور بھیڑ بکریان چھین لائے، مالِ غنیمت کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہر ایک سپاہی کو پندرہ پندرہ اونٹ ملے تھے دیگر اسباب وسامان اس کے علاوہ تھا،[3]

سفارت غزوۂ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر سلاطینِ عالم کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے، اسی سلسلہ مین حضرت شجاع بن وہبؓ بھی حارث ابن ابی شمر غسانی کے پاس (جو دمشق کے قریب مقام غوطہ کا رئیس تھا) سفیر بنا کر بھیجے گئے خط کے ابتدائی فقرے یہ تھے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم،	نام خدا کیساتھ جو بڑا مہربان اور رحیم ہے
من محمد رسول اللہ الی الحارث	محمد رسولِ خدا کی طرف سے حارث بن
ابن ابی شمر سلام علی من اتبع	ابی شمر کو سلام ہے اس پر جو ہدایت کی

[1] استیعاب تذکرۂ شجاعؓ [2] استیعاب تذکرۂ شجاع [3] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی ص ۹۲، [4] زاد المعاد جلد ۲ ص ۵۹،

Marfat.com

الھدی وامن بہ وصدق وانی ادعوک الی ان تومن باللہ وحدہٗ لاشریک لہ یبقی لک ملکک،

پیروی کرے، ایمان لائے اور تصدیق کرے بیشک مین تم کو اس خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہون جو ایک ہی اور اس کا کوئی شریک نہین (اسی صورت مین) تمھاری سلطنت باقی رکھی جائے گی،

حارث کو خدا نے اس دعوت پر لبیک کہنے کی توفیق نہ دی لیکن اس کے وزیر (حرث) نے اسلام قبول کیا اور حضرت شجاعؓ کی معرفت بارگاہِ نبوت مین پیام و سلام بھیجکر پوشیدہ طور سے دین حنیف پر قائم رہنے کی خبر دی،[1]

شہادت | چالیس برس سے کچھ زیادہ عمر پاکر جنگِ یمامہ مین شہید ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون[2]

حلیہ | یہ تھا طویل القامت، لاغر اندام اور بال نہایت گھنے،[3]

حضرت مخرز بن نضلہؓ

نام و نسب | مخرز نام اور ابو نضلہ کنیت ہے لیکن عموماً اخرم اسدی کے لقب سے مشہور تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:- مخرز بن نضلہ بن عبد اللہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی، یہ ایام جاہلیت مین بنو عبد شمس کے حلیف تھے،[4]

اسلام و ہجرت | قبول اسلام کا زمانہ متعین نہین تاہم مومنین سابقین مین ہین، مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو انصار کے قبیلۂ عبد الاشہل نے ان کو اپنا حلیف بنالیا اور حضرت عمار بن حزم سے اسلامی بھائی چارہ ہوا،[5]

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۶۶ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۰۷، [4] طبقات ابن سعد قسم اول جلد ۳ ص ۶۷

Marfat.com

غزوات غزوۂ بدر، احد اور خندق مین جانبازی و شجاعت کے ساتھ سرگرم کارزار تھے، غزوۂ ذی قرد کی معرکہ آرائی ان کا سب سے شاندار اور آخری کارنامہ ہے[1]، اس کی تفصیل یہ ہے،

شہادت ۶۱ھ مین بنو فزارہ نے مدینہ کی چراگاہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹون پر چھاپا مارا اور گلہ بان کو قتل کرکے اونٹون کو اپنے ساتھ لے چلے، حضرت سلمہ بن الاکوعؓ موقع واردات کے قریب موجود تھے، انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت رباحؓ کو گھوڑے پر سوار کرکے اطلاع کے لئے مدینہ بھیجا اور خود پہاڑ پر چڑھ کر یا صباحاہ کا نعرہ بلند کیا اور دیر تک تنہا تیرون اور پتھرون سے ان غارت گرون کا مقابلہ کرتے رہے، اسی اثنا مین درختون کے جھنڈ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار نکلتے ہوئے نظر آئے، سب سے آگے حضرت اخرم اسدیؓ یعنی محرز بن نضلہ اور ان کے پیچھے حضرت ابو قتادہ انصاریؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ تھے، حضرت سلمہؓ نے حضرت اخرمؓ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا، "اخرم! آگے نہ بڑھو، مجھے ڈر ہے کہ غنیم تم کو گھیر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ملنے نہ دے گا"، بولے "سلمہ! اگر تم خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو میری شہادت مین حائل نہ ہو"، یہ جملہ کچھ ایسے جوش مین ادا ہوا تھا کہ حضرت سلمہؓ نے باگ چھوڑ دی اور وہ گھوڑا اڑاتے ہوئے عبدالرحمٰن فزاری کے سامنے جا کھڑے ہوئے، انھون نے ایک ایسا وار کیا کہ عبدالرحمٰن کا گھوڑا کٹ کر ڈھیر ہو گیا، لیکن اس کا نیزہ بھی خالی نہ گیا، حضرت محرزؓ شہید ہو کر فرش خاک پر آئے، اور وہ اچھل کر ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا، تاہم حضرت ابو قتادہؓ پیچھے موجود تھے، انھون نے اس کو واصل جہنم کرکے ان کا انتقام لیا[2]،

شہادت کے وقت حضرت محرز بن نضلہؓ کی عمر تقریباً ۳۰ یا ۳۵ سال تھی[3]،

فضل و کمال گذشتہ واقعہ سے ان کے غیر متزلزل ایمان و شوق شہادت کا اندازہ ہوا ہوگا، شہادت

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ۳ ص ۶۶، [2] مسلم جلد ۲ باب غزوۂ ذی قرد [3] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۰۰

Marfat.com

سے چند دن پہلے انھون نے خواب مین دیکھا تھا کہ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھولدیئے گئے اور وہ عالمِ بالا کی سیر کرتے ہوئے ساتوین آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے ہین، یہان ان سے کہا گیا کہ یہی تمھارا مسکن ہے[1]

دوسرے روز انھون نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو تعبیر رویا مین کمال رکھتے تھے اس خواب کو بیان کیا، انھون نے فرمایا "اے عزم! تمھین شہادت کی بشارت ہو" چنانچہ چند ہی دنون کے بعد اس بشارت نے واقعہ کی صورت اختیار کی اور عزوۂ ذی قرد کی شہادت نے ان کو سدرۃ المنتہیٰ کے دائمی مسکن مین پہنچا دیا[2]

حلیہ | رنگ سپید اور مجموعی حیثیت سے حسین و خوبصورت تھے[3]

حضرت شقران صالحؓ

نام ونسب | صالح نام، شقران لقب، والد کا نام عدی تھا، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حبشی نژاد غلام تھے، لیکن اس غلامی مین بھی سیادت مقدر تھی، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی خدمتگذاری کے لئے پسند فرمایا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کو قیمت دے کر خرید لیا، بعض روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے بلا معاوضہ نذر کیا تھا[4]

غزوات مین عموماً مالِ غنیمت اور قیدیون کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے، اور غنیمت مین حصہ پانے کے بجائے جن کے قیدیون کی نگرانی کرتے تھے وہ بطور خود معاوضہ دیتے تھے، چنانچہ غزوۂ بدر مین ان کو اس قدر معاوضہ ملا کہ مالِ غنیمت مین حصہ پانے والون سے بھی زیادہ نفع مین رہے[5]

غزوۂ بدر مین انھون نے اس احتیاط و مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے کہ آنحضرت

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جلد ۳ ص ۶۷، [2] ایضاً، اصابہ جلد ۲ ص ۱۵۳، [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۴

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر آزاد فرمادیا،

غزوۂ مریسیع مین شکست خوردہ غنیم کے مال واسباب سامانِ جنگ، بھیڑ، بکریان اور ان کے ذریات کو جمع کرنے پر مامور ہوئے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خدمات سے اس قدر خوش تھے کہ وفات کے وقت اپنے مخصوص طور سے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت فرمائی، حضرت شقرانؓ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین مین اہل بیت کے ساتھ شریک تھے[2] غرض یہ آخری خدمت تھی جو اس غلام جان نثار نے اپنے شفیق آقا کے لئے انجام دی،

اس مین اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت شقرانؓ نے مدینہ مین سکونت اختیار کی یا بصرہ مین تو طن گزین ہوئے، کیونکہ ان کا ایک مکان بصرہ مین بھی تھا،[3] اسی طرح جائے وفات اور زمانہ بھی متعین نہین،

حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ

نام ونسب | عمیر نام، والد کا نام ابو وقاص اور والدہ کا نام حمنہ بنت سفیان تھا، یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران کے حقیقی بھائی تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:- عمیر بن ابی وقاص بن وہیب ابن سفیان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی[4]

اسلام | حضرت عمیرؓ کے برادر اکبر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان روشن ضمیر بزرگون مین تھے جنھون نے ابتدا ہی مین داعی اسلامؐ کو لبیک کہا تھا، اس زمانہ مین حضرت عمیرؓ گو نہایت کمسن تھے تاہم فطری سلامت طبع و خرد حق شناس، عمر کی قید و بند سے آزاد ہوتی ہے، انھون نے اس عہد طفولیت

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۳۴ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۱ [3] اصابہ جلد ۲ ص ۱۵۳ [4] اسد الغابہ تذکرہ عمیر بن ابی وقاص

Marfat.com

بن بھائی کا ساتھ دیا اور ساقیِ اسلامؐ کے ایک ہی جام نے ان کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا۔[1]

ہجرت | ۱۴ برس کا سن تھا کہ عام بلاکشانِ اسلام کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کیلئے حضرت سعد بن معاذؓ رئیسِ قبیلہ عبدالاشہل کے چھوٹے بھائی حضرت عمرو بن معاذؓ سے بھائی چارہ کرا دیا، یہ دونوں تقریباً ہم سن تھے۔[2]

غزوۂ بدر | ۲ھ میں مجاہدینِ اسلام غزوۂ بدر کے جہاد سے علمِ نبوی کے نیچے جمع ہوئے تو یہ بھی اس مجمع میں پہنچ گئے، ان کے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے یہ دیکھ کر کہ وہ مضطر و بیقرار ادھر ادھر چھپتے پھرتے ہیں، پوچھا "جان برادر یہ کیا ہے؟" بولے "بھائی جان! میں بھی اس جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہوں، شاید خدا شہادت نصیب کرے، لیکن خوف ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس فرما دیں گے۔"[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب تمام جان نثار یکے بادیگرے معائنہ کے لئے پیش ہوئے تو حضرت عمیرؓ کا خوف درحقیقت نہایت صحیح ثابت ہوا، کیونکہ آپ نے ان کی صغیر سنی کا خیال کر کے فرمایا "تم واپس جاؤ"، حضرت عمیرؓ یہ سنکر بے اختیار رونے لگے، اس طفلانہ گریہ و بکا کے ساتھ ان کے وفورِ جوش اور شوقِ شہادت نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر خاص اثر کیا اور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے تلوار باندھی۔[4]

شہادت | حضرت عمیرؓ کی عمر اس وقت صرف ۱۶ سال کی تھی، اچھی طرح اسلحہ سے آراستہ ہونا بھی نہ جانتے تھے، بھائی نے میان میں تلوار باندھ دی، اور وفورِ جوش نے کفار کے نرغہ میں گھسا دیا، دیر تک شجاعانہ لڑتے رہے، بالآخر اسی حالت میں خورشیدِ تمنا جلوہ گر ہوا، یعنی عمرو بن عبدِ ودّ کی تلوار

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ عمیر بن ابی وقاص [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۳۷ [3] ایضاً [4] مستدرک جلد ۳ ص ۱۸۸

Marfat.com

نے شہادت کی آرزو پوری کردی، انا للہ وانا الیہ راجعون،

حضرت عامر بن ربیعہؓ

نام، نسب عامر نام، ابو عبد اللہ کنیت اور والد کا نام ربیعہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: عامر ابن ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ بن عامر بن سعد بن عبد اللہ بن الحارث بن رفیدہ بن عنز بن وائل، ان کے سلسلۂ نسب میں سخت اختلاف ہے تاہم ارباب سیر عام طور پر ان کو عنزی لکھتے ہیں، عنز وائل کے لڑکے اور بکر و تغلب کے بھائی تھے جن کی خونریز معرکہ آرائیاں اب تک زبان زد خاص و عام ہیں،[1]

ان کا خاندان حضرت عمرؓ کے والد خطاب کا حلیف تھا جنھوں نے فرطِ محبت سے حضرت عامرؓ کو متبنیٰ کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے عامر بن الخطاب کے نام سے مشہور تھے لیکن جب قرآن شریف نے ہر ایک کو اپنے اصلی آبا و اجداد کی طرف انتساب کا حکم دیا تو اس زمانہ سے حضرت عامرؓ بھی خطاب کے بجائے اپنے نسبی والد ربیعہ کی نسبت سے زبان زد ہوئے،[2]

اس حلیفانہ تعلق کے باعث حضرت عامرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ میں بھی آخر وقت تک نہایت دوستانہ تعلقات قائم رہے، حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا سفر کیا تو یہ ہمرکاب تھے اسی طرح جس سال حضرت عثمانؓ کو جانشین کر کے حج کے لئے تشریف لے گئے تو اس سفر میں بھی ان کو اپنا رفیق بنایا،[3]

اسلام حضرت عامر بن ربیعہؓ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جنھوں نے ابتدا ہی میں داعی توحیدؐ کو لبیک کہا تھا، اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی الارقمؓ کے مکان میں

[1] مستدرک جلد ۳ ص ۱۸۸، [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱، [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۲۸۱، [4] اصابہ جلد ۲ ص ۴۶۲

Marfat.com

پناہ گزین بنین ہوئے تھے[1]

ہجرت شرک وتوحید کی کشاکش اور کفار کے دستِ تظلم نے ان کو بھی مکہ مین چین سے رہنے نہ دیا، دو دفعہ اپنی زوجۂ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ کو ساتھ لے کر امن واطمینان کی تلاش مین ملک حبش تشریف لے گئے، پھر وہان سے واپس آکر سرزمین یثرب کی راہ لی، ان کا بیان ہے کہ اس وقت تک صرف حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد مدینہ پہنچے تھے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان سے پہلے چند اور حضرات بھی پہنچ چکے تھے، البتہ ان کی بیوی حضرت لیلیٰ بنت حثمہؓ کو عورتون مین اوّلیت کا شرف حاصل ہے[2]

غزوات بدر، احد، خندق اور تمام دوسرے غزوات مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے مہمات مین بھی شریک ہوئے، اور نہایت جفاکشی وجان کاہی سے اعلاء کلمۃ اللہ کا فرض انجام دیا، اپنے صاحبزادہ حضرت عبد اللہ بن عامرؓ سے اکثر فخر ومباہات کے ساتھ ان شاندار کارنامون کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے، ایک روز اثنائے گفتگو مین بولے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کو مہمات پر بھیجتے تھے اور عسرت وناداری کے باعث سامانِ رسد مین صرف تھوڑی سی کھجورین ساتھ کر دیتے تھے جو پہلے ایک ایک مٹھی سب کو ملتی تھین، اس کے بعد کم ہوتے ہوتے صرف ایک ایک کھجور کی نوبت آجاتی تھی، حضرت عبد اللہؓ نے متعجب ہو کر پوچھا، ایک ایک کھجور سے کس طرح کام چلتا ہوگا؟ فرمایا، جانِ پدر! ایسا نہ کہو بسا اوقات جب کھجورین ختم ہو جاتی تھین تو ہم لوگ اس ایک کھجور کے لئے بھی ترس جاتے تھے"[3]

شورش سے کنارہ کشی اور وفات حضرت عثمانؓ کے آخری عہد خلافت مین جب فتنہ وفساد کا بازار گرم ہوا تو حضرت عامر بن ربیعہؓ نے غایتِ تقوی کے باعث عزلت نشینی اختیار کر لی، وہ، رات

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ۳ ص ۱۰۱، [2] ایضاً ص ۱۰۲، [3] مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۴۴۶،

Marfat.com

روزہ، نماز اور درود وظائف مین مشغول رہتے، ایک رات دیر تک مصروفِ عبادت رہے یہان تک کہ اسی حالت مین آنکھ لگ گئی تو خواب مین بشارت ہوئی، اٹھ! خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے اس فتنہ سے بچائے، جس سے اس نے اپنے دوسرے نیک بندون کو محفوظ رکھا ہے،، حضرت عامرؓ اسی وقت اٹھ بیٹھے اور دوگانہ ادا کر کے نہایت خشوع و خضوع سے بارگاہِ رب الحاجات مین دست بدعا ہوئے غرض اس بشارت غیبی نے ان کی گوشہ نشینی کو پہلے سے زیادہ سخت کر دیا اور اس کے بعد ان کو کسی نے گھر سے باہر نکلتے بھی نہ دیکھا، یہان تک کہ اسی عالت مین بیمار ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چند دنون بعد وفات پائی، عزلت نشینی کے باعث لوگون کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ کب بیمار ہوئے؟ اور کب وفات پائی، یکایک جنازہ پر نظر پڑی تو سب متحیر رہ گئے،[1]

اخلاق قدامتِ ایمان اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت نے ان کو اخلاقِ کریمانہ سے آراستہ کر دیا تھا، گذشتہ بالا مختصر واقعات سے ان کی جفاکشی، تقویٰ اور زہد کا اندازہ ہوا ہوگا،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ۳ ص ۲۸۲،

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور پاکستان ذخیرہ

اس کتاب کے جملہ حقوق نقل و ترجمہ دارالمصنفین کے حق مین محفوظ ہین، مہتمم صاحب کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ فرمایا جائے۔

Marfat.com

Marfat.com

دارالمصنفین کی نئی کتاب

تاریخ اندلس

حصۂ اوّل

مرتبہ

(مولانا سید ریاست علی ندوی)

اندلس پر اُردو مین بکثرت مضامین اور کتابین لکھی گئین، اور بکثرت عربی و انگریزی کتابون کا ترجمہ بھی کیا گیا لیکن پھر بھی ایک محققانہ اور مستند کتاب کی ضرورت باقی تھی، اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہی، جو درحقیقت دارالمصنفین کے پیشِ نظر سلسلۂ تاریخِ اسلام کی ایک اہم کڑی ہے، اُس کی متعدد جلدین ہین، جو زمانہ کی مساعدت کے ساتھ بتدریج شائع ہون گی، اس جلد مین اندلس کے طبعی و تاریخی جغرافیہ کے بعد اس کی قدیم تاریخ کو روشناس کیا گیا ہے، پھر اندلس پر مسلمانون کے حملون کے اسباب دکھائے گئے ہین، اس کے بعد فاتح اندلس طارق بن زیاد (۹۲ھ / ۷۱۱ء سے ۹۳ھ / ۷۱۲ء) سے لیکر عہد بعہد کے اُن ولاۃ کا ذکر آیا ہے، جو مرکزی حکومت کی طرف سے یہان حکمرانی کرتے رہے، پھر وہ دور آیا ہے، جب اندلس مین امویون کی ازاد سلطنت قائم ہوئی، اور ملک کے اقتدارِ اعلیٰ کی زمام اسی ملک مین آگئی، یہ پہلی جلد امویون کے چوتھے حکمران عبدالرحمن اوسط (تا ۲۳۰ھ / ۸۵۲ء) کے دور پر تمام ہوئی ہے، جس مین اندلس کی مفصّل سیاسی تاریخ کے ساتھ اسکی علمی و تمدنی تاریخ بھی آگئی ہے، قیمت :- معہ

پیشجر

(طابع و ناشر صدیق احمد)

Marfat.com

دارالمصنفین کی نئی کتاب

تاریخ اندلس

حصۂ اوّل

مرتبہ

(مولانا سید ریاست علی ندوی)

اندلس پر اُردو مین بکثرت مضامین اور کتابین لکھی گئین، اور بکثرت عربی و انگریزی کتابون کا ترجمہ بھی کیا گیا لیکن پھر بھی ایک محققانہ اور مستند کتاب کی ضرورت باقی تھی، اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہی، جو درحقیقت دارالمصنفین کے پیشِ نظر سلسلۂ تاریخِ اسلام کی ایک اہم کڑی ہے، اُس کی متعدد جلدین ہین، جو زمانہ کی مساعدت کے ساتھ بتدریج شائع ہون گی، اس جلد مین اندلس کے طبعی و تاریخی جغرافیہ کے بعد اس کی قدیم تاریخ کو روشناس کیا گیا ہے، پھر اندلس پر مسلمانون کے حملون کے اسباب دکھائے گئے ہین، اس کے بعد فاتح اندلس طارق بن زیاد (۹۲ھ / ۷۱۱ء سے ۹۳ھ / ۷۱۲ء) سے لیکر عہد بعہد کے اُن ولاۃ کا ذکر آیا ہے، جو مرکزی حکومت کی طرف سے یہان حکمرانی کرتے رہے، پھر وہ دور آیا ہے، جب اندلس مین امویون کی ازاد سلطنت قائم ہوئی، اور ملک کے اقتدارِ اعلیٰ کی زمام اسی ملک مین آگئی، یہ پہلی جلد امویون کے چوتھے حکمران عبدالرحمن اوسط (تا ۲۳۰ھ / ۸۵۲ء) کے دور پر تمام ہوئی ہے، جس مین اندلس کی مفصّل سیاسی تاریخ کے ساتھ اسکی علمی و تمدنی تاریخ بھی آگئی ہے، قیمت :- معہ

پیشجر

(طابع و ناشر صدیق احمد)

Marfat.com